

عمران سپریز

جلد نمبر
29

ہلاکت خیز

- ہلاکت خیز 100

- زیبرا مین 101

- جنگل کی شہریت 102

ابن صفائی

ابن صفائی کی شخصیت اور فن پر ان کے فرزند
ڈاکٹر ایثار احمد صفائی اظہار خیال کرتے ہیں۔ قارئین
کی دلچسپی کر لئے ان کا مضمون پیش خدمت ہے۔

ابن صفائی

منظرنگاری اور تجسس کا امام

ڈاکٹر ایثار احمد صفائی

اردو میں جاسوسی ادب کا طبع زاد ناول نگار ابن صفائی کو مانا جاتا ہے۔ ابن صفائی نے اس دور میں جاسوسی ادب کے اندر جدت طرازی کے اسلوب کو اپنایا جبکہ اردو میں صرف چند تراجم ہی ملتے ہیں۔

ابن صفائی اپریل ۱۹۲۸ء میں ال آباد کے قصبه نارہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ال آباد میں ہی حاصل کی۔ وہیں پلے بڑھے اور اپنی جدت پسند طبیعت کے باعث اردو کے جاسوسی ادب پر طبع آزمائی کی۔ چونکہ بنیادی طور پر شاعر تھے اور اسرار ناروی کے نام سے شاعری بھی کی اس لئے شاعرانہ مزاج نے اس میں چاقی پیدا کر دی اور جاسوسی ادب جیسا خلک مضمون بھی دلکش اور پر تجسس بن گیا۔ ان کے قلم سے نکلنے والی کہانی میں جور و انی ہوتی تھی اس میں وہ منظر کشی اور بمحض کے رنگ بھرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قاری ای ان کی کہانیوں میں گم ہو جاتا تھا اسی لئے کچھ نقادوں کا خیال ہے کہ وہ واحد مصنف تھے جن کے ناول ایک نشت میں ختم کیے جاتے ہیں۔
کسی بھی ادیب کو اپنی تحریر میں رنگ بھرنے کے لئے خوبصورت مناظر کا سہارا لینا پڑتا ہے، یہ بات بھی مسلم ہے کہ ان میں رنگ بھی وہی بھر سکتا ہے جس کی سوچ شاعرانہ ہو یا خود شاعر ہو۔
ابن صفائی چونکہ بنیادی طور پر شاعر تھے اور بارہ برس کی عمر میں جگر اور داغ کے انداز کی شاعری کریتے تھے جس کی مثال یہ قطعہ ہے۔

ہمیں تو ہے مئے گل رنگ و گل رخاں سے غرض
ہنائے کفر پڑی کس طرح خدا جانے
بُنِ اتنا یاد ہے اسرار وقت میں نوشی
کسی کی یاد بھی آتی تھی ہم کو سمجھانے
ابن صفائی جب اپنی کسی کہانی کا پلاٹ ترتیب دیتے ہیں تو وہ مناظر، حالات کا بغور اور باریک

بلاشبہ کہے سکتے ہیں کہ انہوں نے ظلم ہوش را کو دور جدید کے نئے زاویے میں لکھا۔ جس نے ان کے کرداروں کو پڑھا وہ انہی کا ہوا۔ پھر کچھ دوسرے فناں لکھنے والوں نے بھی انہی خطوط پر لکھنا چاہا لیکن ابن صفحی کا قدر اصل اور نقل کی کسوٹی پر کھنگنے لگا، وہ چند سطحیں پڑھ کر بتاتا تھا کہ یہ تحریر کس کی ہے۔ یہ ابن صفحی کے قلم کا مکمال تھا کہ انہوں نے تن نسلوں کے ذہنوں پر حکومت کی۔ ابن صفحی کے نادلوں میں تجسس کا ایک ایسا جال بتاتا ہے کہ قاری خود کو اس کہانی کا کردار سمجھنے لگتا ہے۔ قاری کو پتہ ہے کہ کرث فریدی کہانی میں کب داخل ہو گیا۔ اگر فریدی مجرموں سے بر سر پیکار بھی ہے اور اس نے کوئی اور روپ دھار رکھا، قاری اس روپ کو پہچانتا اور اس کے کارناموں پر تمحیر ہوتا ہے کہ کرث فریدی میں دوسرے کرداروں پر یہ راز حللتا ہے کہ وہ اصل میں فریدی تھا۔ قاری اپنے دل میں خوش ہوتا ہے کہ مجھے تو پہلے ہی معلوم تھا..... یہ اپنے دام میں حصار کرنے کے لئے وہ گر تھا جو صرف ابن صفحی کے یہاں ملتا ہے۔ قاری کرداروں کے ساتھ قلبی رشتہ جوڑ لیتے ہیں۔ جasoں نادول ”زمین کے بادل“ میں فریدی اور عمران کو یکجا کر کے زیر ولینڈ کی سر کوئی کے لئے بھجا۔ فریدی پسندوں کی شکایت تھی کہ عمران نے فریدی کے مرتبے کے مقابلے سے گنگو نہیں کی۔ عمران پسندوں کو اعتراض تھا کہ یہ کس فریدی صاحب کا نہیں تھا۔ انہوں نے یہ کیوں کہا کہ وہ ایک دن دنیا کو بتائیں گے کہ زیر ولینڈ کہاں ہے؟ بھی وجہ تھی کہ ابن صفحی نے ”زمین کے بادل“ کے بعد ان دو کرداروں کو کبھی اکٹھا نہیں کیا۔

عمران کا کردار اپنی نوعیت کا واحد کردار ہے۔ وہ ایسے ہلکتے ہیں مگر تعلیم یافتہ نوجوان کا کردار ہے جس کا ظاہری روایہ لاپرواہی اور مخزہ پن کا مظہر ہے۔ جس کو اسکے باپ جو انتیل جس سروس کے ڈائریکٹر جzel ہیں اس کی حرکتوں کے باعث گھر سے الگ کر دیتے ہیں۔ لیکن اصل روپ کچھ اور ہے۔ فارن سیکریٹری کے تحت ایک سریکرت سروس کا انچارج اور اعلیٰ عہدیدار ہے۔ جس کو اس کے ماتحت ایکس ٹو کے نام سے جانتے ہیں۔ وہ ٹیلی فون پر ان سے رابطہ رکھتا ہے اس بات کا دعویٰ رکھتا ہے کہ اسے اسکے ماتحتوں کی پل پل کی خبر ہے اس آواز کی بہت سے ماتحت کا نہیں ہے۔ لیکن یہی عمران جب اپنی تمام تر حماقتوں کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے تو کوئی اسکو خاطر میں نہیں لاتا۔ بلکہ اسکو چنگیوں میں اڑاکر محظوظ ہوتے ہیں۔

اس تمام منظر اور تذبذب کے عالم سے جو اصل میں محظوظ ہوتا ہے وہ ہے عمران کا قاری۔ جو کہ اس کی ذہانت اور باریک بیویوں پر نظر رکھتا ہے اگر عمران کی مصلحت کے سبب اپنے اصلی روپ میں ظاہر نہیں ہوتا پھر بھی اپنی احتمال حركتوں کی وجہ سے پیچاں لیا جاتا ہے۔ یہ ابن صفحی کا قاری ہے۔ جو غیر ارادی طور پر اس نادول کا حصہ بن جاتا ہے اور اتنی دچکی کا مظاہرہ کرتا ہے جیسا کہ وہ تمام واقعہ کا یعنی شاہد ہو۔ ایک طرف قاری ابن صفحی کا نادول پڑھ رہا ہوتا ہے دوسری طرف اپنے طور پر کیس کو حل کرنے میں مشغول ہوتا ہے۔ لیکن کرداروں اور واقعات کی اونچ نیچ میں اتنا غرق ہو چکا ہوتا ہے کہ وہ نادول ایک نشست میں مکمل کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

بنی سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ جس کو پڑھنے کے بعد قاری واقعات کے پس منظر میں ہو جاتا ہے۔ منظر کشی کے اصول کے تحت ایک تخلیق کار کو اس منظر کی تمام جزویات کا علم ہونا ضروری ہے۔ وہ اس کو اس خوبصورتی سے بیان کرے کہ قاری کا ذہن اسے فواؤ قبول کر لے۔ اسی طرح کسی کے مزان اور کردار کے بارے میں بیان کرنے لگے تو اس مخصوص طبیعت کے لوگوں کے مزان کا الغور مشاہدہ کر لے تاکہ کوئی بات متفاہد نہ گئے، حتیٰ کہ اسے ان کے سوچنے کا انداز بھی پتہ ہو۔ یہ بات اس وقت زیادہ اہم ہوتی ہے جب وہ کسی ایک خاص نقطہ نگاہ کے لوگوں کا نقشہ کھینپتا چاہتا ہو، یا کسی خاص ملک کے لوگوں کا رہا، میں سہن ظاہر کرنا چاہتا ہو۔ اس ضمن میں، میں ذاتی طور پر ایڈلاوسیریز کا حوالہ دینا گزیر سمجھتا ہو۔ جس میں عمران ایک مشن پر اٹلی جاتا ہے۔ ان نادلوں میں جس خوبصورتی سے اطابوی معاشرے، مقامات اور لوگوں کی سوچ کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جو ان میں رہا ہو۔ راقم الحرموم کو کیونکہ اٹلی میں تعلیم کے دوران خاصا وقت گزارنے کا موقع ملا۔ اس لئے وہاں کے مقامات اور معاشرتی معاملات کو بالکل دیسائی پیاسا جیسا کہ کتابوں میں لکھا ہے۔ وہ شارع دیانو منہجیں جاتا ہو، یا تیرسرے درجے کا ہوئی، یا بازار یا کو موکی جھیل یا سکلی کے ساحل سمندر۔ کوئی بھی اس قدر عمدہ اور دلکش عکاسی کو دیکھ کر یہیں بیکن نہیں کر سکتا کہ اس نادول کا تخلیق کار کبھی اس ملک میں نہیں آیا! لیکن یہ حقیقت ہے کہ ابن صفحی نے پاکستان بننے کے بعد سوائے بھرتوں کے کوئی سفر ملک سے باہر نہیں کیا۔ یہ ان کے اپنے علم کا ظلم تھا کہ وہ نفشه اس خوبی سے کھینپتے تھے کہ قاری کو احساس ہوتا ہے کہ جیسے وہ خود اس محال میں ہو۔ (چاہے وہ عمران کا لندن کا سفر ہو یا افریقہ کے جنگلوں کا یا برازیل میں دریائے ایمیزون کے کنارے)

ابن صفحی کی تحریروں کی دوسری بڑی خاصیت تجسس ہے۔ وہ کہانی کا جال کچھ اس انداز میں پھیلاتے ہیں کہ پڑھنے والے کا ذہن اس میں الجھ کر رہ جاتا ہے جس کا ازالہ وہ اس کو ایک نشست میں پڑھ کر کرتا ہے۔ جس زمانے میں دوسرے نادول کے لئے پڑھنے والے کو ایک ماہ کا انتظار کرنا پڑتا تھا وہ انتہائی کرب سے گرتا تھا۔ ابن صفحی کے مداح آپس میں بیٹھ کر کرداروں اور واقعات پر بحث کرتے تھے ان کے قلم کے سحر زدہ مہاوون کا انداز بھی کچھ اس طرح ہوتا جیسا کہ آج کل بیٹھ کر سیاست یا حالات حاضرہ پر بحث ہوتی ہے۔ کسی بھی ادب کے لئے یہ بہت بڑی کامیابی ہے کہ لوگ اس کی تحریر کے منتظر ہیں۔ لوگ ان کو خطوط لکھ کر اور مل کر اپنی بے چینی کا انبہار کرتے رہتے تھے۔ شائد لوگوں کے علم میں نہ ہو جو مصنف فلکشن کے اعلیٰ مقام پر فائز تھا، جس کے تخلیق پر بہت سی ایجادوں نے جنم لیا۔ جس کی سوچ ہمیشہ آسمانوں سے اوپنی ایزی تھی

ان کے چیل کی پرواز ظلم ہوش را کی ان جلدیوں کے مر ہون منت تھی جو سات برس کی عمر میں ان کی گھٹتی میں اتر چکا تھا۔ ان کے کردار عمران، فریدی، سُنگ ہی اور تھریسا انہی کی طرح پر تجسس طور پر کام کرتے نظر آتے ہیں جیسے کہ کوئی ظلم ہوش را کی داستان کے کردار ہوں۔ ہم

عمران سیریز نمبر 100

ہلاکت خیز

(پہلا حصہ)

ابن صفائی کے نالوں میں جہاں سچائی اور قانون کی بالادستی دھمائی گئی ہے وہیں مجرمانہ ذہنیت رکھنے والوں کے ذہنوں میں جھامک کر دیکھا گیا ہے کہ وہ لوگ کیسے سوچتے ہیں؟ ان کی مجرمانہ ذہنیت کی ابتداء کیسے ہوتی ہے؟ اور وہ لوگوں کو اپنے افکار سے کیسے مبتاثر کرتے ہیں اور اپنے ہم خیال کس طرح بناتے ہیں؟ اور میں السطور یہ سبق بھی دیتے جاتے ہیں کہ ان لوگوں کی نشاندہی کی جائے اور ان کو قانون کے حوالے کیا جائے تاکہ معاشرہ سے جرام اور لڑائی ختم ہو سکے۔ دوسرے الفاظ میں ابن صفائی کے قارئین یقیناً "علامہ دہشتناک" کا کردار نہ بھلاکیں گے۔ اسی طرح کے مقنی کردار سنگ ہی اور تحریریا بھی ہیں۔ سنگ ہی ایک چالاک و عیار چینی نسل کا مجرم ہے جو اپنے مارٹل آرٹ کی وجہ سے بہت پھر بیٹا ہے۔ اس کے مخالف یکپ کی تحریریا ہے جو "لی تحری بی" کہلاتی ہے ایک الگ دنیارکھتی ہے۔ انہوں نے ایک جزیرہ زیر و لینڈ کے نام سے بیالا ہے جہاں وہ مجرموں اور موصوم لوگوں کو قید کر کے جرام کی تعلیم دیتے ہیں۔ زیر و لینڈ دنیا والوں کے لئے ناقابل تغیر ہے۔ جرام کی دنیا میں بھی اتحاد ہو جاتا ہے کبھی بھی سنگ ہی اور تحریریا سیال کر بھی کام کرتے ہیں۔ مگر ان کا سب سے برا مسئلہ عمران ہوتا ہے۔ وہ دنیا کے کسی کونے میں کسی جرم کی ابتداء کرتے ہیں وہاں عمران کو کسی نہ کسی روپ میں اپنام مقابل پاتے ہیں۔ کیونکہ عمران ہر لمحے ان کے ارادوں کی خبر رکھتا ہے۔ جس کے ان تمام مراحل میں قاری عمران کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ اس کا جس سلحہ بڑھتا جاتا ہے۔ اس کی تمام ہمدردیاں عمران کے ساتھ ہوتی ہیں کیونکہ عمران ایک نصب العین کے لئے کام کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن افسوس صرف اس وقت ہوتا ہے جبکہ تمام تر کارنامہ عمران کا ہوتا ہے اور اسی کا کوئی ماتحت بکم ایکس ٹو اے جل دیکر نکل جاتا ہے وہاں بھی قاری یہ سوچ کر مطمئن رہتا ہے کہ سارے ماتحت تو نکلے ہیں اگر عمران نہ ہوتا تو یہ کارنامہ انجام پذیر نہ ہوتا۔ وہ اپنے تینیں اس مجھے پر مہربانی سمجھ کر خوش ہوتا ہے۔

اب آپ ہی بتائیں جہاں مصف اپنے قاری کے اعصاب پر اس قدر سوار ہو، کیا وہ زندہ تحریریں نہیں ہیں؟ کیا یہ جس اور مظفر نگاری کی اپنیا نہیں ہے؟

اگر کوئی اہل علم یا فقاد اسے نہ مانے تو یہ اس کا انفرادی فعل ہو گا۔ انہوں نے اپنے مقام کا تعین خود ہی کر لیا تھا ان کا کہنا تھا کہ "میری کتابیں بک فلیف پر نہیں بلکہ قاری کے سچے کے نیچے ملتی ہیں۔"

جہاں بھی اردو زبان بولنے والے یا سمجھنے والے پائے جائیں گے وہاں ابن صفائی کے نذر کرے کے بغیر اردو زبان کا ذکر نا مکمل رہے گا۔

مجھے معاف کر دیں)۔

اب دوسری سنئے! آج ہی کے اخبارات میں یہ خبر جلی حروف
میں شائع ہوئی ہے کہ روس ایک ایسی ایٹھی شعاع بنانے میں کامیاب
ہو گیا ہے جو بین براعظی میز انکوں کو فضا ہی میں بنا کر دے گی.....
لیکن میں پوری سچائی سے اعلان کرتا ہوں کہ زیرولینڈ والوں نے یہ
شعاع آج سے ایک ہفتہ قبل استعمال کی تھی..... اور اس کے سلسلے
میں عمران کو دل کھول کر الو بنا یا تھا لیکن میری کون سنے گا۔ کریٹ
روس ہی کو جائے گا۔ اللہ کی مرضی۔

تیری بات یہ ہے کہ ماشاء اللہ اس بار تختوا ہوں میں ڈھیروں
اضافہ ہوا ہے۔ لہذا ادھر بھی بات ”چونی“ کی نہیں رہے گی۔ یہ
اضافہ مجھے اسی وقت کر دینا چاہئے تھا جب دوسروں نے کیا تھا۔ لیکن
میرا آپ سے وعدہ تھا کہ آپ کی تختوا ہوں میں اضافے سے قبل
قیمت میں اضافہ نہیں کروں گا۔ خواہ گوشت کسی بھاؤ بک جائے۔

ابن صفحہ

۱۹۷۸ء مئی ۲۰

پیشہ رس

غالباد سمبر ۶۷ء کی بات ہے جب میں نے اس ناول کا اشتہار
ترتیب دیا تھا اور ”ہلاکت خیز“ نام تجویز کرتے وقت اس کا وہم و گمان
تک نہیں تھا کہ خود میری قوم کو کسی ہلاکت خیزی کا سامنا کرنا پڑے
گا۔ اشتہار میں ہاتھی کا بھی ذکر تھا۔ سو آخر ہاتھی بھی نکل آیا۔ ہاتھی
پھر ہاتھی ہے، خواہ پورس کا ہو یا ابرہہ کا..... ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۸ء میں
پورس کے ہاتھی کا کردار ادا کرنے کے بعد شاید اس بار ابرہہ کے
ہاتھی کا کردار ادا کرنے کی کوشش کی تھی۔ ۱۹۶۵ء کے بعد سے اس
وقت تک شاید ہم اسی کے منتظر تھے کہ دیکھیں ابرہہ کے ہاتھی کا
کردار کس حسن و خوبی سے ادا کرتا ہے۔ اور ایکنگ تو نہیں کرتا...
خدا کا شکر ہے کہ یہ وقت ”کٹ“ کا نعرہ لگ گیا اور قوم تباہی سے نج
گئی۔

کچھ بھی ہوا ہو لیکن میں آپ سے بے حد شرمندہ ہوں کہ یہ
کتاب ویسی نہ ہو سکی جیسی میں چاہتا تھا۔ جب ہم خود ہلاکت خیزیوں
سے دوچار ہو کر ذہنی انتشار میں بیٹلا ہو گئے ہوں تو ماردھاڑ سے
بھر پور کہانی کس طرح لکھی جاسکتی ہے۔ (خصوصیت سے نوجوان

اہتمام کو تھارت سے دیکھنے لگا تھا..... کبھی ظفر کو بغور دیکھتا تو اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے وہ ایک بے بس چوپائے کی طرح اندر ہرے میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہو۔ کچھ دنوں پہلے آنکھوں میں ذہانت کی جو چمک نظر آتی تھی۔ اب وہی لا علیٰ کی بے بصارتی محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ سوچتا یہ شخص کیا جانتا ہے۔ کچھ بھی تو نہیں۔ سرکس کے ایک اداکار کی طرح اپنے شب دروز گذار رہا ہے۔ ہستا ہے تو اسے علم نہیں ہوتا کہ کیوں نہ رہا ہے اور ایسون کو روٹا کہاں نصیب ہوتا ہے۔ روتے تو عقل والے ہیں روتے ہوئے دنیا میں آتے ہیں اور زندگی بھر روتے رہتے ہیں۔

بہر حال ظفر الملک اس سفر کے دوران میں کئی بار کوشش کر چکا تھا کہ اس یورپین لڑکی کی توجہ کا مرکز بن سکے لیکن کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ جیسون خاموش تماشائی بنا رہا تھا۔ ایک بار بھی اس مسئلے میں اظہار خیال کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ دراصل جیسون کا خیال تھا کہ اس کے دل کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ لہذا اسے صرف لذت تماشا ہی تک محدود رہنا چاہئے۔ تفیر وہ خود کر سکتا ہے۔ اس اداکار سے کیا پوچھ جو خود بھی نہیں جانتا کہ وہ کیا کر رہا ہے اور کیوں کر رہا ہے۔ تو جیسون تصوف کی چند کتابیں پڑھ کر خود کو ایسا ہی صاحب حال سمجھنے لگا تھا جہاز کے لینڈ کرتے ہی ذہن پر عجیب ساستاناطاری ہو گیا۔

یورپین لڑکی سیٹ سے اٹھی تھی اور ظفر حفا فلی پیاس ہی کھولتا رہ گیا تھا۔ وہ آگے بڑھ گئی اور جیسون نے کہا۔ ”خود کو قابو میں رکھئے یورپی نس... ضروری نہیں کہ اس کی اور آپ کی منزل ایک ہی ہو....!

”اوہ.... تم بولے تو....“ ظفر نے جھپٹی ہوئی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔
”میں نہیں.... کوئی اور بولا تھا....!
”رُبش....! چلو.... آگے بڑھو....!
یورپین لڑکی نظروں سے او جھل ہو چکی تھی۔

”اپنی گھری گرخچ میں نائم سے تین گھنٹے آگے بڑھاؤ۔“! ظفر نے نکاہی کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔
”زمانی یاد رکھوں گا.... گھری کو نہیں چھیڑ سکتا۔ کیونکہ میری پیدائش گرخچ میں نائم کے

جہاز پام کے درختوں سے گھرے ہوئے شہزادہ السلام پر چکر لگا رہا تھا..... ہدایت کے مطابق مسافروں نے حفا فلی پیاس کی لی تھیں۔ ذرا ہی سی دیر میں جہاز دار السلام کے ایئر پورٹ پر لینڈ کرنے والا تھا۔ جیسون نے آنکھیوں سے ظفر الملک کی طرف دیکھا جو ظاہر او نگہ رہا تھا.... لیکن حقیقتاً وہ بھی آنکھیوں سے اپنے رابر بیٹھی ہوئی یورپین لڑکی کو دیکھے جا رہا تھا۔ جیسون نے ابھی تک یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی آخر اتنے لے سفر کی زحم کیوں گوارہ کی گئی تھی۔ سیاحت کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ کیونکہ ظفر کی مالی حالت اس پر اظہر من الشمس تھی.... پھر تزانیہ کا سفر کیوں؟

لیکن اسے یہ ضرور معلوم تھا کہ دار السلام کے سب سے بڑے اور منہجے ہوئیں کلینیکارو میں اُن کا قیام ہو گا۔ وہاں دو کمرے پہلے سے ریزو روکرائے جا چکے تھے۔ جن کا کرایہ دو سو سانچھ شلنگ یومیہ تھا اور یہ بھی متوسط درجہ کی بودو باش کے لئے تھا۔ ورنہ صرف قیام اور ناشستے کے لئے آنھیں ایک سو ایکس شلنگ فی کس یومیہ خرچ کرنا پڑتا۔ بہر حال جیسون اچھی طرح جانتا تھا کہ ظفر کی جیب اتنی بھاری نہیں تھی۔ لہذا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچ سکتا تھا کہ یہ عیاشی سرکاری ہی خرچ کی مرہون منت ہو گی۔

اُن دنوں جیسون بڑی خاموشی سے زندگی بسر کر رہا تھا۔ زیادہ تر پڑھتا رہتا۔ زبان میں زہر بیلا پن بھی نہیں رہا تھا۔ خواہ مخواہ ہر ایک سے خوش اخلاقی برتنے کو جی چاہتا۔ وجہ یہ تھی کہ صوفیائے کرام کی زندگی کیاں زیر مطالعہ تھیں اور اُسے ترکیہ نفس کی سو جھی تھی.... خوبصورت عورتوں کو گھورنا ترک کر دیا تھا۔ بیرون تک نہیں پیتا تھا۔ موٹگ کی دال اور لوکی غذا ٹھہری تھی۔ دنیا وی ترک و

مطابق ہی ہوئی تھی.... نواؤ نفس یورہائی نس....!“ جیسن نے اعتراض کیا۔
ایئر پورٹ سے وہ ٹینکی میں شی ڈرائیور کی طرف روانہ ہوئے۔ ٹینکنجرو کی دس منزلہ
عمارت نئی ڈرائیور ہی پر واقع تھی۔

ظفر الملک نے دو تین گھری ہی سانسیں لیں اور بولات۔ ”عجیب ہی مہک ہے فضائیں! بالکل ہی
نی دنیا معلوم ہوتی ہے....!

”اربون سال پرانی....!“ جیسن نے اسمانہ بنا کر بولا ”لکن اور کافور کی بو ہوگی۔“

”کیوں دماغ خراب کر رہے ہو میرا....!“ ظفر جھنچلا کر بولا۔

”میں آپ کو نجات کے راستے پر لگانا چاہتا ہوں....!“

”یہاں... اتنی دور... خط استوا کے قریب....!“

”ماحول کی تبدیلی سے بڑی مدد ملے گی۔ گھر پر شامد ممکن نہ ہوتا۔!

”اچھا بس.... میرے سر میں درد ہو رہا ہے....!“

”ایزیو پلیز... لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ہم اتنے مبنگے ہوٹل میں کیوں قیام کر رہے ہیں۔“

”یہاں کوئی زبان بولی جاتی ہے....!“

”سو اعلیٰ اور انگلش....!“

”آپ کو آتی ہے سو اعلیٰ....!“

”نہیں....!“

”کاش مجھے آتی ہوتی... یہاں کے عوام سے گفتگو کر سکتا....!“

”شکر ہے کہ وہ تمہاری بکواس سے محفوظ رہیں گے۔“

”لینکوئن پلیز....!“

ٹینکنجرو پہنچ کر ظفر الملک کی بانچیں کھل گئیں۔ عمارات کے سامنے ہی ایک عدد اولمپک
سائز سوینگ پول نظر آیا تھا۔ بڑی پہ فضا جگہ تھی۔ ساحل بھی کچھ زیادہ دور نہیں تھا۔ بڑی
خونگوار ہوا سمندر کی جانب سے چل رہی تھی اور وہ عجیب ہی مہک جو اس نے جہاز سے اترتے ہی
محوس کی تھی۔ یہاں بھی برقرار تھی۔

سورج غروب ہونے والا تھا اور وہ پانچویں منزل پر اپنے کروں میں پہنچے تھے۔

”اللّٰہ الکرکوں کی کیا ضرورت تھی یورہائی نس....!“ جیسن نے اعتراض کیا۔
”میں نہیں جانتا.... ریزو یشن میں نے نہیں کرایا تھا۔“ ظفر ریزو اری سے بولا۔ ”لیکن مجھے
جھرت ہے کہ تم نے ابھی تک یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ ہم یہاں آئے کیوں ہیں۔!“
”در اصل مجھے آج کل دوسرے سوال نے الجھا کھا ہے....؟“
”وہ کیا ہے....؟“

”ہم دنیا میں کیوں آئے ہیں....!“

”اچھا سوال ہے۔“ ظفر سر ہلا کر بولا ”اور اگر آئے ہی تھے تو تمہن سے جیسن کیوں ہو گے۔“

”نو پر سل ایک پلیز....!“

”تیرساوں پیدا ہو گیا....!“ ظفر اسے گھوڑا تاہو بولا۔ ”یہ پر سل کیا چیز ہے؟“

”کیا مطلب....؟“

”تصوف میں پر سل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میں بھی پڑھتا رہتا ہوں۔ اچھا ب اپنے
کمرے میں جاؤ.... میں آرام کروں گا....!“

جیسن کچھ کہے بغیر دروازے کی طرف بڑھا۔ اس کا کمرہ مزید دو کروں کے بعد تھا۔

محک کر قفل میں چاپی لگا ہی رہا تھا کہ قریب سے ایک مترجم سی آواز آئی۔ ”میں کوئی مدد
کر سکتی ہوں....!“

وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ برابر والے کمرے کے دروازے پر ایک سفید فام عورت کھڑی مسکرا
رہی تھی۔ عمر بچپن اور تمیں سال کے درمیان رہی ہو گی۔ بال سنہرے تھے اور آنکھیں گھری
نیلی....!

”کیا میں کوئی عجوبہ ہوں.... اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو....!“ وہ ہنس کر بولی۔ اور جیسن
نے اندازہ کر لیا کہ کسی قدر نہ میں بھی ہے....!

”یہ بات نہیں محترمہ....!“ اُس نے خنک لبھ میں کہا۔

”پھر کیا بات ہے....!“

”پندرہ بیس سال بعد عورت نظر آئی ہے....!“

”لیا بات ہوئی....!“

”خود مجھے بھی نہیں معلوم...!“
 ”ایسے ہی معصوم نظر آتے ہو....!“ وہ پھر ہنس پڑی اور جیمس نے بھی خواہ دانت نکال دیے۔

”آؤ کچھ دیر میرے ساتھ بیٹھو! میں اس وقت بہت اُداس ہوں...!“
 ”کوئی مضاکفہ نہیں...!“ جیمس سک گیا۔ کنجی دوبارہ جیب میں ڈال لی۔ عورت پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ اُس کے کمرے میں داخل ہوا۔
 سامنے ہی میز پر اسکاچ کی بوٹی نظر آئی۔ جیمس طویل سانس لے کر رہ گیا۔ زبان میں گدگدی سی ہونے لگی تھی۔ بہت دنوں سے چکھی تک نہیں تھی۔
 ”بیٹھو گے نہیں کیا...!“ عورت بولی۔

”شکر یہ...!“ کہہ کر جیمس بیٹھ گیا۔
 ”تمہاری ڈاڑھی بہت خوبصورت سے کہاں سے آئے ہو....!“
 ”ہناللو سے....!“
 ”میرا نامِ لسلی کارڈو باہے...!“
 ”اور میں ڈگم بگم ہوں...!“

”تمہاری ڈاڑھی سے منابوت رکھتا ہے یہ نام...!“
 ”ڈاڑھی کو موضوع خن بنانا پسند نہیں کرتا...!“
 ”میری کسی بات کا برامت منانا میں بہت دلکھی ہوں...!“
 ”تھائی کی وجہ سے...!“ جیمس نے سوال کیا۔
 ”خداجانے... کیا تم نہیں پیو گے۔ اپنی مدد آپ کرو...!“
 ”خود اپنے ہاتھ سے کبھی نہیں انڈلی...!“
 ”تھا ہو۔ یا کسی پارٹی کے ساتھ...!“
 ”نہ تھا ہوں اور نہ کسی پارٹی کے ساتھ...!“
 ”میں نہیں سمجھی...!“
 ”میرا بابا دوسرے کمرے میں مقیم ہے...!“

”اوہ....“ یک بیک وہ اور زیادہ مغموم نظر آنے لگی۔ کچھ دیر بعد بولی ”میں سمجھی تھی شائد میری ہی طرح تھا ہو...!“
 ”تم کیوں تھا ہو...!“
 ”بس یو نہیں.... یہاں سکون کی تلاش میں آئی ہوں...!“
 ”یہی آسمان کے نیچے سکون کہاں...!“ مردے تک قبروں میں مضطرب رہتے ہیں...!
 ”قبروں کی بات کیوں نکالی....!“ وہ اُسے گھورتی ہوئی بولی۔ لہجہ بھی اچھا نہیں تھا۔
 ”بر سبیل تذکرہ...!“ گور کن یاد فین کرنے والی کسی فرم کا نامہ سننہ نہیں ہوں...!
 وہ خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی۔
 ”اگر میری بات سے تکلیف پہنچی ہو تو معافی چاہتا ہوں...!“ جیمس بولا۔
 ”مجھے کسی بات سے صدمہ نہیں پہنچا۔“ وہ اپنے لئے گلاس تیار کرتی ہوئی بولی ”میں تو یہاں مرنے کے لئے آئی ہوں...!“
 ”کہاں سے آئی ہو...!“
 ”نیویارک سے...!“
 ”واباں مرنے میں کیا ڈشواری تھی...!“
 ایک لمبا گھونٹ لے کر اُسے گھورتی ہوئی بولی ”کیا تم میرا مھلکہ اڑانے کی کوشش کر رہے ہو؟“
 ”نہیں.... یہ ایک سادہ سماں سوال تھا!“
 ”زہر پی کر منا گھلیا کی بات ہے...!“
 ”ریوالور کیسار ہے گا...!“
 ”دھماکے سے میری جمالیاتی حص کو بھی پہنچ سکتی ہے...!“
 ”نیویارک میں کوئی تیس یا چالیس منزلہ عمارت بھی آزمائی جا سکتی تھی...!“
 ”اکید روپیا کی مریضہ ہوں...!“
 ”سمندر کے بارے میں کیا خیال ہے...!“
 ”اس کے تصور سے بھی گھن آتی ہے کہ گندی مچھلیاں مجھے کھا جائیں...!“
 ”تو پھر یہاں کیا...!“ یہ جیمس جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔

”بیہاں کی موت بے حد شاندار ہوگی۔۔۔!“ وہ پر جوش لجھے میں بولی۔

”تم نے مجھے تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔ حالانکہ ہم کچھ ہی دیر پہلے ملے ہیں۔۔۔!“

”تمہیں۔۔۔!“ لسلی نے حیرت سے کہا ”تمہیں کیا تشویش ہو سکتی ہے۔۔۔!“

”بیہی کہ یہاں کی موت کس تدبیر سے شاندار ہو سکے گی۔۔۔!“

”تم نہیں سمجھے۔“ وہ زور سے ہنس پڑی۔

جنیسن نے ماہ سانہ انداز میں سر کو منقی جنبش دی۔

”سنو۔۔۔!“ وہ مٹھیاں بھیخت کر بولی۔ ”میں ہمیشہ طاقت کی پنجارن رہی ہوں۔ کیا سمجھے۔!“

”سمجھ گیا۔۔۔!“

”کیا سمجھ گئے۔۔۔؟“

”شاندرا بھی نہیں سمجھا یوں نبی رواداری میں کہہ گیا تھا۔۔۔!“

”تم نہیں سمجھ سکو گے۔ کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا! اس انوکھے خیال نے صرف میرے ذہن میں جنم لیا ہے۔۔۔ اس لئے میں امریکہ کی عظیم ترین ہستی ہوں۔۔۔!“

”اس میں کیا بیٹک ہے۔۔۔!“ جنیسن نے سخید گی سے کہا۔

”خاموش رہو۔ تم کچھ بھی نہیں سمجھتے!“ وہ کسی تدریز ہو کر بولی۔

”مجھے اس کا بھی اعتراف ہے۔!“

”مت بکواس کرو۔۔۔ یہ بھی ہے! اور وہ بھی ہے۔۔۔!“

”بالکل۔۔۔!“ جنیسن سر ہلا کر بولا۔ ”نہ اس کی حقیقت سے انکار کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کی جو میرے تجربے میں آجائے وہی سچائی ہے۔ جس کا احاطہ میرا ذہن نہ کر سکے وہی سب سے بڑا جھوٹ۔۔۔!“

”کیا تم میرا ماغ خراب کرو گے۔“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

”نہیں! میں صرف یہ معلوم کرتا چاہتا ہوں کہ مر نے کا وہ شاندار طریقہ کیا ہو گا۔!“

”اچھا۔۔۔ اچھا!“ لسلی نے تھقہہ لگایا۔ پھر سخیدہ ہو کر کچھ سوچتی رہنے کے بعد بولی۔ ”کیا میں تمہیں خوفزدہ نظر آ رہی ہوں۔۔۔!“

”ہر گز نہیں! تمہارے چہرے پر تو عزم و استقلال کی بارش ہو رہی ہے!“

جیسن نے میں صرف یہ معلوم کرتا چاہتا ہوں کہ مر نے کا وہ شاندار طریقہ کیا ہو گا۔!

”شکریہ۔ بس یہی معلوم کرنے کیلئے میں تمہیں یہاں لائی تھی۔ اگر جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔“

”تمہارا کام تو ہو گیا۔ لیکن ابھی میرا نہیں ہوا۔۔۔!“

”کیا کہنا چاہتے ہو۔۔۔!“

”شاندار موت کا طریقہ۔۔۔!“

”اچھا تو سنو۔۔۔! میں کسی کھنے جنگل میں جا گھووں گی اور کوئی دھلاٹا ہو اسی سمجھے چٹ کر جائے گا۔۔۔ شیر طاقت کی علامت ہے۔ اور میں ہوں طاقت کی پنجارن۔۔۔!“

”واقعی بہت گریٹ ہو۔ لیکن شیر کا ہامضہ چوپٹ ہو جائے گا۔ الکوعل کے مارے ہوئے گوشت کا تجربہ اُسے ہر گز نہ ہو اسکا!“

”اب تم دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔“ اُس نے ہاتھ جھک کر کہا اور گلاں میں انڈیلے گی۔

”جنگل کی طرف روانگی کے وقت مجھے ساتھ لینا ملت ہمکو لنا۔۔۔!“

”کیوں؟ تمہیں کیوں ساتھ لے جاؤں گی۔۔۔!“

”تمہاری اور شیر کی تصویریں اُتاروں گا۔۔۔!“

”شٹ اپ۔۔۔ اینڈ گٹ آؤٹ۔!“ وہ حلقت کے بل چینی! اور جنیسن بوکھلا کر کرے سے باہر نکل آیا۔

عجیب چیز ہاتھ لگی تھی۔ اُس نے سوچا کیوں نہ ظفر الملک کو بھی اطلاع دے دی جائے۔ خاصے کی چیز معلوم ہوتی ہے یہ عورت بھی۔۔۔ کچھ دل جسمی ہی رہے گی۔

وہ تیزی سے اُس کے کرے کے سامنے پنچا اور دروازے پر دستک دی۔

”کم ان۔۔۔!“ اندر سے ظفر کی آواز آئی۔

اس نے پینڈل گھما کر دروازہ کھولा۔ ظفر آرام کر سی پر یعنی دراز سگریٹ پی رہا تھا۔

”کیوں؟ کیا بات ہے۔!“

”خود کشی کا ارادہ رکھنے والی عورت اُردو میں کیا کہلاتے گی۔“ جنیسن نے بڑے اُدب سے پوچھا۔

”کیا بکواس ہے۔۔۔!“

”بکواس نہیں عورت ہے! کہہ نمبر ایک سو تین میں خود کشی کرنے کے لئے نیو یارک سے

آئی ہے۔ اُس کے تین زہر پینا گھلیا بات ہے۔ پتوں کے دھا کے سے اُس کی جمالیاتی حس کو خیس لے گی۔ کسی اوپنی عمارت سے چھلانگ اس لئے نہیں لگاسکتی کہ ایکروں فویا میں بتا ہے۔ سمندر اس لئے ناپند ہے کہ گندی مچھلیاں اُس کی لاش پر منہ ماریں گی....!

”تم جاتے ہویا...!“

”لہذا اُس نے فصلہ کیا ہے کہ کسی گھنے جنگل میں جا گئے گی۔ جہاں کوئی شیر یا چیتا اسے چھڑا کھائے گا۔ کبھی ہے کہ وہ ایک شاندار موت ہو گی۔!“

”اوہ....!“ ظفر مصطفیٰ بانہ انداز میں انھ کھڑا ہوا بولا۔ اور اُسے گھرتا ہوا بولا۔ ”کرمہ نمبر کیا بتایا تھا....!“

”ایک سو تین....سل... لیکن۔!“ جیسں ہکلا کر رہ گیا۔

”میرے ساتھ آؤ!“ ظفر دروازے کی طرف چھٹا! بچ جیسں بوکھلا گیا۔ اس قسم کے کسی رو عمل کا وہ مگان بھی نہیں تھا۔ بہر حال وہ ظفر کے پیچے پیچے کرہے نمبر ایک سو تین تک پہنچا۔

”تھی ہے نا....!“ ظفر نے مڑ کر آئتے سے پوچھا۔

”ہے تو یہی....!“ جیسں اُسے پر تشویش نظر دوں سے دیکھتا ہوا بولا۔ اُس کا یہ ردیہ یہ سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ وہ تو اُسے صرف ایک عجوبہ عورت کی موجودگی کی اطلاع دینا چاہتا تھا۔ ان کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ اُس کے بارے میں سننے ہی اس طرح اُس کی جانب دوڑپڑے گا۔

ظفر نے دروازے پر دستک دی۔

”کم ان!“ اندر سے آواز آئی۔ ظفر نے ہندل گھا کر دروازہ کھولا۔

وہ سامنے ہی کھڑی تھی۔ ظفر کے پیچے جیسں کو دیکھ کر دھاڑی ”تم پھر آگئے....!“

”میرے باس بھی تمہاری زیارت کرنا چاہتے تھے۔“ جیسں جلدی سے بولا۔ اور ظفر نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”شیر دانتوں کو برش نہیں کرتا....!“

”اوہ....!“ لسلی کارڈو بانے طویل سانس لی۔۔۔ مسکرائی اور آگے بڑھ کر مصافحہ کرتی ہوئی بولی! ”تم سے مل کر خوشی ہوئی.... لیکن کیا اس ڈاڑھی والے کی موجودگی ضروری ہے....!“

”میرا اسٹنٹ ہے....!“

”میری دانست میں اس کی موجودگی ضروری نہیں ہے۔“ لسلی نے کہا۔

”تم اپنے کمرے میں جاؤ....!“ ظفر مذکر جیسن سے بولا۔ اور جیسن کی کھوپڑی ناچ کر رہہ گئی.... کیا خوب....! زیارت ہی نہیں شائد تو ای بھی ہونے والی تھی لیکن کیا بات ہوئی؟ وہ اُسی جگہ کھڑا تھی اور انداز میں پلکیں جھپکتا رہا۔ آخر ظفر نے اُسے باہر دھکیل کر دروازہ بند کر دیا تھا۔

ٹھیک اُسی وقت اُس نے راہداری میں کسی کو ہبنتے نہا! بھتنا کر پلٹا.... یہ ایک سیاہ قام آدمی تھا.... جیسے ہی جیسن سے نظر ملی خاموش ہو گیا۔ لیکن مسکراہٹ بدستور قائم رہی۔ پھر اُس نے اشارے سے جیسن کو اپنی طرف بلا یا تھا۔

جیسن آہتہ آہتہ آگے بڑھا۔ یہ سیاہ قام آدمی بھی ایک کمرے ہی سے برآمد ہوا تھا۔ ”میں تین دن سے دیکھ رہا ہوں“ وہ آہتہ سے بولا ”ہر ایک سے ایسا ہی برتابہ کرتی ہے۔ خود ہی نہا کر کمرے میں لے جاتی ہے اور پھر دھکے کر نکال دیتی ہے۔“

”تمہیں بھی تجربہ ہو چکا ہے۔“ جیسن نے پوچھا۔

”تبھی تو کہہ رہا ہوں! لیکن ابھی تک اُس نے کسی جنگل کا رخ نہیں کیا۔ یہیں دھری ہے۔“

”اوہ.... لیکن تمہیں کیوں باہر نکال دیا تھا!“ جیسن نے پوچھا۔

”میں سمجھ ہی نہیں سکا! میں تو اُسے یہ سمجھانے کو شش کر رہا تھا کہ مایوسی و قشی چیز ہے.... بادلوں کی طرح ذہن پر چھاتی ہے۔ پھر مطلع صاف ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ پھر گئی اور مجھے کرے سے نکال دیا۔ تم نے کیا کہا تھا!“

”میں نے کہا تھا کہ شیر کا ہاضمہ خراب ہو جائے گا۔ تمہارا گوشت الکوہلک ہو گیا ہے!“ سیاہ قام آدمی نے زور سے قہقہہ لگایا اور بولا۔ ”تم ظریف معلوم ہوتے ہو۔ ای پھر تم بھی نئے میں ہو....!“

”تھا پتیں رہی تھی۔ مجھے آفر نہیں کی تھی....!“

”کہاں سے آئے ہو؟“

”ہنالولو....!“

”برنس....?“

”نہیں تفریج!“

”میرا نام مسوما ہے....!“

”جیسن!“ کہتے ہوئے اُس نے مصافحہ کیا۔ اور سوانے اُسے اپنے کمرے میں آنے کی دعوت دی۔

”شکریہ! ضرور... مجھے دستوں کی ضرورت ہے....!“ جیسن نے کہا۔

”لیکن میں تمہیں شراب آفر نہیں کر سکوں گا....!“ سوانہ کسی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”مسلم ہوں....!“

”میں بھی نہیں پیتا۔!“ جیسن نے کہا ”میں بھی صوفی ہوں....!“

”تب تو ہم بہت اچھے دوست ثابت ہو گئے۔ تمہاری ڈالٹھی بہت خوبصورت ہے۔“

”اس عورت نے بھی یہی کہا تھا اور پھر کمرے سے نکال دیا تھا۔!“

”ارے نہیں۔!“ سوانہ پڑا۔

”تو وہ تین دن سے یہاں ہے۔!“ جیسن نے کہا۔

”ہاں.... میں اُس سے پہلے مقیم ہوں۔ زنجبار میں میرا بزنس ہے، آتا جاتا رہتا ہوں....!“

”تصوف سے دل چھپی ہے۔!“ جیسن نے سوال کیا۔

”میری چار بیویاں ہیں۔ اس لئے کسی پانچوں چیزوں سے دل چھپی لینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

جیسن نے اُسے آنکھیں چھاڑ کر دیکھا۔ اس نے بھی اسے محسوس کر لیا۔ اور ہنس کر بولا ”کیوں کیا بات ہے....!“

”اکٹھی چار بیویاں کر لیں۔!“

”پھر اور کیا کرتا کوئی گیم وغیرہ بھی تو نہیں کھیلتا۔!“

”آخر بزنس کیلئے کیسے وقت نکال لیتے ہو۔“

”بزنس تو ہوتا ہی رہتا ہے۔!“

”کمال ہے.... ایک میں ہوں کہ اسی فکر میں ہمرا جاہا ہوں کہ کہیں شادی نہ ہو جائے۔!“

”ہائیں.... تو کیا تمہاری شادی نہیں ہوئی۔!“ سوانہ چپل پڑا۔

”نہیں.... ایک بھی نہیں....!“

”یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔!“ سوانے پر تشویش لجھ میں کہا۔

”میرے لئے اچھی ہے۔!“

”میں تمہاری آنکھوں میں مایوسی اور بے بھی دیکھ رہا ہوں۔ ذرا اپناداہنا تھے تو آگے بڑھانا!“

”میں پامسٹری میں یقین نہیں رکھتا۔!“

”تمہیں یقین آجائے گا جب تمہیں پچھلی زندگی کے بارے میں بتاؤں گا۔!“

”تم کیسے مسلم ہو کہ پامسٹری پر یقین رکھتے ہو....!“

”اوہاں.... پچھی بات تو یہی ہے۔ لیکن یہ ایک علم ہے....!“

”اسلامی نکتہ نظر سے دریابرد کر دیا جانے والا علم....!“

”تم اسلام کے بارے میں خاصی معلومات رکھتے ہو....!“

”کیوں نہ رکھوں.... میں بھی مسلم ہی ہوں....!“

”تو پھر یہ جیسن۔!“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم بھی تو سوانہ ہو.... یہ عربوں کا سانام تو نہیں ہے۔“

”تم تو قائل ہی کر دیتے ہو.... زنجبار میں میری پامسٹری دانی کی ڈھوم ہے۔ اب میں کیا کروں گا....!“

جیسن کچھ نہ بولا۔ مسلسل اُس امریکی عورت کے بارے میں سوچے جا رہا تھا۔ اور پھر ظفر کا رو یہ تو.... لیکن ظفر کا رو یہ ہی کیوں؟ وہ تو خود اُسی عورت نے اُسے روکا تھا۔ پوری پھوٹھن اُسے یاد آگئی۔ ظفر نے یہی تو کہا تھا کہ شیر دانتوں میں برش نہیں کرتا۔ اس پر وہ نبڑی طرح چونکی تھی اور پھر خود جیسن کو وہاں نہیں بھernerے دیا گیا تھا۔ شیر دانتوں کو برش نہیں کرتا۔ کیا بات ہوئی؟

”تم کیا سوچنے لگے.... کافی منگواؤں۔!“ سوانہ بولا۔

”کوئی مضائقہ نہیں.... ہاں کیا وہ عورت تھا ہی ہے۔!“

”اُس کا خیال دل سے نکال دو مجھے تو وہ پاگل ہی معلوم ہوتی ہے۔!“

”پاگل پن ہی کی وجہ سے تو اُس میں دل چھپی لے رہا ہوں۔!“

”لیکن میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ اُس سے دور رہو.... اب تک کنی آدمیوں کو اپنے

کمرے میں لے جا کر باہر نکال پچکی ہے....!“

سوانے فون پر زوم سروس سے کافی طلب کی تھی۔

”یہاں دارالسلام کی نفایتیں عجیب سی خوبی محسوس ہوتی ہے۔“ جیسن نے کہا۔
”اوہ... خوبیوں کا تجربہ کرتا ہے تو میرے ساتھ زنجبار چلو... ہواں میں لوگ کی
خوبیوں کی تجربہ کرتی رہتی ہے۔ بس ایسا لگتا ہے جیسے تم مسلموں کے جزیرے میں داخل ہو گئے
ہو... یہاں سے صرف میں منٹ کی فلاٹ ہے۔ لیکن دہاں تمہیں نیم عربیاں یا ششیں جیسا باس
پہنچ دالی عورتیں نظر نہیں آئیں گی۔ ہم لوگ اس کا سختی سے نوش لیتے ہیں۔ سفید فام عورتوں کو
بھی اپنا پورا جسم ڈھکنا پڑتا ہے۔“

”تب پھر دہاں جانے سے کیا فائدہ...!“ جیسن نے مایوسانہ لمحے میں کہا۔
”اکھی تو بہت زور شور سے مسلم بن رہے تھے۔“
”دیبا کے دوسرا مسلموں سے مختلف نہیں ہوں۔ جہاں اپنے نفس کو ذبح کرنا پڑتا ہے۔
وہاں ہم اسلام کا نام ہی نہیں لیتے۔“
”یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔!“

”بات ہویا نہ ہو... ہوتا یہی ہے...!“

”غیر... تو ہم زنجبار کی بات کر رہے تھے۔...!“

”فرصت ملی تو دیکھ لیں گے زنجبار بھی...!“

”غرضت کی بات کرتے ہو!“ مسوانے حیرت سے کہا۔ ”ارے تفریح ہی کیلئے تو آئے ہو!“

”جہاں عورتیں پورا باس پہنچتی ہوں۔ وہاں تفریح کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔...“

”امریکی تہذیب کے مارے ہوئے لگتے ہو!“

”بیچارہ امریکہ مفت میں بدنام ہے! ارے اسپورٹس اور اولمپک کے نام پر عورت کا ٹنگا پن
عالیٰ تہذیب بن چکا ہے....!“

”اب شائد تم سیاست پر اُتر آؤ گے.... میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں...!“

”انتے میں روم سروس کا دیہر کافی لے آیا تھا اور بات خود بخود ختم ہو گئی تھی۔

”وہ کافی پیتے رہے۔ پھر اچانک باہر سے شور سنائی دیا تھا۔ وہ دونوں اپنی پیالیاں میز پر چھوڑ
کر اٹھ گئے۔ راہداری میں آئے۔ یہاں لسلی اپنے دروازے میں کھڑی چین رہی تھی۔ اور ظفرالملک
لبے لبے قدم اٹھاتا ہوا اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ جیسن نے ظفر کی جانب سے من پھیر لیا۔

”احق... اکو... غیر مہذب....“ لسلی چیخے رہا تھی ”کسی میں اتنا لیق نہیں ہے کہ
وہ کھلی لوگوں کا دار رکھ سکے....!“

پھر اس نے زور دار آواز کے ساتھ دروازہ بند کیا تھا۔ کئی اور لوگ بھی اپنے کروں سے نکل
آئے۔

”تمہارے بعد اور کوئی یوں قوف بھی پھنسا تھا۔!“ مسوانے جیسن سے کہا۔ ”چلو کافی ختم
کریں....!“

”یہ عورت میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔!“ جیسن بڑا بڑا۔

وہ پھر کمرے میں واپس آ کر کافی پینے لگے تھے۔ مسوانے کہا تھا ”مگر سوال یہ ہے کہ وہ کب
جائے گی کسی شیر سے ملاقات کو....!“

”کسی چکر میں ہے....!“

”کیا چکر ہو سکتا ہے....!“

جیسن کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شیر کے دانتوں میں نہش کرنے کی کوشش نے کوئی
دوسرے ازخ تو نہیں اختیار کر لیا۔ وہ جلد سے جلد ظفرالملک تک پہنچنا چاہتا تھا۔ کافی ختم کر کے اٹھتا
ہوا بولا۔ ”اچھا دوست! بہت بہت شکریہ اپنے ملاقات ہو گی....!“

”زنجبار چلنے کے بارے میں سوچنا۔!“ مسوانے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

”ضرور.... ضرور....!“

وہ مسوانے کمرے سے نکل کر تیر کی طرح ظفر کے کمرے کی طرف گیا تھا۔ دروازے پر
دستک دی۔

”آ جاؤ....!“ اندر سے آواز آئی۔

ظفر اسے دیکھ کر مسکرا یا تھا۔ جیسن دروازے کے قریب ہی کھڑا اسے جیب نظر وہ سے
دیکھتا رہا۔

”کیا بات ہے....?“

”کچھ نہیں یورہائی نس.... دیکھ رہا تھا کہ کہیں آپ نے اُسے زندہ رہنے پر تو مجبور نہیں
کر دیا....!“

”کل صحیح ہم دونوں مسانی و تیج جادے ہے ہیں....!“

”لیکن وہ تو اس طرح چین رہی تھی جیسے آپ نے کوئی بد تیزی کی ہو....!“

”دکھاوے کی بات تھی....!“

”کیا مطلب؟“

”مطلوب یہ کہ اپنے عام روایے میں فرق نہیں آنے دینا چاہتی تھی....!“

”میں اب بھی نہیں سمجھا جناب والا....!“

”ہم یہاں اسی عورت کے لئے آئے ہیں....!“

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ ہم میں سے شیر کون ہے....!“

”بکواس مت کرو.... وہ ہمیں ایسی ہی گنگو سے شاخت کر سکتی....!“

”اور اس نے شاخت کر لیا....!“

”بانکل کر لیا۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ میں نے شیر کے دانتوں اور نبرش کا حوالہ دیا تھا....!“

”اس ملاقات کیلئے بھی جگہ کیوں منتخب کی گئی۔!“

”یہاں ہمیں ایک آدمی کو تلاش کرتا ہے....!“

”وہ عورت ہے کون اور کہاں سے آئی ہے....!“

”میں نہیں جانتا اور اسے بھی علم نہ ہونا چاہئے کہ ہم کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں....!“

”اتقی رازداری.... لیکن میں تو اسے بتا پکا ہوں....!“

”کیا بتا چکے ہو....؟“ ظفر چوک کر بولا۔

”بیکی کہ وطن مالوف ہنالو ہے....!“

”اُوہ....!“ ظفر نے طویل سانس لی اور چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ ”تم یہیں نہ ہو گے۔

صرف میں اس کے ساتھ جاؤں گا....!“

”خدا کا شکر ہے! اس نامعقول عورت کے ساتھ ایک منٹ بھی نہیں گزار سکتا! ویسے وہ

مسانی و تیج ہے کدھ....؟“

”یہاں سے پانچ یا چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ ناہی گیروں کی بستی ہے اور کچھ قدیم عمارت

اور مقابر بھی ہیں وہاں....!“

”نہ مجھے قدیم عمارت سے دلچسپی ہے اور نہ مقبروں سے۔ لیکن کیا آپ کو پہلے سے علم تھا کہ آپ کو مسانی و تیج جانا ہو گا....!“

”نہیں.... وہ عورت لے جائے گی۔ ہمیں صرف اُس عورت سے تعاون کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے....!“

”اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا ہو گا کہ کس آدمی کو تلاش کرنا ہے....!“

”ہاں.... بھی بات ہے....!“

”واپسی کب تک ہو گی....!“

”کام ہو یانہ ہو....! رات یہیں بسر ہو گی....!“

”آسی کے کمرے میں یا اپنے کمرے میں....!“

”فضول بکواس نہیں بھاگ جاؤ....!“

”اگر میں یہ جانتا کہ مجھے تہارہ جانپڑے گا تو ہر گز یہاں نہ آتا۔!“

”تم اپنی مرضی کے مالک ہو....!“ ظفر الملک نے سخت لمحے میں سوال کیا۔

”اچھا تو ہم زبردستی کیجیے گے ہیں۔ آخر ہم ہی کیوں.... دوسرے بھی تو تھے....!“

”جاو.... خدا کے لئے میں بڑی تحکم محسوس کر رہا ہوں....!“

”ایک منٹ....!“ جیکن ہاتھ انٹھا کر بولا۔ ”کیا یہ ضروری ہے کہ آپ واپس ہی آ جائیں۔!“

”کیا مطلب....؟“

”جس معاملے میں اتنی رازداری برقراری گئی ہے وہ کوئی بہت ہی اہم معاملہ ہو گا۔ اور رازداری

اُسی وقت برقراری ہے جب دوسرے کی پیغام کا بھی خدشہ موجود ہو۔!“

”ہوں.... تو پھر!“

”عرض ہے کہ ایسی صورت میں آپ قطعی نہیں کہہ سکتے کہ رات یہیں بسر ہو گی!“

”کہنا کیا چاہتے ہو....!“

”میرے حصے کا بجٹ میرے حوالے کیجیے! اور مجھے ہدایت فرمائیے کہ اگر آپ کی واپسی نہ ہو تو مجھے کیا کرنا ہو گا....!“

”تو مجھے کیا کرنا ہو گا....!“

”اسی انتظار میں یہاں مقیم ہوں کہ اس کا حشر دیکھ لوں.... ورنہ بے حد مصروف آدمی ہوں....!“

”اچھا تو چلو.... کہیں بیٹھ کر کوئی تدبیر سوچیں....!“

”تمہارا بساں ہنالوں میں کیا کرتا ہے....!“

”ایک چینگ کپنی کا پرینزیپنٹ ہے....!“

”اوہ اچھا....“

”اور ایک تجارتی معاملے کے سلسلے میں یہاں آیا ہے۔ لیکن میں آزاد ہوں۔“

”یہ بڑی اچھی بات ہے.... تب تو تم زنجبار چل سکو گے....!“

”ہو سکتا ہے.... میں بھی ذرا آسمان دیکھنا چاہتا ہوں لیکن کہاں جاؤں....!“

”میرے ساتھ چلو.... میں باہر ہی جا رہا تھا....“ سومانے کہا۔

جیمسن نے سوچا موقع اچھا ہے نکل بھاگے۔

وہ گراونڈ فلور پر پہنچے تھے.... سومانہت خوش معلوم ہوتا تھا جیمسن نے محسوس کیا جیسے ساری خوشی اس طرح مل بیٹھنے ہی کی ہو۔ سومانے انداز سے ہی متربع ہوتا تھا۔

”آج کی رات کو ہم یاد گار بنا دیں گے۔“ سومانے کہا ”تم میرے مہمان ہو....!“

”بہت بہت شکریہ!“ جیمسن بولا۔ ”میں خوش قسمت ہوں کہ ایک اجنبی دلیں میں اچانک اتنی ڈھیر ساری محبت مل گئی!“

”زاناتی اسٹریٹ میں زنجبار گیست ہاؤز ہے۔ پہلے دہیں چلتے ہیں۔ وہاں مرغ بہت شاندار پکتا ہے.... پھر وہاں سے کہیں اور چلیں گے۔ میری گاڑی بھی وہیں ہے۔“

”جہاں دل چاہے لے چلو.... میں تو دنیا دیکھنے نکلا ہوں....!“

اندھیرا پھیل گیا تھا۔ اور دارالسلام رنگارنگ روشنیوں سے جگگانے لگا تھا۔ وہ ایک نیکی میں زانا تی اسٹریٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔



دروازے پر دستک ہوئی اور ظفرالملک چونک پڑا۔ اندر سے دروازے کو مغلل کر چکا تھا۔ اس کے انھا پڑا۔ اس کی دانست میں جیمسن کے علاوہ اور کون ہوتا۔ اس نے جنم جلاہٹ میں بتلا ہونا

”میں اتنی دور کی بات سوچنے کے موڑ میں نہیں ہوں....!“
”اس کی بھی وجہ ہے....!“ جیمسن مسکرا کر بولا ”اگر شریک سفر کوئی بوڑھا بد صورت مرد ہوتا تو آپ قیامت تک کی خبر لاتے....!“

”میں کہتا ہوں چلے جاؤ....!“
”جارہا ہوں لیکن یہ بات سمجھی گی سے کہہ رہا ہوں کہ مجھ پر صرف ہونے والی رقم میرے حوالے کر دیجئے ورنہ پر دلیں میں کہاں بھیک مانگتا پھر دوں گا....!“

”اچھی بات ہے.... لیکن تم اخراجات کے معاملے میں محتاط رہو گے....!“
”ند میں جواری ہوں اور نہ عادی قسم کا شرابی۔ کبھی کبھار تفریح اپنی لیما کرتا تھا۔ اور جب سے تصور میں پڑا ہوں میر تک نہیں پی۔ محض مستی وجود پر قناعت کر رہا ہوں....!“

”ٹھیک ہے جاؤ....!“
”اگر اجازت ہو تو آپ سے دور رہ کر گمراہی کرتا رہوں....!“
”ہر گز نہیں.... وہ تمہیں پہچانتی ہے....!“

”اوکے یورہائی نس....!“ جیمسن نے کہا اور دروازہ کھول کر راہداری میں نکل آیا۔
سوما پر نظر پڑی وہ کہیں جانے کے لئے اپنے کمرے سے نکلا تھا۔ اسے دیکھ کر زک گیا۔
”تمہارا کمرہ تو شائد ادھر ہے....!“ اس نے کہا۔

”ہاں.... اس کمرے میں میرا باس ہے....!“ جیمسن بولا۔
”باس.... اس نے جیرت سے کہا۔“ لیکن تم نے پہلے تو نہیں بتایا تھا....!
”اس کی بات ہی نہیں نکلی تھی....!“

”اور میرا خیال ہے کہ وہ آدمی اسی کمرے میں داخل ہوا تھا جسے کچھ دیر پہلے اس عورت نے اپنے کمرے سے نکلا تھا....!
”ہاں وہ میرا باس ہی تھا! بہت رحم دل آدمی ہے۔ اسے خود کشی سے باز رکھنے کی کوشش اس نے بھی کی ہو گی....!“

”یہ عورت میرے لئے درود سر بن گئی ہے....!“ سومانے کہا۔
”کیوں؟ تمہارے لئے کیوں....?“

لازی نہمہرا۔ سختی سے دانت بھینچ کر قفل کے سوراخ میں کنجی گھمانی تھی۔ لیکن دروازہ کھلتے ہی جبڑے ڈھیلے چھوڑ دینے پڑے تھے۔ وہ جیس نہیں لسلی کارڈو با تھی۔

”تت.... تم....!“

”ہاں مجھے اندر آنے دو....“ وہ اُسے دھکیلیتی ہوئی بولی۔ پھر کمرے میں داخل ہو کر اُس نے دروازہ بند کیا تھا اور قفل میں کنجی گھمانی تھی۔

”تم کچھ پریشان سی نظر آ رہی ہو۔“ ظفرنے کسی قدر ہچکا ہٹ کے ساتھ کہا۔

”ہاں۔ ایک نی بات ہوئی ہے۔“ وہ گرسی پر بیٹھ کر ہانپتی ہوئی بولی ”ابھی ابھی میں نے ایک گنمام کال رسیوکی ہے...!“

ظفرالملک خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ وہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولی۔

”گنمام آدمی نے فون پر کہا تھا کہ وہ میرے لئے ایک ایسے شیر کا انتظام کر سکتا ہے جو بے حد شائستہ ہے اور نوکیلے دانت رکھتا ہے! جنگل میں جانے کی ضرورت نہیں اگر کہ تو شیر کو تمہارے کمرے ہی میں پہنچا دیا جائے...!“

”پھر تم نے کیا کہا۔؟“

”میں کیا کہتی! خود اُسی نے کہا تھا کہ آدھے گھنٹے بعد پھر رنگ کرے گا۔ اس دوران میں مجھے فیصلہ کر لینا چاہئے...!“

”کس بات کا فیصلہ...!“

”ظاہر ہے کہ جنگل کا رخ کرنا پند کروں گی یا اُس کی پیشکش کے مطابق کمرے میں شیر...!“

”بُس....!“ ظفرہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”تم جس قسم کی باتیں لوگوں سے کرتی رہتی ہو۔ اس کا یہی انجام ہونا چاہئے۔ اب کوئی چھیڑنے پر مُل گیا ہے۔!“

”لیکن آج ہی کیوں! میں تو کئی دنوں سے ایسی باتیں کرتی رہتی ہوں....!“

”ہاں.... اسے سوچنا پڑے گا!“

”تم سے ملاقات کے بعد ہی ایسا کیوں ہوا۔ اور پھر میں جب کسی سے اس قسم کی باتیں کرتی تھی تو ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کرتی تھی جیسے میں بہت زیادہ نشے میں ہوں....!“

”عجیب طریقہ کار تھا۔!“ ظفر بولا۔ ”اس طرح تو تم نے اپنی اچھی خاصی پبلیٹی کر ڈالی....!“

”مجھے کب اچھا لگا تھا لیکن اگر میں یہ نہ کرتی تو تم سے کیسے ملاقات ہو سکتی....!“

”جن لوگوں سے تمہیں ہدایات ملتی ہیں وہ بھی اتنے احمق تو نہیں ہو سکتے....!“

”یہی میں بھی سوچتی رہتی ہوں....!“

”میں کچھ اور سوچ رہا ہوں.....!“

”کیا سوچ رہے ہو....!“

”مجھے افسوس ہے کہ میں غیر متعلق باتیں نہیں کر سکتا....!“

”لیکن میں غیر متعلق باتیں ضرور کروں گی۔ جو کچھ میرے ذہن میں ہے۔ اُسے کسی طرح بھی نہیں روکے رکھ سکتی۔ کیونکہ تم بہر حال اپنے ہی یکپ کے آدمی ہو دو رہے ہماری ملاقات کیوں ہوتی....!“

”ظفر کچھ نہ بولا۔ اُس نے چاروں طرف دیکھ کر کہا ”کیا تم مجھے کچھ پلاو گے بھی نہیں:....!“

”میں خود بھی نہیں پیتا....!“

”کمال کرتے ہو.... خیر مجھے تو پلوا....!“

”ظفرنے فون پر روم سروس سے رابطہ قائم کر کے لسلی ہی کے مشورے پر کوئیاں طلب کی تھی۔ لسلی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

”اُس آدمی کی نشاندہی ہو جانے کے بعد میں تھا بھی اُسے تلاش کر سکتی تھی۔ آخر تم اتنی

”ور سے میرا ساتھ دینے کیوں آئے ہو۔!“

”ہاں یہ بات بھی غور طلب ہے۔!“

”کیا یہ ممکن نہیں کہ ہمارا یکپ کچھ نامعلوم لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہو۔“

”ممکن ہے....!“

”مجھے یہی ہدایت ملتی تھیں کہ میں کلینیکارو میں قیام کرنے والوں سے اس قسم کی باتیں کروں اور انہی باتوں کے توسط سے تم سے اچاک ملاقات ہو جائے گی۔“

”اور مجھ سے کہا گیا تھا کہ دانتوں اور برش کا حوالہ دینے والا ہی وہ آدمی ہو گا جس سے مجھے مل بیٹھنا ہے....!“

”تم باز نہیں آؤ گے...!“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔
”یہ دیکھنا ضروری ہے۔“ ظفر نے کہا۔ اگر ہم نے اپنے روئے سے کسی کی توجہ ہی اپنی جانب مبذول کروانی ہے تو وہ اتنا حمق نہیں ہو سکتا کہ براور است چھیڑ پھاڑ کر بیٹھے...!“
وہ کچھ نہ ہوئی... پھر وہ جیتی اور ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہی تھیں... آدھے گھنٹے سے زیادہ گذر گیا لیکن فون کی گھنٹی نہ بجی۔

ظفر الملک گھڑی دیکھتا ہوا بولا ”میرا پہلا ہی خیال درست تھا۔ کسی نے چھیڑ اتھا تمہیں...“
تم خواہ جو کہ سبب ہو گئیں...!
”تو پھر اب میں اپنے کمرے میں واپس جاؤں...!“

”ظاہر ہے...!“

”تم اخلاقاً بھی رکنے کو نہ کہو گے...!“

”اگر ڈیوٹی پر نہ ہوتا تو ضرور درخواست کرتا...!“

”عجیب آدمی ہو...!“

”عجیب نہیں! صرف باصول... کبھی اس وقت مل کر دیکھنا جب ڈیوٹی پر نہ ہوں۔“
وہ نہ اسامنہ بنائی کراٹھی اور دروازے کی طرف بڑھی۔

”یہ بوتل بھی لتی جاؤ... میرے لئے بیکار ہے...!“ ظفر نے کہا۔
”رکھو... میں دوسرا بار آؤں گی تو تمہیں منگوانی نہیں پڑے گی۔“ اس نے کہا اور کمرے سے نکل گئی!

ظفر نے ہوٹل کے ایک چین کو مطلع کر دیا کہ اب کمرہ نمبر ایک سو تین کی کالیں براہ راست دیں جائیں گی۔

پھر سونے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ کسی نے دروازہ پیٹ کر رکھ دیا۔ بھنا کر دروازے کی طرف بڑھا! اس بار اسے یقین تھا کہ جیسی ہی ہو گا۔ لیکن دروازہ کھولنے پر پھر لسلی کارڈ دبا نظر آئی۔ ظفر نے طویل سانس لی اور ہونٹ بھینچنے سے دیکھتا رہا۔

”کسی نے میرا کمرہ اٹ پلت کر رکھ دیا ہے...!“ وہ ہماقی ہوئی بولی۔
”اندر آ جاؤ...!“ ظفر نہتا ہوا بولا۔

”اب تم خود سوچو کہ مجھے صرف تمہارے کمرے کا نمبر نہیں بتایا جاسکتا تھا۔“
کسی نے دروازے پر دستک دی۔ غالباً روم سروس کا آدمی تھا۔ ظفر نے انھے کر دروازہ کھولا۔
ویژہ سے شراب اور اس کے اوزانات لے کر دروازہ بند کیا اور لسلی سے بولا ”کیوں نہ اس سامان سمیت تمہارے کمرے میں چلیں...!“

”کیوں یہاں بیٹھنے میں کیا خرابی ہے...!“

”آدھے گھنٹے بعد اس نامعلوم آدمی کی کال آئے گی تا...!“

”اُسی سے بچنے کے لئے تو میں یہاں آئی ہوں...!“ لسلی نے کہا اور اس کے ہاتھ سے بوتل لے کر اس کی سیل توڑنے لگی۔

”تو پھر تم یہیں بیٹھو میں تمہارے کمرے میں اس کی کال کا انتظار کروں گا۔!“

”یہ کیسے ممکن ہے... ایسے حالات میں ہم دونوں میں سے کسی کا بھی تمہارہ نہ متناسب نہیں ہے...!“

”سوال یہ ہے کہ تمہارے آدمیوں نے تمہیں تھا کیوں بھیج دیا...!“

”تم اس قدر سوالات قائم کرتے ہو کہ مجھے الجھن ہونے لگتی ہے۔!“

”حالانکہ یہ صرف دوسری ملاقات ہے۔!“

”تم سے زیادہ دلچسپ تمہارا اسنٹٹ ثابت ہوا تھا۔ پہلا آدمی تھا جس نے ہمدری ظاہر کرنے کی بجائے پوچھا تھا کہ نیوارک ہی میں کیوں نہیں مر گئی تھیں یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی؟“

”اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ عورتوں کے معاملے میں کبھی بھی سبب ہیں رہا۔“
لسلی نے اپنے لئے شراب اٹھی لتی تھی اور چسکیاں لینے لگی تھی۔

”یہ تو زراچھا نہیں لگتا کہ تمہا پیوں...!“ اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

”محوری ہے۔!“ ظفر الملک نے کہا۔ اور آگے بڑھ کر فون کار سیور اٹھایا۔ ہوٹل کے ایک چین سے رابطہ قائم کر کے ماٹھ پیس میں کہا۔ ”ماشیں پلیز نوٹ اٹ ڈاؤن... روم نمبر ایک سو تینا کی کال روم نمبر ننانوے میں ڈائرکٹ کر دینا۔.... شکریہ.... نہیں صرف تا اطلاع تانی....!“

”مل... لیکن...!“
”اب آہی جاؤ ورنہ کہنیں کوئی تمہیں بھی الٹ پلٹ کرنہ رکھ دے...!“
”مگر... کیا مطلب...؟“ وہ بوكھلائی ہوئی اندر واخ ہوئی۔

ظفر دروازہ بند کر کے اُس کی طرف مڑا اور بولا ”پتا نہیں اُن لوگوں نے کیا سمجھ کر تمہارا انتخاب کیا تھا...!“

”مم... میں نہیں سمجھی...!“

”تم مجھے فیلڈور کر نہیں معلوم ہوتی...!“

”تمہارا خیال درست ہے...!“ وہ طویل سانس لے کر بولی اور بیٹھ گئی۔

”تمہارے کاغذات کہاں ہیں...؟“

”وہ تو ہر وقت میرے ساتھ ہی رہتے ہیں! اُس وقت بھی تھے جب میں یہاں تمہارے پاس تھی۔ اور اب بھی ہیں...!“

”شاید کسی کو تمہارے کاغذات ہی کی تلاش تھی۔!“

”ہو سکتا ہے...!“

”اب مجھے کچی بات بتا دو...!“

”کیا مطلب...؟“

”کیا ہمیں کچھ مسانی و ٹیچ میں کسی کو تلاش کرتا ہے...!“

”وہ خلک ہونوں پر زبان پھیر کر رہ گئی اور ظفر اسے جواب طلب نظرؤں سے دیکھتا ہے۔

”تمہیں اس قسم کے سوالات کرنے کا اختیار نہیں...!“ وہ کسی قدر طیش میں آکر بولی۔

”کام کی نوعیت مجھے نہیں بتائی گئی تھی! اس لئے ایسے سوالات کرنے کا حق پہنچتا ہے...!“

”میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتی کہ مجھے تم کو مسانی و ٹیچ نکل لے جانا ہے...!“

”اور کسی آدمی کی تلاش...!“

”وہ میرا پناہ صاف تھا۔!“

”بس اب کچھ نہیں بوچھوں گا...!“

”اوہ... تو کیا میرا جواب اتنا ہی واضح تھا...!“

”ہاں مجھے جو کچھ معلوم کرنا تھا کہ پکا۔ نہ تم فیلڈور کر ہو۔ اور نہ کوئی اہم کام تمہارے پر برد کیا گیا ہے...!“

”اپنے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے...!“

”میں ایک تجربہ کار فیلڈور کروں اس لئے مجھے اپنی آنکھیں کھلی رکھنی پڑیں گی!“

”تم نے کس بات سے اندازہ لکایا کہ میں فیلڈور کر نہیں ہوں!“

”فیلڈور کر ہو تو تم تو محض اتنی بات پر دہشت زدہ ہو جاتیں کہ کسی نے تمہارا کرہ الٹ پلٹ کر دیا ہے! تم زیادہ سے زیادہ ایک معمولی کاپی ناپٹ ہو سکتی ہو...!“

”واقعی بہت تجربہ کار ہو۔!“ وہ مسکرا کر بولی۔

”اس طرح تمہارا سیاحت کا شوق بھی پورا ہو گیا اور شاہد اُن لوگوں کا کام بھی بن جائے گا!“

”میں نہیں سمجھی۔“

”اب شاہد مسانی و ٹیچ نکل لے جانے کی بھی ضرورت باقی نہ رہے۔ میری یا تمہاری طرف کے فیلڈور کر زأس کے پیچے لگ گئے ہوں گے۔ جس نے تمہارے کمرے کی تلاشی لی تھی...!“

”مجھے اس قسم کے تباہ کھذ کرنے کو نہیں کہا گیا تھا...!“

”تمہیں تو اس کا خیال بھی نہیں آسکتا۔ تباہ کیا اخذ کرو گی۔!“

”سنو.... مجھے واقعی خوف محسوس ہو رہا ہے اس لئے اب میں اُس کرے میں واپس نہیں جاؤں گی...!“

”تو جاؤ.... بیدر روم میں سو جاؤ....!“ ظفر سامنے والے دروازے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا لسلی نے میر پر سے بوٹ اٹھائی اور بیدر روم میں چل گئی۔ ظفر صوفے پر لیٹ گیا۔

”قہوڑی دیر بعد وہ پھر بیدر روم کے دروازے میں نظر آئی اور ظفر سے بولی ”تم بھی میں آجائے نا...!“

”کہہ دیا میں ڈیوٹی پر ہوں۔!“

”وہ ”ڈیوٹی“ کی شان میں کسی قدر گستاخی کر کے واپس چل گئی۔

”ظفر دوبارہ لیٹنے لی جا رہا تھا کہ فون کی گھٹتی بھی... اُس نے رسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے جیسن کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”روائی سے قبل میری رقم ایک لفاغے میں بند

کر کے کاؤنٹر کلر کے حوالے کر دیجے گا!

”تم کہاں ہو....!“ ظفر نے پوچھا۔

”اوپرگار وڈ پرپام نجی ہو ٹل سے بول رہا ہوں۔ مرغ زنجبار گیسٹ ہاؤز میں کھایا تھا....!“

”وہاں کیسے پہنچے۔ فور اپس آؤ....!“

”مجھے بے حد افسوس ہے کہ اتنی جلدی واپسی کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ صحیح ہو جائیں گے!“

”کیا کواس ہے....!“

”آپ کی اجازت سے باہر نکلا تھا یورپلی نس.... ضروری نہیں کہ اب واپسی بھی آپ ہی کے حکم کے مطابق ہو جائے۔!“

”بہت بڑی طرح پیش آؤں گا!“

”مناسب یہ ہو گا کہ آپ اپنی خوابگاہ میں تشریف لے جائیں ورنہ وہ پھر آپ کی ذیوٹی کو کوئی گندی سی گالی دے گی....!“

”یا مطلب....! تم کیا جانو۔!“

”آپ کیا سمجھتے ہیں.... میں یہاں اس وقت ایک ایسے بُرگ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ جو مجھے آپ دونوں کی آوازیں سنواتے رہے ہیں۔!“

”میں نہیں سمجھا۔!“

”صف بات ہے کہ میں اتنے فاصلے سے آپ دونوں کی آوازیں سختاً ہاں ہوں افریقہ کے کالے جادو کے بارے میں سنتا ہی رہا تھا۔ لیکن آج آنکھوں سے دیکھ لیا۔ عجیب و غریب بُرگ ہیں۔!“

”ظفر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ رسیور کھ کر وہ تیزی سے مڑا تھا اور کمرے کی ایک ایک چیز التئے پلنے لگا تھا۔ جلد ہی تین عدد چھوٹے چھوٹے الیٹرونک بُکس دریافت کر لئے۔ لیکن انہیں جوں کا توں رہنے دیا۔“

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اسی قسم کے بُکس لسلی کے کمرے میں بھی موجود ہوں گے اور ان کی ساری نُنگوں کہیں اور سنی گئی ہو گی۔ وہ سوچ رہا تھا لیکن یہ نہیں آخر کن ذرا لمحے سے کسی الیکٹریک پہنچ گیا۔ بہر حال اس کا مطلب تھا کہ وہ گیا ہاتھ سے پتا نہیں کیا معاملہ تھا.... اس نے لسلی

کو اپنے بارے میں جو کچھ بھی بتایا تھا اس میں شہر برابر بھی جھوٹ نہیں تھا۔

جیسیں سمیت تزانیہ پہنچے کے احکامات براہ راست اپنے چیف ایکس ٹو سے ملے تھے۔ اور یہ بھی بتایا تھا کہ یہاں پہنچ کر اُسے کیا کرنا ہے۔ وہ عورت بھی مل گئی تھی۔ لیکن اُس کی توقعات کے خلاف وہ خود بھی اُسی کی طرح اگلے مرحلے سے لاعلم ثابت ہوئی۔ بن دار السلام سے مسانی و پہنچ تک جاتا تھا۔ اُس کے بعد ٹوٹل بیک آؤٹ.... وہ بھی نہیں جانتی تھی کہ پھر کیا ہو گا اور مسانی و پہنچ جانے کے بارے میں بھی اُسی نے بتایا تھا ظفر الملک کو پہلے سے علم نہیں تھا.... دفترا وہ چونک پڑا۔ ایک نئے خیال نے ذہن میں سڑا بھارا تھا! کیا ضروری ہے کہ یہ حقیقتاً ہی عورت ہو جس سے اُسے ملنا تھا۔ نہ اُس نے ابھی تک اس کا پاسپورٹ دیکھا ہے اور نہ دوسرے کاغذات۔ کمرے میں گڑبوڑ کی بُرگ سن کر اُس نے اُس کے کاغذات کے بارے میں پوچھا ضرور تھا۔ لیکن طلب کر کے دیکھے تو نہیں تھے۔ یہ اُس سے بندیاں غلطی سرزد ہوئی تھی۔ پہلی ہی ملاقات پر کاغذات دیکھے بغیر مطمئن نہ ہو جانا چاہئے تھا۔ محض شناختی علامات کافی نہیں ہوتیں اور پھر ایسی صورت میں جبکہ وہ محض زبان سے ادا کئے جانے والے الفاظ ہوں۔ اگر وہ اس کا نام معلوم کرنے کا محاذ تھا تو کاغذات بھی طلب کر سکتا تھا۔ اُسے کوئی اعتراض نہ ہوتا بہر حال اگر اب وہ کاغذات دکھانے میں پہنچاہت ظاہر کرتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا جس عورت سے انہیں ملنا تھا یہ ہرگز نہیں ہو سکتی! دوسری صورت میں بھی ہوا ہو گا کہ متفقہ افراد نے اُسے غائب کر کے اُس کی جگہ اس عورت کو دی ہو گی!

ظفر نے آگے بڑھ کر بیڈ روم کے دروازے پر دستک دی۔

”آؤ.... آجائو....! اندر سے آواز آئی۔“ تکلف کی کیا ضرورت ہے۔!

ظفر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ وہ آرام کر سی پر نیم دراز نظر آئی۔ بستر پر نہیں لیٹی تھی۔!

”میں کب کہہ رہا ہوں کہ اپنے کمرے میں واپس جاؤ۔ میز بانی میرے ذمے۔!“

”اس کی فکر نہیں! اپنی رقم میں ہر وقت اپنے ساتھ ہی رکھتی ہوں۔!“

”تو پھر انہوں کہیں چلے ہیں۔!“

لسلی نے کر سی کی پشت گاہ سے اپنی کوٹ اٹھا کر پہنچا اور چلنے کے لئے تیار ہو گئی۔

وہ سڑک پر آئے اور لسلی نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ”کیا تم پہلے بھی کبھی یہاں

آپکے ہو؟!

”نہیں.... پہلی بار آیا ہوں....!

”میں بھی پہلی بار آئی ہوں.... کہیں اس طرح پاہر نکلنے میں پریشانی نہ ہو چلو زیر ادار میں
چل کر بیٹھیں.... ماحول بدل جائے گا!“

”یہ کہاں ہے؟“

”اسی عمارت میں.... تمزانیہ روم کے برابر....!“

”مگر سنو! ہم سے ایک غلطی ہوئی ہے! جو کچھ تمہارے کمرے میں ہوا ہے اُس کی اطلاع
ہوٹل کی انتظامیہ کو دینی چاہئے تھی!“

”کون.... ان بکھڑوں میں پڑے.... خواہ مخواہ پولیس کو کیوں متوجہ کیا جائے?“

”تمہارے ملک کا سفارتخانہ شاہزادی سڑک پر ہے!“

”ہاں.... این بی سی بلڈنگ میں.... کیوں....؟“

”چلو اپنے کاغذات وہاں الماتا جمع کراوو....!“

”کاغذات.... او.... ہاں....!“ وہ اپنی جھیلی مٹوتی ہوئی بولی ”اوہ کاغذات.... خدا کی پناہ
.... انہیں میرے کوٹ کی اندر ونی جیب میں ہونا چاہئے تھا۔ کہیں تمہارے بیڈ روم میں تو نہیں
گر گئے۔ وہیں میں نے اپنا کوٹ اتنا لاتھا۔

”چلو دیکھیں....!“ ظفر نے بھی کسی قدر بدحواسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

وہ پھر لفٹ کی طرف واپس آئے۔ لسلی بہت زیادہ پریشان نظر آرہی تھی چال میں
لڑکھاہٹ بھی پیدا ہو گئی تھی۔ پانچیں منزل پر پہنچ کر وہ کسی قدر پچکاہٹ کے ساتھ ظفر کے
کمرے کی طرف بڑھی تھی۔

بیڈ روم میں اُس کے گشده کاغذات نہ مل سکے! ایسا لگتا تھا جیسے وہ بیہوش ہو کر گرجائے گی۔

”اچھی طرح ذہن پر زور دو۔ کہیں وہ تمہارے ہی کمرے میں تو نہیں رہ گئے تھے۔!“

”خدا جانے! میں نے کوٹ کی جیب ہی میں رکھے تھے....!“

”اور رقم....!“

”وہ بھی نہیں ہے....!“

”تو چلو تمہارے کمرے میں دیکھیں....!“

وہ کرہا کر اٹھی اور اُس کے ساتھ چل پڑی۔ ظفر نے سختی سے ہونٹ بھینچ رکھے تھے۔ اُسے
یقین سا ہو چلا تھا کہ یہ وہ عورت ہرگز نہیں ہو سکتی جس سے اُسے ملتا ہا۔!

لسلی کے کمرے میں سچی خوبصورتی نظر آئی۔ سارا سامان ادھر ادھر بکھرا ہوا تھا ایک ایک چیز
اٹھ پڑت ڈالی گئی تھی۔ وہ دیوانہ وار اپنے کاغذات تلاش کرنے لگی۔ شانکہ پکھر قسم بھی کمرے میں
موجود تھی جس کا حوالہ بار بار دے رہی تھی۔

” بتاؤ.... اب میں کیا کروں....!“ وہ روہانی ہو کر بولی۔

ظفر سوچ رہا تھا کہ اب اس کمرے میں الکٹرونک بکس کی موجودگی ناممکن ہے اس ڈرانے
کے ساتھ ہی انہیں بھی ہٹالیا گیا ہو گا۔ لیکن آخر یہ لوگ چاہئے کیا ہیں....؟ غالباً یہ حرکت اسی
لئے کی گئی ہے کہ کہیں میں کاغذات نہ طلب کر بیٹھوں۔ یقیناً اصل عورت پر ان نامعلوم افراد نے
قاپو پالیا ہے اور اُس کی جگہ یہ عورت لسلی کارڈ و بکارول ادا کر رہی ہے۔!

”تم کیا سوچ رہے ہو۔ بتاؤ اب میں کیا کروں۔!“ وہ پھر بولی۔

”چھی بات بتاؤ۔!“ ظفر نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے تیز لمحے میں کہا۔

”میں نہیں سمجھی۔ تم کیا کہہ رہے ہو۔!“

”پہلے تم نے مسانی و پیچ میں کسی کی تلاش کا ذکر کیا تھا۔ پھر کہا کہ تم نے اپنی طرف سے
اضافہ کیا تھا....!“

”تو اس سے کیا ہوتا ہے! میں اُب بھی اپنے اسی بیان پر قائم ہوں! مسانی و پیچ تک تو جانا ہی
ہے....!“ وہ طویل سانس لے کر بولی۔

”اچھی بات ہے۔ اب آرام کرو۔.... میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔!“

”تم مجھے تھا نہیں چھوڑ سکتے....!“ وہ دونوں ہاتھوں سے اس کا بازو پکڑتی ہوئی بولی۔

”مجھے اس سلسلے میں کوئی ہدایت نہیں ملی....“ وہ اُس سے بازو چھڑا کر نکلا چلا آیا تھا....!



جیکسن اور مسوہ نے زنجبار گیٹ ہاؤز میں مسالے دار مرغ مسلم اڑایا تھا۔ قبوے کی دو دو
بالیاں چڑھائی تھیں۔ اور وہاں سے بھی نکل کھڑے ہوئے تھے۔

”دوست نہیں۔“ سوما بولا ”تمہیں میں الاقوائی سیاست سے بھی دچکی ہے، یا نہیں۔“
”مجھنہ نہ اپنی قوم کی سیاست سے دچکی ہے اور نہ میں الاقوائی سیاست سے دچکی ہے۔!“
”تب تم اس صدی کے عجوبے ہو۔!“

”نہیں میں صرف ایک ایسا آدمی ہوں جسے دو وقت کی روئیوں کی تلاش رہتی ہے۔ اس کے علاوہ ساری مصروفیات خمنی ہیں۔!“

”بڑی غیر مذہبی باشیں کر رہے ہو۔!“

”میرے تصوف کی ابتدائیں سے ہوتی ہے کہ آدمی پیٹ کا گھٹا ہے۔....!“

”خیر چھوڑو۔... آؤ۔... عورتوں کی باتمیں کریں۔....!“ سوما ہنس کر بولا۔

”خدا کی پناہ، چار عدد رکھنے کے باوجود بھی عورتوں کی باتمیں کرنا چاہتے ہو۔“

”میں بہت دلکھی ہوں۔.... جیسں بھائی۔!“

”ظاہر ہے۔... چار کو اگر دس ہزار سے ضرب دیں تو حاصل ضرب چالیس ہزار ہو گا۔....!“

”یہ بات نہیں ہے! مجھے ابھی تک ایسی عورت نہیں مل سکی جیسی میں چاہتا ہوں۔“

”اس لئے بہت ذکری ہو۔....!“ جیسن نے حرمت سے کہا۔

”ہاں۔... میرے بھائی۔!“

”یہ آفیڈ کہے بھائی سوما۔... آج تک نہ کسی مرد کو اس کی پسند کی عورت ملی ہے اور نہ کسی عورت کو اس کی پسند کا مرد ملا ہے۔!“

”نہیں ایسا تو نہیں ہے۔!“

”ایسا ہی ہے بھائی سوما۔!“ جیسن اپنی آواز میں بلا کادر دھولتا ہوا بولا ”اگر پسند کی کوئی لڑکی مل بھی جاتی ہے تو کچھ ہی دونوں کے بعد اس میں سے بھی کیزے نکلنے لگتے ہیں۔!“

”تم کیا جانو۔... تمہاری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔!“

”ہمیشہ سے صوفی نہیں رہا ہوں۔... پانچ سو پچھتر عورتوں کا تجربہ ہے مجھے۔!“

”پھر شاکم میں بھی کچھ دونوں کے بعد صوفی ہو جاؤں۔“ سومانے مایوسی سے کہا۔

”اُس نے نجبار ریسٹ ہاؤز کے گیراج سے اپنی گاڑی نکالی تھی! اور اب ان کا سفر اُسی میں جاری تھا۔

”عورتوں کی باتوں نے بھی یور کر دیا۔!“ جیسن ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”آؤ اب مجھ سے میرے خوابوں کی باتیں سنو۔... بچپن ہی سے مُسرار افریقہ کے بارے میں لڑپر پڑھتا رہا ہوں۔ لہذا یہ میرے خوابوں کی سرزین بن گئی ہے! یہاں کے جادوگروں کی باتیں میرے لئے ہمیشہ بہت چار منگ رہی ہیں۔!“

”او نہہ جادوگر۔... تھے کہانیوں کی باتیں ہیں۔ پہلے ہوتے رہے ہوں گے اب تو صرف شعبدہ باز رہ گئے ہیں۔ سیاحوں کا جی بہلاتے ہیں اور وہ بیچارے یہی سمجھتے ہیں کہ بچ چج کا جادو دیکھ رہے ہیں۔“

”چلو۔... ایسی ہی کسی جگہ دل بہلائیں۔“

”اُن کا ٹھکانہ معلوم کرنا پڑے گا۔....!“

”کہاں سے معلوم ہو گا۔“

”میرا ایک دوست جانتا ہے۔ کہیں سے اُسے فون کر کے معلوم کرلوں گا۔“

”اور پھر اس نے ایک ڈرگ اسٹور کے سامنے گاڑی روکی تھی۔ دونوں اُتر کر ڈرگ اسٹور میں داخل ہوئے۔ اُن کے پیچھے کئی اور آدمی بھی اسٹور میں داخل ہوئے تھے۔ سوما کا ڈنر پر اپنے کسی دوست کر فون کرنے لگا۔ وہ اُس سے کہہ رہا تھا کہ اپنے ایک سیاح دوست کو کالا جادو دکھانا چاہتا ہے۔ وہ اس سلسلے میں اس کی رہنمائی کرے۔ اُدھر سے جواب ملنے پر رسیور رکھ کر مڑا تھا کہ پیچھے کھڑے ہوئے ایک زرد قام مخلوط نسل والے آدمی نے کہا ”شعبدہ بازوں کے پھیر میں نہ پڑو۔ اگر واقعی کالا جادو دیکھنا چاہتے ہو تو قام بچھوٹ ہوٹل چلے جاؤ۔ سوت نمبر گیارہ میں موکاڑی کا لے جادو کا مظاہرہ کرتا ہے۔!“

”تم نے دیکھا ہے۔!“

”ہاں مسٹر۔ میں اپنے تجربے ہی کی بناء پر مشورہ دے رہا ہوں۔ سیاحوں کے لئے اُس سے بہتر جادوگر فی الوقت اور کوئی موجود نہیں۔!“

”اچھا تو پھر وہیں چلتے ہیں۔!“ سومانے جیسن کی طرف دیکھ کر کہا۔

”اگر کوئی حرج نہ ہو تو مجھے بھی لفت دے دیجئے۔!“ زرد قام بولا۔

”کوئی حرج نہیں۔“ سومانے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ وہ گاڑی میں بیٹھ گئے

”اب واقعی تم نے ہی خوش کر دیا۔ دراصل اتنی نہ پینی چاہئے کہ عقل خبط ہو جائے۔“
 ”بس دوست! اس کے آگے کچھ نہ کہو....!“
 ”کیوں؟ کیوں؟?“
 ”کہیں تم یہ نہ کہہ بیٹھو کہ اتنی نہ پینی چاہئے کہ نماز میں گڑ بڑ ہو جائے.... یا بس نشے کی
 حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ!“
 ”ارے نہیں بھائی.... میں اتنا کمینہ نہیں ہوں کہ اپنی کسی خامی کا جواز مذہب میں تلاش
 کروں!“
 ”بس تو پھر ٹھیک ہے....!“
 ”پہلے کالے جادو کا مظاہرہ دیکھیں گے۔ اُس کے بعد رقص!“
 زرد فام آدمی انہیں جادو گر کے کروں تک لے گیا تھا۔ یہاں پہلے سے کئی لوگ موجود
 تھے۔ جادو گر موکاڑا بھی سیاہ فام افریقی تھا اور اس وقت شاکنہ پیشگوئیاں ہی کر رہا تھا۔
 ”تم نہیں جانتے!“ وہ آنکھیں بند کئے رہا تھا۔ وہ جو تم میں کبھی نہیں آئے۔ وہ آئیں
 گے۔ تب تم ان سے ایک حیرت انگیز خبر سنو گے۔ پورے افریقہ میں روشنی پھیل جائے گی
 اور وہ جو سیاہ فاموں پر ظلم ڈھاتے رہے میں انہیں ان کی زمین پر اور ان کے آسمان کے نیچے غلام
 بنائے رکھا ہے وہ منہ کے بل گر پڑیں گے۔ تب پھر تم ان پر رحم نہ کرنا۔ ان کی فریاد مت سننا۔ ان
 کے لہو سے اپنے کھیتوں کو ضرور سینچنا!“

جیمن نے رومال سے چہرے کا پسند خشک کیا اور سوہا کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ اُسے آنکھ مار کر
 سکر لیا اور پھر جادو گر کی طرف متوجہ ہو گیا۔
 اتنے میں ایک آدمی ان کے قریب آ کر آہتہ سے بولا۔ ”میرے ساتھ آئیے جناب۔“ وہ
 انہیں دوسرے کمرے میں لے گیا تھا۔
 ”محض تفریخ یا کوئی خاص ضرورت۔“ اُس نے سوہا سے سوال کیا۔
 ”ضرورت کیا ہوتی.... تفریخ ہی سمجھو۔ میں اپنے دوست کو کالا جادو دھانا چاہتا ہوں۔!“
 ”ہماری مرضی پر منصر ہو گایا آپ کوئی تجویز پیش کریں گے۔!“
 ”خہر و.... پوچھ کر بتانا ہوں۔!“ سوہا نے کہا اور جیمن سے پوچھا۔ ”کیا دیکھنا چاہتے ہو۔!“

تھے۔ زرد فام بچپنی سیٹ پر تھا۔
 ”کیا تمہیں بھی دیہیں جاتا ہے۔!“ سوہا نے اُس سے پوچھا۔
 ”ہاں مسٹر۔ بڑی مہربانی ہو گی۔ اگر کہو گے تو میں ہی تمہیں موکاڑی کے پاس لے چلوں گا۔
 میں ایک ٹورسٹ گائیڈ ہوں....!“
 ”اچھا.... اچھا....!“ سوہا نے انجمن اسٹارٹ کیا۔ اور جیمن سے بولا۔ ”پلو شاکنڈ چیچی
 تمہاری یہ آرزو بھی پوری ہو جائے۔!“
 جیمن کچھ نہ بولا۔ وہ ظفر الملک اور اُس عورت کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ زرد فام مخلوط
 النسل آدمی سوہا سے کہہ رہا تھا۔ ”موکاڑی حیرت انگیز ہے جناب عالی۔ وہ بڑی عجیب پیش گوئیاں
 بھی کر رہا ہے اُسے ذرہ برابر بھی اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ اُس کے گاہک کون لوگ ہیں اور کس
 ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ پچی اور کھڑی بات لگی لپی کے بغیر کہتا ہے۔!
 ”آخر کیسی باتیں کرتا ہے....!“ سوہا نے پوچھا۔
 ”خود ہی سن لیجئے گا جناب.... مگر سوال شرط ہے۔ آپ اُس سے برا عظم افریقہ کے
 مستقبل کے بارے میں پوچھئے گا۔“
 ”وہ بھی سیاہی باتیں کرے گا۔!“ سوہا ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔
 ”تم مجھ سے آہتہ آہتہ عورتوں کی باتیں کرو۔ اُسے بکنے دو....!“ جیمن اُس کی طرف
 چھک کر دھیرے سے بولا۔
 ”پام نیچ میں بڑی خوبصورت رقصائیں ہیں....!“
 ”تو پھر کالے جادو پر لخت بھیجو۔... ہم وہاں فلور شو دیکھیں گے۔!
 ”وہ تو ٹھیک ہے.... لیکن رقص میرے ذہن پر اچھا شائز نہیں ڈالتا۔!
 ”ابھی تور قاصاوں کی تعریف کر رہے تھے۔!
 ”تم سمجھے نہیں۔ دراصل پینے کوئی چاہتا ہے رقص دیکھ کر....!
 ”تو پی لینا....!“
 ”تم پتا نہیں کیا سوچ۔ حالانکہ سال میں ایک آدھ بار، ہی پیتا ہوں۔!
 ”فکر نہ کرو.... میں نے بھی قسم نہیں کھار کھی۔... ایک آدھ پگ میں کیا مضافات ہے۔“

"میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت میرا بس کیا کر رہا ہے!"
سوما اس آدمی کو سوالی میں بتانے لگا تھا کہ اُس کا دوست کیا چاہتا ہے۔
"اس کیلئے چالیس شنگ ہو گے!"

سومانے رقم جیب سے نکال کر اُس کے ہاتھ پر رکھ دی....!
"چھا آپ دونوں یہیں تشریف رکھئے...!" کہہ کر وہ کمرے سے چلا گیا۔ جیمس نے معنی خز نظر دی سے سوما کی طرف دیکھا تھا۔ سوما پنے شانے سکوڑ کر رہ گیا۔
توہڑی دیر بعد وہ آدمی واپس آیا۔ اور ان سے اُسی کمرے میں چلنے کو کہا جہاں کچھ دیر پہلے وہ مواکازی کو پیشگوئیاں کرتے سن چکے تھے۔!
اُس نے ان دونوں کو تیز نظر دی سے گھرتے ہوئے کہا "اگر تمہارا بس سویا ہوا نہیں ہے تو تم اُس کی آواز بھی سن سکو گے۔ لیکن اس کیلئے تمہیں یہ بتانا پڑے گا کہ اس وقت تمہارا بس کہاں موجود ہے؟"
"لیکن مباردو ہوٹل۔ کرہ نمبر نانوے۔" جیمس نے بڑے ادب سے کہا۔ جادو گر مواکازی انگلش ہی میں گفتگو کر رہا تھا۔

اس وقت کمرے میں صرف یہی تینوں تھے۔ مواکازی نے آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ لا یعنی سے الفاظ اُس کی زبان سے نکلے تھے اور کمرے کی فضای عجیب ساتھا مسلط ہو گیا تھا۔!
دفعتاً جیمس نے ظفر الملک کی آواز سنی۔ پھر لسلی کی آواز آئی.... وہ ظفر سے بیڈ روم میں آئے کو کہہ رہی تھی۔ ظفر نے "ذیوئی" پر ہونے کا حوالہ دیا تھا۔ لسلی ذیوئی کو گالیاں دینے لگی۔ اور اس کے بعد پھر سناٹا چھا گیا۔ مواکازی نے آنکھیں کھول دیں اور بولا "اپنے بس کی خبر لو.... ورنہ وہ سفید فام کتیا سے غرق کر دے گی۔"

"واقعی آپ باکمال ہیں جناب عالی....!" جیمس بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔
وہ اُس کے کمرے سے نکل آئے۔ جیمس ابھسن میں پڑ گیا تھا۔ صد فی صد انہی دونوں کی آوازیں تھیں۔!
"میں نے تمہارے بس کی آواز تو منی نہیں۔!" سوما بولا "لیکن عورت کی آواز۔!"
"عورت کی آواز....!" جیمس بھی اُسی کے الفاظ دہرا کر رہ گیا۔

"کیا وہ لسلی کارڈوبائی آواز نہیں تھی۔"
"میری دانست میں اُسی کی آواز تھی۔ اُوہ.... کیوں نہ میں فون پر اُس کی تصدیق کر لوں۔!"
"کیا کرو گے؟ ہو سکتا ہے وہ تمہارے بس پر مہربان ہی ہو گئی ہو۔!"
"کوئی جیرت اگلیز واقعہ نہ ہو گا۔ عورت میں اُس کے پیچھے دوڑتی ہی رہتی ہیں مجھے اُس جگہ لے چلو جہاں سے فون کر سکوں۔!"
ہوٹل ہی کے ایک بوتحہ سے اُس نے فون پر ظفر سے گفتگو کی تھی اور سوما کی طرف پلٹ آیا تھا۔

"کیا رہی....!"

"لفظ ب لفظ وہی.... کمال ہے...." جیمس روماں سے اپنی پیشانی خٹک کر تباہا ہوا بولا۔ "وہ بس ہی کے کمرے میں موجود ہے۔!"
"تب تو مجھے بھی کاملے جادو کا قائل ہوتا ہی پڑے گا۔" سومانے کسی جیرت زدہ بچے کے سے انداز میں کہا۔

لیکن جیمس کی بھسن بڑھتی رہی تھی۔ وہ کاملے نیلے پیلے کسی قسم کے بھی جادو پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ پھر وہ آواز دہاں تک کیسے پہنچی تھیں۔ کیا وہ اُس مخنوٹ انفل زرد فام آدمی کے توسط سے خاص طور پر دہاں پہنچائے گئے تھے۔ کیونکہ وہ انہیں مواکازی کے کمرے تک پہنچادینے کے بعد پھر نہیں دکھائی دیا تھا۔!

"تم کچھ بچھے بچھے سے نظر آنے لگے ہو۔" سومانے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔
"نہیں۔ اسی تو کوئی بات نہیں۔!"

"اگر اپنی محرومی پر افسوس ہو تو مجھے بتاؤ۔ یہاں لڑکوں کی کمی نہیں ہے۔ اسی ہوٹل میں بہتر سے بہتر مل جائے گی۔!"

"نہیں بھائی سوما میری ڈکشنری میں لفظ محرومی کا گذر نہیں ہو سکا! بے فکر رہو۔ چلو میں تمہاری تقریبات میں دل کھول کر حصہ لوں گا۔ لیکن شہر و.... ذرا میں ایک کال اور کر لوں۔!"

"ضرور.... ضرور....!"

وہ پھر میل فون بوتحہ میں داخل ہوا.... اور ظفر الملک سے رابطہ قائم کر کے بولا۔ "کیا خیال

جو انہیں موکاڑی کے پاس لے گیا تھا۔ ایک مقامی لڑکی اُس کی ہر رقص تھی۔ دونوں رقص میں مگن تھے۔!

سوانے بھی جیسن کی نظر دل کا تعاقب کیا تھا۔ پھر دونوں ساتھ ہی ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔!

”محے وہ آدمی شروع ہی سے کچھ عجیب سالکتار ہاہے۔“ سوانے کہا۔
”میں نہیں سمجھا۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو...!“ جیسن بولا۔

”صرف لفٹ لینے کے لئے ہمیں ادھر لے آیا تھا۔“
”لیکن وہ جادو گر فراز نہیں ہو سکتا۔“ جیسن نے کہا۔

”ہاں.... یہ تو ہے.... میں نے عورت کی آواز صاف پہچانی تھی۔“
جیسن نے سوانا کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا ”تم اس آدمی کے بارے میں اور کیا سوچ رہے ہو۔!
”

”اور کیا سوچنا چاہئے....!“ اُس نے ہونقوں کی طرح کہا۔
”کچھ نہیں.... لو یہ مارٹیں... پیو۔“ جیسن نے گلاس اُس کی طرف کھکھاتے ہوئے کہا۔
بارہیں نے دو گلاس کاؤنٹر پر رکھ دیئے تھے۔
پھر شائد اُس زرد فام آدمی نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا۔ سوانا پنگلاس اٹھاہی رہا تھا کہ اُس کی نظر ان دونوں پر پڑی۔

”خدا غارت کرے.... وہ پھر ادھر ہی آ رہا ہے۔“ سوانا بڑا بڑا زرد فام اپنی ہر رقص سمیت اُن کی جانب کھپٹا چلا آیا تھا۔ جیسن نے خواہ مخواہ دانت نکال دیئے لیکن سوانا کے چہرے پر تاگواری کے آثار تھے۔
”کہو پسند آیا کالا جادو....!“ زرد فام نے جیسن سے پوچھا۔
”بہت زیادہ....!
”کیا اُس نے دھوکیں میں کچھ دکھایا تھا۔“

”نہیں میں نے ایک آدمی کی آواز سننے کی فرمائش کی تھی جو پوری ہو گئی واقعی حرمت انگیز۔“
”اگر تم اس آدمی کو دیکھنے کی خواہ کرتے تو وہ تمہیں دھوکیں کے مرغولوں میں اُس کی

ہے....؟“

”اس مسئلے پر یہاں سے گفتگو نہیں کر سکتا۔“ ظفر کی آواز آئی۔

”کیا میں واپس آ جاؤں۔!“

”نہیں فکر نہ کرو۔ تمہیں لفافہ کاؤنٹر پر مل جائے گا۔ عیش کرو....!
”تو آپ صبح کو جائیں گے....!
”ہاں۔ میں جاؤں گا....!
”بجھ سے ملے بغیر....!
”اگر راہگی سے قبل تم یہاں پہنچ گئے۔ توصلات بھی ہو جائے گی....!
”میں کچھ کہنا چاہتا ہوں....!
”میں جانتا ہوں کیا کہو گے....!
”آپ کو یقین ہے۔!
”کیا تم میرے انداز گفتگو سے اندازہ نہیں لگ سکتے۔!
”اوکے.... یورہائی نس....!
ریسیور رکھ کر اُس نے ہونٹ سکوڑے تھے! آنکھیں بھیجنی تھیں اور پھر سر ہلاتا ہوا بو تھے سے باہر آگیا تھا۔

”چلو پہلے بال روم میں چلتے ہیں۔“ سوانے کہا ”شاہد تمہیں رقص کے لئے کوئی پارٹر مل جائے۔ تم بہت اُداس ہو۔!
جیسن خاموشی سے اس کے ساتھ بال روم میں چلا آیا تھا۔ یہاں بڑی رونق تھی۔ زیادہ تر غیر ملکی جوڑے نظر آرہے تھے۔ مقامی خال خال ہی دکھائی دیئے۔ رقص کی موسيقی جاری تھی.... اور رقص فرش پر تھرکتے پھر رہے تھے۔!

انہیں کوئی خاص میز نہ مل سکی.... البتہ کاؤنٹر کے قریب کئی اسٹول خالی تھے اور یہ کاؤنٹر بار کا تھا۔ بار کے کاؤنٹر کے قریب وہ منہ باندھ کر نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ وہ دونوں ادھر ہی بڑھ رہے تھے۔
سوانے جیسن کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔ ”کیا خیال ہے۔“
”مارٹینی چلے گی....!“ وہ آہستہ سے بولا۔ دفتہ اُس کی نظر اُسی زرد فام آدمی پر جا ٹھہری تھی

شکل دکھاتا۔۔۔ بہتیرے لوگ تو دور دراز کے مناظر اسی طرح دیکھے چکے ہیں۔!

”اب کیا دکھانا چاہتے ہو۔“ موسما نے خنک لبجے میں پوچھا۔

”لگ۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔ میں گائیڈ ہوں۔۔۔ اگر میرے خدمات کی ضرورت ہو تو۔!

”تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔!“ موسما غریباً میں مقامی آدمی ہوں! اپنے دوست کو خود ہی

سب کچھ دکھادوں گا۔ چلتے پھرتے نظر آؤ!“

زرد فام کی ہر قص نہ اسامنہ بنائے کفر اوہاں سے جہٹ گئی تھی۔

”میبات ہے مسٹر!“ زرد فام موسما کو گھوڑتا ہوا بولا۔ ”تم آپ سے باہر کیوں ہو رہے ہو!“

”جاتا ہے یا ٹھوکر سید کروں!“

”اوہ۔۔۔ نہیں۔۔۔!“ جیسکن دونوں کے درمیان آتا ہوا بولا۔ ”اس کی ضرورت نہیں۔ تم

جاوہ بھائی۔ کیوں خواہ مخواہ میرے دوست کو غصہ دلارہے ہو۔“

”آدمیت بھی کوئی چیز ہے۔!“ زرد فام نے جھینپے ہونے انداز میں کہا اور خود بھی وہاں سے

کھک گیا!

”دو غلاکتا۔۔۔!“ موسما دانت بھیق کر بڑا لیا۔ ”پھر کوئی پکر چلانا چاہتا تھا تمہیں شائد علم نہ

ہو۔ اس نے کلیخارو ہی سے ہمارا تعاقب شروع کر دیا تھا۔“

جیسکن چوک پڑا۔

”ہاں۔ یقین کرو۔۔۔!“ موسما سر ہلا کر بولا۔

”تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!“

”اوہ۔ تم نہیں سمجھے۔ میرے بھائی۔ یہ عورتوں کا دلال معلوم ہوتا ہے۔!“

”اچھا!“ جیسکن طویل سائنس لے کر رہا گیا۔!

”کیوں؟ کیا میرا رو یہ مناسب تھا۔!“

”ارے نہیں۔!“ جیسکن ہنس کر بولا ”بکاؤمال سے کبھی رغبت نہیں رہی!“

”تو پھر قص کے لئے پار نہ تلاش کئے جائیں۔!“

”وراصل میں جلد واپس جانا چاہتا ہوں۔۔۔!“

”ارے واہ۔۔۔ ابھی تو کوئی خاص تفریخ بھی نہیں ہوئی۔!“

”میرا بس خطرے میں ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا۔!“

”وہ میرے بس کو کہیں لے جانا چاہتی ہے۔۔۔!“

”سیا فون پر اُس نے تمہیں یہی اطلاع دی ہے۔!“

جیسکن نے پر تکرانداز میں سر کو ثابت جبکشی دی۔ اور تمہر کر بولا۔

”در اصل ہمارا ایک کار و باری حریف ہمارے خلاف طرح طرح کی حرکتیں کرتا رہتا ہے۔!“

”کیسی حرکتیں۔!“

”مثال کے طور پر میرا بس برسن ٹور پر آیا ہے۔ کار و باری حریف یہاں بھی ہمارے کاموں میں رخنے وال سکتا ہے۔۔۔!“

”اوہ۔۔۔ تب تو مجھے بھی سوچتا پڑے گا۔ خصوصیت سے اس کا لے جادو کے بارے میں۔!“

موسما نے پر تشویش لبجے میں کہا۔ ”وہ دوغلہ ہو ٹل ہی سے ہمارا پچھا کرتا رہتا تھا۔ اوہ۔۔۔!“

دفعتا اس نے خاموش ہو کر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

”کوئی خاص نکتہ۔!“ جیسکن اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”یقیناً تمہارے کار و باری حریف کا دو چل گیا ہے۔۔۔ ورنہ یہ کالا جادو۔۔۔ میرا خیال ہے

کہ تمہارے بس کے کمرے میں الیکٹر و مک بکس چھپا دیئے گئے ہیں۔ انہیں کے توسط سے ان

دونوں کی آوازیں یہاں تک پہنچی ہوں گی۔!“

”مأکی ڈیزیر موسما۔۔۔!“ جیسکن اُسکے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”تم تو جی نیس ہو۔!“

”نہیں بھائی۔ کامن سنس کی بات ہے! تمہارے کار و باری حریف نے موکاڑی سے ساز باز

کی ہے۔۔۔ یہ زرد فام دوغلہ ہمیں ہر حال میں موکاڑی تک پہنچا تا۔۔۔!“

”اور وہ عورت کل صبح میرے بس کو مسافی و لیچ لے جائی گی۔“

”اوہ۔۔۔ جلدی ختم کرو اپنی مارٹینی۔!“ موسما نے مضری بانہ انداز میں کہا۔

جیسکن نے پھر اسے جبرت سے دیکھا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں موسما بھی تو گڑ بڑا آدمی نہیں

ہے۔ انہوں نے اپنے گلاس خالی کئے تھے۔ اور قیمت ادا کی تھی بال روم سے نکلتے وقت موسما

آہستہ سے بولا۔ ”گاڑی میں بیٹھے جانے کے بعد ہم کسی قسم کی گفتگو نہیں کریں گے۔ ہو سکتا ہے

ہاؤ تھے چیز میں بولا ”گاڑی باہر کھڑی ہوئی ہے۔ اسے گیراج میں لے جا کر تلاشی لو۔ ایکٹر انک بگ دریافت کرنا ہے۔ نہایت خاموشی سے تلاش کرو۔ مل جائے تو خاموشی ہی سے میرے پاس لاوے!“

ریسیور کھ کر وہ جیسن کی طرف مڑا۔۔۔ جیسن اسے عجیب نظر وں سے دیکھے جا رہا تھا۔
”کیا بات ہے...!“ مسومنے مسکرا کر پوچھا۔
”بے حد پر اسرار لگ رہے ہو۔!“

مسومنے منہ اوپر اٹھا کر زور سے قہقہہ لگایا۔ جیسن نے کہا ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کس خانے میں فٹ کروں۔!“
”خود ہی فیصلہ کرو۔!“

”تمہیں نے اس زرد قام دو گلے پر نئے زاویے سے روشنی ڈالی تھی۔!“
”اگر یہ محسوس نہ کرتا کہ وہ شروع ہی سے ہمارے پیچے لگا رہا تھا تو کبھی اپنی زبان نہ کھوتا۔!
”تو کبھی اپنی زبان نہ کھوتا کا مطلب سمجھاوا۔!
”ڈشواری میں ڈال دیا تم نے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اصل معاملے سے پوری طرح آگاہ نہیں ہو۔!“

”کیوں الجھاتے چلے جا رہے ہو۔!
”سلی کارڈ و باؤہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو۔!
”مزید الجھاؤ۔!
”

”اس عورت نے لسلی کارڈ و باؤ کی جگہ لی ہے۔ اصل عورت غائب کر دی گئی۔!
”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم دیدہ و دانتہ مجھ سے مل بیٹھے تھے۔!
”میں ہر اس آدمی سے مل بیٹھتا تھا جسے وہ اپنی طرف متوجہ کرتی تھی۔ اب تم سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ تمہارے بس کو مسافی و تیار لے جانا چاہتی ہے۔ جس کا ہمارے پروگرام سے کوئی تعلق نہیں۔!
”

”ایک بات بھی تو میری سمجھ میں نہیں آئی۔!
”

”اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ اپنے بس کو اس کے ساتھ مسافی و تیار جانے دو۔ ہم ان

کہ اُس دلدار حرام نے گاڑی میں بھی کوئی بگ نہ لگادیا ہو۔ وہ لفت لینا ہی چاہتا تھا ورنہ تعاقب تو اُس نے نیکی میں بیٹھ کر کیا تھا!“

”بھائی مسومن۔ بہت ہوشیار آدمی معلوم ہوتے ہو۔!
”کامن سنیں۔ مائی ڈیسیر۔۔۔!“ مسومنہ کس کر بولا ”کہیں رُک کر گاڑی کی تلاشی لیں گے۔

پھر آگے بڑھیں گے اور تم اس پر نظر رکھنا کہ ہمارا تعاقب دوبارہ تو نہیں شروع کر دیا گیا۔!
”ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔!
”

وہ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ جیسن پچھلی نشست پر اس طرح بیٹھا تھا کہ عقب میں نظر رکھے۔
اُس نے زرد قام آدمی کو بھی ہوٹل سے برآمد ہوتے دیکھا۔ ہر قص ساتھ نہیں تھی۔ گاڑی اشارت ہو کر آگے بڑھی۔

زرد قام نے ایک موڑ سائیکل سنبھالی تھی۔۔۔ جیسن خاموشی سے دیکھا رہا۔۔۔ مسومنے بھی کچھ نہیں پوچھا تھا۔ کار تیری سے راہ طے کرتی رہی۔۔۔ جیسن کو اندازہ تھا کہ مسومن عقب نما آئیں میں اُس موڑ سائیکل کو ضرور دیکھ رہا ہو گا۔ وہ شہر کے روشن حصوں سے گذر رہے تھے۔
دفلتا ایک عمارت کے سامنے مسومنے گاڑی روک دی اور موڑ سائیکل آگے نکلی چلی گئی۔
مسومن جیسن کو گاڑی سے اترنے کا اشارہ کرتا ہو اخود بھی اتر گیا۔

پھر وہ دونوں گاڑی سے خاصے فاصلے پر جا کھڑے ہوئے تھے۔
”تم نے دیکھاو ہی سور تھا۔!“ مسومن آہستہ سے بولا۔
”پتا نہیں کیا چکر ہے۔!“ جیسن بڑا کر رہ گیا۔

”آؤ۔۔۔!“ وہ عمارت کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ کال بل کا بہن دبا کر دروازہ کھلنے کا انتظار کرتا رہا تھا۔

کسی نے دروازہ کھولا۔ روشنی ان دونوں پر پڑی۔ دروازہ کھونے والی ایک بھاری بھر کم نگہ دیورت تھی۔ مسومن کو دیکھ کر اُس نے احتراز اخیم ہونے کی کوشش کی تھی۔

وہ دونوں اندر داخل ہوئے۔ مسومنے سواحلی میں اُس سے کچھ پوچھا تھا۔ اور اُس سے جواب پا کر آگے بڑھتا چلا گیا تھا۔ جیسن خاموشی سے اُس کا ساتھ دیتا رہا۔
ایک کمرے میں داخل ہو کر مسومنے فون کار ریسیور اٹھایا اور صرف ایک نمبر ڈائل کر کے

پر نظر رکھیں گے۔ اپنے مزید اطمینان کے لئے یہ دیکھ لو۔“
اُس نے کوٹ کی اندر ونی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک کارڈ نکلا اور اس کی طرف بڑھا دیا۔
کارڈ پر بہت واضح تحریر میں ”2 - X“ چھاپا ہوا تھا۔

جیسن کا مند حیرت سے کھل گیا۔ یہ ایکس ٹوکے پیر ونی اینجنٹوں کا شاختی کارڈ تھا۔
”اب اگر تم اس کے جواب میں صحیح الفاظ ادا نہ کر سکے تو میں تمہیں بیٹھیں دفن کر دوں گا۔“
سوما نے کہا۔ ساتھ ہی اُس کی جیب سے پستول بھی نکل آیا تھا جس کا رخ جیسن ہی کی طرف تھا۔

”ہم نے اُسے آج تک نہیں دیکھا۔“ جیسن مسکرا کر بولا۔
”ٹھیک ہے۔“ سوما نے آہستہ سے کہا اور ریلوالر کو دوبارہ جیب میں ڈالتا ہوا بولا۔ ”اپنے رویے پر معانی کا خواستگار ہوں۔!
جیسن ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ لیکن وہ اب بھی سوما ہی کو دیکھے جا رہا تھا۔ تھوڑی دری بعد اُس نے کہا ”بات ابھی تک واضح نہیں ہو سکی۔“
”کیا سمجھنا چاہتے ہو۔!
”سلسلی کارڈو با حقیقتاً وہ عورت نہیں ہے! جس سے ہم کو ملتا تھا وہ پہلے ہی غائب کر دی گئی۔...
لیکن دوسرا مورت کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اُسے کیا کہنا ہے اور ہم سے کہا مسنا ہے۔!
”سامنے کی بات ہے۔“ سوما سر ہلا کر بولا۔ ”انہوں نے اسے قابو میں کیا اور سب کچھ معلوم کر لیا۔!
”اگر پہلی عورت یعنی حقیقی سلسی کارڈو با تمہاری معین کردہ تھی تو تم نے اس پر نظر بھی رکھی ہو گی۔!
”رکھی تھی! لیکن بالآخر ہمارے آدمی دھوکا کھا گئے۔... اس لئے ہم نے اس کا سرانگ کھو دیا۔
ہم نہیں جانتے کہ وہ اب کہاں ہے۔!
”دوسری بات۔“ جیسن آنکھیں بند کر کے ناک بھوں پر زور دیتا ہوا بولا۔ ”آخر پھر یہ

مواکازی جادو گر کھل کر کیسے سامنے آگیا۔ کیا وہ ہمیں اتنا ہی الحق سمجھتے ہیں کہ ہم کا لے جادو کے چکر میں آجائیں گے۔ میں نے اپنے ساتھی سے فون پر گفتگو کر کے اندازہ لگایا تھا کہ اُس نے اپنے

کمرے میں ایکٹر دیکھ بکھس دریافت کر لئے ہیں۔“
”اوہ....!“ سوما کے ہونٹ سکڑ کر رہ گئے۔
جیسن اُس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔

”تمہیں یقین ہے کہ اس نے الیکٹر دیکھ بکھس دریافت کر لئے ہیں۔!
”اُس کے اندازہ گفتگو سے میں نے یہی اندازہ لگایا ہے۔ بہر حال ہمیں اب یہ سوچتا ہے کہ موکازی سے اُس کی آواز سنوانے کی حماقت کیسے سرزد ہوئی۔ اس طرح تو اُس نے ہمیں ہوشیار کر دیا ہے۔!
”کہیں تھے کہیں کوئی بیچ ضرور ہے۔“ سوما سر ہلا کر بولا۔

دفعہ فون کی گھنٹی بجی۔... سوما نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ سختا رہا۔ پھر بولا۔... اُسے بیکار کر دو۔...!.... اوہ.... جلدی کرو۔...!
جیسن نے محسوس کیا ہے سوما اچاک بوڑھا ہو گیا ہو! ریسیور رکھ کر اُس نے جیسن کی طرف دیکھا اور خنک ہوتوں پر زبان پھیری۔
”لیکا بات ہے۔...!
”بم۔!“ وہ ہانپتا ہوا بولا۔ ”ریڈیائی لہروں سے پہنچنے والا بم۔...!
”گاڑی میں۔!
سوما نے سر کو ثابت جنہش دی اور جیب سے رومال نکال کر چہرے کا پسند خنک کرنے لگا۔

فون کی گھنٹی پھر بجی۔ اُس نے ریسیور اٹھا لیا۔
”بم.... اچھا.... جلدی کرو۔... پتا نہیں.... میں نہیں جانتا۔!
ریسیور رکھ کر اُس نے جیسن سے کہا۔ ”میرے آدمی نہیں جانتے اُسے کس طرح بیکار کیا جاسکے گا۔ لہذا ہمیں یہ عمارت فوراً چھوڑ دینی چاہئے۔ وہ اس کا خطروہ بھی مول نہیں لے سکتے کہ اُسے گاڑی ہی میں رکھ کر کہیں اور وہ پھر سڑک پر نکل آئے۔
جیسن انٹھ گیا اور وہ پھر سڑک پر نکل آئے۔

”عمارت کے دوسرے لوگ....!“ جیسن نے سوال کیا۔
”فکر نہ کرو۔ وہ سب نکل جائیں گے۔!
”

اس عمارت کے آس پاس کوئی دوسری عمارت نہیں تھی۔ اور یہ حصہ نیم روشن ساتھا۔
”جنتا یہ چل سکتے ہو چلو...!“ موسانے کہا۔ ”ادھر تو نیکی بھی نہیں ملے گی۔!
قریبادس منٹ تک وہ یکساں رفتار سے چلتے رہے تھے۔ اور اس دوران میں انہوں نے کوئی
دھماکہ نہیں شناختا۔ موسانے رفتار کم کر دی اور ہاتھا ہوا بولا۔ ”ہم لوگوں نے اپنی کوششوں سے
واقعی یہ رات یاد گار بنا دی ہے۔!
”اب سمجھ میں آئی ہے بات۔!“ جیمن بولا۔
”کونسی بات۔!
”موکازی والی۔ اُسے یقین تھا کہ ہم اُس کی سازش کا شکار ہو جائیں گے۔ یعنی کسی کو اس
کے کالے جادو سے آگاہ کر دینے سے قبل ہی مر جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ جادو کے مظاہرے کے
بعد فوراً ہی ہمیں ٹکینجaro کی طرف روانہ ہوتا چاہئے تھا۔ ہو سکتا ہے میرے ساتھی کی آواز اسی
لئے سنوائی گئی ہو کہ ہم فوراً روانہ ہو جائیں یہ دیکھنے کیلئے کہ کہیں میرے ساتھی کے کمرے میں
ایکسرائک بکس تو موجود نہیں ہیں۔“

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔!
”اب کیا خیال ہے۔!
”وہ ہمیں مارڈا ناچاہے ہیں! تمہارے ساتھی کی زندگی بھی خطرے میں ہے۔
”تو پھر کیا کریں۔ کہاں سے نیکی ملے گی۔ یہاں تو دور تک دیرانہ ہی دیرانہ ہے۔
موسما کچھ نہ بولا۔ جیمن نے کہا ”کہیں سے فون ہی کر سکتے۔!
“



ایکسرائک بکس دریافت کر لینے کے بعد ظفرالملک نے جیمن کی ایک اور کال ریسیو کی
تھی اور اشاروں میں اُسے بتانے کی کوشش کی تھی کہ اُس کا اندازہ درست ہے۔!
اُس کے بعد پھر جیمن کی کوئی کال نہیں آئی تھی اور وہ مضطربانہ انداز میں ٹھلٹا رہا تھا۔
فون کی گھنٹی بھی۔ اُس نے جھپٹ کر ریسیور اٹھایا۔ لیکن دوسری طرف سے لسلی کارڈو باکی

آواز آئی۔!
”میں بہت پریشان ہوں۔ اب کیا ہو گا۔!
”میں کیا بتاؤں۔ ظفر بولا۔
”کاغذات کے بغیر کیا کر سکوں گی....!
”ای لے تو میں نے شورہ دیا تھا کہ ہوٹل کی انتظامیہ کو اس دفعے سے آگاہ کر دو....!
”میں تمہیں کیا بتاؤں کہ اس میں کیا دشواریاں ہیں۔!
”میں اس مسئلے پر ضریب گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تمہارے کمرے میں آجائیں۔!
”جتنی جلدی ممکن ہو۔!“ دوسری طرف سے کہہ کر سلسہ منقطع کر دیا گیا۔ ظفرالملک اپنے
کمرے سے نکل آیا۔
دروازے پر دستک دیئے بغیر اس نے ہینڈل گھمایا تھا اور دروازہ کھل گیا تھا۔ لسلی سامنے ہی
بیٹھی ہوئی دھکائی دی۔ بہت نthal نظر آئی تھی۔ اُسے دیکھ کر اٹھتی ہوئی بولی ”مجھے کمرے میں
میں رک کر اُس نامعلوم آدمی کی دوسری کال کا انتظار کرنا تھا....!
”جو نہیں ہو سکا اُس کے بارے میں سوچتا ہی فضول ہے....!
”لیکن اب کیا کروں۔!
”آخر ہوٹل کی انتظامیہ کو مطلع کر دینے میں کیا حرج ہے! اس طرح یہ بات کم از کم ریکارڈ
میں تو آجائے گی۔ اور تم بوقت ضرورت اس کا حوالہ دے سکو گی۔“
”میں کیا کروں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔!
”اپنے سربراہ کو کس طرح مطلع کرو گی۔!
”اس سلسلے میں کوئی ہدایت نہیں ملی۔!
اس کا یہ مطلب ہوا کہ آنکھیں بند کر کے جھونکا گیا ہے تمہیں!۔“
وہ چند لمحے ظفر کو غور سے دیکھتی رہی پھر بولی ”تم ہی اپنے سربراہ کو ان حالات سے آگاہ
کر دو!۔“
”ایک منٹ....!“ ظفر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”میں اپنے الفاظ و اپیس لیتا ہوں۔
”کیا مطلب؟۔“

”مجھے بھی اس سلسلے میں کوئی بدایت نہیں ملی.....!“

وہ عجیب سے انداز میں نہ پڑی۔ اور ظفر اپنی گردان سہلاتا ہوا بولا۔ ”ایسے حالات میں شائد ہمیں اپنی عقل استعمال کرنی چاہئے۔“

”میری عقل قابلِ استعمال نہیں رہی۔!“

”کیا صحیح ہوتے ہی ہم مسلمان و بلقی طرف روادہ ہو جائیں گے۔!“

”میں کچھ نہیں جانتی جیسا تمہارا دل چاہے۔!“

ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ لسلی نے لپک کر ریسیور اخھالیا۔ دوسرا طرف کی بات سنتی رہی اور پھر ماڈ تھہ پیس پر ہاتھ رکھ کر ظفر سے سرگوشی کی۔

”وہی ہے....!“

”کیا کہہ رہا ہے۔!“

”اُسے یہاں بلالو۔ میں ہاتھ رودم میں چلا جاؤں گا۔“

”ڈر لگتا ہے۔!“

”پرواہ مت کرو۔ میں تو موجود ہی ہوں۔!“

”اچھی بات ہے۔!“ اُس نے کہا اور ماڈ تھہ پیس میں بوی۔ ”یہاں میرے کمرے میں آجائو۔ اود۔۔۔ میں سوچ میں پڑ گئی تھی کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔! اچھا۔۔۔!“

وہ ریسیور رکھ کر تیزی سے ظفر کے قریب پہنچی اور بولی ”پانچ منٹ کے اندر اندر یہاں پہنچ جائے گا۔!“

”کیا اپنے قول کے مطابق شیر کو یہیں لارہا ہے۔“

”نہیں اس پار اتنا ہی کہا ہے کہ شیر کے بارے میں گفتگو کرے گا۔!“

”دروازہ مقفل کر دو۔۔۔!“

”کیوں؟ کیوں؟“ وہ خوفزدہ انداز میں بوی۔

”اوہ۔۔۔ تاکہ جتنی دیر میں تم دروازہ کھولو۔ میں اپنے چھپنے کا انتظام کرلوں۔“

”مم۔۔۔ میں سمجھی شائد کچھ اور۔۔۔؟“

”کچھ اور کیا کر سکوں گا۔۔۔!“ ظفر نے اسے ٹوٹنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”میں کچھ نہیں جانتی۔ میری کمکھ میں کچھ بھی نہیں آرہا۔!“

”لیکن اسے شبہ بھی نہ ہونا چاہئے کہ کوئی تیسرا بھی موجود ہے۔“

”کیسے شبہ ہو سکتا ہے۔ تم تو ہاتھ رودم میں۔۔۔!“

”ضرور شبہ ہو جائے گا۔ اگر تم اُس سے باتمیں کرتے وقت نظریں پڑا پڑا کر ہاتھ رودم کی طرف دیکھتی رہیں۔!“

”میں کیوں دیکھوں گی۔۔۔!“

”اُسی لئے کہ ان معاملات میں بالکل اندازی ہو۔۔۔!“

”اب تم نے توجہ دلادی ہے تو احتیاط برتوں گی۔۔۔!“

”بہتر ہو گا کہ تم اپنی پختہ ہاتھ رودم ہی کی طرف رکھو۔!“

”میں ایسا ہی کروں گی۔!“

”دوسری بات۔۔۔ اگر اس نے تمہیں کہیں اور لے جانا چاہا تو۔۔۔؟“

”تو۔۔۔ تو۔۔۔ ہاں بتاؤ۔۔۔ پھر میں کیا کروں گی۔!“

”حداکی پناہ۔۔۔ کیا کیا بتاؤں۔!“

”سنو۔۔۔؟“ وہ خوش ہو کر بولی۔ ”کیوں نہ اُسے دیکھ کر بیہو ش بن جاؤں۔!“

”اس سے بڑی بیو قوئی شائد پھر کبھی سرزد نہ ہو سکے تم سے۔۔۔!“

”پھر بتاؤ۔۔۔ کیا کروں گی۔!“

”چلی جانا اُس کے ساتھ۔۔۔!“

”یہ کیا بات ہوئی۔ پتا نہیں کہاں لے جائے۔!“

”میں تمہارے پیچھے پیچھے آؤں گا۔ فکرنا کرو۔!“

”نہیں۔ میں اس قسم کا کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتی۔!“

دفعتہ کی نے دروازے پر دستک دی۔۔۔ اور ظفر تیزی سے ہاتھ رودم کی طرف بڑھ گیا۔

دروازہ کھول کر بے آہنگی اندر داخل ہوا۔۔۔ اور پھر بند کر کے چکنی چڑھا دی۔

اُس نے بھاری قدموں کی چاپ سئی تھی۔ دروازہ بند ہوا تھا اور کسی نے کہا تھا ”کیا تم اس

وقت بھی نشے میں ہو۔!“

”غاؤں....!“ لسلی کی آواز آئی ”میں ڈنمارک کی شہزادی ہوں مچلیاں مجھے دے سکی
پلاٹی ہیں تم کاون ہو....!“

”واقعی بہت زیادہ پی گئی ہو.... میں تمہارے لئے کیا کروں!“

”تم میرے لئے شلبم کی کاشت کرو....!“

”فون پر گفتگو کرتے وقت تو نشے میں نہیں تھیں۔!“

”فون کیسا فون کس کافون!“

”اچھا اچھا میں جا رہا ہوں صبح پات ہو گی!“

”کیوں آئے تھے ... کیوں جا رہے ہو صبح تو کبھی نہیں ہو گی یہ تاریک براعظم ہے۔!“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے!“

پھر بھاری قدموں کی آواز آئی تھی اور دروازہ آواز کے ساتھ بند ہوا تھا ظفر جوں کا توں
کھڑا رہا۔ پھر با تھر روم کے دروازے پر بلکل سی دستک سنی۔ لسلی آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی۔ ”کہو
کیسی رہی بھگا دیا آخر صبح تک کچھ نہ کچھ سوچ ہی لیں گے!“

ظفر نے دروازہ کھولا۔ اور با تھر روم سے نکل ہی رہا تھا کہ وہ تینوں سامنے آگئے۔ تینوں کے
ہاتھوں میں سانیلنسر لگے ہوئے پستول تھے۔ ظفر نے بوکلا کر لسلی کی طرف دیکھا اور وہ آنکھ مار کر
بوی۔ ”کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے!“

”کیسا ہوتا ہے!“ ظفر نے جی کر اکر کے آنکھیں نکالیں۔

”خاموش رہو! یا اپنی آواز اتنی بلند نہ ہونے دو کہ باہر سنی جائے۔!“ ان تینوں میں سے
ایک بولا۔

”ٹھیک ہے میں آہستہ بولوں گا یہ مجھے یہاں لائی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس
ہوٹل کی طواں اس طرح لوٹ لیتی ہیں!“ ظفر نے کہا۔

”باتھر روم میں کیا کر رہے تھے۔!“ لسلی ہنس کر بولی۔

”باتھر روم میں کیا کیا جاتا ہے۔!“ ظفر نے شیر ہونے کی کوشش کی۔

”تمہارا ساتھی کہا ہے۔“ اسی آدمی نے سوال کیا۔

”میں نہیں جانتا۔ تفریح کسی طرف نکل گیا ہو گا۔!“

57

ظفر سے پوچھ گھجھ کرنے والا سفید فام تھا اور اُس کے دونوں ساتھی مقامی تھے اور انہوں نے
اسی ہوٹل کے ملاز میں کی سی وردیاں پہن رکھی تھیں۔!
دفاتر مقامی آدمیوں میں سے ایک ظفر کے پیچے آکھڑا ہوا۔ اور سامنے سے گفتگو کرنے
والے نے کہا۔ ”اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ....!“
”آخر کیوں۔?“ ظفر نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور اُس کے پیچے کھڑے ہوئے سیاہ فام
آدمی نے اپنے پستول کا دستہ پوری قوت سے ظفر کی گردن پر رسید کر دیا۔ آنکھوں میں تارے ناچ
گئے تھے۔ اور پھر اندر ہمیرا۔۔۔ کسی شہیر کی طرح منہ کے مل فرش پر گرا۔ اور بے حس و حرکت
ہو گیا۔
سفید فام آدمی نے پستول جیب میں ڈال لیا اور میز پر رکھے ہوئے پینڈ بیک کو کھول کر
ہانپوزر مک سرخ نکالی۔

ذر اسی دیر بعد وہ کسی قسم کا سیال ظفر الملک کے بازو میں انہیکٹ کر رہا تھا۔۔۔ دونوں سیاہ فام
آدمی اس دوران میں کمرے سے چلے گئے تھے۔

لسلی نے سفید فام آدمی سے پوچھا ”اب کیا کرو گے۔?“

”اپنے کام سے کام رکھو۔!“ سفید فام نے بہت بُرے لمحے میں کہا۔

”ک۔۔۔ کیا.... مطلب....!“

”خاموش رہو۔۔۔ تمہیں اس سے کیا کہ اب کیا ہو گا۔!“

دروازے کا پینڈل گھوما تھا اور وہ دونوں آدمی کی طرف متوجہ ہو گئے تھے دونوں سیاہ فام آدمی
چھر دکھائی دیئے۔ وہ ایک صندوق نما بڑی سی ٹرالی لائے تھے جس پر واضح حروف میں ”لانڈری“
لکھا ہوا تھا۔

ظفر الملک کو فرش سے اٹھا کر اسی ٹرالی میں ڈال دیا گیا اور اُس کے اوپر میلے کپڑوں کا ڈھیر
تھا۔ پھر وہ ٹرالی کو دھکلیتے ہوئے راہداری میں نکال لے گئے۔



میرا خیال ہے کہ صبر کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔!“ سو ما نے جیسمن سے کہا۔
”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا مسلمی و پیغام جانے کا....!“ جیسمن بولا۔

”اب کیوں اس پر آمادہ ہو گئے ہو!“
 ”اُس سے گفتگو ضروری ہے ورنہ وہ سمجھے گی کہ تم ہوشیار ہو گئے ہو۔“
 ”یہی چیز میرے ذہن میں بھی تھی لیکن اگر وہاں سے بھی جواب نہ ملا تو پھر کیا کریں گے۔“
 ”مجبور ابذر یعنی پولیس تھہارے باس کا کمرہ کھلوانا پڑے گا۔ لیکن اس طرح ہم کھل کر سامنے آجائیں گے۔ یہی میں نہیں چاہتا...!“
 ”خیر.... میں دیکھتا ہوں۔!“
 جیسون نے کلینیجادو کے ایک عینچ کے نمبر ڈائیل کئے اور کمرہ نمبر ایک سو تین سے کٹک کرنے کو کہا۔ دوسری طرف سے لسلی کی آواز سنائی دی تھی۔
 ”بلوو.... کون ہے....?“
 ”ہناالوو.... والی ڈاڑھی....!“
 ”کیا اپنے کمرے سے بول رہے ہو....!“
 ”نہیں... باہر سے کلینیجادو سے خاصا دور ہوں۔!“
 ”تمہارا باس جواب نہیں دے رہا۔ کئی بار دروازہ پیٹھ چکل ہوں۔ ملے شدہ پروگرام کے مطابق ہمیں کہیں جانا تھا...!“
 ”جواب مجھے بھی نہیں مل رہا۔ اس لئے غمیں رنگ کیا ہے۔!“
 ”فور ایساں پہنچو۔ پتا نہیں کیا بات ہے۔!“
 ”اس قسم کے احکامات میرا باس ہی دے سکتا ہے۔ اُس کا حکم ہے کہ اُس سے ڈور رہوں۔
 صرف فون پر رابطہ رکھ سکتا ہوں۔!“
 ”تم ہو کہاں۔!“
 ”یہ بھی کسی تیرے کو نہیں بتا سکتا۔!“
 ”سنو! مجھے اُس کی طرف سے بہت زیادہ تشویش ہو گئی ہے۔ پچھلی رات اُس نے ضرورت سے زیادہ پلی تھی.... ایسے حالات میں کبھی کبھی بے خبری ہی میں ہارت فیلیور ہو جاتا ہے۔!“
 ”ہارت فیلیور ہو جانے کی صورت میں میرا باس کمرے کی کنجی کاؤنٹر کلرک کے حوالے کیے کرتا۔!“

”یہ کس بناء پر کہہ رہے ہو....!“
 ”مسانی و پلچھے جاتے تو مجھے کاؤنٹر سے اپنے لئے ایک لفافے کی اطلاع ضرور ملتی۔ اگر کمرے کی کنجی کاؤنٹر پر جمع کرائی تھی تو لفافہ کہاں گیا۔!“
 یہ دونوں اس وقت زنجبار گیست ہاؤز کے ایک کمرے میں بیٹھے بور ہو رہے تھے۔ مسماں جیسون کو کلینیجادو ہوٹل کی طرف نہیں جانے دیا تھا۔ گیست ہاؤز ہی سے فون پر ظفرالملک کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی رہی تھی۔ ظفرالملک کے کمرے سے جواب نہ ملنے پر جیسون نے کاؤنٹر سے پوچھ چکھ کی تھی۔ اُس کے مطابق کمرہ نمبر تنانوے کی کنجی کاؤنٹر کلرک کی تحويل میں تھی۔ جس کا یہی مطلب ہو سکتا تھا کہ ظفر ہوٹل میں موجود نہیں ہے۔ لیکن اُس نے کوئی لفافہ اس کی تحويل میں نہیں دیا تھا۔
 ”لسلی کے کمرے کا نمبر شاندار ایک سو تین ہے۔“ جیسون نے مسماں سے پوچھا۔
 ”ہاں.... بھی نمبر ہے....!“
 ”لہذا دیکھنا چاہئے کہ وہ بھی کمرے میں موجود ہے یا نہیں۔!“
 ”اُسے مت پھیڑو.... اُس کی نقل و حرکت کی اطلاع مجھے مل جائے گی۔ اور یقین کرو کہ اگر تمہارا باس بھی ہوٹل سے نکل کر کہیں گیا ہو تو مجھے اطلاع مل جاتی۔ پچھلی رات کو وہ دونوں ہوٹل سے نکل کر سڑک تک ضرور آئے تھے۔ لیکن پھر ہوٹل ہی میں واپس چلے گئے تھے۔ چلا ایک بار پھر اُن دونوں کے بارے میں اپنے آدمیوں سے روپرٹ لیتا ہوں....!“
 ”تمہارے آدمی ناکارہ معلوم ہوتے ہیں۔!“ جیسون نے نُر اسامنہ بنا کر کہا۔ ”نہیں حقیقی لسلی کارڈو با کے غائب ہو جانے کا علم کب ہو سکتا تھا۔“
 ”اُس وقت وہ معاملے کی نوعیت سے پوری طرح آگاہ نہیں تھے۔ اب ہوشیار ہو گئے ہیں۔
 اُن کی کارکردگی پر شبہ مت کرو....!“
 جیسون کچھ نہ بولا۔ مسماں نے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے تھے اور سوا حلی میں گفتگو کرنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ریسیور کریڈل پر رکھ کر طویل سانس لی اور جیسون سے بولا۔ ”اُن دونوں میں سے کوئی بھی ہوٹل میں باہر نہیں نکلا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اب تم اُس عورت سے فون پر گفتگو کر رہی لو۔!“

آنے کی بجائے عملے کے کسی آدمی سے کنجی بھجوادیتے ہیں! اور کوئی لفافہ کسی کے لئے اُس کی تحویل میں نہیں دیا گیا تھا۔!

”بات بنتی نظر نہیں آتی.... آخر یہ گھڑاگ شروع کیسے ہوا تھا؟“

”میں نہیں جانتا۔“ سوما بولا۔ ”اوپر سے ملنے والے احکامات کے تحت کام کر رہا ہوں۔!“

”یعنی ایکس ٹو سے ملنے والے احکامات کے تحت!“

”نہیں.... میں اپنے یہاں کی بات کر رہا ہوں.... براہ راست ایکس ٹو کا اینجمنٹ نہیں ہوں۔ یہ کارڈ مجھے صرف اسی ہمہ کے لئے ملا ہے۔!“

”میں اب بالکل کٹگال ہوں۔ دراصل مجھے اُس لفافے میں باس کی طرف سے ایک رقم ملنے والی تھی۔!“

”رقم کی پرواہ مت کرو۔ تم میرے ساتھ ہو! اور ایک معقول رقم خرچ کرنے کا اختیار مجھے بھی دیا گیا ہے۔!“

جیسون کچھ نہ بولا۔ اب بھی سوما کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ حالات ہی ایسے تھے۔ پہلے وہ زنجبار کے ایک تاجر کی حیثیت سے ملا تھا۔ بھانست بھانست کی باتیں کی تھیں اور پھر اپنک ایکس ٹو کا کارڈ نکال بیٹھا تھا۔

”تم کیا سوچنے لگے....!“ سوما سے گھورتا ہوا بولا۔

”یہی کہ ہم یہاں کیوں آئے تھے.... اور اب مجھے کیا کرنا ہے۔!“

”اب تمہیں جو کچھ کرنا ہے.... شائد کچھ دیر بعد معلوم ہو جائے۔!“

”مواکازی کے سلسلے میں کیا کر رہے ہو۔?“

”نی الحال صرف گمراہی.... بس اتنا ہوا ہے اس سے کہ ایک اور مشتبہ آدمی سامنے آگیا ہے۔ اہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ہم اُسی نے میری گاڑی میں رکھوایا ہو گا۔!“

”بھم کا کیا حشر ہوا۔!“

”عمارت کا ایک حصہ بالکل بتاہ ہو گیا ہے۔!“

”اور تم موکاڑی کی صرف گمراہی کر رہے ہو۔!“ جیسون نے جرأت سے کہا۔

”اور پھر کیا کریں۔!“

”میا کہہ رہے ہو۔!“

”کنجی کاؤنٹر کلر کی تحویل میں ہے....!“

”اوہ.... تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ مجھے بتائے بغیر کہیں چلا گیا....!“

”صحن ہونے سے پہلے ہی۔!“ جیسون نے سوال کیا۔

”میں کیا بتاؤں۔?“

”کنجی رات کی ڈیوٹی والے کلر کے وصول کی تھی۔!“

”انہوںی بات سنارہے ہو۔ اُس نے مجھ سے کہیں اور جانے کا وعدہ کیا تھا۔!“

”تھاہی نہ چلا گیا ہو۔!“

”نا ممکن.... قطعی نا ممکن.... تھاہدہ کیا کر سکے گا....!“

”تو پھر کہیں اور جا کر ہارٹ فلیور کر ابیٹھا ہو گا۔!“ جیسون نے کہا اور ریسیور کریڈل پر ٹھیک دیا۔

اپنی اور لسلی کی گھنٹوں سے سوما کو آگاہ کرتا ہوا بولا۔ ”میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا۔!“

”کچھ سمجھ کر کیا کرو گے.... جو ہوتا تھا ہو گیا۔!“

”میا مطلب....?“

”میں نہیں جانتا تھا کہ اتنی جلدی ہاتھ صاف کر دیا جائے گا۔ میرا خیال تھا کہ تم دونوں کے

سلسلے میں ایک ساتھ کارروائی ہو گی۔ اسی لئے تمہیں وہاں سے ہٹا لایا تھا۔!“

”میرا خیال ہے کہ میری موجودگی میں اس کی نوبت نہ آنے پاتی۔!“

سوما کچھ نہ بولا۔ یہ بھی نہیں پوچھا تھا کہ آخر وہ کہی کیا لیتا۔ دونوں کے کمرے الگ الگ

تھے۔ ایک کو دوسرے کی خبر ہی نہ ہو پاتی۔

فون کی گھنٹی بھی.... سومانے کال ریسیو کی۔ تھوڑی دیر تک کچھ سنتا رہا پھر سوالی میں خود

بھی کچھ کہتا رہا تھا۔ اس کے بعد ریسیور کھر کر جیسون کی طرف مڑا۔

”یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی۔!“

”کوئی تدبیر....?“

”چھپلی رات والے ڈیوٹی کلر کے پوچھ گچھ کرائی تھی۔ وہ کہتا ہے یہ بتا دشوار ہے کہ کنجی

کب اُس کے پاس پہنچی تھی۔ بے شمار لوگ آتے جاتے رہتے ہیں! کبھی کبھی لوگ خود کاؤنٹر پر

”اس کی کیا ضرورت ہے! کہیں چلے آؤتا....!“
”اصلی بات ہے۔ باس نے تا حکم ثانی ٹکینجہار میں داخل ہونے پر پابندی لگائی تھی۔ لہذا وہاں نہیں آ سکتا۔ خواہ باس زندہ ہو یا مر گیا ہو۔ کسی دوسری جگہ ملنے میں کوئی مضاائقہ نہیں۔!“

”تو پھر کہاں مل رہے ہو!“

”منازی موجاپارک آ جاؤ۔ اور ہور و نارچ کے قریب منتظر ہوں گا۔!“

”میاں تیکی ڈرائیور سے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہو گا۔!“

”بالکل.... بس میں یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں۔“

”اچھی بات ہے.... منازی موجاپارک اور اور ہور و نارچ!“

”ہاں ہاں.... اچھا....!“ کہہ کر جیمسن نے ریسیور کریٹل پر رکھ دیا۔
اور پھر سومانے اسے کچھ رقم دی تھی۔

”اس سے کس قسم کی گفتگو کرنے کا ارادہ ہے۔!“ اس نے سوال کیا۔

”عقل مندی کا تقاضہ یہی ہو گا کہ کام کی بات کے علاوہ اور کسی قسم کا ذکر نہ چھیڑا جائے۔!“

”تم نے میری دل کی بات کہہ دی! لیکن وہ کام کی بات ہو گی کیا۔!“

”بس یہی کہ باس کی عدم موجودگی سے کوئی فرق نہیں پڑتا کام جاری رہنا چاہئے۔ جس کام کے لئے باس کو کہیں لے جانا چاہتی تھی اب مجھے لے جائے۔!“

”ٹھیک.... بالکل.... اور پھر میں دیکھوں گا کہ وہ لوگ کتنے چالاک ہیں۔!“

جیمسن نے دل میں کہا ضرور دیکھنا کچھ تھوڑی دیر پہلے دیکھتے رہے ہو۔ کچھ اب دیکھنا۔ یہاں والوں کی کار کردگی مایوس کننے ہوتی تو باہر سے مدد طلب کرنے کی ضرورت کیوں پیش آتی۔!

اس نے سوما کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”مجھے یقین ہے کہ میرا بھی وہی حرث ہو گا جو مجرمے باس کا ہوا ہے۔!“

”ناممکن.... میرے آدمی اُس ناکامی کے بعد سے پوری طرح چونکے ہو گئے ہیں۔ اگر اس بار اُن سے غفلت ہوئی تو ایک ایک کو شوٹ کر دوں گا۔!“

”اور میں تو انہیں ریسیور کرنے کے لئے پہلے ہی سے عالم بالا میں پہنچا ہوا ہوں گا۔“ جیمسن نے ہنس کر کہا۔

جیمسن صرف منہ بنا کر رہ گیا۔ کچھ بولا نہیں۔ اتنے میں پھر فون کی گھنٹی بجی سومانے ریسیور اٹھایا۔ سنوارا۔ خود بھی کچھ کہا تھا اور پھر ریسیور کھ کر جیمسن سے بولا تھا۔ ”تم اب اس عورت سے مل سکتے ہو۔ اور طریق کار کا تین بھی خود ہی کرو گے....!“

”یہ حکم کس سے ملا ہے۔?“

”بھائی جیمسن.... اس قسم کے سوالات نہ کرو۔ ویسے میرا خیال ہے کہ تم دونوں کے علاوہ تمہیں میں سے کوئی اور بھی یہاں موجود ہے۔ تم سے بڑے ریک والا۔“

”یہ کس بناء پر کہہ رہے ہو۔?“

”میرے اوپر والے شائد اُسی کے مشورے سے تم لوگوں کیلئے احکامات صادر کر رہے ہیں۔!“

”وہم ہے تمہارا.... اگر ایسا ہوتا تو میرے علم میں ضرور آتا۔....!“

سوما کچھ نہ بولا اور جیمسن سوچنے لگا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ اس عورت سے ہو مل کیمینجہار میں نہیں ملنا چاہتا تھا۔

”میں کیمینجہار نہیں جاؤں گا۔“ اس نے سوما سے کہا۔ ”اُسے کہیں اور بلانا چاہتا ہوں۔ تم کوئی جگہ تجویز کر دو۔!“

”تم نے میرے دل کی بات کہہ دی۔“ سوما بولا۔ ”کوئی کھلی جگہ ہونی چاہئے جہاں میرے آدمی بہ آسانی تم دونوں پر نظر رکھ سکیں۔ اس کے لئے مناسب ترین جگہ منازی موجہ پارک ہوگی۔ اس سے کہو کہ تم اور ہور و نارچ کے قریب اس کا انتظار کرو گے۔“

”یہ کہاں ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ لا علمی ظاہر کرے گی۔ بیچاری نیوار کے سے آئی ہے نا۔“

”کہیا کی پچی!“ سوما بر اسامنہ بنا کر بولا۔ ”اگر پتہ پوچھئے تو کہہ دینا کہ تیکی ڈرائیور سے منازی موجہ پارک کہہ دے گی تو وہ پہنچا دے گی!“ جیمسن نے فون پر لسلی سے ایک بار پھر رابطہ قائم کیا۔

”اوہ تم ہو....!“ دوسری طرف سے عورت کی آواز آئی۔ ”کہو کیا بات ہے۔!“

”میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ یہ بہت ضروری ہے۔!“

”تو آ جاؤنا.... میں پہلے بھی کہہ رہی تھی۔ تمہارا باس ابھی تک واپس نہیں آیا۔“

”میں وہاں نہیں آ سکتا! ہم کہیں اور کیوں نہ ملیں۔!“

کوئی تیرا ملے گا۔ اس کے بعد یہ طے کیا جائے گا کہ کس طرح کام شروع کرنا ہے...!“
”کام کی نوعیت تو تمہیں معلوم ہو گی۔“

”نہیں! وہی تیرا آدمی کام کی نوعیت بھی بتائے گا۔!“

”تب پھر ہمیں دیرنہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ میں کام شروع کر دینے کیلئے بے چین ہوں۔!“
”اچھی بات ہے۔ وہ طویل سانس لے کر بولی۔ ”تو پھر چلو۔!“

اس سفر کے لئے جیمسن نے ٹیکسی پر بس کو ترجیح دی تھی اور لسلی کارڈوبانے اس پر اعتراض
بھی نہیں کیا تھا۔

”میا تم اس آدمی کو پہچانتی ہو۔!“ جیمسن نے اس سے سوال کیا۔

”نہیں۔ میں نہیں پہچانتی۔!“

”تو پھر کیا صورت ہو گی۔!“

”کوئی ہمیں پہچان کر خود ہی ہماری طرف آئے گا۔!“

”انتہے پر اسرار حالات سے میں پہلے کبھی دوچار نہیں ہوا۔“

”میں تو تحریرت کے مادے مری جا رہی ہوں۔!“

”کیوں....؟“ جیمسن اسے گھوڑتا ہوا بولا۔ ”تم پر کون کی پہنچا پڑی ہے۔!“

”میں کیا بتاؤں.... فون پر کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔!“

”اوہ.... تو اب بتاؤ۔!“

”اچھی نہیں۔ کسی ایسی جگہ جہاں سے چاروں طرف نظر کھی جائے کہ کوئی سن تو نہیں رہا۔!“

جیمسن طویل سانس لے کر رہ گیا اذ، ہن بُری طرح الجھ گیا تھا۔ آخراب وہ اسے کیا بتانا چاہتی
ہے۔ بہر حال اُب وہ اس وقت تک اپنی زبان بند ہی رکھنا چاہتا تھا۔ جب تک کہ لسلی کارڈوبانے
پر آمادہ نظر نہ آئے۔

پھر وہ مسافی دلچسپی بھی پہنچ گئے۔ یہاں کی فضائیجیب سی تھی۔ مقامی لوگ اپنے جھونپڑوں
کے باہر بیٹھے کسی نہ کسی کام میں مصروف نظر آرہے تھے۔ کہیں ماہی گیری کے جالوں کی مرمت
ہو رہی تھی۔ کہیں چٹائیاں اور ٹوکریاں سنی جا رہی تھیں اور کہیں لکڑی پر نقاشی ہو رہی تھی۔ غیر
ملکی سیاح اور ہر شبلتے اور تصویریں کھینچنے پھر رہے تھے۔

”اب مجھے ہر یہ شرمدہ نہ کرو۔!“ سومانے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”اگر ہمارے یہاں یہ واقعات پیش آئے ہوتے مسٹر سوما۔“ جیمسن نے ٹھنڈی سانس لے
کر کہا ”تو گاڑی میں بم دریافت ہونے کے بعد موکاڑی کی شامت آجائی۔“

”ویکھو بھائی جیمسن! میں نے روپورٹ دے دی تھی۔ اوپر سے جو احکامات ملے ان کے خلاف
تو نہیں کر سکتا۔!“

”میں بھی تمہیں الزام نہیں دے رہا۔ اوپر ہی والوں کی بات کر رہا ہوں۔ خیر.... اب تو
مجھے چنانچا ہے۔!“

تحوڑی دیر بعد وہ منازی موجاپارک پہنچا تھا۔۔۔ مشعل جمہوریت کے قریب لسلی کارڈوبانے
 منتظر تھی۔ اُسے دیکھتے ہی مضطربانہ انداز میں آگے بڑھی تھی۔

”اچھی تک اس کا کوئی پتا نہیں۔!“ وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

جیمسن با میں آنکھ دبا کر بولا۔ ”مجھے خوشی ہے کہ میرے لئے میدان صاف ہو گیا۔!
”لگ۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔!“ وہ ہکلائی۔

”تم میری دریافت ہو اُس کی نہیں۔۔۔!“

”یہ تم نے کیا شروع کر دیا۔ میں تو اس کے لئے بہت پریشان ہوں۔!
”مجھے ذرہ برابر بھی پریشانی نہیں۔ کیونکہ یہ اُس کی پرانی عادت ہے۔ خود ہی عورتوں سے
رسم و رہ بڑھاتا ہے پھر خود ہی بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔!“

”تم ہوش میں ہو یا نہیں! یہ رسم و رہ بڑھانے کا قصہ نہیں ہے۔!
”کچھ بھی ہو۔ میرے لئے اسکی کوئی اہمیت نہیں کہ وہ اچانک غائب ہو گیا۔ چلو جہاں چلنا ہو۔!
”تمہیں تو نہیں جانا تھا میرے ساتھ۔!
”اگر وہ کسی وجہ سے نہ جا سکتا تو مجھے ہی جانا پڑتا۔ اصولی بات ہے۔!
”لیکن اُس نے تو ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی۔!
”کام جاری رہنا چاہئے مس کارڈوبانے۔ یا اگر تمہارے پاس اس کے علاوہ اور کچھ ہدایات ہوں تو
دوسری بات ہے۔!
وہ کسی سوچ میں پڑ گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولی ”ہم دونوں کو مسافی دلچسپ جانا تھا! وہاں ہیں۔

وہ دونوں کھلے میں ایک گھنیرے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ اور جیسن بولا! ”اب بتاؤ کیا کہنا چاہتی ہو۔“

”انہوں نے اُس پر میرے کمرے ہی میں قابو پایا تھا۔“
”میا مطلب۔“ جیسن اچھل پڑا۔

لسی نے نامعلوم آدمی کی فون کال سے ابتداء کرتے ہوئے کہانی شروع کر دی۔ جیسن نیچا ہونٹ دانتوں میں دبائے سنتا رہا۔ تیز نظریں لسی کے چہرے پر تھیں۔

”بہر حال....!“ لسی بولتے بولتے کسی قدر رُز کر بولی۔ ”وہ ایک آدمی نہیں تھا تین تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوال و دیکھ کر میرے اوسان خطا ہو گئے۔ تمہارے ساتھی کو غفیف اشارہ بھی نہ دے سکی! وہ اندر آگئے.... ایک یورپین تھا اور دو مقامی آدمی تھے۔ اور ان مقامیوں نے ہوٹل کے ملاز میں کی سی وردی پکن رکھی تھی۔ پھر انہوں نے تمہارے ساتھی کو باتحر روم سے نکلا اور پتوں کا دستہ سر پر مار کر بیہوش کر دیا۔ اور بڑی آسانی سے اٹھا لے گئے۔“

”بھلاکس طرح....!“ جیسن آنکھیں نکال کر بولا۔

”لامڑی کی ٹرالی لے آئے تھے۔ اسی میں ڈال کر اوپر سے میلے کپڑے ڈال لے گئے ہوں گے۔ کسی کو شہر بھی نہ ہو سکا ہو گا۔“

”اور تمہیں چھوڑ گئے۔“ جیسن اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا سخت لمحے میں بولا۔

”اسی پر تو مجھے حیرت ہے....!“

”تمہیں اس پر حیرت نہ ہوئی چاہئے۔“

”کیوں....!“ لسی چوک کر بولی۔

”وہ تو انہے بچے دے گا۔ تم کس مرض کی دوا ہوئیں۔“

”بد تیزی نہیں۔“

”خیر.... خیر!“ جیسن خشک لمحے میں بولا۔ ”اب وہ آدمی کہاں اور کس طرح ملے گا۔“

”جو میں نہیں جانتی اس کے بارے میں کیا بتاؤں! ٹھہر اور انتظار کرو.... اور اُدھر گھونٹے پھرنے والوں ہی میں سے کوئی ہو گا۔“

”تو بیٹھی انتظار کرتی رہو.... آہا.... ذرا اُدھر دیکھنا کتنی دلکش لڑکی ہے! اگر کسی طرح اس

سے تعارف حاصل ہو جائے تو میں اپنے باس پر بھی خاک ڈال دوں گا۔“

”تم آخر کس قسم کے جانور ہو۔“ وہ منہ بنا کر بولی ”ایک عورت سے ایسی باتیں کر رہے ہو۔“

”میں تمہیں عورت ہی نہیں سمجھتا۔“

”خاموش رہو....!“

جیسن کا ساری طرف مژتا چلا گیا جدھر وہ لڑکی اپنے ساتھیوں سمیت جا رہی تھی۔ شائد لڑکی نے بھی اُسے اس حالت میں دیکھ لیا تھا۔ اُس کی جانب مڑی اور سر کو جنبش دیکھ آگئے بڑھ گئی۔

”وہ مارا....!“ جیسن اٹھتا ہوا بولا۔ پھر لسی ”ارے ارے“ ہی کرتی رہ گئی تھی اور وہ اُس گردنپ کے پیچے چل پڑا تھا۔ جس میں لڑکی شامل تھی.... گداز جسم والی کوئی یورپین لڑکی تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ بیس بائیس سال رہی ہو گی۔ بال اخوت کی رنگت کے تھے اور شانوں سے یہ پہنچ کیلئے ہوئے تھے۔ لسی بھی اٹھ کر اسکے پیچے چھپی! جیسن لڑکی کے برابر پہنچ چکا تھا!

”ہائے....!“

”ہائے....!“

”تھا ہو....!“ لڑکی نے پوچھا۔

”نہیں ایک بدرجہ میرے پیچے گلی ہوئی نہ ہے۔“

”لڑکی زور سے ہنسی تھی۔ پھر اس نے پوچھا! کیا تمہاری بیوی ہے۔“

”بیوی ہی تو نہیں ہے ورنہ پیچھا چھڑانا آسان ہوتا؟“

”بہت دلیر ہو کہ اس طرح چھوڑ کر میرے پیچے چلے آئے ہو۔“

”لیکن شائد وہ میرے پیچے آرہی ہے۔“

”میں مزر کرنے کیکھوں گی۔ میرے ساتھ چلانا ہے تو اسی طرح چلتے رہو۔“

دفعتا جیسن کا ذہن جھنجھنا اٹھا۔ یہ آواز تو کچھ جانی پہنچانی سی لگ رہی تھی۔ شائد چلنے کا انداز بھی کچھ مانوس ساتھا! اسی لئے شدت سے اُس کی طرف متوجہ ہوا تھا!

”لگ.... کیا ہم پہلے بھی کہیں مل پکے ہیں!“ وہ احمقانہ انداز میں سوال کر بیٹھا۔

”بے تو تمہی بتاؤ.... کیونکہ تم ہی دوڑ کر آئے ہو....!“

استمنے میں لسی بھی جیسن کے برابر پہنچ چکی تھی۔

”یہ تم کدھر جا رہے ہو!“ اُس نے کلکھنے لجھے میں جیسن سے پوچھا۔
 ”جدھر یہ جا رہی ہیں!“
 ”تم ہوش میں ہو یا نہیں!“
 ”کچھ دیر پہلے نہیں تھا۔ اب پوری طرح ہوش میں ہوں!“
 اچانک اُسی گروپ کا ایک بوڑھا آدمی بھی چلتے چلتے رُک گیا اور ان کے قریب پہنچنے پر لاکی سے پوچھا کیا قصہ ہے۔
 ”فونو گرافر....!“ لڑکی نے کہا۔ جیسن کے کانڈھے سے کیمرہ بھی لٹک رہا تھا!
 ”فونو گرافر.... کیوں؟“
 ”جناب عالی۔ کچھ تصویریں بناؤں گا۔ میں کی آنکھیں بڑی پر اسرار ہیں!“
 ”میں نہیں مسز....!“ بوڑھا پیر تیک کر غریباً ”میری بیوی ہے....!“
 لسلی زور سے بُڑی۔
 ”اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے....!“ بوڑھا اُس پر الٹ پڑا۔ اور وہ بوکھلا کر سنجیدہ ہو گئی۔
 وہ وہیں رُک گئے تھے۔ لیتھے لوگ آگے بڑھتے چلتے گئے۔ جیسن مسکی صورت بنا کر بولا۔
 ”میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مسز....!“
 ”ڈونا بونارڈ....!“ بوڑھے نے غصیلے لجھے میں کہا۔
 ”تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مسز ڈونا بونارڈ کی آنکھیں بے حد پر اسرار ہیں۔ بے اختیار جی چاہا کہ ان کے کچھ کلوڑ آپ لئے جائیں۔“
 ”مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے!“ بوڑھا خلک لجھے میں بولا۔ لجھے اور تلفظ کی بناء پر انگریز معلوم ہوتا تھا۔ چہرے پر بڑی دلاؤیزڈاٹی تھی۔ ریم لیس فرمیم کی عینک لگائے ہوئے تھا۔
 ”میں مصنف بھی ہوں!“ جیسن نے کہا ”ان آنکھوں پر ایسا ادب طفیل لکھوں گا کہ لوگ چونک پڑیں گے!“
 ”فضول باتیں نہیں! تصویریں لو اور چلتے پھرتے نظر آو!“
 ”ایسی بھی کیا بد اخلاقی ڈیسیر... مسز بونارڈ نے بوڑھے کا شانہ تھپک کر کہا ”ہم انہیں لفڑ پر مدعا کریں گے!“

”جودل چاہے کرو!“ اُس نے ناخوش گوار لجھے میں کہا۔ ”میں جا رہا ہوں۔ مدعا کرنا ہے تو انہی کے ساتھ چلی آتا۔“
 بوڑھا آگے بڑھ گیا۔ مسز بونارڈ ہیں کھڑی رہی۔ جب وہ کچھ دور چلا گیا تو جیسن کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور بولی ”کبھی بھی بہت بور کرتے ہیں! تم کچھ خیال نہ کرنا۔ ریتا رُڑ فوجی ہیں۔ کر مل تھے....!“
 ”اوہ.... تو کر مل ڈونا بونارڈ یہی ہیں جنہوں نے لیبا کے محاذ پر اطالویوں کے دانت کھٹے کر دیے تھے!“
 ”تمہارا خیال درست ہے۔ تم دونوں ہمارے ہی ساتھ لجھ کرنا۔ ہمارا جھوپڑا یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے!“
 لسلی نے جیسن کی طرف دیکھا لیکن وہ اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بولا ”تمہاری دعوت قبول کی جاتی ہے مسز بونارڈ....!“
 لسلی کی آنکھوں میں شدید ترین لمحن کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ لیکن وہ کچھ بولی نہیں تھی!
 جیسن نے مختلف زاویوں سے تین چار پوز لئے اور بڑے ادب سے مسز بونارڈ کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن مستقل طور پر لمحن میں بھی پڑ گیا تھا کہ آخر سے پہلے کہاں دیکھا تھا۔ البتہ کر مل بونارڈ جیسی کوئی شخصیت یادداشت کی سطح پر نہیں اُبھر سکی تھی۔
 ”کچھ دیر اور ٹھیلیں گے۔ ابھی تو لفڑ میں دیر ہے!“ مسز بونارڈ نے کہا۔
 ”جیسی تمہاری مرضی!“
 ”کر مل بڑے آدمی نہیں ہیں! بس نہ جانے کیوں آج ٹھیک ہی سے اُن کا موڈ ٹھیک نہیں ہے!“ اُس نے کہا۔
 ”فکر نہیں! عمر کا بھی تو کچھ کریٹ دینا ہی پڑتا ہے!“ لسلی چھتے ہوئے لجھے میں بول پڑی۔
 ”عمر کی بات نہ کرو۔ کر مل اب بھی ذہنی اور جسمانی طور پر آجکل کے نوجوانوں سے بہتر ہیں!“ مسز بونارڈ نے کسی ناگواری کے بغیر کہا۔
 ”بیٹک... بیٹک....!“ جیسن سر ہلا کر بولا۔

”میں نے یہ بات یوں نہیں کہہ دی تھی۔ کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔“ لسلی نے کہا۔ اور جیسن اسے گھوڑ کر رہ گیا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ چلتے رہے تھے۔ لسلی اس طرح چاروں طرف دیکھتی جا رہی تھی جیسے کسی کی ملاش میں ہو۔!

”اگر تم بور ہو رہی ہو تو واپس جاسکتی ہو۔“ جیسن نے اس سے کہا۔ ”قطی نہیں.... ساتھ آئے تھے۔ ساتھ ہی واپس جائیں گے۔“ وہ ذہلیے ڈھالے لجھے میں بولی۔

”مجھے تنزانیہ بہت پسند آیا ہے!“ مزبونارڈ نے کہا۔ ”مجھے بھی....!“ جیسن بولا۔

”میں تو شدت سے بور ہو رہی ہوں۔“ لسلی نے کہا۔ ”عجیب طرح کی بدبو میں فضائیں چکراتی رہتی ہیں....!“

”خوبیات کے معاملے میں اقوام کے مراجِ الگ ہوتے ہیں۔!“ جیسن بولا۔ ”اس کی تائید تو میں بھی کروں گی! مجھے تو ساری مسوں کی خوبیوں میں لگتی ہیں۔!“ مزبونارڈ نے کہا۔

”خیال اپنا اپنا.....!“ لسلی نہ اسامنہ بنا کر رہ گئی۔ ”میں نے سنا ہے کہ زنجبار کی فضائیں لوگوں کی خوبیوں بکھری رہتی ہے....!“ وہ دونوں خاموش رہیں۔

ویسے لسلی بہت مضطرب نظر آ رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ اور جیسن کارویہ بالکل ایسا ہی ہو گیا تھا جیسے صرف اسی لئے یہاں آیا ہو۔

”تم لوگ کہاں سے آئے ہو....!“ دفعتاً بونارڈ نے جیسن سے سوال کیا۔ ”لوگ نہیں... صرف میں ہنالو لو سے آیا ہوں... یہ شامد یونائیٹڈ ائیشٹ سے آئی ہیں۔!“ ”شامد....!“ مزبونارڈ نے کہا۔ ”یقین کے ساتھ یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔!“

لسلی نچلا ہونٹ داتوں میں دبا کر رہ گئی! اس نے تو چپ ہی سادھی لی تھی! ”ہاں.... کمیخارو میں ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ میں بھی وہیں مقیم ہوں۔!“

مزبونارڈ نے سکھیوں سے لسلی کی طرف دیکھا۔ وہ دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔ جیسن فرخ میں بڑا بڑا یا.... ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح اس عورت سے چچا چھڑاں۔“

لسلی اس کی طرف متوجہ تک نہ ہوئی۔ البتہ مزبونارڈ نے اسے گھوڑ کر دیکھا تھا۔ ”کیا تم میری بات سمجھ رہی ہو۔!“ جیسن نے فرخ میں کہا۔ ”کیوں نہیں! میں فرخ جانتی ہوں۔!“ مزبونارڈ بولی۔ ”خدا کا شکر ہے۔!“

دفعتہ لسلی نے کہا۔... ”تم شامد فرخ بول رہے ہو! مجھے نہیں آتی۔ لہذا اصولاً تمہیں اختیاط برتنی چاہئے۔!“

”اوہ.... ایسی کوئی بات نہیں۔!“ مزبونارڈ نے جلدی سے کہا۔ ”یہ تو انہوں نے اپنی فرخ دانی کا رعب ڈالا تھا مجھ پر..... لہذا میرا بھی کچھ نہ کچھ بولنا ضروری ہو گیا۔ اب ہم انگلش ہی میں گفتگو کریں گے۔!“

”پہلے کسی طرح اس عورت سے میرا پچھا چھڑاو۔!“ جیسن نے فرخ ہی میں کہا۔ ”نہیں.... براہ مہربانی انگلش ہی میں گفتگو کرو!“ مزبونارڈ کسی قدر تیز لجھے میں بولی۔ ”مجھی تھہاری مرضی۔ انگلش بولتے بولنے تک گیا ہوں۔!“

”پھر وہ ایک جھوپڑے کے سامنے جاد کے۔ جہاں ایک لمباتہ نگاری ڈگر و کھڑا جیسن کو گھوڑے جا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں چھوٹی تھیں اور آدھا چہرہ گھنی ڈاڑھی میں غائب ہو گیا تھا۔ ”کیا کر ٹل اندر ہیں۔!“

”نہیں بادام.... ابھی تشریف نہیں لائے۔!“ ”یہ میرے مہمان ہیں.... لمح ساتھ ہی کریں گے۔!“ ”بہت بہتر بادام.... وہ کسی قدر خم ہوں اور راستہ چھوڑ کر ہٹ گیا۔ یہ تینوں جھوپڑے میں داخل ہوئے۔!

”ایک بفت کے لئے ہم نے یہ جھوپڑا کرائے پر حاصل کیا ہے۔“ مزبونارڈ نے کہا۔ ”کرتل کو کلڑی پر نقاشی سے دل چھپی ہے! خود بھی بڑے اچھے نقاش ہیں۔ یہاں کی روائی نقاشی نے

انہیں بہت متاثر کیا ہے لہذا....!

وہ جملہ پورا نہیں کرپائی تھی کہ وہی نیگر جو باہر ملا تھا اندر داخل ہوا اور بولا "معاف فرمائیے گا مغل ہوا ہوں۔ لیکن یہ بہت ضروری ہے۔" اُس نے ایک لفافہ مزربونارڈ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

مزربونارڈ نے ان سے کسی قدر ہٹ کر لفافہ چاک کیا۔ پرچہ نکالا۔ اور اسے پڑھ لینے کے بعد نیگر کی طرف بڑھادیا۔ اس کا مقصد شائد یہی تھا کہ اگر وہ چاہے تو خود بھی اس پر پہنچ کر دیکھ سکتا ہے۔!

نیگر نے بنظر غائر پر پہنچ کر دیکھا تھا اور تہہ کر کے پتلون کی جیب میں ڈال لیا لیکن ہاتھ جب سے باہر آیا تو اس میں سائیلنسر لگا ہوا پستول تھا۔

"اب بتاؤ کہ تم دونوں کون ہوئے؟" مزربونارڈ نے سخت لہجے میں کہا۔

جیسن نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ لیکن لسلی جوں کی توں کھڑی رہی۔ اُس کا سینہ لوہار کی دھونکنی کی طرح پھولنے لچکنے لگا تھا۔

پھر دفتروںہ زور سے نہیں پڑی تھی اور بولی "اس سے کیا فائدہ؟" تم نے بہر حال ہمیں پیچان لیا۔ مژر جیسن ہاتھ گرا دو۔ یہ اپنے ہی لوگ ہیں۔ انہی سے ملنے ہم یہاں آئے تھے۔"

"اب یہ نئی کواس شروع کر دی تم نے۔" جیسن نے ناخ شکوار لہجے میں کہا۔

"یقین کرو۔... وہی لوگ ہیں۔..."

"کون لوگ ہیں۔..."

"وہی جو ہمیں کام بتائیں گے۔..."

"کہما کام۔... کس کا کام۔... کیا اب کوئی نیا چکر چاؤ گی۔"

"لہذا۔..." مزربونارڈ ہاتھ اٹھا کر بولی۔..." بہت اوپنجی اڑان کی ضرورت نہیں۔ بتاؤ تم کون ہو۔..."

خاطب لسلی کارڈو باہی تھی۔ جیسن نہیں تھا۔ اور اب اس نے ہاتھ بھی گرا دیئے تھے اور

نیگر کے پستول کا رخ صرف لسلی کارڈو باکی طرف تھا۔

"لک۔... کیا مطلب۔..." وہ ہٹلا کر رہ گئی۔

مزربونارڈ نے کہا "تم دیکھی ہی رہی ہو کہ پستول میں سائیلنسر لگا ہوا ہے کسی کو کانوں کاں خبر نہ ہوگی اور تم یہیں دفن کر دی جاؤ گی، جھونپڑے کا فرش کچا ہے۔"

"پپ۔... پہ نہیں۔... تم۔..."

"ہاں ہاں، پہ نہیں میں کیا کہہ رہی ہوں۔" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔ "کیا تم لسلی کارڈو باہوں؟" وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی۔

"لسلی کارڈو باکہاں ہے۔..."؟

"مم۔... میں لسلی کارڈو باہوں۔..."!

"اپنے کاغذات دکھاؤ۔..."؟

"وہ۔... وہ چوری ہو گئے۔... اس کا ساتھی جانتا ہے۔..."!

"اس کا ساتھی تو غائب ہو چکا ہے۔ وہ کس طرح شہادت دے سکے گا۔"

"میں کچھ نہیں جانتی! آخر تم لوگ ہو کون۔..." وہ کسی قدر دلیر بننے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔" اور کس اتحاقاں کی بناء پر میرے کاغذات طلب کر رہے ہو۔"

"اس اتحاقاں کی بناء پر۔..." نیگر و پستول کو جنبش دے کر بولا "اگر کچھ بات نہیں بتاؤ گی تو کتنا کی موت ماری جاؤ گی۔"

"اوہ خدا یا۔... میں شائد پاگلوں کے ہمچھے چڑھ گئی ہوں۔!" وہ پیشانی پر ہاتھ مار کر بولی۔!

"یوں قوف عورت۔..." مزربونارڈ جیسن کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی "اس کے ساتھی کی گرفتاری کے بعد سے تم بالکل تباہہ گئی ہو۔"

"کیا مطلب۔..."؟

"اب تمہیں ان کی شکلیں نہیں دکھائی دیں گی۔ اگر ایسا نہیں ہے تو ابھی تک کسی نے تمہاری خریکوں نہیں لی۔"

"میں نویارک سے آئی ہوں۔ مجھے ان دونوں سے ملنے کو کہا گیا تھا! یہاں کسی کو بھی نہیں جانتی۔..."

"خیر۔... خیر۔... جس طرح وہ غائب ہوا ہے اُسی طرح اب تمہارا سراغ بھی کسی کو نہ مل سکے گا۔"

پھر اس نے جیسن سے کہا "تم اسکے ہاتھ پشت پر لے جا کر باندھ دو۔ رسی وہ اور هر کھلی ہے۔" لسلی نے بے بُسی سے جیسن کی طرف دیکھا اور جیسن نے ہنس کر کہا "بہتر یہی ہے کہ اصل بات بتا دو جان فیک جائے گی۔!"

"میں کچھ نہیں جانتی۔!"

"یہ حقیقت ہے کہ اگر تم نے ہاتھ بند ہوا تے وقت شور مچایا تو گولی مار دوں گا۔" نیگرو نے دھمکی دی۔

لسلی نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے چہرے پر زردی چھا گئی تھی۔ جیسن بغیر کسی دشواری کے اُس کے ہاتھ باندھ رہا تھا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر ٹیپ بھی چپکا دیا گیا کہ کسی مرحلے پر چیخ نہ سکے۔

"اب تم اپنی کہانی شروع سے دہراو۔ ممزبونارڈ نے جیسن سے کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ تم لوگوں کے بارے میں پوری طرح اطمینان کر لینے سے قبل میری زبان نہیں کھل سکے گی۔"

ممزبونارڈ نے دیساہی کارڈ اپنے پرس سے نکال کر جیسن کی طرف بڑھا دیا۔ جیسا وہ مسوہ کے پاس دیکھ چکا تھا۔

پھر اس نے اپنی کہانی شروع کر دی تھی۔ ظفر الملک کو ہوٹل سے نکال لے جانے کا طریقہ بھی بتایا۔

"اوہ.... تو اسی لئے ہم دھوکا کھا گئے۔ ٹرالی لانڈری میں چل گئی ہوگی اور پھر دہاں سے ہے کہیں اور منتقل کر دیا گیا ہو گا۔" ممزبونارڈ بولی۔

"اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔!" جیسن نے سوال کیا۔

"واپس جاؤ۔ لیکن اس عورت کے بارے میں تمہارا بیان اس سے مختلف ہو گا جو کچھ یہاں ہوا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"کسی کو بھی اصل بات نہ بتانا خواہ دہا اسی قسم کا کارڈ کیوں نہ رکھتا ہو۔!"

"پھر کیا کہوں۔!"

75
اس سے بہتر بیان اور کوئی نہ ہو گا کہ لسلی تمہیں مسانی و بیچ میں تنہا چھوڑ کر پتا نہیں کہاں
غائب ہو گئی۔!

"تو میں موسم کو بھی اصل واقعہ نہ بتاؤں۔!"

"فی الحال مصلحتی یہی کرتا...!"

"تو پھر میں جاؤں۔!"

"یہیں بہتر ہو گا۔ لیکن کہیں اور کر لینا۔!"

"اچھا۔ اگر میں بھی اسی طرح غائب ہو گیا تو پھر کہاں پایا جاؤں گا۔!"

"اس کی فکر نہ کرو۔ اب ہم پوری طرح جاگ رہے ہیں! لیکن تم اپنے ساتھی کی تلاش بدستور جاری رکھنا اور موسم سے پہلے تشویش گفتگو کرتے رہنا۔!"

"میں سمجھ گیا۔... لیکن کیا کر ٹل سے ملے بغیر رخصت ہو جاؤں۔؟"

"ہاں.... میں نہیں چاہتی کہ ان کی موجودگی میں کوئی جوان آدمی میرے قریب آئے۔!"
وہ مسکرا کر بولی۔

"جھپٹ جھپٹ کر ملتے رہنے میں کیا حرج ہے۔!"

"کیا میں اتنی ہی پسند آئی ہوں۔!"

"میرا خیال یہی ہے۔!"

"جاوہ لکلو۔!" نیگرو پہر پستول نکالتا ہوا غریباً۔

"ضرور۔ ضرور۔ لیکن تصویریں۔....!"

"میں اس کیسرے کی حقیقت سے بخوبی واقف ہوں۔ وقت ضائع نہ کرو چلے جاؤ۔"

پھر اس نے فریخ میں کہا۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ عورت ان لوگوں کی نشاندہی نہ کر سکے گی جن کے لئے کام کرتی رہی ہے۔ لیکن ہم انہیں تشویش میں بتلا کرنا چاہتے ہیں۔"

جیسن سر ہلاتا ہوا چپ چاپ جھونپڑے سے باہر آگیا تھا۔



ظفر کو ہوش آیا تو وہ ایک چیل میدان میں پڑا ہوا تھا۔ اور استوائی دھوپ اُسے پکھلانے سے رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک تو سمجھ ہی نہ سکا کہ اُس پر کیا گذری ہے۔ پھر کراہتا ہوا انھوں بیٹھا۔

چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن دیرانے کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آیا۔

پچھلی رات کے واقعات ایک ایک کر کے یاد آنے لگے۔ لیکن اب جائے کہ ہر اس نے سوچا۔ پتا نہیں دارالسلام سے کتنے فاصلے پر آپڑا ہے۔ اگر آس پاس کوئی دوسرا آدمی نہ ملا تو شام کی دیرانے میں سک سک کر مر جانا پڑے۔ پھر بھی اس نے ہمت نہ ہاری۔ اٹھ کر ایک طرف چلنے لگا۔ دراصل اس جانب سے اسے کسی گاڑی کے تاروں کے نشانات دکھائی دیے تھے۔ لیکن ان نشانات کی ابتداء اسی جگہ سے نہیں ہوئی تھی جہاں اس نے خود کو پڑا لیا تھا۔ بلکہ وہ مخالف سمت سے آئے تھے۔ اور اس کے قریب سے گزرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے تھے۔

چلتے چلتے وہ ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں سے اچانک ڈھلان شروع ہو گئی تھی اور ڈھلان بھی کسی کہ اگر ذرا سی بھی لغوش ہو جائے تو سنبھال کارے داروں... گہرائی میں ایک چھوٹی سی سربراہ دادی نظر آرہی تھی۔ جہاں ہر طرف جھونپڑے بکھرے ہوئے تھے۔

وہ سنبھل سنبھل کر ڈھلان میں اترنے لگا۔ اچانک باہمیں جانب سے ایک گردبار آواز آئی۔ ”ٹھہر و.... کون ہے....؟“

انداز ایسا ہی تھا جیسے مٹری کے مسلک پہرے داروں کا ہوتا ہے۔ اس نے جلدی سے دونوں ہاتھ اوپر اٹھادیے اور جہاں تھا وہیں رک گیا۔

وزنی قد مون کی چاپ سنائی دی تھی اور ایک مسلک بادردی آدمی سامنے آکھڑا ہوا تھا۔ رائفل اسی طرح تان رکھی تھی جیسے ذرا سا بھی غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا گیا تو فوراً گولی مار دے گا۔۔۔ تاک لفڑی اور گنگت کے اعتبار سے مشرق بعید کا باشندہ معلوم ہوتا تھا۔

”تم کون ہو....؟“ اس نے سوال کیا اور کیا سمجھتے ہو کہ کہاں جا رہے ہو۔“ ”بھائی انہوں نے مجھے لوٹا۔۔۔ مارا پیٹا۔۔۔ اُوھر۔۔۔ اُوپ۔۔۔ پھیک کر چلے گئے۔۔۔ میں بیہوش ہو گیا تھا۔“

”تو اُھر کہاں جا رہے ہو۔“ ”میں نہیں جانتا کہ کہاں ہوں۔۔۔ یہاں کا باشندہ بھی نہیں ہوں۔۔۔ سیاحت کی غرض سے آیا تھا۔“

”اچھا چلو۔۔۔!“ اس نے رائفل کی جنگش سے جھونپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔

ظفرالملک اسی طرح ہاتھ اٹھائے ہوئے پھر نشیب میں اترنے لگا۔ یہاں اترائی خطرناک

نہیں تھی۔ بہ آسانی چل سکتا تھا۔!

بالآخر وہ اسے ایک جھونپڑے میں لایا تھا۔ جہاں اُسی جیسا ایک آدمی ایک نیبل کے قریب بیٹھا کچھ لکھتا ہوا نظر آیا۔

اس نے سر اٹھا کر تیز نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔ مسلک آدمی نے ایڑیاں بجا میں اور بولا ”جناب عالی۔۔۔ یہ ڈھلان سے اتر رہا تھا۔ اور کوئی تشکی بخش جواب نہیں دے سکا۔۔۔!“

یہ جملہ اس نے فرنج میں ادا کیا تھا! ظفرالملک ایسا بن گیا جیسے اس کے پلے کچھ پڑا ہی نہ ہو۔! ”تم کون ہو۔۔۔ اور یہاں کیا کر رہے ہو۔۔۔!“ دوسرے آدمی نے اس سے انگلش میں سوال کیا۔ اور ظفر نے وہی کچھ کہنا شروع کیا جو پہرے دار سے کہہ چکا تھا۔

”یہ واقعہ کہاں پیش آیا تھا!“ اس نے سوال کیا۔

”دارالسلام میں۔۔۔!“

”ہوش میں ہوا یا نہیں۔ تم دارالسلام سے سینکڑوں میل دور سیر نکلیں نیشنل پارک کے قریب ہو۔!“

”میں کچھ بھی نہیں جانتا۔!“

”انہوں نے تمہیں دارالسلام میں لوٹا اور اتنی دور چھوڑ گئے۔!“

”یقین کجھے جتاب۔۔۔! میں نہیں جانتا کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔؟“

”اپنے کاغذات دکھاؤ۔۔۔!“

”پورا ہینڈ بیگ ہی چھین لے گے۔ اُسی میں کاغذات بھی تھے اور ساری رقم بھی۔!“

”اگر بات۔۔۔!“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”دارالسلام میں میرے بیان کی تقدیم ہو سکے گی۔ ویزا فارم پر تصویر بھی ہوتی ہے۔ وہ کاغذات وہیں جمع کر اچکا ہوں۔ میرے بیان کی صداقت کیلئے کافی ہوں گے۔!“

”اچھی بات ہے۔ جب تک تمہارے بیان کی تقدیم نہیں ہو جاتی تم حرast میں رہو گے۔!“

”مجھے منظور ہے جتاب۔۔۔!“

”نیک اُسی وقت ایک بڑی دل کش سفید فام عورت جھونپڑے میں داخل ہوئی اور ظفرالملک

پا۔ ایک اچھتی سی نظر ذاتی ہوئی قریب ہی کی دوسری میز کے سامنے جا بیٹھی۔ اس کے بعد اس نے

پھر بہ نظر غائر ظفر الملک کی طرف دیکھا اور چوک پڑی تھی۔!

”یہ کون ہے...؟“ اُس نے باور دی آدمی سے فرنج میں پوچھا۔

وہ اُس کے بارے میں بتانے لگا۔

”نام کیا ہے...؟“ عورت نے پوچھا۔

”اُبھی نہیں پوچھا۔!“

”تمہارا نام کیا ہے۔؟“ عورت نے براہ راست ظفر الملک سے انگلش میں سوال کیا۔

”ظفر الملک۔!“

”خدا کی پناہ...!“ عورت بے اختیار ان انداز میں اٹھتی ہوئی بولی ”تو میرا خیال ناط نہیں

تھا۔ یعنی پرنس زوفر... تم یہی تو کہلاتے تھے آسکفورد میں... اور تمہارا سکریٹری... وہ رپچھ

تھا۔ کیا نام تھا اُس کا؟۔“

”جیسں....!“

”جیسں.... جیسں....!“ وہ سر ہلا کر بولی۔ اور باور دی آدمی سے کہا۔ ”اٹھ کر کری

پیش کرو۔!“

وہ تھیز ان انداز میں کبھی ظفر الملک کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی عورت کی طرف!

”شکر یہ...!“ ظفر کے لمحے میں بھی حرمت تھی۔ وہ پیش کی جانبیوالی کرسی پر بینچ گیا۔

”تم شاکد مجھے نہ پہچانتے ہو...؟“

”مجھے افسوس ہے...!“

”در اصل میں الگ تھلگ زندگی گذانے کی عادی تھی لیکن تم تو مشہور لوگوں میں سے تھے

منڈولین اب بھی بجاتے ہو۔“

”کبھی کبھی۔!“

”لیکن مجھے حرمت ہے کہ تمہیں لونٹے والے اتنی دور لا کر کیوں ڈال گئے۔ ظاہر ہے کہ تم

اس طویل عرصے تک بیہوش ہی رہے ہو گے۔!“

”ظاہر ہے...!“

”تزانیہ کی طرف کیسے آنکھے۔!“

”بس یو نہی تفریح ہے۔!“ ظفر نے مسکرا کر کہا ”اب اپنا نام بھی بتا دو...؟“

”پورشا سٹکلٹن... میں یہاں پر ڈیکٹ ڈائریکٹر کی حیثیت سے کام کر رہی ہوں۔ ایک

زرعی پر ڈیکٹ ہے۔!“

”فوج کی مگر انی میں۔!“

”اوہ نہیں... یہ لوگ فوجی نہیں ہیں۔ انتظامی عملہ ہے۔ باور دی اور مسلسل اس لئے رہتے ہیں کہ بعض قبائل اس پر ڈیکٹ کی مخالفت کر رہے ہیں۔!“

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اُس نے باور دی آدمی سے کہا ”ایک ہٹ ان کے لئے خالی کرا دو۔ دو چار دن یہ میرے مہمان رہیں گے۔!“

”بہت بہتر...!“ کہتا ہوا وہ اٹھا تھا اور جھوپڑے سے باہر نکل گیا تھا۔

”اگر شکار کھلنا چاہو گے تو اس کا بھی انتظام کر دیا جائے گا۔“ پورشا نے ظفر سے کہا۔

”نی الممال تو آرام کروں گا...؟!“

”مگر... واقعی بڑی عجیب بات ہے! وہ لوگ تمہیں اتنی دور کیوں پھیک گئے؟“

”میں بھی اس بچھن میں ہوں۔ انہوں نے مجھ سے مجھ سے میرا وہ ہینڈ بیگ چھین لیا جس میں میرے کاغذات بھی تھے اور کرنی بھی۔!“

”کرنی کی فکر نہ کرو۔!“ وہ مسکرا کر بولی ”البتہ کاغذات سے متعلق تم ہی کچھ کر سکو گے۔!“ ظفر کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد اُس کو اسی جھوپڑے میں بچھو دیا گیا جہاں آرام کرنا تھا۔ اب وہ اس عورت کے علاوہ اور سب کچھ بھول گیا تھا۔ نہ اپنی موجودہ حالت کا احساس رہ گیا تھا اور نہ اسی کی فکر تھی کہ آئندہ کیا ہو گا۔

آدھے گھنٹے بعد ایک سیاہ فام عورت اُس کیلئے کھانا لائی تھی۔ اور اُسے سخت تاؤ آیا تھا کہ تھا کھانا پڑے گا۔ وہ تو سمجھا تھا کہ پورشا کم از کم کھانا تو اُسی کے ساتھ کھائے گی۔

سیاہ فام عورت سرو کرنے کیلئے کھانے کے اختتام تک وہی نہ سبھری رہی تھی اس کے پڑے جانے کے بعد وہ بستر پر آبیٹھا۔ پیٹ بھر جانے کے بعد چانک نیند کا غلبہ ہوا تھا... اتنا شدید کہ وہ پیٹھے پیٹھے ایک دم بائیں جانب لڑھک گیا۔

تھوڑی دیر بعد دو سیاہ فام آدمی ایک اسٹرپچر لئے ہوئے جھوپڑے میں داخل ہوئے۔

”تم تزانیہ کیوں آئے ہو۔!“
 ”میرے جیف نے بھیجا ہے۔!“
 ”چیف کون ہے۔!“
 ”ایکس ٹو۔!“
 ”یہ تو اس کا کوڈ نام ہوا۔۔۔ اصل نام بتاؤ۔!“
 ”کوئی بھی نہیں جانتا۔“
 ”اچھا۔۔۔ حلیہ بتاؤ۔!“
 ”اے آج تک کسی نے دیکھا ہی نہیں۔۔۔ حلیہ کیا بتاؤں گا۔!“
 پورشیا نے لیپ بجھا دیا۔ ظفر الملک اب بھی سورہا تھا۔ پورشیا نے اس کی آستینیں شانوں تک سر کاویں۔ ایک مشین سے دو تار الگ کئے اور ان کے سروں کو اس کے بازوؤں سے لگا کر رہا تھا۔ ایک مشین سے لپیٹ دیا۔ پھر لیپ بھی روشن کیا تھا۔ اور ساتھ ہی مشین کا ایک اسکرین بھی روشن ہو گیا تھا۔ اسکرین کے وسط میں ایک چھوٹا سا سیاہ نکتہ تھرک رہا تھا۔
 ”ظفر الملک! کیا تم میری آواز سن رہے ہو۔!“ اس نے اوپری آواز میں پوچھا۔
 ”ہاں سن رہا ہوں۔ ظفر نے جواب دیا۔“
 اس نے اسکرین کی طرف دیکھا سیاہ نکتہ تیزی سے گردش کرنے لگا تھا۔
 ”ایکس ٹو کا حلیہ بتاؤ۔!“
 ”اے آج تک کسی نے دیکھا ہی نہیں۔!“
 اس نے پھر اسکرین پر نظر ڈالی۔ سیاہ نکتہ اسی طرح گردش کرنے لگا تھا۔
 ”عمران کہاں ہے۔?“
 ”میں نہیں جانتا۔۔۔ ایک ماہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔!“
 ”تم یہاں کیوں آئے تھے۔?“
 ”ایک عورت سے ملنا تھا۔“
 ”کیوں ملنا تھا۔?“
 ”یہ نہیں بتایا گیا تھا۔ اس عورت ہی سے معلوم ہوتا کہ ہمیں یہاں کیا کرنا ہے۔!“

اسٹر پچر فرش پر رکھ دیا۔ ظفر کو بستر سے اٹھا کر اسٹر پچر پر ڈالا اور اٹھا کر ایک طرف چل دیئے۔ لیکن ظفر الملک کی نیند کا سلسلہ کسی طرح نہ ٹوانا۔
 وہ ایک چھوٹی سی جدید طرز کی عمارت کے کپاٹن میں داخل ہوئے اور صدر دروازے سے گذرتے ہوئے ایک ایسے بڑے کمرے میں جا پہنچ جو اپنے سازو سامان کی بناء پر کسی ہبھتاں کا آپریشن تھیز معلوم ہوتا تھا۔ ظفر الملک کو اسٹر پچر سے ایک بڑی میز پر منتقل کر دیا گیا۔ اس کی نیند اب بھی برقرار تھی۔
 وہ دونوں کمرے سے نکل گئے۔۔۔ اور کچھ دیر بعد پورشیا کمرے میں داخل ہوئی اس نے ظفر کو دیکھ کر ظفر کو خفیف سی جنبش دی اور میز کے قریب آکھڑی ہوئی۔ چہرے کی طرف ہاتھ بڑھا کر اس کی پلکیں اٹھی تھیں۔ اور پتلیوں کو دیکھتی رہی تھی۔
 میز کے اوپر ایک بڑے بلب والا لیپ نصب تھا۔ وہ اسے کھسکاتی ہوئی میں اس کے چہرے پر لائی۔ اور اتنا اوپر اٹھایا کہ چہرے سے اس کا فاصلہ تین فٹ سے زیادہ نہ رہا۔ پھر ایک سوچ آن کرتے ہی لیپ روشن ہو گیا تھا۔ تیز قسم کی روشنی جیسے ہی اسکے چہرے پر پڑی جسم کو جھکا سا لگا۔ اور پکلوں کے نیچے آنکھیں گردش کرنے لگیں اب اس نے ہاتھوں اور پیروں کو بھی جنبش دینی شروع کر دی تھی۔ لیکن اسے عام بیداری نہیں کہا جا سکتا تھا۔ دفعتاً پورشیا اوپری آواز میں بولی ”ظفر الملک! کیا تم مجھے آواز سے پہچان سکتے ہو۔!“
 اس کے ہونوں میں جنبش ہوئی اور ایک طویل ”ہاں“ نکل کر رہ گئی۔
 ”میں کون ہوں۔!“
 ”تم پورشیا ہو۔۔۔!“ بے خبر سوئے ہوئے ظفر الملک نے جواب دیا۔
 ”کیا تمہیں مجھ سے مل کر خوش ہوئی ہے۔!“
 ”مل کر خوش تو ہوئی تھی۔ لیکن تمہارے رویے سے مايوسی بھی ہوئی ہے۔!
 ”کس رویے سے۔....!“
 ”میں سمجھا تھا کہ ہم دونوں کھانے کی میز پر ساتھ ہوں گے۔!
 ”میں مصروف تھی۔ اب شکافت کا موقع نہیں ملے گا! اب تو خوش ہو۔!
 ”بہت زیادہ۔....!“

”تو اس عورت سے کیا معلوم ہوا....!“
”وہ فراز نکلی.... اُسی کے ساتھیوں نے مجھے بیہوش کر کے یہاں لاڈا لاہے۔!“

”فرزاد سے کیا مراد ہے؟“

”اگر وہ وہی عورت ہوتی جس سے ہمیں ملنا تھا تو میں یہاں کیوں پایا جاتا....!“

”اب تم کیا کرو گے!“

”وابس جانے کی کوشش کروں گا.... یا پھر اپنے چیف کو حالات سے مطلع کر کے دوسرے احکامات کا منتظر رہوں گا!“



سوما جیرت سے آنکھیں چھڑائے جیمسن کو دیکھے جا رہا تھا.... اور جیمسن نہ اسامنہ بنائے کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔

”مجھے میں نہیں آتا کہ آخری سب کیا ہو رہا ہے....!“ سوما نے ٹھوڑی دیر بعد کہا۔

”میں تو سمجھا تھا کہ تمہارے آدمی ہم دونوں پر نظر رکھیں گے۔“ جیمسن اس کی طرف مڑ کر بولا۔

”سنوجہائی جیمسن.... میں صرف احکامات دے سکتا ہوں.... خود ہر ایک کے پیچھے نہیں دوڑ سکتا! بہر حال ان سے جواب طلب کروں گا۔ اور پھر ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے اس عورت کے بارے میں روپورث دیں۔ جب وہ تم سے الگ ہوئی ہوگی تو اس کا تعاقب ضرور کیا گیا ہو گا!“

”لکن آدمی نگرانی کر رہے تھے!“

”یہ میں نہیں بتا سکتا۔ میرے ماتحت نے ڈیوٹیاں لکائی ہوں گی....!“

”تم خود کچھ نہیں کرتے مسٹر سوما....!“

”مائی ڈیر مسٹر جیمسن! تم مجھے کیا سمجھتے ہو....! میں اپنے ٹھکے کے سر برآ کا ذپی ہوں۔“

”اوہ....!“ جیمسن ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔ پھر بولا ”اس کے باوجود بھی تم نہیں جانتے کہ تم سب کیا کرتے پھر رہے ہیں!“

”میں اپنے کام سے کام رکھتا ہوں۔ جتنا کہا جائے اس سے ایک انجن ادھرنہ اور ہر...!“

”ذمہ داریوں کو محدود کرنے کا بہترین طریقہ.... واقعی بہت ذہین ہو....!“

”اور اب مجھے فکر ہے کہ تمہارے لئے کیا کروں....!“

”کیا میرے لئے فکر کرنے کا حکم ملا ہے....!“

سوما نے دانت نکال دیئے۔ کچھ دیر ہنستار ہاپھر بولا ”تم بہت اچھی گفتگو کر لیتے ہو۔ اسی لئے تمہاری طرف دل کھینچتا ہے۔!“

جیمسن اب کچھ اور ہی سوچ رہا تھا.... کہیں یہ سوما فراڈ تو نہیں ہے۔ اس لکنے پر پہلے بھی سوچ چاکھا۔ لیکن اب حالات مختلف تھے۔ ظفر غائب ہو چکا تھا۔ اور جس طرح غائب ہوا تھا اس کا انہار خود لسلی ہی کر چکی تھی۔ اس کے باوجود بھی سوما اسکے بارے میں اتنی لائقی سے باتیں کر رہا ہے۔ حالانکہ اس واقعے کے بعد لسلی پر کڑی نظر رکھنے کی ضرورت تھی!۔

فون کی گھنٹی بیکی.... اور سوما نے ریسیور اٹھایا۔ ٹھوڑی دیر تک کچھ سنتار ہاپھر ریسیور کریڈل پر رکھ کر ایک زور دار قہقهہ لگایا۔

”خیریت!“ جیمسن آنکھیں چھڑا کر بولا۔

”وہ کہہ رہا تھا کہ تم دونوں ہی اُسے جل دے کر کسی طرف غائب ہو گے!“ سوما نے اپنی ہنی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”وہ خود کسی افسونی کی صحبت میں جا بیٹھا ہو گا۔“ جیمسن نے شانے سکوڑ کر کہا۔

”بہر حال یہ تجربہ ہوا کہ میرے ماتحت سنجیدگی سے اپنے فرائض ادا نہیں کر رہے۔!“ جیمسن کچھ نہ بولا۔ سوما کہتا رہا۔ ”یہ اچھی بات نہیں ہے۔ کم از کم تین آدمی نگرانی پر لگانے چاہئے تھے۔ یہ شانکہ ایک ہی تھا اور کہیں کچھ کھانے بیٹھ گیا ہو گا۔ اور تم دونوں اُس پوائنٹ سے ہٹ گئے ہو گے جہاں تمہیں چھوڑ کر وہ کہیں گیا ہو گا۔!“

”ختم کرو مسٹر سوما! ہمارے یہاں کے زیر تربیت لوگ بھی اتنے بھولے بھالے نہیں ہوتے۔!“

سوما اُسے ٹھوٹے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”بات دراصل یہ ہے مسٹر جیمسن....

ہمیں معاملات کی نوعیت سے پوری طرح آگاہ نہیں رکھا جاتا کہ اسکی اہمیت کا احساس ہو۔!“

”میں نے کہا تھا ختم کرو....! اس چکر کو.... اب کچھ تفریخی باتیں ہو جائیں.... آج رات کہاں گزارو گے....!“

”گھر پر....!“ وہ چھرے پر زلزلے کے آثار بیدا کر کے بولا۔ میرا چھوٹا بچہ بیمار ہو گیا ہے۔

ماں سے زیادہ مجھ سے مانوس ہے....!"

"کل کتنے بچے ہیں....!"

"چاروں سے صرف تین عدد....!"

"مایوس کن.... ہماری طرف تو ایک ہی سے گھر بھر جاتا ہے.... خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔

یہ بتاؤ کہ اس صورت میں میرا کیا ہو گا!"

"تم کلیخوار ہی واپس چلے جانا.... میرے آدمی نگرانی کریں گے....!"

"اور صح کو تمہیں روپورٹ ملے گی کہ مجھے کوئی پری اٹھا لے گئی....!"

"اوہ.... نہیں اب ایسا نہیں ہو گا....!" وہ جھپنچی ہوئی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "لیکن ٹھہرو۔

اپنے کمرے میں مت جاتا.... میرا خطا لے جاتا۔ سپر واٹر تمہیں میرے کمرے کی کنجی دلادے گا.... وہیں قیام کرتا....!"

"اچھی بات ہے....!" جیمسن کچھ سوچتا ہوا بولا تھا۔

اور پھر شام کو وہ کلیخوار کی طرف روانہ ہو گیا۔ مسوائے.... ایک بند لفاذ اُس کے حوالے کیا تھا۔ اور ہدایت کی تھی کہ سپر واٹر کے علاوہ اور کسی کونہ دے جیمسن نے راستے میں ایک ریستوران کے قریب نیکی رکوانی۔ کرایہ ادا کیا اور اندر چلا گیا۔ ایک میر منتخب کی۔ بیٹھا ہی تھا کہ ویٹر پر مسلط ہو گیا۔

"پہلے مجھے باتحہ روم کا راستہ بتاؤ.... پھر آڑر پلیس کروں گا۔!" جیمسن نے اُس سے کہا۔

"بہت بہتر جناب.... میرے ساتھ آئے....!"

باتحہ روم میں پہنچ کر اُس نے دروازہ بند کیا اور جیب سے لفافہ نکال کر اُسے کھول لینے کی کوشش کرنے لگا۔ زیادہ دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ وہ اسی طرح کھلا تھا کہ دوسری بار بند کے جانے پر اُس کی بیت نہ بگزتی۔

اور پھر وہ متبرہ گیا۔ کیونکہ لفافے سے برآمد ہونے والا پچ بالکل سادہ تھا۔ اُس پر ایک لفظ بھی نہیں لکھا گیا تھا۔

جیمسن کی پیشانی پر سلوٹس اُنہر آئیں۔ اس کا مطلب اتوکیا یہ مسوائیجی؟.... یہ سادہ پچھے کسی قسم کا اشارہ ہی ہو سکتا تھا۔ لیکن محض اسی سادہ پچھے کے حصول کی بناء پر سپر واٹر اُسے مسوأ

کے کمرے کی کنجی دینے والا تھا۔ تو گویا آج رات اُسے بھی لاٹھری کی ٹرائی فیصلہ ہونے والی تھی۔ اُس نے سر ہلا کر دل میں کہا۔ اچھا بیٹھے مسوا! تمہیں بھی دیکھوں گا۔ پتا نہیں تم نے ایکس ٹوکارڈ کہاں سے حاصل کیا ہے۔ اُس نے لفافے کو جیب میں رکھا اور ہاں میں واپس آ کر وہی میز سنپال لی جو پہلے سے منتخب کر چکا تھا۔

ویژہ اس کا آڑر لے گیا اور وہ سوچتا رہا۔ کیا اس وقت مسوائے آدمی اُس کی گنگانی کر رہے ہوں گے۔ دفتار وہ چونکہ پڑا۔۔۔ باہمیں جانب تھوڑے ہی فاصلے پر کرنل یونارڈ کا نیگر و ملازم بیٹھا نظر آیا تھا۔ دونوں کی نظریں ملیں اور نیکر و دوسری جانب دیکھنے لگا۔ لیکن جیمسن نے اُس کی آنکھوں میں شناسائی کا اعتراف پڑھ لیا تھا۔

دونوں اپنی اپنی میزوں پر کھاتے پیتے رہے اور پھر دونوں نے اپنی اپنی میزوں کے ویژہ کو ساتھ ہی طلب کیا تھا۔

"میل لاو....!" جیمسن نے ویژہ سے کہا۔

قریب قریب ساتھ ہی دونوں نے ادا ٹکنیکیاں کی تھیں اور آگے پیچھے باہر نکلے تھے۔ دفتار نیگر وہ سر گھما کر اُسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور قریب ہی کی ایک پتلی سی گلی میں داخل ہو گیا۔ اور پہلی بار جیمسن نے یہاں کی پتلی پتلی گلیاں دیکھیں۔ اسے اپنے ملک کے بعض شہروں کی گلیاں یاد آئیں۔ لیکن دارالسلام کی گلیوں میں گندگی نام کو بھی نہیں تھی۔

انہی گلیوں میں جیمسن کو اندازہ لگانے کا موقع ملا تھا اس کا تعاقب نہیں کیا گیا!

دفعنا نیگر و ایک جگہ رک گیا اور مکان کے کھلے ہوئے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا "اندر چلو....!"

جیمسن نے خاموشی سے اس کے مشورے پر عمل کیا تھا۔۔۔ دروازے سے گذر کر ایک لمبی اور نیم تاریک راہداری سے سابقہ پڑا۔۔۔ لیکن ابھی چند ہی قدم چلا تھا کہ اچانک کئی آدمی اُس پر ٹوٹ پڑے۔ وہ تو مطمئن تھا کہ شاہزادی ہی لوگوں میں پہنچ گیا ہے جو حقیقتاً اسکے کارندے ہیں۔ لیکن یہ کیا ہوا۔ ہاتھ پیر ہلانے کی بھی مہلت نہیں ملی تھی اور باندھ لیا گیا تھا۔

پھر وہ اُسے ایک کمرے میں لے گئے تھے اور کرسی پر بٹھا کر اس طرح جکڑ دیا کہ جنتش کرنا بھی محل ہو گیا۔

”میں بر انہیں مانتا کیونکہ اپنے مالک کے حکم سے تمہارے ساتھ یہ ناز بیا بر تاؤ کرنا پڑا ہے؟“
 ”آخر کیوں...!“ میں نے تو تم لوگوں کو دوست کجھا تھا...!“
 ”اب بھی دوست ہی سمجھو گے۔ اگر غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہو تو اب میں تمہیں کھول دوں۔!“
 جیسکی کچھ نہ بولا۔ بدستور چاہز کھانے والے انداز میں دیکھتا ہے۔
 دفتر اہمی سے قد موس کی چاپ سنائی دی اور کرمل ڈوٹا بونارڈ کرے میں داخل ہوا۔
 ”ٹھیک ہے!“ اُس نے جیسکی پر نظر ڈال کر کہا۔
 ”کیا ٹھیک ہے؟“ جیسکی غرایا۔
 ”ضروری نہیں کہ ہربات تمہیں بھی بتائی جائے۔!“
 ”میں اپنی ڈاڑھی کی بات کر رہا ہوں...!“
 ”غیر ضروری تھی...!“
 ”اپنی ڈاڑھی کے بارے میں کیا خیال ہے...!“
 ”ضروری ہے...!“ اُس نے خشک لبجھ میں جواب دیا۔ اور نیگرو سے بولا ”اسے آدمی ہنا کر میرے کمرے میں لاو۔!“
 وہ چلا گیا۔ اور نیگرو وہیں کھڑا پر تشویش نظروں سے جیسکی کو دیکھتا ہے۔ اور جیسکی تو سمجھتی میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔
 ”اگر تم مرنے مارنے پر آمادہ ہونے کا وعدہ کرو تو میں تمہیں کھول دوں۔!“
 نیگرو نے تھوڑی دیر بعد اُس سے پوچھا۔
 ”او خدا کے بندے کھول بھی! میں تیرے کرمل سے دودو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔!“
 ”پھر کہہ دوں کہ میں بالکل بے قصور ہوں...!“
 ”ہاں... ہاں... میں سمجھتا ہوں...!“
 ”ٹھکری ہے...!“ نیگرو مسکرا کر بولا۔ اور رسمی کی گریں کھولنے لگا۔ جیسکی نے گرسی سے اٹھ کر نہ تفرانداز میں انگرائی لی اور اپنے چکنے گالوں پر ہاتھ پھیرتا رہا۔!
 ”اب تمہیں کرمل کے کمرے میں چلانے ہے...!“ نیگرو نے کہا۔
 ”چلو...!“ جیسکی بالکل ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا ہو سکتا ہے اس طرح اسے مسما کے

نیگرو اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرا یا اور آہستہ سے بولا۔ ”اب ٹھیک ہے....!“
 ”کیا ٹھیک ہے؟!“ جیسکی سرخ آنکھیں نکال کر غرایا۔
 نیگرو نے مڑ کر دوسرے سیاہ فاموں کو کمرے سے چلے جانے کا اشارہ کیا تھا۔
 ”ٹھیک یہ ہے مسٹر کہ اب میں تمہاری اصلی شکل دیکھ سکوں گا۔“ اُس نے ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد جیسکی سے کہا۔
 ”بکواس مت کرو.... میں اس قسم کا مذاق پنڈ نہیں کرتا۔!“
 نیگرو ایک الماری کھولنے لگا تھا۔ کچھ نہ بولا۔ لیکن جب دوبارہ مڑا تو جیسکی نے اُس کے ہاتھ میں ایک بڑی سی قیچی دیکھی.... اور اسکے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نظر آئی۔
 ”مجھ سے دور رہنا.... تمہارے منہ سے شراب کی بوآرہی ہے.... تم نہیں میں۔!“ جیسکی نے چیخ کر کہا۔
 ”شراب کی بو ضرور آرہی ہوگی.... مسٹر لیکن میں نہیں میں۔!“ اُس نے کہا اور جھپٹ کر جیسکی ڈاڑھی پکڑ لی۔ ساتھ ہی قیچی والا ہاتھ بھی حرکت میں آیا تھا۔
 ”اوہ.... یہ کیا.... حرای..... سور....“ غصے کی شدت سے جیسکی کی آواز حلق میں چلنے لگی.... اتنی دیر میں ڈاڑھی کا بیشتر حصہ ضائع ہو چکا تھا.... لیکن جیسکی کو اس بری طرح کری سے بکڑا ہوا تھا کہ صرف گردن ہی کو جنمیں دے سکتا تھا.... لیکن گردن بھی نیگرو کے باہمی ہاتھ کی گرفت میں تھی۔ اور دیاں ہاتھ ڈاڑھی کی صفائی کر رہا تھا۔
 غصے اور احساس کی بی بی کی بناء پر جیسکی کے سارے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا اپسینہ چھوٹا تھا۔
 قیچی کا کام ختم کر کے اُس نے اُس کے گالوں پر شیوگ کریم لگائی اور اُسے برش کرنے لگا۔ پھر استرہ سنجحال کر گالوں کی چھلانی شروع کر دی۔ آہستہ آہستہ جیسکی کا دماغ بھی ٹھنڈا ہوتا جا رہا تھا۔ اُس نے آنکھیں بند کر لیں اور کچھ سوچنا ہی چھوڑ دیا۔
 اُس وقت چونکا تھا جب نیگرو نے اُس کے چہرے پر سائنسن سے پانی کی دھار ماری تھی۔
 پھر نرم تولے سے چہرہ خشک کرنا ہوا بولا۔ ”اب دیکھو تو کیسی چاند سی شکل تکل آئی ہے۔
 لیڈی بونارڈ کیچھ کر خوش ہو جائیں گی۔!“
 ”تو اپنی شکل بھی تو دیکھو....!“ جیسکی جھنجلا کر بولا ”یہ ڈاڑھی ہے یا گھوڑے کی دم...!“

”یہی کہ مسماہی وہ کالی بھیڑ ہے جس کلیے ہمیں اتنی تکلیف اٹھانی پڑی ہے۔“
”میں نہیں سمجھا!“

”وہ محکمہ کار خاص کا ذائقہ ڈائریکٹر ہے....!“

”میں جانتا ہوں.... یہ اُس نے مجھے کچھ دیر پہلے بتایا ہے....!“

”محکمہ کار خاص کے سربراہ کا خیال تھا کہ ان کے درمیان کوئی کالی بھیڑ موجود ہے جو سرکاری رازوں کو دوسروں تک پہنچاتی رہتی ہے لیکن خود وہ اُسے تلاش کرنے میں ناکام ہو گیا تھا....!“

”اچھا تو پھر....!“

”ایکس ٹونے ایک طریق متعین کیا جو یہی تھا۔ ہم نے دو دن کے اندر ہی اندر وہ کالی بھیڑ تلاش کر لی....!“

”تو وہ عورت.... لسلی کارڈو بابا.... یعنی اصلی والی.... ایکس ٹونہی کی فرستادہ تھی....!“

”میں بات ہے....!“ اگر تمہیں پہلے سے علم ہوتا تو تم اداکاری شروع کر دیتے اور بات کھل جاتی۔ ان لوگوں کو غفلت ہی میں ڈال کر کام نکلا جاسکتا تھا۔ بہر حال مجھے کے سربراہ نے اپنے سارے ڈپیوں کی مینگ کاں کر کے انہیں آگاہ کیا کہ نویارک سے ایک عورت آرہی ہے جو کوڈور ڈوز کے ذریعے ایکس ٹونے کے آدمیوں کو اپنی شناخت کرائے گی۔ اور پھر وہ تینوں مل کر مجھے کی اُس کالی بھیڑ کو تلاش کریں گے۔ لہذا وہ اپنے ڈپیوں میں سے کوئی ایسا رضا کار چاہتا ہے جو دن رات اُن پر نظر رکھ سکے۔ مسماہی آگے آیا تھا۔ اُس نے اصل عورت کو غائب کر دیا۔ اور اُس کی جگہ ایک اور سفید فام عورت کو دے دی۔ جو محض ایک اداکارہ ہے اور رثائے ہوئے ڈائیلگ بولتی ہے۔ اصل حالات کا اُسے علم نہیں....!“

”تو اصل والی مفت میں ماری گئی....!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... میں نے اُس پر نظر رکھی تھی۔ لہذا اب وہ بھی ہمارے ہی قبضے میں ہے....!“

”خدا کی پناہ.... تو شائد وہ اسی لئے مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ ہم دونوں کے علاوہ ایکس ٹونے اور کسے بھیجا ہے بلکہ اپنا خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ ہمارے ریکس سے اوپر پر ریکس والا بھی کوئی یہاں موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ میں لا علم تھا ورنہ اُس نے تواتر میں یعنی کی خاص کوشش کر دی تھی!“

چکل سے رہائی مل جائے۔
وہ نیکرو کے ساتھ دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ لیکن یہاں کرٹل کی بجائے اس کی بیوی موجود تھی۔

”اوہ ڈییر....!“ وہ اُسے دیکھ کر اٹھتی ہوئی بولی ”خاصے دل کش نکل آئے ہو۔“
نیکرو اُسے وہاں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

”بیٹھو....!“ مزبوناڑ نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

”شکریے....!“ وہ گالوں پر پاٹھ پھیرتا ہوا یہی گیا۔
”لیکن اس بارے میں محتاط رہو....!“ مزبوناڑ نے کہا۔ ”اگر اسی طرح گال پر پاٹھ پھیرتے رہے تو دوسروں کو اندازہ لگانے میں دشواری نہ ہو گی کہ حال ہی میں ڈاڑھی سے محمد ہوئے ہو!“

”اوہ ہاں!“ جیسن چوک کر بولا ”لیکن اس زبردستی کی کیا ضرورت تھی۔ اگر یہ ضروری تھا کہ میں اپنی شناخت ضائع کر دوں تو محض مشورے ہی پر ایسا ہو جاتا۔!“

”میں نہیں جانتی۔ کرتل جاتیں.... ہاں اُس کے بعد کر پورٹ پیش کرو!“

”میرے ساتھی کے بعد شائد اب میری باری ہے۔“ جیسن نے کہا۔ چند لمحے خاموش رہا اور پھر وہ گلگوڈہ ہر انے لگا جو اُس کے اور مسما کے درمیان ہوئی تھی۔

”اب یہ خط بھی دیکھ لو۔“ جیسن نے اسکا دیا ہوا لفافہ مزبوناڑ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اُس نے لفافہ کھول کر پچھے نکلا اور اُسے الٹ پلٹ کر حیرت سے دیکھتی رہی پھر بولی

”تمہارا خیال درست ہے....!“

”اب تو بتا دو۔ کیا جکڑ ہے.... ورنہ غفلت میں مارا جاؤں گا۔ پتا نہیں میرے ساتھی پر کیا گذری ہو۔ اگر وہ حالات سے لا علم نہ ہوتا تو کبھی اس طرح بے بس نہ ہوتا۔!“

”حالات کا علم تواب ہو اے!“ دفعتہ عقب سے کرتل کی آواز آئی اور جیسن چوک کر مڑا۔ کرتل دروازے میں کھڑا نظر آیا تھا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کمرے کے وسط میں آگیا۔

”کیا علم ہوا ہے....!“ جیسن نے بھتنا کر پوچھا۔ کرتل کو دیکھ کرنے جانے کیوں اُس کی ہڈیاں سلگئے لگتی تھیں۔

”تم پر خود کو ظاہر کر دینے کا بھی مطلب تھا۔ ورنہ اصولاً وہ ایسا کرنے کا جائز نہیں تھا کہ ایکس کا کارڈ تک تمہیں دکھا دیتا۔ اگر تم سے مل بھی بیٹھا تھا تو بدستور زنجبار کا تاجر بننے رہنا چاہئے تھا!“

”توب تم اُس کے سر براد کو مطلع کر دو گے....!“

”ابھی نہیں.... ابھی تو یہ دیکھنا ہے کہ وہ کام کس کیلئے کر رہا ہے! اور تمہارے ساتھی کی بازیابی سے قبل میں ایسا کوئی قدم نہیں انہاؤں گا کہ اس کی زندگی ہی خطرے میں پڑ جائے....!“

”کیا تمہیں لیقین ہے کہ وہ زندہ ہو گا....!“

”ہاں.... مجھے لیقین ہے....!“

”اور ہاں.... وہ موکازی....!“

”سب اُسی کے گرے گیں۔ اُن کی پرواد مت کرو.... موکازی کا چکر اُس نے اس لئے چلا

تھا کہ خود کو تم پر ظاہر کر کے تمہیں اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کرے....!“

”بات سمجھ میں آرہی ہے... موکازی والے معاملے کے بعد ہی اُس نے مجھے ایکس ٹو کا کارڈ دکھایا تھا۔ لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آخر ایکس ٹو کو افریقہ کے کسی ملک سے کیا سر و کار۔“

”دو ممالک کے درمیان اس قسم کے تعاون کے سمجھوتے بھی ہو سکتے ہیں.... اور پھر اصل معاملہ تو دوسرا ہی ہے....!“

”اگر کوئی حرج نہ ہو تو وہ بھی بتا دو۔ کیونکہ میں اپنے ساتھی کی طرح بے خبری میں مارا جانا پسند نہیں کروں گا....!“

”تمہارے ملک میں کبھی کسی دھاریدار آدمی کا قصہ چلا تھا....!“

”ہاں.... ہاں.... چلا تھا....!“

”یہاں بھی کچھ ایسا ہی معاملہ در پیش ہے.... وہاں دھاریدار آدمی بنائے گئے تھے۔ اور اس وقت ایکس ٹوان کی تخلیق کے مقصد سے آگاہ نہیں ہو سکا تھا..... یہاں شائد مقصد کا بھی علم ہو جائے....!“

”وہ کس طرح....?“

”رف ویلی کے جنگلوں میں دھاریدار آدمی قبائل آباد ہیں۔ ابھی تک وحشی ہیں۔ پہلے بھی جنگلوں سے نکل کر انہوں نے مہذب آبادیوں کا رخ نہیں کیا۔ لیکن اب جنگلوں سے نکل کر ۱ ”سرگی موت“ کا سلسلہ جلد نمبر 27 لاٹھ فرمائیں۔

آبادیوں میں آرہے ہیں.... ایک بدر وح کا قصہ سوار ہے ہیں۔ اُن قبائل کے بعض افراد جو ہیں تو انسانی ہی شکل میں لیکن اُن کے جسم پر زیبر ایکسی دھاریاں ہیں.... اور اُن کی قوت کا یہ عالم ہے کہ بڑے بڑے ہاتھیوں کی سوٹن پکڑ کر انہیں بھلکی گیند کی طرح دور اچھال پھینکتے ہیں....!“

”طلی لیکن ہمارے یہاں جو.... دھاریدار آدمی پائے گئے تھے اُن پر زیبر ایکسی دھاریاں نہیں تھیں۔ تین رنگوں کی دھاریاں تھیں غالباً زرد نیل اور سرخ....!“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا.... دھاریوں کی رنگت میں تبدیلی بھی ممکن ہے....!“

”وہ کس طرح....?“

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ زیر و لینڈ کا چکر ہے....!“ جیسے طویل سانس لے کر بولا۔ کرئیں اس پر خاموش ہی رہا تھا۔

”لیکن جتاب....!“ جیسے تھوڑی دیر بعد بولا ”ہاتھیوں کو گیندوں کی طرح اچھال پھینکنا مقصود تھا ہو۔!“

”میں نے یہ کہ کہا ہے! بنیادی چیز تو دھانڈیری قبائل کا جنگلوں سے نکل بھاگنا ہے....!“

”میں نہیں سمجھا....!“

”وہ اُن سے جنگل خالی کرنا چاہتے ہیں! اور ایک ایسی کہانی کی پلٹی کرنا چاہتے ہیں کہ مہذب لوگ جنگلوں میں داخل ہونے کی جرأت نہ کر سکیں....!“

”ٹھہر و.... ٹھہر و....!“ جیسے ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”مجھے موکازی کی ایک پیش گوئی یاد آ رہی ہے جو غالباً اس طرح تھی۔ تم میں وہ لوگ آئیں گے جو پہلے کبھی نہیں آئے۔ اور وہ تمہیں ایک حرث اگنگی اطلاع دیں گے۔ تب پھر تم سفید فاموں کے ساتھ یہ کرنا اور وہ کرتا۔ کہیں یہ اشارہ و اثریزی قبائل ہی کی طرف تو نہیں ہے کیونکہ آپ ہی کے بیان کے مطابق انہوں نے پہلی بار آبادیوں کا رخ کیا ہے....!“

”ہو سکتا ہے! اس واقعے کی پلٹی کے لئے یہ طریقہ کار بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔“

”پچھے دیر تک خاموشی رہی پھر جیسے بولا ”سب پچھے جائے جنم میں.... میں تو اپنے ساتھی کی واپسی چاہتا ہوں۔ اگر وہ ان حالات سے باخبر ہو تو اس پر ہاتھ ڈالنا آسان نہ ہوتا....!“

”وہم ہے تمہارا... کسی نہ کسی مرحلے پر تم میں سے کسی کو ضرور اس سے دوچار ہونا پڑتا....“

”یہ قطعی غلط ہے کہ میرے ساتھی سے تمہاری ملاقات نہیں ہوئی....!“
 ”یہ کس بناء پر کہہ رہے ہو....!“
 ”اُس کے علاوہ اور کوئی مجھے جیسو جھینکا نہیں کہتا....!“
 مزربوناڑہ نہس پڑی اور جیسن بُرا سامنہ بنائے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔
 ”مجھے اپنے اس سوال کا جواب نہیں ملا کہ تمہیں بھی مخالف یکپ کے آدمی کیوں نہ سمجھوں!“
 ”تم بھی اول درجے کے گھاٹری ہی لکھ لے.... اگر سختی بھی تھے تو اس طرح اظہار نہ کرنا
 چاہئے تھا۔ لہذا اب مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ....!“
 بوڑھے کی پتوں کی جیب سے عجیب وضع کا چھوٹا سا پتوں نکل آیا۔ پھر شاید جیسن نے خود
 کو بہت دلیر ثابت کرنے کے لئے منہ بچاڑ کر تھقہہ لگانا چاہتا تھا کہ پتوں کی نال سے کسی سیال کی
 پھواری نکلی اور اُس کے حلقوں میں اترنی چل گئی۔
 ”خازرر..... خاؤں....!“ وہ منہ پر دونوں ہاتھ رکھ کر دوہراؤ۔ اور پھر پٹ سے فرش پر
 آرہ۔ اُس کے پورے جسم نے کسی مرتبے ہوئے سانپ کی طرح لمبیں سی لی تھیں اور بے حس و
 حرکت ہو گیا تھا۔ اکر نل اور مزربوناڑہ کے تھقہوں سے کرہ گو نجخے لگا۔



ظفر الملک کی نیند کا سلسلہ بالآخر نوتا تھا۔ لیکن جسم میں اتنی سکت بھی محسوس نہیں ہو رہی
 تھی کہ ہاتھ ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پر رکھ سکتا۔ اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ سر نری
 طرح گھوم رہا تھا۔ دوچار کر ایہن بھی نکلی تھیں اور ایسا انکا تھا جیسے کوئی جھک کر اُس کا چہرہ دیکھ رہا
 ہو۔ پیشانی پر گرم گرم سائیں بھی محسوس ہوئی تھیں....!
 اُن نے پھر آنکھیں کھول دیں۔ وہ سفید لباس میں ایک سیاہ فام لڑکی تھی۔
 ”تت.... تم کون ہو....!“ ظفر کی زبان سے بمشکل نکل سکا۔
 ”گُل....!“ وہ خوش ہو کر بولی۔ ”تو تمہیں ہوش آگیا۔“
 ”ہوش آگیا!“ اُس نے متیر انہ انداز میں پلکیں جھپکاتے ہوئے دل میں دھرایا اور نچلے
 ہونٹ پر زبان پھیر کر رہا گیا۔
 ”کیا تم میری آواز سن سکتے ہو....!“

تم نے سوما کا خط اس لئے کھول ڈالا کہ ہم سے ملاقات ہو چکی تھی اور تم نے اپنے طور پر کوئی تجویز
 اخذ کرنے کی کوشش کر دی۔ اس صورت میں سوما کے خلاف شبہات میں بتلا ہونا ہی تھا۔!
 ”ہاں یہ تو تھیک ہے!“ جیسن سر ہلا کر بولا ”اچھا تو پھر اب اس خط کے سلسلے میں کیا کرو گے؟“
 ”کچھ بھی نہیں....!“
 ”کیا بات ہوئی....!“
 ”وہ چاہتا تھا کہ تم اس لفافے کو کھول ڈالو....!“
 ”میں نہیں سمجھا!“
 ”وہ خود ہی تمہیں شبہات میں بتلا کر کے یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اب تم کہاں جاتے ہو.... یہ
 بھجوکہ مجھ تک پہنچنا چاہتا ہے....!“
 ”اوہ.... سمجھ گیا!“
 ”لہذا.... اسے الجھن میں بتلا رکھنے کا طریقہ یہی ہے کہ خود ہی غائب ہو جاؤ۔“
 ”لیکن صرف ڈاڑھی غائب ہوئی ہے۔ اور شائد سوما مجھے ڈاڑھی کے بغیر بھی پہنچاں لے!“
 ”یو نہیں چھیل چھال کر نہیں چھوڑ دیے جاؤ گے۔ میک اپ بھی ہو گا....!“
 ”میں اب بھی مطمئن نہیں ہوں....!“ جیسن اسے تیز نظر وہ سے گھورتا ہوا بولا۔
 ”کیا مطلب....?“
 ”تمہارے پاس بھی ایکس ٹو کے شناختی کارڈ موجود ہوں گے....!“
 ”ہاں.... میں تو.... لیکن تمہیں دکھائے نہیں گئے....!“
 ”پھر بھی میں کیسے یقین کر لوں کہ تم بھی سوما ہی کے آدمی نہیں ہو....!“
 ”تم نے دیکھا۔۔۔ کرنل بوناڑہ نے اپنی بیوی کی طرف دیکھ کر کہا ”میں پہلے کہہ رہا تھا کہ
 آدمی گھاٹر نہیں معلوم ہوتا....!“
 جیسن نے فخریہ انداز میں مزربوناڑہ کی طرف دیکھا اور وہ بُرا سامنہ بنانے کا کر بولی ”چھے ہوئے
 جیسو جھینگے لگتے ہو....!“
 ”کہ.... کیا مطلب....!“ جیسن بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا....!
 ”کیوں.... کیوں.... کیا تکلیف ہے....!“ کرنل بوناڑہ نے جرأت سے کہا۔

”مُن سکتا ہوں! تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔“

”میں نہیں ہوں... اور یہ ہسپتال ہے...!“

”ہسپتال کیوں؟ میں نہیں سمجھا!“ ظفر نے اٹھ میٹھنے کی کوشش کی۔

”تم کیسے بیہوش ہوئے تھے...!“

”میں بیہوش نہیں ہوا تھا... میں شاہد غیر ارادی طور پر سو گیا تھا...!“

”کہاں سو گئے تھے...!“

”ایک جھونپڑے میں جہاں کھانا کھایا تھا۔“

”لیکن تم تو ایک سڑک کے کنارے پڑے پائے گئے تھے۔ بذریعہ پولیس بیہاں پہنچائے گئے ہو!“

”کہاں...؟ کس سڑک پر پہلا گیا تھا...!“

”بیہوش... شی ڈرائیور پر...!“

”شی ڈرائیور! کس شہر کی بات کر رہے ہو...!“

”دارالسلام کی جانب!“

اس بارہہ بوکھلا کر اٹھ ہی بیٹھا... نہیں نہیں اسٹشن فون کر دوں... انہوں نے کہا تھا کہ ہوش آتے ہی انہیں مطلع کر دیا جائے...!“

زس چل گئی اور وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا رہا... تو وہ دارالسلام میں ہے! اٹھا کیمپنجر کے قریب ہی والے ہسپتال میں؟ آخر کیوں؟ کیا وہ کھانا کھانے کے بعد سویا نہیں تھا۔

بیہوش ہوا تھا... لیکن ان لوگوں نے اس کے ساتھ ایسا بر تاذکوں کیا۔ اس عورت پور شیانے تو شناسائی ظاہر کی تھی.... اوہ... جہنم میں جائے! لیکن اب وہ پولیس کو کیا بیان دے گا؟“

تحوڑی دیر بعد ایک پولیس آفیسر وہاں بیٹھ گیا۔ اس عرصے میں ظفر نے طے کر لیا تھا کہ اسے کیا کہنا ہے۔ وہی رہنزوں والی کہانی۔ اس نے آفیسر کو بتایا کہ وہ کیمپنجر کے کمرہ نمبر نانوے میں مقیم ہے اور بغرض سیاحت وارد ہوا ہے! ہوٹل سے نکل کر بس سڑک تک آیا تھا۔ کیونکہ اس کی پسند کے براٹ کے سگریٹ ہوٹل کے کاؤنٹر پر نہیں مل سکے تھے! اس پھر اسے اتنا ہی یاد ہے کہ

کسی نے پیچھے سے اس کی گردن پکڑ کر کلا گھونٹا شروع کر دیا تھا.... وہ بیہوش ہو گیا تھا شاہد۔ اور اب ہسپتال میں ہوش آیا ہے...!“

”لیکن آپ کی جیبیں خالی تھیں...!“

”اوہ... تو وہ میرا پرس بھی لے گئے۔ پچاس شلنگ کے دس نوٹ تھے اس میں۔“

”کاغذات کہاں ہیں۔“ آفیسر نے پوچھا۔

”وہ تو کمرے ہی میں چھوڑ گیا تھا!“

”میا آپ ابھی میرے ساتھ ہو ٹھل تک چل سکتے گے...!“

”کیوں نہیں! اتنی ناتوانی بھی محسوس نہیں کر رہا کہ وہاں تک نہ چل سکوں...!“

”وہ دونوں ہوٹل پہنچتے تھے۔ ظفر نے کاؤنٹر سے کنجی حاصل کی تھی۔ ساتھ ہی کاؤنٹر کلر ک

نے اسے ایک لفافہ بھی تھما دیا تھا۔

”یہ کیا ہے...؟“ ظفر نے سوال کیا تھا۔

”آپ کے لئے کوئی دے گیا تھا جناب...!“

پولیس آفیسر نے کمرے میں پہنچ کر اس کے کاغذات چیک کئے اور تردد آمیز لہجے میں بولا

”شی ڈرائیور پر کبھی ایسا نہیں ہوا۔ میری یادداشت میں آپ کا پہلا کیس ہے۔ ہر حال ہم کو شش

کریں گے کہ آپ کے نقصان کی تلافی ہو جائے اور مجرم اپنی سزا کو پہنچے!“

”بہت بہت شکریہ...!“

آفیسر اس کا تحریری بیان لے کر رخصت ہو گیا۔ پھر ظفر الملک نے کمرے کی طرف توجہ

دی تھی۔ سب کچھ جوں کا توں موجود تھا۔ لیکن وہ الیکٹر ونک بکس غائب تھے جن کے توسط سے

اُس کی آواز کہیں اور پہنچتی رہی تھی...!“

اچانک اُسے وہ لفافہ یاد آیا جو کاؤنٹر کلر ک سے ملا تھا۔ مضطربانہ انداز میں لفافہ جیب سے

نکال کر چاک کیا۔ اس میں بر آمد ہونے والے پرچے پر ایک فون نمبر تحریر تھا اور ہدایت کی تھی

کہ ہوٹل پہنچتے ہی اس نمبر پر رنگ کرے۔ لکھنے والے نے اپنام نہیں لکھا تھا۔ ظفر نے ایک پہنچ

سے رابطہ قائم کر کے نمبر بتائے اور کالا منتظر رہا۔

”یلو...!“ دوسری جانب سے مردانہ آواز آئی۔

”ظفر الملک!“

”اوہ... تو تم واپس آگئے... وہیں ٹھہرو... میں آرہا ہوں... دس منٹ میں پہنچ جاؤں

گا...!“کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔
ظفر نے بُرا سامنہ بنایا تھا۔ رسیور کریڈل پر رکھ کر آرام کر سی پر گر گیا۔ ذہن پر عجیب ری
بے حسی طاری تھی۔ اپنے علاوہ اور کسی کا ہوش نہیں تھا۔ اتنی دیر میں ایک بار بھی تو جیسن کا خیال
نہیں آیا تھا۔

دس منٹ گزر گئے۔ کسی نے دروازے پر دھک دی۔

”آجاو...!“ اُس نے اوچی آواز میں کہا اور ایک سیاہ فام آدمی دروازہ کھول کر اندر داخل
ہوا۔ لباس سے ذی حیثیت آدمی معلوم ہوتا تھا۔

ظفر نے اٹھ کر استقبال کیا۔ لیکن اُسے ٹوٹنے والی نظر وہ سے دیکھے جا رہا تھا۔

”میرا نام سوما ہے۔“ سیاہ فام نے مصالحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

ظفر نے ڈھیلے ڈھالے ہاتھ سے مصالحے کیا اور دونوں بیٹھ گئے۔

”آپ کا ساتھی جیسن کہاں ہے...!“

”جیسن... اُوہ...!“ ظفر اچھل پڑا۔ ”ہاں... وہ کہاں ہے... شاکنڈ اپنے کمرے
میں ہو گا۔!“

”ابی نہیں اُوہ تین دن سے غائب ہے...!“ سوما بولا۔

”لیکن آپ اُسے کیا جائیں...!“ ظفر نے حیرت سے کہا۔

سوما نے ایکس ٹو والا کارڈ جیب سے نکلا۔ اور اس کی طرف بڑھا دیا۔ ظفر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ ذہنی بے حسی یکخت کافور ہو گئی۔

بلاشبہ یہ اُس کے چیف کی علامت تھی۔ لیکن اس طرح اس کا سامنے آ جانا اُس کی سمجھ میں:
آسکا اور پھر اُس سے قطعی یہ نہیں کہا گیا تھا کہ اُسے دارالسلام میں کسی ایجنس کو اس طرح شناخت
کرنا پڑے گا۔!... لسلی کارڈ وبا کے لئے بھی کوڈورڈ مقرر کئے گئے تھے۔ ایکس ٹو کے شناختی کارڈ
ذریعہ ملاقات نہیں بنایا گیا تھا۔

”یہ کیا ہے...؟“ بلاخرا اس نے سوما کو حیرت سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”اب تکلفات کی ضرورت نہیں رہی...!“

”کیا مطلب...؟“

”تمہارے غائب ہو جانے کے بعد میں نے جیسن سے بھی خود کو ظاہر کر دیا تھا۔!“

”تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تم آخر ہو کون...!“

”آہستہ یو لو...!“ سوما نے مُر کر دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ اُسے بتانے لگا تھا کہ مواکازی کا جادو دیکھ کر کس طرح جیسن پر بیثان ہوا تھا۔ پھر اُس کے غائب ہو جانے کے بعد لسلی کارڈ وبا جیسن کو اپنے ساتھ مسانی وقیع لے گئی تھی اور پھر

اُسے وہیں چھوڑ کر غائب ہو گئی۔ اور اب جیسن کا بھی کہیں پڑتے نہیں...!“

ظفر خاموشی سے سنتا رہا۔ اور بات ختم ہو جانے پر بھی خاموش ہی رہا۔

”تم کچھ بول نہیں رہے...!“ سوما نے کہا۔

”مجھے پولیس کو فون کرنا چاہئے...!“

”مگر.... کیوں.... نہیں.... کھلیل بگڑ جائے گا۔!“

”کیا کھلیل....!“ ظفر اسے گھروتا ہوا بولا۔

”تم اچھی طرح جانتے ہو...!“

”ہاں.... اور اسی لئے پولیس کو فون کرنا چاہتا ہوں۔!“

”ایک منٹ۔!“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولا ”پولیس سے کیا کو گے۔!“

”بھی کہ ایک ایسا آدمی بنے میں نہیں جانت۔ مجھ سے اُوٹ پلانگ باتیں کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے تم انہی لوگوں میں سے ہو جنہوں نے مجھ پر حملہ کر کے میرے پانچ سو شلنگ اڑالئے۔ پولیس

نے بحالت یہوشی مجھے بسپتال پہنچایا تھا۔ ابھی ابھی انپکٹ میرا تحریری بیان لے گیا ہے....!“

”تم کسی غلط فہمی میں باتلا ہو۔ حملہ کہاں ہوا تھا تم پر...!“

”یہیں ہوٹل کے سامنے سڑک پر....!“

”تم کچھ بھول رہے ہو...!“

”یا بھول رہا ہوں....!“

”بھی کہ تم کسی سڑک پر نہیں گھیرے گئے تھے! بلکہ تم پر حملہ لسلی کارڈ وبا کے کمرے میں

ہوا تھا۔!“

”کہاں کی ہاںک رہے ہو۔ میں کسی لسلی کارڈ وبا کو نہیں جانتا۔!“

سوما بے بی سے اُسے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ تمہارے ساتھی جیمن نے تسلیم کر لیا تھا کہ وہ ایکس ٹوکا آدمی ہے....!

”تم مجھ بہت زیادہ نشے میں معلوم ہوتے ہو!“ ظفر حفارت آمیز فنی کے ساتھ بولا۔ ”جہنم میں جائے....!“ سوما بھٹا کر بولا ”مجھے کیا۔ میں روپورث دے دوں گا کہ تم تعاون کرنے پر آمادہ نہیں ہو....!“

”کس سلسلے میں تعاون کرنے پر آمادہ نہیں ہوں....!“ سوما جواب دیئے بغیر اٹھ کر کھڑا ہوا۔ پھر نہ تو اُس نے رخصتی مصافحہ کیا تھا اور نہ پکھ کہا ہی تھا۔ دروازہ کھول کر نکلا چلا گیا....!



پیشانی پر کسی قسم کا دباؤ محسوس ہوا تھا۔ اور جیمن نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ کر غل بونارڈ کا ملازم ڈاڑھی والا نیگر، اُس کی پیشانی پر اس طرح ہاتھ رکھے جھکا ہوا تھا جیسے اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہو کہ بندراب بھی ہے یا اتر گیا....!

”کیا بات ہے....!“ جیمن نے غصیلے لمحے میں پوچھا!

”جب تک سورے رہو گے....!“

”تم سے مطلب....دفع ہو جاؤ بیہاں سے....!“

”متن گرمی کیوں دکھارے ہو۔!“

”خط استواء کے قریب اور کیا ہو گا۔!“

”میں تمہیں جگانے آیا ہوں۔ جغرافیہ پڑھنے نہیں آیا....!“

”بگا چکے ہو تو اُب چلتے پھرتے نظر آؤ۔!“

”مبارکباد بھی نہ دوں....“ نیگر نے جیرت سے پوچھا۔

”کیسی مبارکباد....?“

”میرے ہی جیسے ہو گئے ہو۔!“

”تمہارے منہ سے شراب کی بو آرہی ہے۔ چلے جاؤ بیہاں سے....!“

”وزراچار سے اپنے ہاتھ تو نکال کر دیکھو....!“

جیمن نے غیر ارادی طور پر اپنے ہاتھ چادر کے نیچے سے نکالے اور چین مار کر اچھل پڑا۔ کالے کالے افریقی ہاتھ....؟ دوسری چھلانگ بستر سے نیچے لے آئی۔ پیر بھی دیسے ہی سیاہ نظر آئے۔ نیگر دبے تھا شہہ نہ رہا تھا۔ بدقت فنی پر قابو پا کر بولا۔ ”اب آئینہ دیکھو اور بے ہوش ہو جاؤ۔!“

اُس نے ملبوسات کی الماری کی طرف ہاتھ اٹھایا تھا جس پر قد آدم آئینہ لگا ہوا تھا۔ جیمن بوکھلا کر اُس طرف گھوما اور چیخ گرتے گرتے بچا۔ سر بُری طرح پکڑا ہوا تھا۔ کیونکہ آئینے میں کسی سیاہ فام افریقی کی شکل دکھائی دی تھی۔ خود اُس کی اپنی تو نہیں تھی۔ تو اُسے بیہوش کر کر یہ کاروائی عمل میں لائی گئی تھی۔ سختی سے مٹھیاں بھیجن کر وہ نیگر کی طرف پلاتا۔

”اُسے میری صحبت کا اثر نہ سمجھنا۔“ نیگر وہ نہ کر بولا۔ ”کر مل ایک باکمال آرٹسٹ ہیں۔!“ جیمن نے انگلی میں تھوک لگایا اور کلائی پر ایک جگہ رگڑنا شروع کر دیا۔ لیکن لا حاصل۔ اُس کا لوٹنے کا کچھ بھی تو نہیں مگزا تھا۔!

”مم.... میں کر غل کو گوئی مار دوں گا۔!“ جیمن دانت چیز کر بولا۔

”بیہاں جاؤ گے.... ہم دونوں بے یار و مدد گارہ گئے ہیں۔“ نیگر نے ماہی سے کہا۔

”گک.... کیا مطلب....?“

”کر مل اور بیگم دونوں غائب ہو گئے۔!“ نیگر نے کہا۔

”بیہاں غائب ہو گئے....!“

”میں کیا جاؤں! مجھے عارضی طور پر ملازم رکھا تھا۔ تمہارا یہ حلیہ بنیا اور غائب ہو گئے۔ یہ مکان کرائے پر حاصل کیا تھا۔ میری لا علی میں نکل گئے۔ اُن کا سامان بھی غائب ہے....!“

”تو پھر.... اُب تم کیا کرو گے....!“

”میں بھی چپ چاپ کی طرف کھسک جاؤں گا! اور نہ ہو سکتا ہے کہ کسی مصیبت میں پڑ جائیں۔“

”پھر میرا کیا ہو گا....?“

بچانے گئے ہو۔
 ”لیکن یہ حقیقت ہے مسٹر کہ ہم دونوں یہاں تھارہ گئے ہیں۔!“
 ”وہ دونوں کہاں ہیں...!“
 ”میں نہیں جانتا۔ لیکن ہمیں ان ہدایات پر عمل کرنا ہے جو بس کی طرف سے ملی ہیں۔“
 ”کیا کرنا ہے....!“
 ”فکر نہ کرو.... بتدریج بتاؤں گا۔ فی الحال نکل چلو یہاں سے۔!“
 ”تم لوگ یہاں کب آئے تھے....!“
 ”ایک ماہ پہلے کی بات ہے....!“ جوزف نے کہا۔
 ”تمہارے میک اپ کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ تم تو ہو ہی کلوٹے....!“
 ”ماں ڈیزیر مسٹر جیسن۔۔۔ یہ میرا ملک ہے.... یہیں دارالسلام میں نہ جانے کتنے شناسا موجود ہیں....!“
 ”رفٹ دیلی کے جنگلات کا کیا قصہ ہے....!“
 ”تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ اب نکل بھی چلو....!“
 ”میرے بس کا کوئی سراغ ملایا نہیں....!“
 ”اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا....!“
 ”تم یعنوں کے علاوہ اور کون کون ہے؟“
 ”کچھ پتا نہیں ہے مسٹر جیسن! تمہیں بھی سانی و پیچ ہی میں دیکھا تھا! اس سے پہلے اس کا وہم و مگان بھی نہیں تھا کہ تم یہاں ہو گے۔ باس بہت محتاط ہیں۔!
 ”سانی و پیچ کیے جا پہنچ چھے۔!
 ”یہ بھی باس ہی جانیں۔ میں بالکل لا علم ہوں.... چلو.... اٹھو!“
 ”بھوک لگ رہی ہے....!“
 ”کہیں کھالیں گے.... یہاں سے تو نکلو....!“
 ”میں تمہیں بے حد چاق و چوبند کیوں رہا ہوں....!“
 ”اپنا آب دہوں میں پہنچ گیا ہوں نا۔۔۔ مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اتنے برسوں سوتارہ

”تم خود سوچو چو....!“
 ”اچھا ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم ان کے فرار کا علم ہو جانے کے بعد بھی کیوں رکے رہے۔!
 ”تمہارے لئے.... اگر میری عدم موجودگی میں تمہیں ہوش آتا تو تم پاگل ہو جاتے۔
 ”اس کا یہ مطلب ہوا کہ تمہیں مجھ سے ہمدردی ہے....!
 ”یہی بھجھ لو....!“
 ”تو پھر اب تم میرے لئے کچھ سوچو بھی۔ کیونکہ مجھے سوا حلی نہیں آتی۔ اور یہاں کسی کا لے آدمی سے موقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ انگریزی کے علاوہ اور کوئی زبان نہ بول سکتا ہو....!
 ”امریکی نیگر و بن جانا.... اور صرف انگلش بولنا۔ ویسے بھی خدوخال کے استبار سے اصل نیگر و نہیں لگتے۔ دوغلے معلوم ہوتے ہو۔!
 ”یہ اچھی بات بھائی....!“
 ”یہ بھی نہ سوچتی تو گوگلے ہر قوم اور ملک میں پائے جاتے ہیں۔!
 ”لیکن گوگلے گالیاں تو نہیں دے سکتے....“ جیسن دانت پیس کر بولا ”سنوا صیل نیگر۔ میں اتنا گھاڑ نہیں ہوں۔ بتنا تم لوگ سمجھتے ہو۔ وہ حضرت مجھے یہو ش کے بغیر سیاہ قام نہیں بنا سکتے تھے۔ مر جاتا کوڑی کوڑی کو محتاج ہو جاتا لیکن اس حلے میں زندگی بسر کرنے پر کبھی آمادہ نہ ہوتا....!
 ”نیگر و کامنہ جیرت سے کھل گیا۔!
 ”میں نہیں سمجھا! تم کیا کہنا چاہتے ہو....!“ وہ بھرا ہوئی آواز میں بولا۔
 ”اگر تمہارے ساتھ جو لیانا فلتر واڑنہ ہوتی تو شائد نہ پیچان سکتا! کیا تم نوبل جوزف گوئدا نہیں ہو....!
 ”خدا کی پناہ....!“ وہ بھرا ہوئی آواز میں بولا۔ ”باس کا خیال بھی تھا کہ تم جو لیا ہی کی وجہ سے ہمیں پیچان چکے ہو۔ لیکن میں ان سے متفق نہیں تھا۔!
 ”کر قل کی بات کر رہے ہو....!
 جوزف نے سر کو اثاثی جبشن دی۔
 ”جو لیانا اپنی چال کو مستقل طور پر بدلتے رکھ سکتی ہے اور نہ آواز کو! محض اُسی کی وجہ سے

ہوں۔ اب آنکھ کھلی ہے....!

”اور تمہاری اس نیند کے دوران میں وہ سب بوڑھی ہو گئی ہوں گی....!

”کون سب....؟“

”جن سے آنکھ چولیاں ہوتی تھیں جوانی میں....!“

جوزف نے دانت تو نکال دیئے تھے لیکن آنکھوں میں عجیب سی اُدای نظر آنے لگی تھی۔

”تم پچھے باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو۔“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”اوہ.... میرا کیسرہ کہاں گیا۔“ جیسن چونک کر بولا۔

”موجود ہے.... لیکن اب تم اسے شانے پر نہیں لٹکاؤ گے۔ تھیلے میں ڈالے رکھو گے جس حیثیت میں اب رہنا ہے اُس کے لئے مناسب نہ ہو گا۔“

ٹھوڑی دیر بعد وہ دونوں اپنے تھیلے کاندھوں پر لادے باہر نکل رہے تھے! جیسن نے پھر سوال کیا تھا کہ جانا کہاں ہے....!

”کیا بتاؤں.... تم یہاں کی جگہوں کے نام تو جانتے نہیں۔ پھر کیا سمجھو گے۔ بس چلتے رہوا سڑک پر پہنچ کر بس ملے گی اور جہاں جانا ہے وہاں پہنچا دے گی....!“

”اور مجھے کسی گونگے کاروں ادا کرنا ہو گا۔!“

”یہی مناسب ہے۔!“

”اردو میں گالیاں تو چلیں گی ہی.... صرف تم ہی سمجھ سکو گے۔!“

”اس وہم میں نہ رہنا.... تم بازاروں میں اردو بھی سن سکو گے.... جنوب مشرق ایشیا کی نسلیں یہاں بھی آباد ہیں اور انہوں نے آپس میں اپنی زبان کو بھی زندہ رکھا ہے لہذا اسی مجموعے میں محتاط رہنا۔!“

جیسن منہ بنا کر خاموش ہو رہا۔ وہ بس میں بیٹھے تھے اور پکھ دیر بعد ایک جگہ اتر گئے تھے! پتلی پتلی گلیوں میں گذرتے ہوئے ایک مکان کے دروازے پر رُکے اور جوزف نے آگے بڑھ کر کنڈی کھکھائی۔ ٹھوڑی دیر بعد کسی نے دروازہ کھولا۔

ایک زرد فام آدمی سامنے کھڑا نظر آیا۔ جوزف نے سواحلی میں اُس سے پکھ کہا تھا اور واپس چلا گیا تھا۔ کچھ دیر بعد پھر پلٹا اور انہیں اپنے ساتھ اندر لے گیا۔

اور اندر پہنچ کر جیسن کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ تو سمجھا تھا کہ اب شائد وہ کسی مفلس آدمی کے مکان میں داخل ہونے والے ہیں۔ لیکن یہاں تو ایسا ساز و سماں نظر آیا کہ زمانہ قدیم کے شاہی محلات کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی۔ گلی میں کھڑے ہو کر اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس ساخنور وہ دروازے کے پیچھے ترک و اختشام کے ایسے ہوش بامناظر ہو گے۔

زرد فام آدمی انہیں ایک بہت بڑے کمرے میں لے آیا۔ اسے ہاں ہی کہنا زیادہ مناسب تھا! اور یہاں نشتوں میں کچھ ایسا اہتمام نظر آیا جیسے اس ہاں کو دربار خاص کی حیثیت حاصل ہو۔

سامنے اٹچ پر ایک زر نگار کر سی پر جو شخص بیٹھا نظر آیا اُس نے جیسن کے مزید ہوش اڑا دیئے.... یہ سیاہ فام جادوگر موکاڑی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ جوزف کو احتراماً جھکتے دیکھ کر جیسن کو بھی خم ہونا پڑا۔

موکاڑی نے سواحلی میں کچھ کہا تھا! جوزف نے جواب دیا۔ لیکن اس کا لمحہ جیسن کو ایسا ہی لگا تھا جیسے وہ بہت زیادہ مرعوب ہو کر عاجز از نگتلوگ کر رہا ہو۔ سوال و جواب ہوتے رہے تھے۔ پھر موکاڑی اٹھ کر چلا گیا۔ باہمیں جانب کے ایک دروازے میں داخل ہوا تھا۔!

زرد فام جو ہاں کے دروازے ہی پر ٹھہر ارہا تھا آگے بڑھا اور جوزف سے کچھ کہہ کر پھر دروازے ہی کی طرف ٹرک گیا۔ اب یہ دونوں اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ بالآخر ایک اور کمرے میں پہنچ اور زرد فام انہیں وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔

جوزف چند لمحے سے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر مڑا اور دروازہ بند کر کے بولٹ کر دیا۔ جیسن نے شائد کچھ کہنا چاہا تھا لیکن جوزف نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر تھیلے سے کاغذ اور قلم ہکال کر لکھنے لگا۔ ”محتاط رہو، تم یہاں ایک گونگے کی حیثیت سے قیام کرو گے۔ کسی مرطع پر بھی یہ ظاہر تھا ہونے پائے کہ تم گونگے نہیں ہو۔ ورنہ مارے جاؤ گے۔... یہ باس کا حکم ہے....!“

جیسن نے اُس کے ہاتھ سے قلم لے کر لکھا۔ ”میں اس شخص کو پہچانتا ہوں۔ بھی جادوگر موکاڑی ہے۔“

جواب میں جوزف لکھنے لگا۔ ”کوئی بھی ہو! مجھے اس سے سروکار نہیں۔ تم سے جو کہا گیا ہے اس کا خیال رکھنا! میں ٹھوڑی دیر بعد یہاں سے چلا جاؤں گا۔ اگر آئندہ تمہارے لئے کوئی اور تجویز

ہوئی تو وہ کسی طرح تم تک پہنچ جائے گی۔
جیسن نے طویل سانس لی اور جوزف نے وہ پرچہ چاک کر کے اپنے تھیلے میں ڈال لیا۔



ظفر الملک نے تو گویا گوشہ شنی اختیار کر لی تھی۔ کمرے سے نکلتا ہی نہیں تھا۔ درجنوں بار جیسن سے اُس کے کمرے میں فون پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر دیا تھی۔ لیکن جواب نہیں ملا تھا۔ بار بار کاؤنٹر گلرک سے رابطہ قائم کر کے استفسار کرتا۔ لیکن وہاں سے صرف ایک ہی جواب ملتا۔ ”جیسا بھی کاؤنٹر ہی پر ہے۔ جیسن واپس نہیں آیا۔“

سوما سے گفتگو ہونے کے بعد سے الجھن اور بڑھ گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ آخر مقصد کیا تھا کہ وہ بچوں کی طرح انگلی پکڑ کر چلانیکیں پچھ کرنے سے قبل کم از کم یہ تو معلوم ہی ہونا چاہئے کہ کرنا کیا ہے۔

وفتنون کی گھنٹی بجی اور اُس نے جھپٹ کر ریسیور اٹھایا۔
”آپ پریٹر جناب“ دوسری طرف سے آواز آئی۔
”میلابات ہے۔؟“

”آپ کے لئے موائزہ کاں ہو رہی ہے۔ ہولڈ آن کیجھے۔!
”اچھا....!“ ظفر نے کہا اور سوچ میں پڑ گیا۔ موائزہ کے کون کاں کر رہا ہے۔ موائزہ کو ثوریہ جھیل کا ایک ساحلی شہر تھا۔

”ہلو.... ظفر الملک!“ تھوڑی دیر بعد ایک نسوی آواز آئی۔
”ظفر الملک ہی ہے....!“

”میں پورشا بول رہی ہوں!“
”اوہ.... یہ تم نے کیا کیا۔ آخر اس کا مقصد۔!
”فی الحال مقصد بتانا میرے بس سے باہر ہے۔ بس اتنا سمجھ لو کہ میں ایکس ٹوکی ایک ایجنت ہوں۔ سومانی ایک آدمی تم سے ملے گا اُس سے تعاون کرو۔ اپنا ہی آدمی ہے۔!
“

”وہ تو مل بھی چکا اور میں نے اُسے فراہم کر بھگا دیا۔“

”وہ فراہم نہیں ہے۔ اپنا ہی آدمی ہے۔ تمہیں اُس کے ساتھ مل کر کام کرنا ہے۔“

”لیکن میرا خیال ہے کہ میرے سکرٹری جیسن کے غائب ہو جانے میں اُسی کا ہاتھ ہے۔!
”

”تمہارا خیال غلط ہے۔ تمہارے ساتھی اور اُس عورت کی تلاش جاری ہے....!
”

”میں نہیں جانتا کہ اب سوما کہاں ملے گا۔?
“

”زنجبار گیست ہاؤز... زاتا کی اسٹریٹ کرہ نمبر گیارہ... فون نمبر ڈائرکٹری میں دیکھ لو۔!
“

”اچھی بات ہے....!
“

”میں فون ہی پر تم سے رابطہ رکھوں گی۔!
“

”اگر مجھے کسی ضرورت کے تحت تمہیں کال کرنا پڑے تو کیا کروں۔!
“

”سومانی سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ فوراً اس سے رابطہ قائم کرو....!
“

”بہت بہتر....!
“

دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ ظفر نے ریسیور رکھ کر ٹیلی فون ڈائرکٹری اٹھایا اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ زنجبار گیست ہاؤز کا نمبر تلاش کر کے اُس نے سوما سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور تھوڑی ہی دیر بعد اُس سے گفتگو کر رہا تھا۔

”غلط بھی رفع ہو گئی ہے۔“ ظفر نے کہا۔ اپنے رویے پر نادم ہوں۔!
“

”اوہ.... کوئی بات نہیں۔!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”ہر معاملے میں اسی طرح محتاط رہنا چاہئے۔!
“

”تو پھر اب کیا کہتے ہو....!
“

”تھوڑی دیر بعد پھر پہنچ رہا ہوں۔ انتظار کرو۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

ظفر الملک نے ریسیور کریڈیٹ پر رکھ کر طویل سانس لی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شائد اُس سے جلد بازی سرزد ہوئی ہے۔ پورشا سے گفتگو ہونے کے بعد فوراً ہی سوما سے رابطہ قائم نہ کرنا چاہئے تھا۔ یہ پورشا یا سنگل یا ٹن۔ آخر اُس نے آسکفورڈ والی ہوائی چھوڑنے کی بجائے اُسی وقت کھل کر بات کیوں نہیں کی تھی۔ ظفر ایک بار پھر اپنی یادداشت پر زور دینے لگا۔ لسلی کارڈو بنا کرے میں اُس پر حملہ ہوا۔ اُس کے بعد بیک آؤٹ۔ پھر ایک دیرانے میں ہوش آیا۔

”ظاہر ہے کہ میں ان لوگوں تک پہنچنا چاہتا تھا جو اصل عورت کو غائب کر دینے کے ذمہ دار ہیں!“

”پھر یہ کیسی نگرانی تھی کہ وہ دونوں بھی غائب ہو گئے اور تمہیں اس کا بھی علم نہ ہو سکا۔“

”میری بد قسمی اور کیا کہوں...!“

”طریقہ کار کیا تھا“ ظفر نے اُسے گھوڑتے ہوئے سوال کیا۔
”بس طریقہ کار ہی میں تو خامی رہ گئی...!“

”پہلی غلطی کے بعد بھی طریقہ کار میں خامی...!“

”بس میرے ماتحت ناکارہ ہیں۔ کم از کم تین افراد کو ان کی نگرانی پر مقرر کرنا چاہئے تھا۔ لیکن انہوں نے صرف ایک سے کام نکالنے کی کوشش کی۔“

”یہ سب کچھ مجھے بے حد مفعکہ خیز لگ رہا ہے مسٹر موسما!“

”پہلے میری پوری بات سن لو... پھر اٹھاہر خیال کرنا۔“

”میں سن رہا ہوں...!“

”میں نے جیسن کے بارے میں مزید وضاحت نہیں کی تھی۔ دراصل وہ عورت اُسے مانی ولقع لے گئی اور اُسے ہی جل دیکر وہاں سے غائب ہو گئی تھی۔ میرا آدمی بھی اُس پر نظر نہ رکھ سکا۔ جیسن و اپس آیا تھا اور میں نے اُسے مشورہ دیا تھا کہ وہ کمیجانہروں میں اپنے ہی نکرے میں قیام کرے۔ لیکن وہ اس پر تیار نہ ہوا۔ بہر حال اُس نے جو وجہ بتائی تھی اُس نے مجھے چکر کر کر دیا!“
”کیا وجہ بتائی تھی!“

”نعلیٰ لسلی کارڈو بانے اُسے بتا دیا تھا کہ تم کس طرح غائب ہوئے تھے۔!“

”یعنی کہ!“ ظفر ہکلا کر رہ گیا۔

”ہاں اُس نے بتایا تھا کہ اُس وقت تم اُسی کے کمرے میں تھے جب تین آدمی اندر گھس آئے۔ تینوں مسلح تھے۔ انہوں نے تمہیں بیہوش کر کے لانڈری کی ٹڑائی میں ڈالا اور نکال لے گئے!“
”حیرت ہے۔ آخر اُس نے یہ کیوں بتایا۔ جبکہ وہ تینوں اُسی کے ساتھی تھے! اُس نے تو انہیں اپنے لئے اجنبی ظاہر کیا تھا۔ بہر حال جب میں نے اپنے کمرے کی پیش کش کی۔ اس پر وہ تیار ہو گیا تھا۔ لیکن پھر سرے سے کمیجانہروں تک پہنچاہی نہیں!“

وہاں سے پورشا سٹھلن کے ہتھے چڑھا۔۔۔ وہ پھر کا کھانا کھایا اور پھر غائب۔۔۔ پھر وہی بلکہ آؤٹ۔۔۔ نیند کا سلسلہ ٹوٹا تو دارالسلام کا ایک ہسپتال تھا۔ آخر چکر کیا ہے وہ خود ایک کارکن ہے۔۔۔ کھیل کے میدان کی لینڈ نہیں ہے۔ یہ کس قسم کے روول کی اوائیگی ایکس ٹونے اُس کے سرمند ہو دی ہے۔ کہیں نہ کہیں کوئی پھیر ضرور ہے پورشا سٹھلن۔۔۔ موسما۔۔۔ خیر دیکھا جائے گا۔ اُس نے گھری پر نظر ڈالی اور اٹھ کر لباس تبدیل کرنے لگا۔

پندرہ بیس منٹ بعد روازے پر دستک ہوئی تھی۔

”لیں۔۔۔ کم ان۔۔۔“ ظفر نے اوچی آواز میں کہا۔

موسما دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔۔۔ ظفر نے خوش اخلاقی سے استقبال کیا۔ اس پر موسما نے حیرت بھی نہیں ظاہر کی تھی۔ گویا اُس کے تین سب کچھ معمول کے مطابق ہو رہا تھا۔

”میں جیسن کے بارے میں تشویش میں بٹلا ہوں۔“ موسما نے بیٹھتے ہی کہا۔

”اگر تمہارا بیان درست تھا تو مجھے بھی تشویش ہی ہوئی چاہئے۔!“

”یقین کرو۔۔۔ وہ لسلی کارڈو بانے کے ساتھ مانی ولقع گیا تھا۔“

”حالانکہ میری عدم موجودگی میں اُسے لسلی سے دور ہی رہنا چاہئے تھا؟“

”میں نے ہی اُسے مشورہ دیا تھا۔۔۔!“

”تم نے ایسا مشورہ کیوں دیا تھا!“

”اس لئے کہ وہ اصل لسلی کارڈو بانیں تھی۔۔۔!“

”میں نہیں سمجھا۔!“

”میری غفلت کی بنا پر وہ غائب کر دی گئی اور اُس کی جگہ دوسری عورت نے لے لی۔!“

”وہی عورت جس سے میری ملاقات ہوئی تھی۔“ ظفر نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں وہی۔۔۔!“

”اور جیسن اُسی کے ساتھ گیا تھا۔“

”میں یہی کہہ رہا تھا۔“

”یہ معلوم ہو جانے کے بعد بھی کہ وہ اصل عورت نہیں ہے۔ تم نے اُسے اُس کے ساتھ جانے کا مشورہ کیوں دیا۔“

”یہ وقوع سب سے زیادہ حرمت اگنیز ہے۔“

”کیا تم دونوں کے علاوہ بھی تم میں سے اور کوئی یہاں ہو سکتا ہے۔“ سوما نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”میرے علم میں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے....!“

”تب پھر جیسن بھی آخر کار انہی لوگوں کے تھے چڑھ گیا جو لسلی کو لے گئے تھے۔“

ظفر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا ہا پھر بولا ”حقیقت یہ ہے مژہ سوما کے مجھے اپنے یہاں آنے کے مقصد تک سے آگاہی نہیں ہے۔ بس لسلی کارڈوباسے ملتا تھا۔ اصل بات وہی بتاتی۔ لیکن تمہارے بیان کے مطابق وہ پہلے ہی غائب کردی گئی تھی۔ لہذا پھر فلی خورت کیا بتاتی....!“

”بہر حال۔!“ سوما ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”مجھ سے جو کچھ کہا گیا تھا۔ میں وہ کام نہ کرنگا۔ یعنی اصل عورت کی نگرانی اور تحفظ۔“

”بس تو پھر اب مجھے واپس چلا جانا چاہئے۔ کیونکہ اصل معاملے سے تم بھی واقف نہیں ہو!“

”لیا جیسکی بازیابی سے قبل ہی پڑے جاؤ گے۔“

”اگر انہوں نے اسے مارڈا ہو گا تو بازیابی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“

”میں اس حد تک مایوس نہیں ہوں....!“

”مایوس نہ ہونے کی کوئی خاص وجہ....!“

”نہ وہ لسلی کارڈوباسے کچھ معلوم کر سکے ہوں گے اور نہ جیسکن سے۔!“

”جیسکن تو خیر کچھ جانتا ہی نہیں تھا!“ ظفر نے کہا۔ ”لیکن لسلی کے بارے میں وثوق سے کیا کہا جاسکتا ہے۔ ویسے کیا تم لسلی کے مشن سے واقف ہو....!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

”وہ کون تھی اور کہاں سے آئی تھی۔“

”مالی ڈیزیرسٹری میں کیا جانوں۔ مجھ سے تو صرف اس کی نگرانی کرنے کو کہا گیا تھا۔!“

”کس نے کہا تھا۔!“

”ظاہر ہے کہ ایکس ٹوہی کی طرف سے ہدایات ملی تھیں۔“

”براہ راست“ ظفر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”نہیں.... ایک درمیانی آدمی ہے....!“

”میں اسی درمیانی آدمی کا پاتا چاہتا ہوں۔!“

”وہ کوئی عورت ہے انگریز.... موائزہ سے اُس کی کالیں آتی ہیں۔“ سوما نے نہ تھکر لجھے میں کہا۔

ظفر طویل سانس لے کر رہ گیا۔ پورشیا کی کال موائزہ سے آتی تھی۔ وہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ ”کیا موائزہ سیر ٹکٹی نیشنل پارک کے قریب ہی کا کوئی مقام ہے....!“ ”نہیں خاصے فاصلے پر ہے....!“

”کیا سیر ٹکٹی پارک کے قریب کوئی زرعی پروجیکٹ بھی چل رہا ہے۔!“ ”ہو سکتا ہے۔ چل رہا ہو۔ آزادی کے بعد سے تو پروجیکٹوں کی بھرمار ہو گئی ہے۔ ہر جگہ ایک نہ ایک موجود ہے۔ لیکن تمہیں اس سے کیا سروکار۔!“

”کیا تم اُس عورت کے نام سے واقف ہو۔!“ ظفر نے اُس کے استفسار کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

”نہیں! وہ صرف ایکس ٹو کے حوالے سے بات کرتی ہے۔!“

”بہر حال ہماری اتنی دیر کی گفتگو لا حاصل رہی۔!“

”میرا بھی بھی خیال ہے....!“ سوما نے اسامنہ بنا کر بولا۔ ”نہ تمہیں اصل معاملات کی خبر ہے اور نہ مجھے....!“

”خیر.... کیا پہنچو گے....!“ ظفر نے پوچھا۔

”کوئیاگی منگو والو۔“

”کوئیاک....!“

”نہیں! وہ تو امریکی ہے۔ دار صل ہم نے جن کو کوئیاگی کا نام دیا ہے۔!“

”اوہ.... اچھا....!“

ظفر نے روم سروس کو رنگ کر کے کوئیاگی طلب کی تھی۔ سوما نے اُس سے پوچھا ”تم نے ڈوڈا ہمیں چکھی یا نہیں۔!“

”میں نے تو نام بھی نہیں سنائے۔!“

”ای لئے میں نے یہ مشورہ پیش کیا ہے۔ لہذا بہ بوتل میں کاک لگاؤ۔ اور میرے ساتھ چلو!“
 ”چلو!...!“ ظفر اٹھتا ہوا بولا۔



جوزف اُسے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ جیسں شام تک پڑا سوتا رہا۔ پھر کسی نے اُسے جھنچھوڑ کر جگایا تھا۔ سوتے وقت اُس نے دروازہ اندر سے بولٹ نہیں کیا تھا۔
 بوکھلا کر انٹھ بیٹھا۔ جگانے والا ہی زرد فام دو غلام افریقی تھا۔ جس نے اُنکی آمد پر عمارت کا دروازہ کھولا تھا۔ اُس نے کہیں چلنے کا اشارہ کیا۔ اور جیسن ہر برا کرن بستہ سے کو دپڑا۔

زرد فام اُسے ایک بڑے کمرے میں لے آیا جہاں کھجور کی چٹائی کا فرش تھا۔ اور پندرہ نہیں سیاہ فام آدمی میٹھے قہوہ پی رہے تھے۔ زرد فام نے اُسے بھی ایک طرف بینھ جانے کا اشارہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اُس کے سامنے بھی قہوہ کی پیالی رکھ دی گئی۔ زرد فام تو اُسے وہاں چھوڑ کر پہلے ہی جا چکا تھا۔ اور اس دوران میں جیسن نے اندازہ لگایا تھا کہ وہاں موجود سارے ہی افریقی گوئے ہیں۔ وہ سب اشادوں میں ایک دوسرے سے باطن کر رہے تھے۔ بھی بھی جیسن کو بھی گھورنے لگتے۔ قہوہ لندین ہے تھا۔ مسالوں کی خوشبو سے روح تک معطر ہوتی محسوس ہوئی۔ وہ نہیں بخوبی چلکیاں لیتا رہا۔

پھر اچانک وہاں سننا چھا گیا۔ گوگنوں کے حلق سے نکلنے والی بے ہنگم آوازیں گھم گئیں اور وہ سب داخلے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ جیسن بھی مڑا اور سنائی میں رہ گیا۔
 بے حد حسین چہرہ تھا۔ آنکھیں تو قیامت تھیں۔ ہونتوں کی بناوٹ پر مسلسل مسکراہٹ کا دھوکا ہوتا تھا۔ سفید فام لڑکی تھی۔ عمر میں سے زیادہ نہ رہی ہو گئی۔ وہ املاکی ہوئی چال کے ساتھ جیسن کے قریب پہنچی تھی اور اُسے شرات آمیز نظروں سے دیکھتی رہی تھی۔ جیسن بوکھلا گیا۔ یہیں اُسے بہر حال یاد تھا کہ وہ گوٹا ہے۔ جب سے گونگانا تھا بار بار خود کو یاد دلاتا تھا کہ وہ گوٹا گا۔

”ہماری بہترین وائن جس کا نام اپنے ایک بڑے جدید شہر کے نام پر رکھا ہے!“
 ”میں وائن نہیں استعمال کرتا۔ کبھی کبھی لیکر یا بیڑے لیتا ہوں۔“
 سوما کچھ نہ بولا۔ وہ اچانک کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ ہیئت کذائی سے یہی ظاہر ہوتا تھا۔ بھنویں سکونگی تھیں۔ آنکھیں بچھی ہوئی تھیں اور پیشانی پر تین عدد موٹی موٹی سلوٹیں دکھائی دے رہی تھیں۔

روم سروس کے ویٹر کی آمد تک یہی کیفیت رہی۔
 لیکن جیسے ہی بوتل سے گاسوں میں انڈیلی گئی۔ پیشانی کی سلوٹیں غائب ہو گئیں اور وہ پر جوش انداز میں بولا۔ اگر جیسن وہاں بھی نہ ملا تو پھر.... تو پھر....!
 ”تو پھر“ کی سکرار کے ساتھ ہی نہ صرف آواز ڈھلی پڑ گئی تھی بلکہ جملہ بھی ادھورا رہ گیا تھا!

”کیا کہنا چاہتے ہو۔“ ظفر اسے تیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔
 ”مجھے ایک جگہ پر اُن لوگوں کی کمین گاہ ہونے کا شہر ہے....!“
 ”اور تمہارا خیال ہے کہ جیسن وہیں ہو گا!“
 ”کو شش کر دیکھنے میں کیا حرج ہے!“
 ”اُبھی تک کاریکارڈ تو سی رائیگاں ہی کی تغیر نظر آتا ہے!“
 ”یاد میری تو ہیں نہ کرو۔“ سوما ایک بڑا سا گھونٹ لے کر بولا۔ ”اُبھی تک ذاتی طور پر میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اپنے نالائق ماتھوں کو آزماتا رہا ہوں۔ اب خود ہی سب کچھ دیکھوں گا۔“
 ”یہ بھی کر کے دیکھ لو!“

سوما چند لمحے اُسے غور سے دیکھتا ہا پھر بولا۔ ”تم مجھے بہت ذہین آدمی معلوم ہوتے ہو۔ کیوں نہ دونوں مل کر کام کریں۔ اس طرح شاہد، بہتر نتائج برآمد ہو سکیں!“
 ”مگر کام کی نوعیت تو معلوم ہو۔“
 ”نی اخال جیسن کی بازیابی!“
 ”ہاں ٹھیک کہتے ہو۔ میں تیار ہوں۔ مجبوری یہ ہے کہ ایک اجنبی دلیں میں پھنس گیا ہوں۔ باہر نکلوں بھی تو کہہ جاؤں!“

ہے۔ لڑکی کی مترجم آواز کرے میں گوئی۔ وہ اُس سے کہہ رہی تھی۔ ”ہو تو دو نکلے ہی۔ لیکن زمین جنوبی ایشیا کی کسی نسل کا میل معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کیا میرا خیال غلط ہے۔؟“

”نہیں جان میں!“ وہ بے اختیار کہنے ہی والا تھا کہ ذہن کو جھکا سا لگا۔ وہ تو گونگا ہے۔ زبان جس پوزیشن میں تھی اُسی میں رہ گئی۔ لیکن اُس نے ہاتھ پنجا کر اشارے سے یہ ضرور پوچھ لیا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔

”بیدائیشی گونگے ہو۔“ اُس نے پوچھا۔ اور جیسن ہونقوں کی طرح منہ چھاڑے اُس کی شغل دیکھتا ہا۔ دیے یہ بھی سوچ رہا تھا کہ کہیں پہچان تو نہیں لیا گیا۔

”چلو انہوں، میرے ساتھ!“ وہ پھر بولی۔

لیکن جیسن کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ اور ہر نہ جانے کیوں دوسرا گونوں نے حلق پھاڑ پھاڑ کر ہنسنا شروع کر دیا۔ جیسن پر مزید بدحواسی طاری ہوئی لیکن وہ خود کو کنٹرول میں رکھنے کے لئے برابر کوشش رہا۔

جب لڑکی نے اٹھنے کا اشارہ کیا تو بڑی سعادت مندی سے اٹھ گیا۔

پھر اُس نے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تھا۔ اُس نے نچپ چاپ تعیل کی۔ ٹھیک اُسی وقت کسی گونگے نے جل کر بھوں بھوں روشناروئے کر دیا تھا۔ اور جیسن نے بڑی مشکل سے اپنے اُس قیقبے کا گلا گھونٹا تھا جو سینے کی گہرائیوں سے ہونتوں تک آنے کے لئے بجل رہا تھا۔

لڑکی عمارت سے گلی میں نکل آئی۔ جیسن اُس کے پیچھے چلتا ہا۔ وہ مژہ کر اُسے اشارہ کے جارہی تھی کہ اسی طرح چلتا رہے....!

گلی سے نکل کر وہ سڑک پر پیچے تھے۔ یہاں ایک جگہ ایک بُجی سی سیاہ گاڑی کھڑی تھی۔ جیسن بہت زیادہ محاط ہو گیا تھا۔ ایک بُل کے لئے بھی اپنی موجودہ حیثیت کو فراموش نہیں کر جاہتا تھا۔

گاڑی کے قریب رُک کر لڑکی نے پچھلی سیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ لیکن جیسن ہونقوں کا طرح منہ چھاڑے کھڑا رہا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اُس کی سمجھتے ہی میں نہ آیا ہو کہ لڑکی کیا جاہتی ہے۔ بالآخر لڑکی نے خود ہی دروازہ کھولا تھا اور اشارہ کیا تھا کہ وہ اندر بیٹھ جائے۔ خوفزدہ انداز میں جیسن نے تعیل کی تھی۔

لڑکی اب اسٹرینگ کے سامنے بیٹھی اور گاڑی حرکت میں آگئی۔ جیسن نے طویل سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں۔ اب پتا نہیں کیا ہونے والا تھا۔ وہ اُسے کہاں لے جا رہی تھی؟ اور وہ اُس عمارت میں گونگوں کی بھیڑ کسی تھی؟ کیا یہ سب گونگے کسی خاص مقصد کے تحت اکٹھا کئے گئے ہیں۔ موکاڑی کی حیثیت اُس پر اظہر من انتہس تھی.... تو کیا.... وہ نیکرو جوزف نہیں تھا جس نے اُسے موکاڑی کے ٹھکانے تک پہنچا تھا۔؟ اُبھیں بڑھتی رہی اُس نے مڑ کر دیکھا۔ سڑک دور کے سنان پڑی تھی۔ اگر وہ نیکرو جوزف نہیں تھا تو کرنل بھی فرما اور وہ عورت بھی ہے وہ جو لیانا فنر واٹر سمجھا تھا۔

دفعاً گاڑی جدید طرز کی ایک عمارت کی کپماونڈ میں داخل ہوئی اور سڑک گئی لڑکی نے مڑ کر اُسے پیچے آترنے کا اشارہ کیا۔ لیکن وہ بے بُسی سے اُس کی طرف دیکھتا ہا۔ یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ اُسے دروازہ کھولنا نہیں آتا۔ لڑکی نہ اسامنہ بنا کر خود اٹھی اور اُس کے لئے دروازہ کھولا۔

پھر وہ اُسے عمارت کے اندر لا لائی تھی۔ یہ اسٹال تھا۔ جیسن کے کان کھڑے ہوئے کیا اس کا طین معائنہ کیا جائے گا۔ اگر ایسا ہو تو پول کھل جائے گی۔ کیونکہ کم از کم قمیض تو اتارنی ہی پڑے گی.... اور اور اس کا لے میک اپ کا یہ حال تھا کہ صرف وہی حصے رُنگ کے گئے تھے جو لباس سے باہر تھے بقیہ جسم کی رنگت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

استمن میں اُس نے لڑکی کو ایک ڈاکٹر سے گفتگو کرتے دیکھا اور کان اور ہر ہی لگا دیے۔ ڈاکٹر بھی سفید فام ہی تھا۔ لڑکی اُس سے کہہ رہی تھی کہ وہ جیسن کے خون کی قسم معلوم کرنا چاہتی ہے۔ جیسن طویل سانس لے کر رہ گیا! اس کے لئے صرف بازوں تک آستین چڑھانی پڑتی لیکن ہاتھوں پر شانوں تک پینٹ کیا گیا تھا۔ لہذا افشاءے راز کا نظرہ نہیں تھا۔ وہ اُس ناخ پر بیٹھ گیا جس پر کئی لوگ اور بھی بیٹھنے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہی سفید فام ڈاکٹر ایک بُجی سی ہائپو ڈرک سرخ ہاتھ میں لئے اُس کے قریب آ کھڑا ہوا۔ لڑکی ساتھ تھی۔ لیکن جیسے ہی ڈاکٹر کے سیاہ فام استمن نے جیسن کا ہاتھ پکڑ کر آستین چڑھانے کی کوشش کی وہ بُری طرح بیٹھ لگا۔ ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے وہ لوگ اُسے ذبح کر دینے کا رادہ رکھتے ہوں۔!

”گوٹا گاہے بیچارہ....!“ لڑکی نے ڈاکٹر سے کہا ”ڈر رہا ہے....!“ ڈاکٹر اپنے استمن سے بولا۔ ”کسی اور کو بھی لاو۔ تم تھا اسے قابو میں نہیں کر سکو۔

گے....!

کسی نہ کسی طرح خون کی مطلوبہ مقدار سرخ میں کھینچی گئی تھی اور جیمسن سبھے ہوئے پھر
کی طرح سکیاں لیتا رہا تھا۔ لیکن اس سے ذرہ برا بر بھی متاثر نہیں نظر آرہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے
یہ اس کے لئے کوئی نئی بات نہ ہو۔

”رپورٹ اس پتے پر چاہئے۔“ اُس نے اپنے پر س سے ایک کارڈ نکال کر ڈاکٹر کی طرف
بڑھاتے ہوئے کہا اور چند کرنی نوٹ بھی اُس کے ہاتھ میں رکھ دیئے۔

پھر اُس نے جیمسن کا بازو پکڑ کر نیچے سے اخھیا تھا اور باہر چلنے کا اشارہ کیا تھا۔

جیمسن کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ دھاریدار آدمیوں کے سلسلے میں بلڈ
گروپ کے چکر سے آگاہ تھا۔ تو کیا اُسے قربانی کا بکرا بنایا گیا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ اُس کے
ساتھی بروقت اُسے بچانے میں کامیاب ہی ہو جائیں۔ بسا اوقات قربانی کے بکرے سچے سچے قربان
ہو جاتے ہیں۔ لڑکی کی گاڑی کے قریب پہنچ چکا تھا لیکن اندر بیٹھنے پر کسی طرح بھی خود کو آمادہ نہ
کر سکا۔ دھنعتاً ایک زور دار چیخ ماری اور وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔

لڑکی ”ارے ارے“ ہی کرتی رہ گئی تھی....!

شادید ہی کبھی اتنا تیز دوڑا ہو۔ دیسے اوسان خطا نہیں ہوئے تھے۔ درنہ کسی گلی میں کیوں
مڑتا۔ سیدھا ہی دوڑتا چلا جاتا۔ لیکن اس سے بے خبر تھا کہ اُس کے اس طرح بھڑک کر بھاگتے ہی
سرڑک کی دوسری طرف سے ایک جیپ اسٹارٹ ہو کر اُسکے پیچے لگ گئی ہے۔ جیپ پر چار عدد
فوجی سوار تھے۔ گلی اتنی کشادہ نہیں تھی کہ جیپ فوری طور پر موڑی جاسکتی۔ لہذا اُسے روک کر
چاروں فوجی نیچے کو دے اور جیمسن کے پیچے دوڑنے لگے۔

ایک نے اُسے لکارا بھی تھا۔ ”بھرہ! ورنہ فائز کر دیا جائے گا۔“

جیمسن خواہ مخواہ لڑکھڑا یا۔ اور منہ کے بل گر پڑا۔ ان کے حکم پر رکتا کیسے؟ گونگا اور بہرہ تو
تھا۔ پھر انہوں نے اُسے جالیا اور گھیر کر کھڑے ہو گئے۔ جیمسن خوفزدہ ہی آوزیں حلق سے نکال
رہا تھا۔ چاروں فوجی مقامی ہی تھے۔ لیکن سوا حلی کی بجائے انگلش میں گفتگو کر رہے تھے۔ ان میں
سے ایک نے کہا تھا ”گاڑی بیٹیں لے آؤ....!“

ایک فوجی اسی طرف دوڑ گیا۔ جہاں جیپ چھوڑی تھی اور تین جیمسن کو گھیرے کھڑے

رہے۔ جیمسن ہونتوں کی طرح ایک ایک کی شکل دیکھتا اور حلق سے طرح طرح کی آوازیں
نکالتا رہا۔

زرادیر میں جیپ دہیں آپنچی اور جیمسن کو زبردستی اُس پر چڑھا دیا گیا۔۔۔ سمجھ میں نہیں آ رہا
تھا کہ وہ موکاڑی کے آدمیوں کے ہتھے چڑھا ہے یا یہ سچے سچے فوجی ہی ہیں اور اُسے اس طرح بھاگتے
دیکھ کر دھر لیا ہے۔ بہر حال تن بہ تقدیر ہو رہنے کے علاوہ اب کوئی چارہ نہیں تھا۔ چپ چاپ
بیٹھا رہا اور جیپ حرکت میں آگئی۔ لیکن سڑک کی طرف نہیں لے جائی گئی تھی۔ گلی کے اندر رہی
سے دوسرے جانب نکل گئی....!



پام کے درختوں کے درمیان خیموں کی چھوٹی سی بستی تھی۔۔۔ شہر سے باہر نکل کر فوجیوں
کی جیپ نے اور ہر ہی کارخ کیا تھا۔ خیموں کے درمیان پہنچ کر رک گئی۔ شادید ہی کوئی فوجی کیمپ
نہیں تھا۔ ڈرائیور کرنے والے فوجی نے جیمسن سے کہا۔ ”سچے اترو!“ لیکن جیمسن احمدقوں کی طرح
منہ پھاڑے بیٹھا رہا۔

فوجی نہ کر بولا۔ ”نہ تم گوئے ہو اور نہ بہرے۔ کھیل ختم ہو گیا!“

لیکن جیمسن نے اپنی حالت میں کسی قسم کی بھی تبدیلی نہ ہونے دی۔۔۔!

اتنے میں دوسرے فوجی نے کہا۔ ”وقت ضائع نہ کرو۔ کر غل کو مطلع کر دو۔۔۔!“

”ٹھیک کہتے ہو۔“ ڈرائیور نے کہا اور جیپ سے اتر کر ایک نیچے میں چلا گیا۔!

جیمسن جس طرح بیٹھا تھا اُسی طرح بیٹھا رہا۔ ایک گوئے اور بہرے آدمی کی بہترین اداکاری
کر رہا تھا۔ ساتھ ہی سوچ بھی رہا تھا کہ اگر انہی لوگوں کے ہتھے چڑھا ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ بھاگ
نکلنے کے فعل کو خوفزدگی پر محول کریں گے۔ لیکن اگر اُس سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی تو گردن
بے دریغ کٹ جائے گی۔۔۔!

تو ہوڑی دیر بعد اسی نیچے سے برآمد ہونے والے ایک مرد کو دیکھ کر دھنعتاً اُس کی باخچیں کھل
گئیں۔ یہ کر غل ڈونتا بوناڑا تھا۔ سیاہ قام فوجی اُس کے پیچے نظر آیا۔

”اب اتر بھی آئیے جتاب!“ کر غل نے اردو میں کہا اور جیمسن نے بیٹھے بیٹھے ہی چھلانگ لگا۔

دی۔!

”تم اگر اس طرح نہ بھاگتے تو بھی کسی نہ کسی طرح وہاں سے نکال لائے جاتے!“ کرمل
نے دوبارہ خیسے کی طرف مرتے ہوئے کہا۔ ”وہ آخری مرحلہ تھا...!“
”تو میں غلط نہیں بھاگا تھا...!“

”بھاگے کیوں تھے؟“

”وہاں میرا بلڈ گروپ معلوم کرنے کے لئے خون لیا گیا تھا...!“
”اس لئے تم دہشت زد ہو کر بھاگ نکلے...!“
”میا کرتا... جبکہ مجھے علم تھا کہ بلڈ گروپ معلوم ہو جانے کے بعد اگر میں ان کے لئے
کار آمد ثابت ہوا تو میرا کیا حشر ہو گا۔ لیکن میرے خدا...!“

”کیوں خاموش کیوں ہو گئے...!“

”وہ کیمرہ میرے تھیلے میں رہ گیا...!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا... کرمل نے کہا ”جوف اسے نکال لایا تھا۔ لیکن تمہارا اس
طرح بھاگ نکلا مجھے پسند نہیں آیا!“

”اگر میرا پورا جسم سیاہ ہوتا تو شاکد اس کی نوبت نہ آتی۔ وہ تو مجھے علم ہو گیا تھا کہ صرف خون
ہی یعنے نکل بات رہ جائے گی۔ ورنہ میں تو ہسپتال کے اندر ہی سے نکل بھاگنے کی سوچ رہا تھا!“
”خیر... خیر!“

”میرے باس کا کچھ پتہ چلا...!“

”بخیریت ہے...!“

”لگ... کیا مطلب...!“

”وہ خیسے میں داخل ہو چکے تھے! کرمل نے اسٹول کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”بیٹھ جاؤ...!“
”آپ بے حد سمجھیدہ ہو رہے ہیں یور مجھی!“ جیسن قیل کرتا ہوا بولا۔

”ایسا ہی معاملہ ہے...!“

”ہاں آپ میرے باس کے بارے میں کچھ بتا رہے تھے۔!“

”وہ پھر سوما کے ہتھے چڑھ گیا ہے! اور دونوں ملکر تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔“

دوسرے الفاظ میں دراصل سوما کو میری تلاش ہے۔ اچھی طرح جانتا ہے کہ تم اس کے آدمیوں
کے ہاتھ نہیں لگ کے...!“

”تواب آپ سوما کے لئے کیا کریں گے...!“

”نی الحال اُسے سس پس میں رکھنے کا رادہ ہے! یہی مناسب ہو گا...!
اور باراں...!“

”کسی کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں ہو گی۔ ظفر کے لئے اب کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ
میرے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ بس تمہیں تلاش کرتا رہے گا۔ اور سوما اُسی کے تسطے
مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔“

”آپ کا کیا پروگرام ہے...!“

”ایک طویل سفر کا آغاز!“

”اوہ.... تو آپ رفت ویلی کے جگلات میں سفر کریں گے...!
کرمل نے سر کو خفیف سی جبنس دی! جیسن پھٹی پھٹی سی آنکھوں سے اُسے دیکھتا رہا۔
”کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”بے حد خطرناک جنگل ہیں...!“

”میں نے جغرافیہ کی کتاب میں یہی پڑھا تھا۔“ کرمل نے ناخنگوار لہجے میں کہا۔
”لیکن وہاں جا کر کریں گے کیا!“

”یہ وہیں پہنچ کر سوچوں گا۔“

”میرے لئے کیا حکم ہے!“

”تمہاری جدائی اب پل بھر کے لئے بھی گوارہ نہیں ہے!“

”لگ... کیا مطلب...!“

”مطلوب یہ کہ تمہارا بابا یعنی کریگا اور تم میرے ساتھ دھکے کھاتے پھر دے گے۔“

”میرا تصور یور مجھی!“

”تم بہت اپنے جادہ ہے ہو! میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔ اور جسے میں پسند کرتا ہوں اُس
کے لئے بھی خواہ ہوتی ہے کہ قبر میں بھی ساتھ لے جاؤں!“

”مجھے جنگلات کا کوئی تجربہ نہیں ہے...!“
 ”مجھے خاصاً تجربہ ہے اور اتنا ہی کافی ہے...!“
 ”مادام جولیانا کہاں تشریف رکھتی ہیں...!“
 ”وہ بیٹھن رہے گی تاکہ ظفر پر نظر رکھ سکے!“
 ”کیوں نہ میں مادام پر نظر رکھنے کی ڈیوٹی پر لگادیا جاؤں...!“
 ”اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے...!“
 ”آخر مجھ میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں...!“
 ”فضول باشیں چھوڑو... انداز اُس عمارت میں اور کتنے گونے ہوں گے...!“
 ”پچیس... تیس...!“

کرنل سر ہلا کر رہ گیا۔ جیمسن تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا ”کیا وہ گونے ہی... دھاریدار آدمیوں میں تبدیل کر دیئے جائیں گے...!“
 ”میرا بھی خیال ہے۔“ کرنل نے کہا ”آن گونگوں کا مصرف ہی معلوم کرنے کے لئے تمہیں وہاں پہنچایا گیا تھا۔ موکاڑی کے ایجنت گونگوں کو تلاش کر کے وہاں پہنچاتے ہیں.... بلڈ گروپ معلوم کرنے کی کہانی اسی طرف اشارہ کرتی ہے کہ یہاں گونے ہی استعمال کئے جا رہے ہیں...!“
 ”وہ لڑکی قیامت تھی!“ جیمسن خندی سانس لے کر بولا۔

”اگر وہیں واپس جانا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ لیکن اتنا سالہ فراہم کرنا میرے بس سے باہر ہو گا کہ تمہیں نیچے سے اوپ تک کالا کر کے رکھ دوں...!“
 ”تو کیا بھجھے اسی حلے میں رہتا ہے...!“
 ”یہی سوچ رہا ہوں... فوجی وردی میں اچھے خاصے لگو گے...!“
 ”تو کیا یہ واقعی فوجیوں ہی کا کیمپ ہے...؟“
 ”یہاں کی ملٹری ائمبلی جنس کا ایک دستہ ہے!“
 ”اور یہ شریک سفر ہو گا...!“
 ”یہی بات ہے... میں یہاں ان کی مدد کیلئے آیا ہوں...!“
 ”لیکن اپنا قصور اب بھی مجھے نہیں معلوم ہو سکا!“

”جاو آرام کرو...!“
 ”مک... کہاں جاؤں!“
 ”تمہیں اُس خیسے میں پہنچا دیا جائے گا جہاں قیام کرتا ہے! ادوسروں کے سامنے کرنل کہہ کے مخاطب کرو گے اور یہ نہیں بھولو گے کہ میں کرنل ڈونا بونارڈ ہوں!“
 ”تو کیا یہ لوگ بھی آپ کی شخصیت سے واقف نہیں ہیں!“
 ”کرنل ڈونا بونارڈ اس برا عظیم میں مشہور شخصیت ہے!“
 ”مطلوب یہ کہ وہ عمران صاحب کی حیثیت سے آپ کو نہیں جانتے!“
 ”عمران صاحب کس چیز کا نام ہے...!“
 ”واقعی۔ میں نے پہلے بھی آپ کو ایسے مودو میں نہیں دیکھا!“
 ”ایشیا اور افریقہ پر ڈونا بونارڈوں ہی کاراج ہے۔ عمرانوں کو کون پوچھتا ہے۔۔۔ عمرانوں کا مصرف صرف یہ گیا ہے کہ ڈونا بونارڈوں کی سازشوں کا شکار ہوتے رہیں اور ان کا آلہ کار بننے رہیں!“
 ”آپ بہت غصے میں معلوم ہوتے ہیں یور میجھی!“
 ”اس لئے میں ڈونا بونارڈوں ہی کی حیثیت سے انہیں چاق و چوبندر کھ سکوں گا ورنہ ان کا احساس کتری مجھے بھی لے ڈو بے گا!“
 ”انتے سیر یہیں بھی نظر نہیں آئے!“
 ”عمران نے کسی کو آواز دی تھی۔ ایک سیاہ فام فوجی نے خیسے میں داخل ہو کر اسے سلیوٹ کیا! عمران نے جیمسن کی طرف اشارہ کر کے کہا ”اے گونڈا کے خیسے میں پہنچاؤ!“
 جیمسن بہت سی باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن اُس فوجی کی موجودگی میں عمران کے سر نہ ہو سکا۔ پھر چاپ فوجی کے پیچھے چل پڑا تھا۔
 گونڈا سے مراد شائد جوزف گونڈا تھا۔۔۔ جیمسن کا اندازہ غلط نہ تکا اُس خیسے میں جوزف ہی سے ملاقات ہوئی۔ جیمسن کو دیکھ کر اُس نے دانت نکال دیئے وہ بھی فوجی وردی ہی میں تھا۔
 ”بہت خوش نظر آرہے ہو!“ جیمسن نے بُر اسامنہ بناؤ کر کہا۔
 ”برسون کی آرزو پوری ہوئی مشری۔ اپنے دلیں کی نضامیں سانس لے رہا ہوں!“

”پہلے کیوں نہیں آئے... کسی نے باندھ تو نہیں رکھا تھا!“

”باندھ رکھا تھا۔ باس کی محبت نے باندھ رکھا تھا۔ شاکن قبر ہی مجھے ان سے جدا کر سکے!“

”میرا دل نہیں لگ رہا...!“

”تم یہاں دل لگانے نہیں آئے۔ میری اور بات ہے!“

”مجھے اس علاقے کے بارے میں بتاؤ جد ہر سفر کرنا ہے!“

”میں نہیں جانتا مسٹر کہ کہ ہر سفر کرنا ہے!“

”اس کیمپ میں عمران صاحب کی کیا پوزیشن ہے!“

، ”میرا بابا ہر جگہ بادشاہ نظر آتا ہے!“

”مطلوب یہ کہ کمائٹر کے مقابلے میں کیا حشیت ہے ان کی...!“

”ان کے علاقے میں اور کوئی کمائٹر نہیں ہے۔ دوسرے صرف مشورہ دے سکتے ہیں۔ حکم

باں ہی کا چلتا ہے!“

”تم لوگ جب سے یہاں آئے ہو کیا کیا کرتے رہے ہو!“

”پورا انتزاعی چھان بارا ہے جنگلوں کو جھوڑ کر۔ اب شاکن کسی جنگل میں گھسنے کا پروگرام ہے!“

”کہیں گشت و خون کی نوبت تو نہیں آئی!“

”ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا۔ لیکن میں خون کی بوسوگھ رہا ہوں۔ لاشوں پر منڈلانے والے

گدھوں کو مژدہ ہو!“

”وہ تو ویسے بھی ہو گا۔ افریقہ بڑی طاقتون کا اکھڑا بننے والا ہے۔ فاضل اسلحہ کی فروخت

سے جو رقم حاصل ہو گی۔ انسانیت کی فلاج پر صرف کی جائے گی!“

”تم نے یہ طبع بڑی طاقتون پر کیا ہے یا افریقہ پر۔ جوزف آنکھیں نکال کر بولا۔“

”کسی پر بھی نہیں! میں نے تو حقیقت بیان کی ہے۔ دونوں بڑی طاقتیں اپنا فاضل اسلحہ ای!

طرح ٹھکانے لگائیں!“

”بس ختم کرو۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں سننا چاہتا!“ جوزف ہاتھ اٹھا کر بولا.....!



بیسیں تو ہاتھ نہیں گا تھا۔ لیکن اب ان دونوں کے درمیان یہ تھہری تھی کہ موائزہ میں اس عورت کو تلاش کیا جائے جو فون پر ان سے گفتگو کرتی رہتی ہے! مسوما نے پہلے تو اسے لاحاصل قرار دیا تھا۔ لیکن پھر نہ جانے کیوں اس پر آنادگی ظاہر کی تھی۔ بذریعہ ریلوے ٹرین اروشا پہنچے تھے اور پھر وہاں سے ایک لینڈ روور کرائے پر حاصل کی تھی اور موائزہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے!

ظفر نے مسوما کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ اس عورت سے مل چکا ہے!

”لیکن ہم اسے تلاش کس طرح کریں گے!“ مسوما نے کہا۔

”کیوں؟ تم نے تو کہا تھا کہ تم اس سے فون پر رابطہ قائم کرتے ہو۔ فون نمبر کے ذریعے پا لگایا جا سکتا ہے...!“

”میں نے یہ کبھی نہ کہا ہو گا کہ میں رابطہ قائم کرتا ہوں۔“ مسوما نے کہا ”کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ وہی مجھے کال کرتی رہتی ہے۔ اور کبھی کوئی فون نمبر مجھے نہیں دیا!“

”تب تو دشواری ہو گی!“ ظفر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”کیا ان اطراف میں کوئی ایسی جگہ بھی ہے جہاں چڑھائی پر ریگستان اور ڈھلان میں ایک چھوٹی سی سر سبز وادی ہے...!“

”بے شمار ایسی جگہیں ہوں گی۔“ مسوما نے لاپرواپی سے کہا۔

ظفر نے پھر کچھ نہ پوچھا۔ خود اسے اپنایہ سوال امتحانہ معلوم ہوا تھا۔

”ویسے میں تمہیں بتا دوں کہ میں یہاں اس عورت کی تلاش میں نہیں آیا ہوں۔“ مسوما نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ وہی لینڈ روور کو ڈرائیور کر رہا تھا!

”میں نہیں سمجھا!“

”بس تھوڑی سی تفریخ چاہتا تھا۔ موائزہ میں سیاحوں کی بھیڑ ہو گی....!“ بڑے حسین حسین چہرے دکھائی دیتے ہیں!“

”مجھے سے بڑی غلطی ہوئی۔“ ظفر نہ تھکر لجھے میں بولا۔

”کیسی غلطی!“

”مجھے وہیں معلوم کر لینا چاہئے تھا کہ تمہارے پاس اُس عورت کا کوئی فون نمبر بھی نہیں!“

”ارے۔ اس کی فکر نہ کرو۔ تمہاری تفریق بھی میرے ذمے۔ تم بہت اچھے دوست ناہر ہوئے ہو۔!“ سوما نہیں کر بولا۔

”نہیں.... مجھے شرمندگی ہے۔ مسر سوما!“

”اوہ.... بھول بھی جاؤ.... میں یاروں کا یار ہوں....!“

”دوپھر کے کھانے کیلئے وہ ایک چھوٹی سی بستی میں رکے۔ بڑی پر فضا جگہ تھی۔ چاروں طرف کئی رنگوں کے خود روپ چھوٹوں کے تنخے لہلہبار ہے تھے اور نضامیں عجیب سی خوشبو رپی ہوئی تھی۔

ایک صاف سترے ہو ٹیل میں لپچ کرنے کے لئے داخل ہوئے۔ کھانے کا کمرہ سیاحوں سے بھرا ہوا تھا۔ کوئی میز خالی نہیں تھی۔ اس لئے وہ کاؤنٹر کے قریب ہی رک گئے۔

”ادھر تو یہی ہو گا۔ کھڑے کھڑے کھاؤ۔“ سوما بولا۔

”کوئی فرق نہیں پڑتا۔“ ظفر نے کہا اور یہ بیک چوک پڑا۔ صدر دروازے کے قریب ایک طویل قامت دبل پلا آدمی دکھائی دیا تھا۔ چپی سی ناک کے نیچے گھنی موچھیں کچھ عجیب سی لگ رہی تھیں۔ اتنی گھنی تھیں کہ دہانہ بالکل نہیں دکھائی دیتا تھا! اُس کے ساتھ ایک سیاہ فام عورت بھی تھی۔ خاصی صحت مند اور شوخ آنکھوں والی تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ پکپس سال رہی ہو گی۔ وہ دونوں بھی اُن کے قریب تھی۔ آکھڑے ہوئے۔ ظفر کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اُن آدمی کو پہلے بھی کہیں دیکھے چکا ہو۔ پہلی ہی نظر میں شناسا لگا تھا۔ اس لئے تو وہ اُسے دیکھتے ہی چونا تھا لیکن وہ اس کی طرف توجہ دیئے بغیر اپنی ساتھی عورت سے باتمی کے جارہا تھا۔ دونوں انگلش ہی میں گفتگو کر رہے تھے۔ مرد کا لہجہ بے حد پیار بھرا تھا۔ اس کے مقابلے میں عورت کچھ زیادہ پکپس نہیں لے رہی تھی۔

”کیا رکھا ہے اس عورت میں۔ کیوں گھور رہے ہو۔“ سوما نے آہستہ سے کہا۔

”وہم ہے تمہارا میں تو نہیں گھور رہا۔ ظفر جلدی سے بولا۔ ادھر وہ لمبا آدمی اپنی ساتھی سے کہہ رہا تھا۔“ تھیں بہت جلد جلد بھوک لگتی ہے کہیں ہاضم۔

”خواب کر بیٹھنا۔!“

”ٹوکا مت کرو....!“ وہ بھٹکا کر بولی۔

”تمہارے بھٹکے کو کہہ رہا ہوں حق تک ٹھوں لیتی ہو۔۔۔ پھر کہتی ہو کہ طبیعت حاضر نہیں!“

”بکواس مت کرو۔ تمہاری موڑ کار کے فرائض انجام نہیں دے سکتی! پتہ نہیں کس نری

گھری میں تم سے ملاقات ہوئی تھی!“

”اچھا.... اچھا.... کیا کھاؤ گی....!“

”اسٹنک!“

”کتنے درجن ملکوں والے!“

”پھر تم نے میری خوش خوراکی پر طنز کیا!“

سوما کی طلب کی ہوئی اشیاء آگئی تھیں۔ انہوں نے کاؤنٹر ہی پر کھانا شروع کر دیا تھا اور سوما

بھی بڑی دلچسپی سے اُس جوڑے کی گفتگوں رہا تھا۔

”کیا خیال ہے.... یہ آدمی کہاں کا باشندہ ہو سکتا ہے۔!“ سوما نے ظفر سے پوچھا۔

”کچھ کہہ نہیں سکتا۔ ناک کی بناوٹ تو چینیوں جیسی ہے.... لیکن موچھیں.... اُن بچاروں کو ایسی گھنی موچھیں کہاں نصیب!“

”میرا خیال ہے کہ ان کی گاڑی ہمارے پیچھے پیچھے ہی آئی ہے۔“ سوما نے کہا۔

”میں نے توجہ نہیں دی تھی۔!“

”پھر اسے دیکھتے ہی چونکے کیوں تھے؟“

”ہاں! میرا خیال ہے کہ مجھ سے یہ اضطراری فعل سرزد ہوا تھا۔ لیکن کیوں؟“

”بڑی میں بھی اتنی دیر سے سوچ رہا ہوں۔!“

”بڑی عجیب بات ہے۔!“ سوما سر ہلا کر بولا۔ ایسے افعال اُسی صورت میں سرزد ہوتے ہیں جب کوئی غیر متوقع بات سامنے آجائے۔

”کچھ کہہ نہیں سکتا۔“ ظفر نے تھکر لجھ میں بولا۔ ”نہ جانے کیوں ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے اسے پہلے بھی کہیں دیکھے چکا ہوں۔!“

”گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ شناسا لگ رہا ہے۔!“

"میرا خیال ہے.... کوئی ایسی بات ضرور ہے۔ جس میں شناسائی کی جھلک ملتی ہے۔ لیکن یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا!"

"کہیں یہ ہمارا تعاقب تو نہیں کر رہا۔" "سمانے کہا۔
"خدا جانے!"

"ابھی معلوم ہو جائے گا!"

کھانے کا حساب بیباق کر کے وہ باہر نکلے۔ سفر پھر شروع ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد سمانے عقب نما آئیئے پر نظر ڈالتے ہوئے کہد۔ "دیکھ لو! اسی کی گاڑی معلوم ہوتی ہے!"

"اتھے یقین کے ساتھ نہ کہو! کیا تم ان کی گاڑی کو پہچانتے ہو؟"

"میں نے اس وقت تک گاڑی اشارت نہیں کی تھی۔ جب تک وہ آگر اپنی گاڑی میں بیٹھنے لگے تھے!"

"اگر وہ دو اوقیٰ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں تو کون ہو سکتے ہیں۔" ظفر نے پر تشویش لجھ میں کہد۔ "اوہ، اتنے بھولے نہ ہو!"

"کیا مطلب؟"

"ہو سکتا ہے یہ بھی انہی میں سے ہوں جنہوں نے تمہارے ساتھی کو غائب کر دیا ہے۔" "اُف فوہ! میں بھی کتنا بے عقل ہو گیا ہوں!"

"لہذا ہوشیار ہو۔ اگر یہ کسی طرح ہمارے ہاتھ آجائیں تو....!"

"کیا ضروری ہے کہ صرف دو ہی ہوں؟"

"میں سمجھا نہیں کیا کہنا چاہیتے ہو! " سموا بولا۔

"ہو سکتا ہے اور بھی ہوں.... کی گذیاں تو میں اُن کے پیچھے!"

"پچھے بھی ہو ہیں اُن پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرنی چاہئے۔"

"بھیسی تمہاری مرضی ابھی کسی طرح پیچھے نہ پاؤ چکے!"

"کوئی مذہب سوچو کہ کیسے گھیرا جائے....!"

"کسی جگہ رکو۔ اگر وہ لوگ بھی اکیں تو تصدیق بھی ہو جائے گی کہ ہمارے ہی تعاقب میں ہیں۔ بس پھر وہیں گھیر لیں گے!"

"مناسب ہی جگہ کا انتخاب کرنا پڑے گا!" سمانے پر تکلر لجھ میں کہا۔

"مجھے تو نہیں لگتا کہ کہیں کوئی ایسی جگہ مل سکے۔ یہ سڑک بھی اتنی کشاہ نہیں ہے کہ

دوسری گاڑیوں کو روکے بغیر ہم کسی جگہ رک سکیں!"

"ہاں.... شائد.... اب موائز ایک ایسی کوئی جگہ نہ مل سکے گی۔"

"تو پھر سیدھے موائز ایسی چلو۔ اگر وہ تعاقب کرتے ہی رہے تو وہیں نپٹ لیں گے!"

"ٹھیک ہے۔ ایسا ہی کرتے ہیں!" سموا طویل سانس لے کر بولا۔

ظفر ابھیں میں پڑ گیا تھا۔ آخر یہ لمبا آدمی کون ہو سکتا ہے۔ اُس نے اس میں شناسائی کی جھلکیاں کیوں محسوس کی تھیں۔ جب وہ عورت سے گفتگو کر رہا تھا تو آواز بھی کچھ جانی پہچانی سی گئی تھی!

"کیا سوچنے لگے! " سمانے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"ابھیں میں ہوں۔" ظفر طویل سانس لے کر بولا۔ "آخر یہ آدمی کسی قدر جانا پہچانا سا کیوں لگ رہا ہے۔ جبکہ میں نہیں جانتا کہ کن لوگوں کے ہاتھوں ستایا گیا ہوں!"

"اُوہ.... ایک بات.... کیا یہ تمہارے ساتھیوں میں سے بھی کوئی ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ میک اپ میں ہوا اور تم نے چال ڈھال کی بنا پر شتابسائی محسوس کی ہو!"

"سوال ہی انہیں پیدا ہوتا۔ میرے ساتھیوں میں نہ کوئی اتنا بدلا ہے اور نہ اتنا مبارا۔"

"ضروری تو نہیں کہ اپنے بھکے کے سارے آدمیوں سے واقف ہو۔"

"سوال ہے شناسائی محسوس کرنے کا!" ظفر بولا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو!"

سفر جاری رہا۔ اچاک ظفر کو یاد آگیا کہ غیر شعوری طور پر اُس کا ذہن کسی کی طرف بھاگ رہا ہے۔ کیا یہ مشہور چینی جرامم پیشہ سنگ ہی ہو سکتا ہے؟ اُوہ شائد.... ناک اور پیشانی کی بناوٹ

کل ہاتھ پر اسے شناسائی محسوس ہوئی تھی.... گھنی موچھوں نے کسی حد تک اصل حلے کی پر پہ پوشی کیا ہے لیکن پیشانی، ناک اور آنکھوں کی بناوٹ اور وہی چھوٹی چھوٹی چمکیلی آنکھیں!

وہ سوچتا رہا۔ اس سلسلے میں سمانے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پتا نہیں کیا پچھر ہے۔؟

بالآخر وہ موائز اجا پہنچے....!

”کیا یہاں کچھ وقت گذار نے کارادہ ہے؟“ ظفر نے پوچھا۔

”کیوں نہیں۔؟ وکٹوریا کے ساحل کی مٹھنڈی مٹھنڈی ہوا میں روز کہاں نصیب ہوتی ہیں۔ کام ہو یا نہیں۔ دو ایک دن تو یہاں گذار نے ہی ہیں۔ کسی اقتداری ہوٹل کی طرف چلتے ہیں۔“

دوسری گاڑی اب بھی پیچھے لگی ہوئی تھی۔!

”تم دیکھ لینا۔!“ موسما بولا۔ ”جہاں ہم ٹھہریں گے۔ وہیں یہ دونوں بھی قیام کریں گے۔!“

”اچھا ہے۔ ہمیں ان پر نظر رکھنے میں آسانی ہو گی۔!“

موسما نے قہقہہ لگایا اور بولا۔ ”کتنے مرے کی بات ہے کہ وہ ہم پر نظر رکھیں گے اور ہم ان پر۔.... لیکن وہ عورت تو مجھے کوئی سڑی ہوئی طوائف لگتی ہے۔!“

ظفر کچھ نہ بولا۔ دو ایک ہوٹل کے سامنے رکے تھے۔ بدقت تمام ایک ہی کمرہ مل۔ کہا۔

”پلو غیرت ہے۔ ورنہ پہلے سے ریزویشن کرائے بغیر ان ہوٹلوں میں جگہ نہیں ملتی۔!“

موسما نے کہا۔

”لیکن وہ دونوں کیا کریں گے۔ میرا خیال ہے کہ باہر ہی رکے ہوئے ہیں۔ ابھی تک اندر

”ہیں آئے۔!“ ظفر بولا۔

”انہیں یہاں جگہ نہ ملے تب بھی وہ قیام کر سکیں گے۔ کیا تم نے تھوڑے ہی فاصلے پر وہ رٹا رنگ خیسے نہیں دیکھے۔!“

”تو کیا وہ خیسے بھی۔!“

”جب اندر جگہ نہیں ہوتی تو وہ خیسے ہی کام آتے ہیں۔ ہمیں یہاں جگہ نہ ملتی تو ہم بھی کہا کرتے۔!“

”اگر وہ واقعی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں تو دوبارہ ضرور ملاقات ہو گی۔“ ظفر نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔

وہ اس کمرے میں پہنچا دیے گئے جہاں انہیں قیام کرنا تھا۔

موسما گھوڑے بیچ کر سویا۔ البتہ نیند ظفر کی آنکھوں سے کسوں دور تھی۔ کبھی جیسے کا خیال آتا اور کبھی اس لبے آدمی کا جس میں اس نے سنگ ہی کی جھلکیاں پائی تھیں۔

کیا وہ محض اتفاق تھا۔ یا وہ بیچ جو ان دونوں کا تعاقب کر رہا تھا۔... تو پھر مقصد؟ کیا یہ اند

لوگوں کا چکر ہے؟ لیکن یہاں تمزہ نیہ میں اگر وہ لوگ کچھ کر رہے تھے تو اس سے ایکس ٹو کو کیا سر دکار؟ اس نے ابھی تک موسما سے اپنے شے کا افہار نہیں کیا تھا۔ وجد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھی کہ وہ ابھی تک اس کی طرف سے مطمئن نہیں ہوا تھا۔

شام ہوئی۔ اس نے لباس تبدیل کیا اور موسما کو سوتا چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ یہاں تو شام ہوتے ہی اچھی خاصی سردی ہو گئی تھی۔ دارالنلام میں گرمی تھی۔

ایک سایہ دار درخت کے نیچے لبے آدمی کی گاڑی کھڑی نظر آئی۔ اور وہ دونوں گاڑی ہی میں موجود تھے۔ موسما کے خیال کے مطابق شاہزاد انہوں نے کوئی خیرہ بھی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا وہ قیام کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے ظفر ان کی طرف سے انہjan بن کر ٹھلنے کے سے انداز میں ان کی جانب جا لکلا۔ گاڑی کے قریب سے گذر ہی رہا تھا کہ اسے بہت ہی صاف سترھی اردو میں مخاطب کیا گیا۔

ظفر ایک جھیٹکے کے ساتھ رک گیا! المبا آدمی گاڑی سے نکلا ہوا بولا ”ایسی بھی کیا جلدی۔ ذرا رکنے۔!“

”جی فرمائیے۔!“

”تکلفات بر طرف۔!“ وہ اس کے قریب پہنچ کر شانے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ ”مجھے یقین ہے کہ تم نے مجھے پہچان لیا ہو گا۔ موچھوں سے کیا ہوتا ہے۔!“

”ن۔۔۔ نہیں تو۔۔۔ میں نے آپ کو نہیں پہچانا۔۔۔ پہلے ہم کہاں ملے تھے؟“

وہ زور سے نہ کر بولا۔ ”مجھے چرانے کی کوشش کر رہے ہو۔ حالانکہ تمہارا گرو بھی مجھے پچا کرتا ہے۔!“

”مجھے بے حد افسوس ہے کہ اس حوالے کے باوجود بھی میں آپ کو نہیں پہچان سکا۔!“

”کیا تم نواززادہ ظفر الملک نہیں ہو۔!“

”درست فرمایا۔ یہی میرا تام ہے۔!“

” عمران کے لئے کام کرتے ہو۔۔۔!“

”وہ میرے درست ہیں۔ ان کے لئے کام نہیں کرتا۔!“

”کیا تم تھا ہو۔!“

کار پر داڑوں میں تھی سب سے زیادہ رنگیں مزان اور حسن پرست ہو۔!

ظفر نے سوچا۔ اب اس کس پس سے نکلا چاہئے۔ ہو سکتا ہے سنگ ہی اس مسئلے پر روشنی
ڈال سکے کہ انہیں یہاں کیوں بھیجا گیا تھا۔!

رفعتا وہ اُسے آکھ مار کر سکریا اور آہستہ سے بولا ”اچھا مسٹر سنگ ہی۔۔۔ تم کیا چاہتے ہو۔!

”شناختی کا اعتراف میرے پیچے اور کچھ نہیں۔!

”لیکن میں نہیں جانتا کہ عمران صاحب کہاں ہیں۔!

”تم دونوں یہاں کیوں آئے ہو۔!

”یہ بھی مجھے نہیں معلوم۔۔۔ صرف ایک فرد سے ملاقات ہونی تھی۔ وہ بھی نہیں ہو سکی۔

اُسی فرد سے ہمیں معلوم ہوتا کہ ہم یہاں کیوں آئے ہیں۔!

”تو اپنی کیوں نہیں چلے گئے۔

”جیسیں کی بازیابی کے بغیر یہ ممکن نہیں۔

”میاں اس سلسلے میں کسی کام آسکتا ہوں۔!

”شکریہ! مسٹر سنگ ہی۔ ہم آپس میں دوست تو نہیں ہیں۔!

”جس ملک میں تم قانوناً میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ وہاں مجھے اپنادوست ہی سمجھو۔

”اگر اُس ڈپٹی ڈائریکٹر کو تمہاری خصیت کا علم ہو جائے جو میرے ساتھ ہے تو کیا ہو گا۔؟

”وہ خود چور ہے۔۔۔!

”میں نہیں سمجھا۔!

”یہ اپنے بھائے کا وفادار ہے اور نہ ملک کا۔

”غیر۔۔۔ غیر۔۔۔ تم میری کوئی مدد نہ کر سکو گے مسٹر سنگ ہی۔!

”تمہاری مرضی۔۔۔! سنگ ہی نے بر اسمانہ بنا کر شانوں کو جینش دی۔

”لیکن میں ایک بات ضرور پوچھوں گا۔!

”گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔۔۔ کب تک کھڑے رہو گے۔!

”شکریہ۔۔۔ کہہ کر ظفر الملک اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ پچھلی سیٹ پر
نگریں نیم دراز تھی۔ سنگ اُسے دوسری طرف دھکلیتا ہوا اُدھر ہی بیٹھ کر بولا۔ ”اب پوچھو کیا

”فی الحال تمہاری سمجھئے۔۔۔ میرا ساتھی اچاک غائب ہو گیا ہے۔۔۔!

”جیسیں کی بات کر رہے ہو۔۔۔!

”جی ہاں۔۔۔! ظفر نے حیرت سے کہا۔ کمال ہے۔ آپ سب کچھ جانتے ہیں۔

”یہاں آنے کا مقصد۔۔۔!

”سیاحت۔۔۔!

”محکمہ کا خاص کے ایک ڈپٹی ڈائریکٹر کے ساتھ۔!

”میں نہیں سمجھا۔۔۔؟

”مسٹر کو یلو مسوائی بات کر رہا ہوں! کچھ دنوں پہلے جیسیں بھی اُسکے ساتھ دکھائی دیا تھا!

”میں اس کے بارے میں اتنا ہی جانتا ہوں کہ اُس کا نام مسوایہ! لیکن بخوبی میں ملاقات ہوں تھی۔ دوستی ہو گئی۔۔۔!

”عمران کہاں ہے۔۔۔!

”وطن ہی میں ہو گئے۔۔۔!

”میں یقین نہیں کر سکتا۔

ظفر الملک نے لاپرواہی سے شانوں کو جبنش دی! المبا آدمی اُسے بغور دیکھئے جا رہا تھا۔ تھوڑی
دری بعد بولا۔ ”ہو سکتا ہے جیسیں اُس کی موجودگی کا علم نہ ہو۔!

”ممکن ہے۔“ ظفر نے کہا۔۔۔ ”لیکن ابھی تک آپ نے اپنام نہیں بتایا۔

”تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔ خواہ مخواہ بننے کی کوشش مت کرو۔۔۔!

رفعتا کاملی عورت نے جو کسی قدر نہیں معلوم ہوتی تھی گاڑی کے اندر سے پوچھا ”تم کر
زبان میں گفتگو کر رہے ہو ڈارلگ۔۔۔!

”فرشتوں کی زبان میں۔۔۔“ لمبے آدمی نے اُسے جواب دیا اور ظفر سے بولا۔ ”یہ نگریں
کمال کی عورت ہے۔۔۔!

ظفر نے لاپرواہی سے سر کو جبنش دی۔

”اگر یہاں تمہاری آمد کا مقصد محض سیاحت ہوتا تو تم اُس کلوٹے کے ساتھ نہ دیکھے جائے۔
کوئی عورت تمہاری ہم جلیس ہوتی۔“ لمبے آدمی نے کہا ”مجھے علم ہے کہ میرے بھتیجے کے

پوچھتا ہے۔!

”فانوس سے والا قصہ...! تم تھریسیا کی فلاینگ مشین کا پایہ پکڑ کر اُس کے ساتھ ہی فرار ہوئے تھے... پھر کیا ہوا تھا؟“

سنگ نے زور دار قہقہہ لگایا اور بولا ”ہوتا کیا... میں نہیں جانتا تھا کہ فگراز مجھے اور اُسے کہاں لے جائے گا۔ لیکن پھر بھی عمران کی حماقتوں میں نہیں پہنچتا چاہتا تھا۔ اسی لئے نکل جانا بہتر سمجھا۔“

”پھر تھریسیا سے کیا ہی تھی۔!“

”غیر معملنی حالات تھے۔ اس لئے اُس وقت تو میں ہی کسی نہ کسی طرح جان چھڑانا چاہتا تھا۔ نے فگراز کا پایہ تھام کر کسی لبے سفر کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا تھا۔ لہذا وہ جیسے ہی ایک عمارت پر سے گذرائیں نے پایہ چھوڑ دیا۔!“

”خاصی چوٹیں آئی ہوں گی۔“

”ڈر ابھی نہیں... عمارت کے سونمنگ پول میں گرا تھا۔ البتہ اندازے کی ذرا سی بھی غلطی چھڑے اڑادیتی۔!“

”سونمنگ پول کیے نظر آگئی تھا... غالباً یہ رات کی بات تھی۔!“

”اُس کے چاروں گوشوں پر لاکنیں کھلی ہوئی تھیں... بس زندگی تھی قیچی گیا۔!“

”تو پھر صلح ہو گئی ہو گئی تھریسیا سے۔!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

”اوہ... تو جنگ جاری ہے۔!“

سنگ کچھ نہ بولا۔ سیٹ کے نیچے ہاتھ ڈال کر شراب کی بوتل نکالی اور اُسی سے منہ لگا کر دی تین گھونٹ لئے۔ پھر بوتل نیگرس کو تھامتا ہوا بولا ”تم بیکار بیٹھی ہوئی ہو۔“

”نہیں میں بس... زیادہ نہیں پہنچیں۔!“

”تم پیو گے۔!“ سنگ نے ظفر سے پوچھا۔

”نہیں شکریہ...! تم نے مجھے سوما کے بارے میں تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔“

”اسی لئے کہہ رہا ہوں کہ کچھ بات تاذد و رشد و شواری میں پڑ جاؤ گے۔!“

”میں نہیں جانتا تھا کہ وہ مغلکہ کار خاص کا کوئی آئینہ ہے۔“

”پھر کیسے مل بیٹھا۔!“

”کھینچا دیں...!“

”اگر وہ تم سے خواہ مخواہ مل بیٹھا ہے تو میں کسی طرح بھی تسلیم نہیں کر سکتا کہ وہ تمہارے میں سے ناواقف تھا۔“

”تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ سر کاری طور پر میری ٹوہ میں رہا ہو گا۔!“

”سر کاری طور پر بھی اور غیر سر کاری طور پر بھی۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ غیر سر کاری طور پر یہ دلیل کا اجنبیت ہے۔!“

”خدائی پناہا۔!“

”بس ہوشیار رہتا۔... اسی لئے اب اور شدت سے یقین ہو گیا ہے کہ میرا نانجبار بھیجا یہاں ضرور موجود ہو گا۔“

”مجھے تمہاری باتوں پر یقین کرنا ہی پڑیگا۔!“ ظفر نے پر تفکر لجھے میں کہا۔

”کوئی خاص وجہ۔“ سنگ نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”بہت خاص! مسوا تمہاری طرف سے چوکنا ہو گیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ تم اور شاہی سے ہم دونوں کا تعاقب کر رہے ہو۔ میں تمہیں اُس ہوٹیل میں دیکھ کر چونک پڑا تھا۔ اُس نے محسوس کیا تھا اور مجھ سے زیادہ تمہارے متعلق پوچھا تھا کہ میرے شناسا تو نہیں ہو۔ ایک بات اور محسوس کی ہے میں نے۔ وہ جاننا چاہتا ہے کہ ہم دونوں کے علاوہ اور کون آیا ہے ہم میں سے۔“

”تم نے دیکھا۔“ سنگ انگلی اٹھا کر بولا ”وہ بھی محسوس کر رہا ہے کسی تیسرے کی موجودگی اور حقیقاً وہ اسی تیسرے کے چکر میں ہے۔“

”تو پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔!“

”اب پوچھی ہے تم نے قاعدے کی بات۔!“ سنگ کچھ سوچتا ہوا بولا ”اس وقت وہ کہاں ہے۔!“

”کمرے میں سوتا چھوڑ کر آیا ہوں۔!“

”لب تو پھر اب مجھ سے الگ رہو۔... میں دیکھ لوں گا۔“

ظفر نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ اور نیچے اتر آیا پھر تیزی سے ہوٹل کی طرف روائی ہوئی تھی۔

لیکن اپنے کرے کے دروازے پر اُسے رک جانا پڑا تھا کیونکہ سو ماڈرووازہ کھول کر باہر آ رہا تھا۔
”تت.... تم کہاں تھے۔ کب گئے تھے!“ اُس نے کسی قدر اضطراب کی ساتھ پوچھا۔
”آسی لے جو دی کے چکر میں تھا!“

”کیا مطلب؟“

”اس نے شائد کوئی خیہ بھی حاصل نہیں کیا۔ ابھی تک گاڑی ہی میں بیٹھا ہوا ہے....!
”بڑی عجیب بات ہے۔ لیکن تمہیں تھا نہیں جانا چاہئے تھا!“

”اوہ.... تو کیا میں کوئی نہما بچ ہوں!“

”یہ بات نہیں مشرد۔ یہاں کے لئے اجنبی ہو۔ لہذا کوئی افتاد پڑی تو ناواقفیت کی بنا پر
حالات کا مقابلہ نہیں کر سکو گے!“

”یہ دلیل مان لوں گا۔“ ظفر مسکرا کر بولا۔

”ابھی اندر چھلنے میں دری ہے۔ چلوڑ راساصل تک ہو آئیں۔ یہاں غروب کا منظر دیکھ کر
خوش ہو جاؤ گے....!“

”بالکل مزہ نہیں آئے گا۔ میرا ذہن اس لے جو دی میں الجھا ہوا ہے۔!“

”اوہ.... چھوڑو بھی.... وہ ہزار آدمیوں کے ساتھ بھی ہو تو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا....
چلو چلیں.... ادھر کے ایک ہوٹل میں بہترین سی فوڈ ملتا ہے!“

وہ باہر نکلے.... لیکن اس بار سنگ ہی کی گاڑی کہیں نہ دکھائی دی۔ سوما کے قدم بھی رک
گئے تھے۔ اُس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ اُس کی گاڑی کہاں دیکھی تھی!“

”میں خود بھی جراثم ہوں اب تو کہیں نظر نہیں آرہی....!“

”خیر.... مجھ سے بچ کر کہاں جائے گا!“

وہ لینڈرور میں بیٹھے اور ساحل کی طرف روانہ ہو گئے....!



دس بارہ افراد کی میٹنگ تھی۔ اور عمران بحیثیت کریم ڈونابونارڈ صدر نشین تھا۔ وہ سب
مختلف ریک کے آفسر تھے اور سفر کے آغاز کا مسئلہ درپیش تھا۔ ان کے درمیان ایک بڑا سا

نشہ پھیلا ہوا نظر آ رہا تھا۔

”لیکن کریں!“ ان میں سے ایک نے کہا ”جنگلوں سے نکل کر آئے والوں میں سے کوئی
بھی ان جنگلوں کی صحیح نشان دہی نہیں کر سکا۔ جہاں وہ خبیث دکھائی دیا تھا!“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان جنگلوں پر نشانات موجود ہیں۔ جہاں سے وہ لوگ برآمد
ہو کر ہم تک پہنچے ہیں!“ عمران نے کہا۔

”کتنی جنگلوں پر نشانات ہیں!“

”یہی کہنا چاہئے ہو کہ آخر ان میں سے کس پوائنٹ کا منتخب کرو گے۔“ عمران نے پوچھا!
”ہاں کریں!“

”اگر انہی میں سے کچھ لوگ ساتھ لئے جائیں تو کیا برائی ہے!“

”ان میں سے کوئی بھی اب جنگلوں کا رخ کرنے پر آمادہ نظر نہیں آتا۔ ہم کو شش کر کچے
ہیں۔ زبردست نہیں کی جاسکتی!“

”تو پھر تمہاری دامت میں طریق کار کیا ہوتا چاہئے....!“

”اس کا فیصلہ مشکل ہے....!“

”ناممکن تو نہیں ہے.... اچھا.... میرے اردو مگونڈا کو بلاو....!“

”ھوزی دیر بعد جو زف نے خیے میں داخل ہو کر ایڑیاں بجا میں۔

”اوھ قریب آ جاؤ۔“ عمران نے نقشے کی طرف اشارہ کر کے کہا ”تم بھی تو کچھ کہہ رہے
تھے....!“

”یہ سر....!“

دوسروں کے چہروں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ انہیں یہ بات پسند نہیں آئی لیکن زبانیں
بند ہی رہیں۔ جو زف نقشے پر جھک کر ھوزی دیر تک کچھ دیکھتا رہا۔ پھر ایک جگہ انگلی رکھ کر
بولا۔ ”یہ کی گوتا ہے۔ یہاں سے گوبے کی شکارہ گاہ شروع ہوتی ہے.... میری دامت میں یہ پوری
پٹی صرف اسی جگہ سے قابلی عبور ہو گی!“

”یہ تو ہم بھی جانتے ہیں۔“ ایک آفسر جلدی سے بولا۔ لیکن جو زف بدستور سر جگائے
کھڑا رہا۔ نہ اُس نے عمران کی طرف دیکھا تھا اور نہ اُس آفسر کی طرف۔

”یعنی تم نے یہ بات اپنی ہی ذات تک محدود رکھی تھی....!“ عمران نے خشک لبجھ میں کہا۔
”جناب بات دراصل یہ ہے کہ وہاں سے کدھر جائیں گے....!“
”اس کا فیصلہ وہیں پہنچ کر کیا جائے گا۔“
آفسر کچھ نہ بولا۔

عمران نے جوزف سے کہا ”اور کیا کہنا چاہتے ہو۔!“
”کی گواہ کے قریب ہی ایک قصبہ مپانڈا ہے وہاں ہمیں ایسے لوگ مل سکیں گے جو ہماری
رہنمائی کر سکیں۔!“
”تمہارا اشارہ شامک شکاری مل جیروم کی طرف ہے۔“ ایک آفسر بولا۔
”لیں سر! مل جیروم اور اُس کے مقامی ساتھی....!“
”مل جیروم بوزھا ہو چکا ہے۔ ریٹائرڈ نیڈ گذار رہا ہے۔!“
”لیکن جناب وہ ہمارے لئے مفید معلومات فراہم کر سکے گا۔“ پھر کوئی کچھ نہ بولا۔
عمران نے مینگ برخواست کر دی جوزف اُس کے پیچے پیچے خیے سے نکلا اور اُس کے نیچے
تک چلا آیا۔

”اندر آ جاؤ....!“ عمران اپنے خیے میں داخل ہوتا ہوا آہستہ سے بولا۔
”مجھے جیرت ہے باس۔“ جوزف نے کہا ”جو کچھ میں نے کہا وہ سب ہی جانتے ہیں لیکن
انہوں نے تمہیں نہیں بتایا۔ مل جیروم ہی وہ فرد واحد ہے جو رفت ویلی کے جنگلوں کے بارے
میں سب سے زیادہ جانتا ہے....!“
”یہ لوگ میری سمجھ میں نہیں آ رہے۔!“ عمران بولا۔
”بے فکر ہو! میں سب سے سمجھ لوں گا۔ لیکن وہ چونما تو بالکل ہی خاموش رہا تھا۔ کچھ نہیں
بولا تھا۔!“

”کس کی بات کر رہے ہو۔!“ عمران چونکہ پڑا۔
”کیپٹن بگاہی! کامل بھیڑ معلوم ہوتا ہے۔!
”کوئی ثبوت....!“
”میری چھٹی حس باس.... تم ان لوگوں کو نہیں جانتے.... میں جانتا ہوں....!“

”کیا اس کا امکان ہے....!“
”کسی بھی امکان کو رد نہ کرو.... جب سے آیا ہوں مجھے پورے ملک میں گزر بڑ محسوس
ہو رہی ہے۔!
”اچھی بات ہے تو اس پر نظر رکھنا! واقعی یہاں پہنچ کر میری کھوبڑی گھوم گئی ہے۔!
”فکر نہ کرو باس! سب ٹھیک ہو جائے گا۔!
”تم ابھی تک اپنے لوگوں سے نہیں ملے....!
”کیا کروں گا باس....! شائد اب وہی ملیں جنہیں ذرا ذرا سا چھوڑ کر گیا تھا۔ وہ مجھے کیا
پہنچانیں گے....!
”تمہارا اپنا خاندان ان....!
”تمہارے علاوہ اب میر اور کوئی خاندان نہیں ہے۔!
”میں اندر آسکتا ہوں جناب....!“ دفعتاً کسی نے باہر سے کہا۔
”آ جاؤ....!“ عمران بولا۔
ریڈیو آپریٹر اندر داخل ہوا۔ اور ایک پرچہ اُس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا ”آپ کے لئے
لا اسکلی پیغام ہے جناب.... لیکن ہم اسے ڈی کوڈ کرنے سے محفوظ ہیں۔!
”اوہ... اچھا... لا او...!
وہ عمران کو پرچہ تھما کر چلا گیا۔ کوڈ ورڈ میں جولیا کا پیغام تھا۔ موائز سے آیا تھا۔
”دونوں کا دارالسلام سے تعاقب کرتی ہوئی موائز اپنی سمجھی ہوں۔ یہاں سنگ ہی دکھائی دیا ہے۔
بہت ہی معمولی میک اپ میں ہے۔ کم از کم میں تو پچھاں ہی سکتی ہوں۔ ظفر اپنے ساتھی کی لا علی
میں اُس سے ملا تھا۔ دونوں بہت دریک اُسی کی گاڑی میں بیٹھے باقی کرتے رہے تھے۔ پھر ظفر
ہوٹل چلا گیا تھا.... اور سنگ کسی اور طرف نکل گیا تھا۔!
عمران نے طویل سانس لی۔
”کوئی خاص خبر باس۔“ جوزف نے پوچھا۔
”بہت ہی خاص.... جیسکن کو بلاؤ....!
جوزف چلا گیا۔ تھوڑی دری بعد جسم کے ساتھ واپسی ہوئی تھی۔ عمران نے اسنوں کی

طرف اشارہ کیا۔ دونوں بیٹھ گئے۔
”وہن پر اچھی طرح زور دے کر بتاؤ کہ تمہیں اس دوران میں کوئی ایسا آدمی تو نہیں ملا جس
پر تمہیں سنگ ہی کادھوکا ہوا ہو۔!“ عمران نے جیسن سے سوال کیا۔

”نہیں.... جناب! مجھے نہیں یاد پڑتا!“

”جب یہاں پہنچے تھے۔ مطلب یہ کہ لکھنگاروں میں!“

”جی نہیں۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ابھی تک ایسا کوئی آدمی میری نظر سے
نہیں گذر رہا!“

”ٹھیک ہے۔“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ اور جوزف سے کہا ”اب کیپن بگاں کی کو بلواؤ!“
کیپن بگاں کی بھی تھوڑی دیر بعد پہنچ گیا تھا۔ لیکن اُس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔
عمران نے اُسے کہ کی پیش کی۔

”شکریہ جناب! وہ بیٹھتا ہوا بولا۔ لیکن مجسم سوال بنا ہوا تھا۔

”اس پوری بھیڑ میں صرف تمہاری آنکھوں میں مجھے ذہانت کی جھلکیاں ملی ہیں۔!“

”اوہ.... نہیں جناب....!“ وہ گزبردا کر بولا ”شش.... شکریہ....!“

”میں غلط نہیں کہہ رہا۔ تم کبھی کوئی رائے نہیں دیتے۔ لیکن تمہاری آنکھیں غور و فکر میں
ڈوبی رہتی ہیں۔!“

”اب میں کیا عرض کرو جناب“ وہ کھیانی کی بھی کے ساتھ بولا۔

”شکاری بل جیروم سے پوچھ پوچھ کرنے سے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔!“

”کوئی امکانی پھر ائے بغیر نہ چھوڑنا چاہئے۔ اُس کا کوئی نہ کوئی ساتھی ایسا ضرور ہو گا کہ
ہمارے کام آسکے۔!“

”گلڈ... تو بس اب صرف ہم چاروں ہی چلیں گے۔!“

”مم.... میں نہیں سمجھا جناب....!“

”سنو! فوجی خواہ سادہ لباس ہی میں کیوں نہ ہو۔ اپنی چال ڈھال سے فوراً پہچان لیا جائے۔!“

”یہ بات تو ہے جناب....!“

”دو چار لوگوں پر نظر رکھنا آسان ہے۔ اُن کی عادات و اطوار میں تبدیلی کرائی جاسکتی ہے
لیکن پورے دستے پر اثر انداز ہونا ممکن نہیں۔!“

”میں کچھ گیا جناب....! لیکن صرف چار افراد۔؟ دوسرے نظرات کو کیوں نظر انداز
کر رہے ہیں۔“

”پیشہ ور مزدور.... مپانڈا میں ایسے مزدور بہت مل جائیں گے۔!“

”مشکل ہے جناب.... میں نے سنا ہے کہ کی گوما کے آس پاس والے گاؤں بھی خالی ہوتے
جا رہے ہیں....!“

”میں کچھ عرض کروں جناب....! جوزف بول پڑا۔

”ضرور.... ضرور....!“ عمران نے کہا۔

”مپانڈا سے کوئی بھی نہیں ہٹا۔ مزدور فراہم کرنا میری ذمہ داری.... بل جیروم کو بھی
بات چیت پر آمادہ کر سکوں گا....!“

کیپن بگاں اُسے گھور کر رہا گیا۔ عمران نے اُس سے پوچھا۔ ”اب کیا کہتے ہو۔“

”میں انکار تو نہیں کر سکتا جناب! اصرف خطرات کا احساس دلانا چاہتا تھا۔!“

”اچھا تو بس تیار رہنا.... ہم چاروں کسی وقت بھی نکل چلیں گے۔ دوسروں کو ہماری ایکسیم
کا علم نہ ہونے پائے۔ ہم انہیں یہیں چھوڑ جائیں گے۔ اور سنو یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم فرائی
جنگلوں میں گھس پڑیں۔ فی الحال سفر کا مقصد صرف بل جیروم سے ضروری معلومات حاصل کرنا
ہے....!“

”بہت بہتر جناب....!“

”ذس مس....!“

کیپن بگاں چلا گیا۔ عمران جوزف سے بولا۔ اب تم اُس پر نظر رکھ سکتے ہو۔ اگر یہ کسی اجنبی
سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے تو فوراً گردان دباد بننا۔!“

”اوکے باس۔“ جوزف نے کہا۔ پھر وہ بھی نکلا چلا گیا تھا۔!

”اب آپ فرمائیے جناب عالی۔“ عمران نے جیسن کو خاطب کیا۔

”میں تو بے موت مارا گیا ہوں.... دو غلام کچھ کر کوئی نیگر س بھی قابلِ اعتمانہ سمجھے گی۔“

”اطلاع ملی ہے کہ آپ کے شہزادے صاحب سنگھی کے چکر میں پڑ گئے ہیں!“
”مگر.... کہاں؟“

”فی الحال موازنامیں ہے....!“
”لیکن یور سیجھی.... یہ اس وقت کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی!“
”کون سی؟“

”جوزف کو بعد میں آپ نے جو ہدایات دی ہیں اُس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کیپٹن
بلگاسی پر کسی قسم کا شہر کر رہے ہیں....!“

”تمہارا خیال درست ہے۔!“

”تو پھر اُس سے اس قسم کی گفتگو کیوں کر ڈالی۔ پوری اسکیم ہی سے آگاہ کر دیا۔“

”شہبے کو یقین کی حد تک لے جانا چاہتا ہوں۔!“

”اور اگر یہ بات دوسروں نکل پکنچ گئی تو....؟“

”کوئی فرق نہیں پڑے گا بس دیکھتے جاؤ....!“

”مجھے کیوں طلب فرمایا ہے....!“

”تم اپنے لئے کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”جو آپ چاہیں....!“

”تم اب میرے ہی ساتھ رہو گے....!“

”خوش نصیب۔ لیکن آپ کو اتنا سیر لیں دیکھ کر گھر اصل مہ پہنچا ہے....!“

”کیا مجھے سیر لیں نہ ہونا چاہئے۔“

جیمسن پچھے کہنے ہی والا تھا کہ جوزف بوکلایا ہوا اندر داخل ہوا۔

”بب.... بب.... وہ بلگاسی....!“

”کیا ہوا بلگاسی کو....!“

”وہ بچھی کسی اور کا آدمی ہے.... ابھی ابھی میں نے چیک کیا ہے....!“
”بیٹھ جاؤ خود کو سنبھال۔!“ عمران نے اسٹول کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
”یہاں سے وہ سیدھا جھاڑیوں کی طرف گیا تھا۔“ جوزف بیٹھتا ہوا بولا۔

”غالباً رفع حاجت کے بھانے.... اور ٹریلیے کے قریب والی جھاڑیوں میں۔ میں بھی پہنچا
اور تحریرہ گیا....!“

”رفع حاجت کرتے دیکھ کر....!“ جیمسن بول پڑا۔

”تم چپ رہو....“ جوزف بھنا کر بولا۔ عمران نے بھی ہاتھ اٹھا کر جیمسن کو خاموش رہنے
کا اشارہ کیا تھا۔

”وہ ٹرانسیسٹر پر کسی سے بات کر رہا تھا! اور جانتے ہو ٹرانسیسٹر کیا تھا۔“ جوزف نے طویل
سانس لی اور پھر بولا ”فاؤنٹین پن جو اسکی جیب میں لگا رہتا ہے۔ ہم سب دیکھتے ہیں۔ فونٹین پن کی
کیپ ایئر فون بن گئی تھی اور نب والے حصے کو ہونٹوں کے قریب لا کر کسی سے بات کر رہا تھا۔“
”کیا بات کر رہا تھا۔!“

”کسی کو روپورٹ دے رہا تھا ہمارے متعلق اور پچھہ دیر قبل کی ساری باتیں دہرائی تھیں۔!“

”ٹھیک ہے.... لیکن یہ تو تاک آخر تجھے کس بناء پر اُس پر شبہ ہوا تھا۔“

”صرف وہی تمہاری ٹوہ میں رہتا ہے اور تمہارے سامنے پہنچ کر ایسا بن جاتا ہے جیسے ادب
اور احترام کرنے کے علاوہ اور پچھہ جانتا ہے ہو۔ مشاورتی نشتوں میں گم سم بیٹھا رہتا ہے۔ نہ کبھی
پچھہ کہتا ہے اور نہ پوچھتا ہے۔!“

”ٹرانس میٹر پر کس کام لے کر مخاطب کیا گیا تھا۔؟“ عمران نے پوچھا۔

”یہ نہیں بتا سکتا.... اُس کے قریب اُس وقت پہنچا تھا جب وہ آدھی بات کر چکا تھا۔!“

”خیز دیکھیں گے....“ عمران اٹھتا ہوا بولا ”اب تم دونوں اپنے ٹھکانے پر جاؤ۔!“

”میرا خیال ہے باس! اُس کے سلسلے میں جو کچھ بھی کرنا ہے.... جلد کر ڈالو۔“ جوزف نے
اثنتھے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے! میں دیکھوں گا۔!“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

”وہ دونوں باہر نکل گئے۔!“



ظفر الملک نے تیراکی کے گھاٹ پر تھملکہ مچا دیا تھا۔ تیراکی کے ایسے ایسے کرتبا دکھاتا کہ

ہو بیٹھا۔

”یہ اسے کیا ہو گیا ہے۔؟“ لڑکی نے حیرت سے کہا۔

”خدا جانے....“ ظفر کی تشویش بڑھ گئی۔ وہ بھی اٹھ گیا۔ البتہ موسما کی طرح دوڑ نہیں کھائی تھی۔ کسی قدر تیز رفتاری سے اُسی جانب چل پڑا۔ بعد ہر موسما گیا تھا۔ لڑکی جہاں تھی وہیں بیٹھی رہی۔ لیکن ظفر کی تگ و دو کا کوئی تیجہ نہ تکا۔ موسما نہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا وہ تکا ہاڑا پھر لڑکی کی طرف پلٹ آیا۔

”کیا قصہ تھا....؟“ اُس نے سوال کیا۔

”پتہ نہیں.... وہ مجھے نہیں مل سکا۔“

”بڑی عجیب بات ہے۔ وہ اس طرح کیوں بھاگا تھا!“

”اگر مجھے تمہارے ساتھ نہ دیکھتا تو ہرگز نہ بھاگتا۔ بد ذوق آدمی ہے۔!“

”میرا نام لکھیا ہے...!“

”اور میں غریب نباуз ہوں۔!“

”بڑا مشکل نام ہے۔ میری زبان سے ادا نہیں ہو سکے گا۔!“

”پھر تم جو نام چاہو مجھے دے سکتی ہو۔!“

”چھوڑو بھی۔ ناموں میں کیا رکھا ہے۔ نام بھلا دیتے جاتے ہیں۔ کل تم کہیں اور ہو گے اور میں کہیں اور۔!“

ظفر بور ہو رہا تھا۔ اب اسے اس لڑکی سے ذرہ برابر بھی دل جھی نہیں رہی تھی۔ زہن موسما میں الجھ گیا تھا۔ جلد سے جلد ہو ہوٹل پہنچنا چاہتا تھا۔ لیکن لڑکی جان کو آگئی تھی۔! بدقت اُس سے پیچھا چھڑا کر ہوٹل پہنچا۔ موسما یہاں بھی نہ ملا۔ کمرے کی کنجی کا دفتر کلرک ہی کی تحمل میں تھی۔ اُس سے کنجی لے کر کمرے میں آیا۔

تو ہوڑی دیر بعد ایک دیگر نے اطلاع دی کہ اُس کی فون کال ہے وہ کمرے سے نکل کر کا دفتر پر آیا۔ یہاں کروں میں فون سردس نہیں تھی۔“

”ظفر۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ہاں۔ ظفر ہی ہوں۔“ اُس نے ماڈ تھم پیس میں کہا۔

اس کے گرد بھیڑ لگ جاتی۔ موانزا میں اُن کا تیرا دن تھا۔ سُنگ ہی سے دوبارہ ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ موسما کی تیز نظریں ہر وقت اُس کی تلاش میں رہتیں۔ یہاں اس وقت وکٹوریہ کے اُس ساحل پر بھی جہاں تیرا اکی ہوتی تھی اُسے سُنگ ہی کی تلاش تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اُس کی اصلیت سے واقف نہ رہا ہو۔ لیکن ظفر کے نامعلوم ساتھی کی حیثیت سے وہ اس کے لئے اہم تھا۔ شاندہدہ اسی غلط فہمی میں بتلا ہو گیا تھا کہ وہ ظفر کا وہ نامعلوم ساتھی ہے جس کی اُسے تلاش تھی اور شاندہدہ وہ دور رہ کر اُن دونوں کی نگرانی کر رہا ہے۔

موسما بہت تھا بھی نہیں تھا۔ اُس نے اپنے کئی آدمی طلب کرنے تھے جو یہاں بھی اُس کے آس پاس ہی موجود تھے۔ لیکن ظفر کو اس کا علم نہیں تھا۔ وہ تو لڑکیوں کو اپنے کرتے دکھانے میں مگن تھا۔ بالکل کسی ڈولفن مچھلی کی طرح پانی کی سطح سے اوپر اچھلتا۔ اور جسم کو چکر دیتا ہوا پھر پال میں آ رہتا۔ ایک لڑکی خصوصیت سے اُس کے گرد چکر لگا رہی تھی۔

”مجھے بھی سکھا دو.... کس طرح کرتے ہو۔!“ وہ اُس سے بار بار کہتی۔ لجھے سے اطاولی معلوم ہوتی تھی۔!

”یہ سکھانے کی چیز نہیں ہے۔ عادت ہے! میں تو سمندر ہی میں پیدا ہوا تھا۔“ ظفر نے کہا۔

”بیو تو ف بنانے کی کوشش مت کرو.... سکھا دو۔!“

”بہت تھک گیا ہوں.... چلو کنارے چلیں....!“

وہ تیرتے ہوئے خلکی پر آئے اور لڑکی اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی چھتری کی طرف لے جاتی ہوئی۔

”بولی“ تم کہاں سے آئے ہو۔!

”ترکی سے....!“

”تمہاری رنگت بہت صاف ہے....!“

”ترکوں کی ہوتی ہے۔ آدھے یورپی ہیں نا۔!“

”میں نے تمہیں اُس کا لے آدمی کے ساتھ دیکھا تھا! لڑکی نے موسما کی طرف اشارہ کیا؟“

اُن سے بہت دور بیٹھا ہوا تھا اور کبھی کبھی اُن کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا۔

”ہاں وہ سینیں کا باشندہ اور میرا دوست ہے۔!“

اور ٹھیک اُسی وقت ظفر نے موسما کو اٹھ کا ایک طرف دوڑتے دیکھا اور بوکھا کر سپا۔

”مسڑویسلی.... اوہ.... اچھا.... چلو.... اُس نے کہا اور انھ کراپنا سامان سکھنے لگی۔ لیکن ظفر سوچ رہا تھا کہ کہیں سوما کا کوئی آدمی خاص طور پر اُس کی مگر انہ نہ کر رہا ہو۔ ضروری نہیں کہ ”صرف پانچ ہی رہے ہوں۔

لڑکی اسے ایک اسپورٹ کار تک لائی۔ ظفر نے اُس کے لئے اسٹینگ سائینڈ کا دروازہ کھوالا۔ ”شکر یہ....!“ وہ سیٹ پر بیٹھتی ہوئی مسکرائی۔ ظفر دسری طرف سے اسکے برابر بیٹھ گیا۔ ”تم نے اپنا کیا نام بتایا تھا!“ لڑکی نے انہیں اشارت کرتے ہوئے پوچھا۔

”نام.... نام.... او.... کچھ بتایا تو تھا.... اب یاد نہیں....!“ لڑکی زور سے بھی.... اور گاڑی حرکت میں آگئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ظفر نے کہا۔ ”میں چلا تو گیا تھا۔ لیکن یقین کرو مجھے اپنے ساتھی سے متعلق تشویش تھی ورنہ تمہارا ساتھ چھوڑنا آسان نہیں ہے۔ تم بہت خوبصورت ہو ایکی....!“

”چاپلی کی باتیں نہیں.... تمہیں وہ کھیل مجھے سکھانا ہی پڑے گا..... میں نے آج تک کسی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا....“

”اور میں نے تم جیسی خوبصورت لڑکی آج تک نہیں دیکھی۔!“ ”اگر مجھ سے تم پر نظر رکھنے کو نہ کہا جاتا تب بھی تمہارا وہ کھیل مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیتا اور میں تم سے مل بیٹھتی!“

”تب تو میں براخوش نصیب ہوں۔ اچھی بات.... ایسی.... میں تمہیں پانی کے کئی کھیل سکھاؤں گا۔“

”میں تمہارا نام بھول گئی۔!“ ”میں بھی بھول گیا! صحیح نام نہیں بتایا تھا! میرا نام ظفر ہے۔!“ ”ظفر.... ہاں یہ یاد رہے گا.... چھوٹا سا نام.... ظفر.... اچھا ہے۔!“

وہ آبادی سے دور نکل آئے تھے۔ پھر کچھ دیر بعد ان کی گاڑی ایک زرعی فارم کی حدود میں داخل ہوئی۔ کھیتوں کے وسط میں ایک بڑی سی عمارت تھی۔ اُس کے سامنے گاڑی روک کر ایسی نے کہا۔ ”یہ ہمارا گھر... مسڑویسلی میرے پچاہیں۔!“

ظفر سوچ رہا تھا کہ اس کا پچھا تو اطالووی ہی ہو گا۔ پھر یہ سنگ ہی! سوچ ہی رہا تھا کہ سنگ ہی

”میں سنگ بول رہا ہوں۔ تمہارے ساتھی نے اپنے آمویں سیت مجھے گھیرنے کی کوشش کی تھی۔“

”جب.... کہاں....!“

”تیراکی کے ساحل کے قریب....“

”پھر کیا ہوا....؟“

”اُس کے پانچوں ساتھیوں میں سے تین زخمی ہوئے اور دو مر گئے اور خود وہ اس وقت میری قید میں ہے۔!“

”خدا کی پناہ۔!“

”ہوٹل فوراً چھوڑ دو۔ اپنا اور اس کا سامان وہیں چھوڑ دو۔ صرف اپنے کاغذات لیکر نکل آؤ۔!“

”نکل کر جاؤں کہاں۔؟“

”میرے پاس آ جاؤ۔!“

”تم کہاں ہو۔!“

”مجھے تک پہنچنے کا طریقہ سنو! ساحل پر وہ لڑکی اب بھی اسی چھتری کے نیچے بیٹھی ہوئی ہے۔ وہیں واپس جاؤ۔ لڑکی سے کہنا مجھے مسڑویسلی کے پاس لے چلو....!“

”بس اتنی سی بات۔!“ ظفر چھپ کر بولا۔

”بس اتنی سی بات! جلدی کرو....!“

”اوے....!“

پھر اُس نے بڑی سعادت مندی سے سنگ ہی کے مشورے پر عمل کیا تھا۔ یہ سن کر بے حد خوشی ہوئی تھی کہ ایمیلیا کا تعلق سنگ ہی سے ہے۔ گویا مزید کچھ وقت اُس کے ساتھ گزارنے کا موقع خود بخود مل گیا تھا۔

ساحل تک پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ ایمیلیا اسی چھتری کے نیچے نیم دراز سکریٹ کے پلے ہلکے کش لے رہی تھی۔ اُسے دیکھ کر سیدھی ہو بیٹھی۔!

”میں جانتی تھی کہ تم ضرور آؤ گے۔!“ وہ ہنس کر بولی۔

”اوہ.... ایسی.... مجھے مسڑویسلی کے پاس لے چلو۔!“

”یا مطلب....؟“
 ”اگر تمہیں لڑکی کی پرواہ نہیں ہے تو میں تمہیں مرد ہی نہیں سمجھتا!“
 ”مت سمجھو....!“
 ”میرا خیال ہے کہ موما سے ملنے کے بعد تم اپنے روئے میں لچک ضرور بیدا کرو گے....“
 ”اٹھو.... آؤ میرے ساتھ....!“
 ”نہیں.... میں اُس کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔“
 ”کیوں.... اس میں کیا قباحت ہے!“
 ”میں مناسب نہیں سمجھتا۔ وہ میرے ساتھ بہت مہربانی کا برداشت کرتا رہا ہے۔“
 ”تم اختنتھے ہو یا میں کوئی دوسرا طریقہ اختیار کروں!“
 ظفر نے سوچا۔ نہ رے پھنسنے۔ پتا نہیں یہ مردوں کیا چاہتا ہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ
 سنگ کارو یہ اس طرح بدل جائے گا!
 اُسے جلد ہی اُس کرے میں دھکیل کر دروازہ بند کر دیا گیا جہاں موما فرش پر پڑا کراہ رہا تھا۔
 اُس کے جسم پر صرف ایک انگرویز تھا۔ اور سر سے پیر تک لہو لہاں ہو رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی
 درندے نے سارا جسم بھنجوڑ کر کھو دیا ہو۔
 ”تم نے دیکھا!“ موما ہاتھ اٹھا کر کراہ۔
 ”یہ.... یہ.... کیسے ہوا؟“
 ”وہ.... وہ.... کوئی خبیث روح ہے.... چوت جاتا ہے تو ہڈیاں چھٹنے لگتی ہیں۔ میں جنتش
 میں نہیں کر سکتا! اور وہ مجھے کھانا اور بھنجوڑ تارہ تاہے۔!
 ”لک... کون....!“
 ”وہی لہا آدمی.... مل لیکن.... تم تو صحیح و سالم ہو۔!
 ”کس وہم میں ہو دوست! میں بھی اُس کے ہاتھ لگ گیا ہوں۔ اور وہ بھی تمہاری طرح مجھ
 سے میرے کسی آفیسر کے بارے میں پوچھ رہا ہے جو میرے علاوہ یہاں موجود ہے۔!
 ”مجھ سے بھی پوچھتا تھا۔ لیکن مجھے کیا معلوم.... یہ تم جانو۔... دیے میں تمہیں بتاؤں کہ
 اگر تم نے اسے نہ بتایا تو تمہارا بھی بھی حرث ہو گا۔ وہ آٹکو پس کی طرح جکڑتا ہے۔“

برآمدے میں کھڑا نظر آیا۔ اس کے ساتھ ایک پست قد آور موٹا ساسفید فام آدمی بھی تھا۔ غالباً
 وہی ایسی کاچپا یسلی تھا! ظفر نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا ہی تھا کہ
 ظفر گاڑی سے اتر آیا لیکن ایسی بیٹھی رہی۔ ظفر نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا ہی تھا کہ
 برآمدے سے سنگ کی آواز آئی۔ ”فی الحال اس کا وقت نہیں۔ وہ پھر مل جائے گی۔!
 اُس نے یہ جملہ اردو میں ادا کیا تھا۔ ظفر جھینپ کر پھر اُس کی طرف متوجہ ہو گیا۔
 وہ ایک بڑے کرے میں آئے۔ سنگ نے ویسلی کا تعارف اپنے ایک دوست کی حیثیت سے
 کرایا تھا.... ایسی وہاں نہیں آئی تھی۔
 ”اُس نے اعتراض کر لیا ہے۔“ سنگ بولا۔
 ”کیا اعتراض کر لیا ہے....!“
 ”اُسے تمہارے اُس نامعلوم ساتھی کی تلاش ہے جو تم سے بھی پوشیدہ رہ کر کام کر رہا
 ہے!“
 ”مگر تم نے اُس سے یہ اعتراض کیسے کرالیا۔“
 ”صاحب زادے تم شائد مجھے اچھی طرح نہیں جانتے۔“ سنگ نے بدلتے ہوئے مجھے میں
 کہا اور اس میں کچھ ایسی ہی بات تھی کہ ظفر چوک کر اُسے دیکھنے لگا۔
 ”اور اب تم مجھے بتاؤ گے کہ عمران کہاں ہے۔؟“
 ”تو گویا تم دوست نہیں دشمن ہو۔“ ظفر کا لہجہ بھی بدل گیا۔
 ”بودول چاہے سمجھو اب مجھے بھی عمران کی تلاش ہے۔!
 ”سنو مسٹر سنگ! اگر جانتا ہو تاب بھی نہ بتاتا۔ تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔!
 اُن دونوں کے درمیان اردو ہی میں گفتگو ہو رہی تھی۔ سنگ نے کہا ”اگر تمہیں علم ہو کا تو
 یقینی طور پر اُگل دو گے۔“
 ”میں نہیں جانتا۔!
 ”نہ بتانے پر مار بھی کھاؤ گے اور لڑکی بھی ہاتھ سے جائے گی۔!
 ”اوہ.... لڑکی.... مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔!
 ”لڑکی کی پرواہ مردوں کو ہوتی ہے۔!
 ”لڑکی کی پرواہ مردوں کو ہوتی ہے۔!
 ”لڑکی کی پرواہ مردوں کو ہوتی ہے۔!

”کیا صرف میرے آفسر ہی کے بارے میں پوچھا تھا...!“
”وہ تو ثانوی بات تھی اصل معاملہ کچھ اور معلوم ہوتا ہے۔!“
”کیا معلوم ہوتا ہے۔!“
”حقیقتاً وہ مجھ سے اُس عورت کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہے جس کی تلاش میں ہم یہاں آئے تھے۔!“

”کیا اُس نے اُس کا نام لیا تھا۔“ ظفر نے پوچھا۔
”نہیں بس یہ پوچھتا رہا تھا کہ اپنے مجھے کے ڈائریکٹر کے علاوہ اور کس سے احکامات حاصل کر رہا ہوں آجکل۔...!“
”اوہ....!“ ظفر کے ہونٹ سکڑ کر رہ گئے۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر چونک کر بولا ”آخر تم اس طرح گھٹ سے کیوں بھاگے تھے۔!“

”میرے آدمیوں نے اُسے ایک جگہ گھیرا تھا! مجھے اطلاع می تو دوڑا گیا اتنے میں اُس نے دو کو گردایا تھا۔ ایسا ہمار خیز باز بھی آج تک میری نظر سے نہیں گذر۔ ہم سلسلے تھے لیکن فائز اس لئے نہیں کرنا چاہتے تھے کہ ساحل پر ہر اس پھیل جائے گا۔ بس اسی کمزوری سے اُس نے فائدہ اٹھایا....!“

”وہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ دو آدی مر گئے اور تین زخمی ہیں۔“ ظفر نے کہا۔
”مجھے کچھ ہوش نہیں کہ کیا ہوا۔ اُس نے مجھ پر چاقو سے حملہ کرنے کی بجائے کپٹی پر گھونسہ مارا تھا۔ پھر مجھے یاد نہیں کہ اُس کے بعد کیا ہوا تھا۔ آگھے کھلی تو یہاں اس کمرے میں تھا۔ اور اسی حال میں مر دو دنے میرے کپڑے تک اتر واڑیے۔ اور بھائی ظفر اب تم ایک تدبیر کرو۔!“
”تدبیر.... کیسی تدبیر....!“

”پتا نہیں اُس نے میرا سوت کہاں پھینکا ہو گا! کوٹ کی جیب میں فاؤنشنیں پن ہے۔ کسی طرح اُسے حاصل کرو۔!“

”فاؤنشنیں پن۔!“ ظفر کے لبجھ میں حرمت تھی۔ ”بھلا اُس سے کیا ہو گا۔!“
”یہ نہیں بتاؤں گا میں کوشش کرو کہ کسی طرح وہ ہاتھ آجائے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ابھی تک صحیح و سالم ہو۔ اور تمہیں محض اسی لئے میرے پاس بھیجا گیا ہے کہ مجھے دیکھ کر عبرت

پکڑو اور جو کچھ وہ معلوم کرنا چاہتا ہے بوكھا کر انگل دو!“
”تمہارا اندازہ درست ہی معلوم ہوتا ہے۔!“ ظفر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔
”بس تو پھر تم.... صحیح و سلامت ہی رہنے کی کوشش کرو۔ اور کسی طرح میرا فاؤنشنیں پن حاصل کر لو ورنہ کتنے کی موت مارے جائیں گے۔ دونوں....!“
”وہ تو ٹھیک ہے لیکن جوبات میرے علم میں نہیں ہے۔ اُسکے بارے میں اُسے کیا بتاؤں گا؟“
”کچھ جھوٹ بچ.... یوں نہیں کچھ ہاںک دو....!“
”نامی تذیر مسوامیت فی الحال اپنے بارے میں سوچوں نجی سے اوپر تک زخمی ہو۔!
”اس کی پرواہ مت کرو۔ مجھے زخموں کی پرواہ کبھی نہیں ہوتی۔ لیکن اُس غبیث کے ہاتھوں مارا جانا ہرگز پسند نہیں کروں گا۔!“
”کیا واقعی تم اُسے نہیں جانتے۔!“
”میں کیا جاؤں.... پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اُس کی قومیت تک کا تو اندازہ لگا نہیں سکا۔!
”وہ بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔ دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں اُس کا ریکارڈ موجود نہ ہو۔!
”مم.... میں بالکل نہیں سمجھا کہ تم کس کی بات کر رہے ہو۔!
”وہ مشہور چینی سگ ہی ہے۔!
”نہیں....!“ سو ما بو کھلا کر اٹھ بیٹھا۔
”ہلکے ہلکے میک اپ میں ہے۔ صرف گھنی موچھوں کے اضافے کے ساتھ۔
”سو ما ہونقوں کی طرح منہ اور آنکھیں پھاڑے بیٹھا رہا۔!
”تت.... تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔!“ سو ما بھرا جائی ہوئی آواز میں بولا۔
”اتے قریب سے دیکھنے کا اتفاق کب ہوا تھا۔ یہ تو میں نے ذرا ہی دیر پہلے اُسے پہچانا ہے۔!
”بہت براہوا.... بہت برا۔.... اُس کے لئے تو پوری بنائیں تاکافی ہوتی ہے۔!
”اب میری بات سنو.... ان پر ہرگز یہ ظاہر نہ ہونے دینا کہ تم اُسے پہچانتے ہو۔!
”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!
”میں تمہارے لئے کیا کروں۔ تم بہت زیادہ زخمی نظر آ رہے ہو....!“

سُنگ ہی نے قبھہ لگایا اور بولا۔ ”یہ چوٹے... بڑی طاقتوں کے مقابل۔“

”ہم ان کی مدد سے سفید فاموں کو افریقہ سے نکال باہر کریں گے!“

”بس.....بس!“ سُنگ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”کل گئے سفید فام..... اپنا کوڈنمبر بتاؤ.....“

”ناممکن....!“

”نمک کے ڈھیر میں دفن کراؤں گا!“

ظفر کا پ کر رہ گیا۔ لیکن اس دھمکی نے بھی سوما پر کوئی اثر نہ ڈالا۔ وہ پہلے ہی کی طرح تباہ ہوا تھا۔

”آدھے گھنٹے کی مزید مہلت دیتا ہوں.... اس کے بعد....!“ سُنگ جملہ پورا کئے بغیر دروازے کی طرف مڑ گیا۔....!



وہ چاروں موازاً پہنچ چکے تھے اور جولیانا فنٹر وائز کی تلاش جاری تھی۔ کیپٹن بگاسی کے علاوہ اور کسی مقامی آدمی کو عمران نے ساتھ نہیں لیا تھا۔... وہ چاروں فوجی ہی وردی میں تھے۔!

جوزف خاص طور پر بگاسی کی گمراہی کر تارہتا۔ جس فاؤنٹین پن کا ذکر اس نے عمران سے کیا تھا۔ اب بھی کیپٹن بگاسی کی جیب میں موجود تھا۔ لیکن جوزف نے اسے استعمال کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ ہر وقت اس کے سر پر سوار ہتا۔!

عمران بھی بھی اُن سکھوں سے الگ ہو کر جبی ٹرانسپرر کے ذریعے جولیا سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتا۔ لیکن ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

جنہیں جوزف کو چھیڑتارہتا۔... بھی بھی دونوں بڑی طرح الجھ جاتے۔... لیکن کیپٹن بگاسی خاموش تماشائی بنارہتا۔ وہ ہمہ وقت کسی گھری سوچ میں ڈوبا ہوا کھائی دیتا۔ بھی بھی تو ایسا لگتا جیسے اسے آس پاس کی چیزیں تکندھ کھائی دیتی ہوں۔ اور کافنوں میں کوئی آوازنہ پڑتی ہو۔

ویسے عمران اُس سے بات بات پر مشورہ کرتا رہتا تھا۔ لیکن اُس نے شائد ہی بھی خود سے کسی کو مخاطب کیا ہو۔ اس وقت عمران اُس سے پوچھ رہا تھا کہ مطلوبہ اجنبت کو تلاش کرنے کے لئے کون سا طریقہ اختیار کیا جائے۔

”میری فکر نہ کرو۔ کسی طرح فاؤنٹین پن....!“

”دیکھو بھائی سوما! میری حیثیت بھی ایک قیدی ہی کی ہے! مجھے کب وہ کوئی ایسا موقع دیں گے کہ میں تمہارا کوت تلاش کرتا پھر دوں!“

سوما خاموش ہو گیا۔ اُس کی زبان بند تھی لیکن آنکھیں کراہ رہی تھیں اُن سے تکلیف کا احساس نہیں تھا!۔

ظفر سوچ رہا تھا کہ آخر وہ خود سُنگ کے جہانے میں کیوں آگیا اور اُب اُس کا رویہ کیا ہو تاچاہے۔ دغتار روازہ کھلا اور سُنگ مکر اتنا ہوا اندر داخل ہوا۔... اُس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا ایک فاؤنٹین پن تھا۔... سوما اُسے خوفزدہ نظر دوں سے دیکھتا ہا۔

”یہ رہا تھا فاؤنٹین پن۔ کیا اب بھی تمہیں اس سے انکا ہے کہ تم زیر ولینڈ کے اجنبت ہو؟“

”سوما تھوک نگل کر رہ گیا۔... سُنگ ظفر الملک کی طرف مڑا۔ چند لمحے اپنی تیز چکیل آنکھوں سے گھوڑا تارا پھر بولا“ تم نے بہت اچھا کیا کہ اسے میری شخصیت سے آگاہ کر دیا!“

”وہ.... دراصل.... مم.... میں....!“

”خاموش رہو....“ کہہ کر وہ سوما کی طرف گھوما۔

”اپنا کوڈنمبر اور اسٹر وڈ کمزی کوڈ بتاؤ۔“

سوما سختی سے ہونٹ بنتی پہنچ بیٹھا رہا۔

”نہ بتانے کی صورت میں مارڈالوں گا اور اس سے میرا کوئی لقصان بھی نہ ہو گا۔!“

” بتا دو.... کیوں جان دے رہے ہو۔!“ ظفر بول پڑا۔

”میں نے کہا تھا کہ تم خاموش رہو۔“ سُنگ غرایا۔

ظفر نے دیکھا کہ سوما آہستہ آہستہ اٹھ رہا ہے۔ پھر وہ تن کر کھڑا ہو گیا۔ اور عجیب سی آواز میں بولا۔ ”تم مجھے مارڈالو۔... میں دوغلا نہیں ہوں تم مجھ سے کچھ بھی نہیں معلوم کر سکتے....!“

”کیا یہ دوغلا پن نہیں ہے کہ تم اپنی قوم کو دھو کے میں رکھ کر میں الاقوامی مجرموں سے تعاون کر رہے ہو....!“

”میں نے جو کچھ بھی کیا ہے اپنی قوم کے مفاد میں کیا ہے۔ قوم کا مفاد اسی میں ہے کہ ہم بڑی طاقتوں کے کسی مخالف کا ساتھ دیں۔!“

”آپ کو یقین ہے کہ وہ موائزائی میں ہے۔!“ بگاہی نے سوال کیا
”یقین کامل ہی سمجھو....!“

”تو پھر ہوٹلوں کے رجسٹر چیک کئے لیتے ہیں۔!“
”نہیں کیپٹن! مجھے علم نہیں کہ اُس نے کس نام سے خود کر جسٹر کرایا ہو گا۔“

”تب تو مشکل ہے جتاب....!“
پھر تھوڑی ہی دیر بعد انہوں نے ایک جرنال کی آگ کی طرح موائزائیں پھیل رہی

تھیں۔ کسی خبرگزار نے دو آدمیوں کو ہلاک اور تین کو زخمی کر دیا تھا۔ اور قاتل پکڑا نہیں جاسکا جلد
انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ زخمیوں کو کہاں رکھا گیا ہے اُن سے کم از کم حملہ آور کا حلیہ تو معلوم
ہی ہو سکتا۔ خرستہ ہی عمران کو سنگ ہی کا خیال آیا تھا۔ کیپٹن بگاہی اور جوزف کو زخمیوں سے مزید
معلومات حاصل کرنے کے لئے روانہ کر دینے کے بعد وہ جیمن سے بولا۔ ”ہو سکتا ہے... اُن
پانچوں میں تمہارا مسما بھی شامل ہو....!“

”یقین کے ساتھ تو نہیں کہا جاسکتا۔!“

”حملہ آور سنگ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ تین انج کے پھیل والے چاقو سے بھی“
”مہلک وار کر سکتا ہے۔!“

”خداجانے۔ مجھے تو اب لمحجن ہونے لگی ہے۔ اس معاملے سے۔!
عمران کچھ بولا۔ دونوں خیے سے باہر نکل آئے۔ کسی ہوٹل میں قیام کرنے کی بجائے اُس
نے خیے میں رہنا پسند کیا تھا۔
”تو اُس کے لئے کیا طے پایا یور مجھی۔!“ جیمسن تھوڑی دیر بعد بولا ”کیا ہم چار ہی کی گوماکی
طرح جائیں گے۔!“

”دیکھتے رہو....!“ عمران نے کہا۔ وہ کسی قدر متکفر نظر آرہا تھا۔
”دفعتاً ایک ٹیکسی قریب آکر رکی.... وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اُنکی سیٹ سے
جوزف اتر اتھا اور پچھلی سیٹ سے جو لیا اور بگاہی اترے تھے.... عمران نے طویل سانس لی۔
”یہ مجھے.... اسپتال کے قریب ہی مل تھیں....“ جوزف عمران کو سلیوٹ کر کے بولا۔
”اندر جاؤ....!“ عمران نے خیے کی طرف اشارہ کیا۔.... وہ چلی گئی۔

بگاہی نے کہا ”زخمی خواب آور دوا کے زیر اثر ہیں اس لئے کچھ بھی نہیں ہو سکا۔! لیکن
اطلاع ملی ہے کہ اُن میں سے ایک کو اتنا ہوش تھا کہ پولیس کو بیان دے سکتا۔ اب میں دوسرے
ذرا تھے اُس کے بیان کی تفصیل معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔!“
”ٹھیک ہے.... تم دونوں جاؤ۔!“

دفعتاً خیے کے دروازے سے جو لیا کی آواز آئی۔ ”میرے پاس زخمیوں سے متعلق بھی اطلاع
ہے۔!“

عمران نے مژ کر اس کی طرف دیکھا اور اُن تینوں سے بولا۔ ”تم لوگ فی الحال اپنے خیموں
میں جاؤ۔!“

جو لیتا فٹر واٹر کسی قدر بوكھلائی ہوئی سی لگ رہی تھی۔ اُس نے جلدی جلدی کہنا شروع
کیا۔ ”وہ سوما کے آدمی ہیں۔ ایک زخمی کے بیان کے مطابق حملہ آور تھا تھا۔ حلیہ دبلا پڑا اور غیر
معمولی طور پر لمبا۔ ناک چٹی۔ گھنی موچھیں۔!“

”میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔!“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔

”ظفر بھی اُسی عمارت میں پہنچا دیا گیا ہے جہاں میں نے سنگ کو دیکھا تھا۔ دراصل میں ظفر
خی کے پیچے تھی۔ ایک لڑکی اسے تیر اکی کے گھاٹ سے اپنے ساتھ لے گئی۔ عمارت ایک زرعی
فام کے درمیان واقع ہے۔ بیہاں سے فاصلہ چار پانچ میل ہو گا۔!“

”اُسے کوئی لڑکی ہی لے جا سکتی ہے۔!“

”جیل میں تیر اکی کے کمالات دکھرا ہا تھا۔ کئی لڑکوں نے گھر لیا اور اُن میں سے ایک اُنے
لے گئی۔!“

”تم کیا چاہتی تھیں؟ سب لے جائیں۔!“

”فصول بالتوں میں وقت نہ ضائع کرو.... پتا نہیں وہ ظفر کا بھی کیا حشر کرے۔!“

”کیا تھیں ظفر سے مل بیٹھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔!“

”میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا۔!“

”حالانکہ اُن سے یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ سنگ نے اُس سے کس قسم کی باتیں کی
تم۔ خیر میں دیکھتا ہوں۔ چلو بتاؤ وہ عمارت کہاں ہے۔“

شائد جولیا نے بگاہی کی موجودگی میں بات بڑھانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ اور نہ تپور تو بہت بڑے تھے۔ مجبور آٹر کر دوسری گاڑی میں جا بیٹھی! جیسین کی آنکھوں میں عجیب طرح کی چک نظر آئی تھی۔ جیسے کسی آکتا دینے والے کام سے نجات مل گئی ہو۔ جلدی سے انہیں اشارت کر کے ہڑی موڑی تھی اور تیز رفتاری سے لکلا چلا گیا تھا۔
 ”کیپٹن بگاہی....!“ عمران نے سرد لبجھ میں کہا۔
 ”لیں سر۔!“

”اب ہم جس آدمی سے دوچار ہونے والے ہیں! انتہائی خطرناک ہے! تم نے اندازہ لگالیا ہو گا کہ وہ کون ہو گا۔!“

”میں کچھ نہیں سمجھا جتاب....!“
 ”میں اس آدمی کی بات کر رہا ہوں جس نے دو آدمیوں کو ختم کر دیا اور تین اس کے ہاتھوں زخمی ہو کر ہسپتال میں پڑے ہوئے ہیں۔!“

”لل... لیکن ہمیں اس سے کیا سر و کار....!“
 ”میرا ایک اجنبی بھی اس کے قبضے میں ہے۔!
 ”میں بے حد محظاً رہوں گا جتاب....!“

”تمہارے پاس خانہ تلاشیوں کا مخصوص اجازت نامہ موجود ہے۔!
 ”لیں سر....!“

”بس تو پھر بیٹھو گاڑی میں۔!
 جوزف کی بجائے عمران نے اسٹریٹ گ ویل سنبھالا اور گاڑی کھیتوں کی طرف رو انہ ہو گئی۔
 جوزف کچھلی سیٹ پر چلا گیا تھا۔ بگاہی عمران کے برار بیٹھا ہوا تھا۔ عمران نے انکھیوں سے دیکھا! فونٹن پن بگاہی کی جیب میں موجود تھا۔ وہ اسے چھپانے کی کوشش نہیں کرتا تھا۔۔۔ گاڑی کھیتوں کے درمیان والے کشادہ راستے پر ہرگز۔

”ہر تم کے حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار رہو۔!“ عمران نے کہا اور ان دونوں کے ہولٹروں سے اعتمادی چار پانچ کے رویا اور نکل آئے۔
 نیلے کے قریب پھر ایک موڑ آیا اور عمارت سامنے ہی دکھائی دی۔۔۔ عمران نے ایک سلری پر۔

آن کے پاس دو گاڑیاں تھیں۔ ایک میں جیسین، جوزف اور کیپٹن بگاہی بیٹھے تھے۔۔۔ اور دوسری میں یہ دونوں۔!

”جیسین پر جو تجربہ تم نے کیا تھا اس کا کیا نتیجہ تکلا۔!“ جولیا نے پوچھا۔
 ”گوئے فراہم کر کے ان کا بلڈ گروپ معلوم کیا جاتا ہے۔۔۔ جیسین اپنا خون تجزیے کے لئے دے کر ہسپتال سے بھاگ لکھا تھا۔ اس نے سن لیا تھا کہ وہ بلڈ گروپ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔!
 ”تو گویا۔۔۔ یہ گوئے۔۔۔!“

”ہا۔۔۔ یہاں گوئوں ہی پر تجربہ کیا جا رہا ہے! اچھا۔۔۔ تم وہ بُلڈ دکھا کر جیسین کے ساتھ واپس چلی جاؤ گی۔!
 ”میں بھی بھی چاہتی ہوں۔۔۔ بہت تھک گئی ہوں۔۔۔ لیکن پہلے تم وعدہ کرو کہ سوچے

”سچھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔۔۔!
 ”میں اپنا کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔“

”کیا مطلب۔!
 ”سا اوقات کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔!

”تو پھر میں تھہار اساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔!
 ”اٹھا کر بخُن دوں گا۔!
 ”کچھ بھی کہو۔!“ وہ سر جھٹک کر بولی۔ ایکس ٹونے سمجھے اسی لئے بھیجا ہے کہ تمہیں حماقتوں میں پڑنے سے باز رکھوں۔!
 عمران نے طویل سانس لی۔۔۔ اور سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ تھیک اسی وقت جولیا بولی۔ ”وہ انکھوں میں جانب جو کھیتوں کا سلسلہ ہے۔۔۔ وہی ہے۔۔۔ عمارت کچھ دور اندر جا کر اس نیلے کے پیچھے ہے۔!
 عمران نے گاڑی سے باہر ہاتھ نکال کر کچھلی گاڑی کو رفتار کم کرنے کا اشارہ کیا تھا۔۔۔ پھر اس نے اپنی گاڑی روک دی! کچھلی گاڑی بھی قریب ہی آرکی۔

عمران نے اپنی گاڑی سے اترتے ہوئے جیسین سے کہا ”تم انہیں واپس لے جاؤ اور وہاں ہماری واپسی کے منتظر رہنا۔!
 ”

”اوہ.... تو کوئی کالا آدمی بھی ہے! لیکن کالے سے کیا مراد ہے۔!

”مقامی باشندہ جناب.... سوما کہہ کر اسے مخاطب کر رہا تھا۔“

”اور دوسرا جو لڑکی کے ساتھ آیا تھا۔!

”وہ نہیں ہے۔ اُس پر اُس نے تشدید نہیں کیا۔ لیکن دھمکیاں دیتا رہا تھا۔“

و فتحا کی طرف سے ایک فائر ہوا۔ اور موٹا آدمی دھم سے فرش پر آ رہا۔ عمران نے پوزیشن لینے کے لئے ایک طرف چھلاگ لگائی تھی۔ لیکن پھر کوئی فائز نہ ہوا۔ وہ اٹھ کر دروازے کی طرف چھٹا۔!

فائر کی آواز پر جوزف بھی دوڑ آیا تھا۔!

”لیا ہوا بس۔؟“

”فائر.... تم اور ہر اس کھڑکی پر جاؤ۔“

لیکن باہر نہ نہیں تھا۔ اور دور تک لکھتی کے کھیت لہماہر ہے تھے۔! موٹا آدمی مرچکا تھا اور لڑک اُس پر گری ہوئی سک رہی تھی۔ پھر سر اٹھا کر چھی۔... ”اس نے کیا کیا تھا۔ تم نے اسے کیوں مارڈا۔!

”ہم نے نہیں مارا۔ لڑکی۔ باہر سے کسی نے فائر کیا تھا۔!“ عمران نے نرم لبجھ میں کہا۔

اسے میں بگاہی نظر کرو ساتھ لئے ہوئے دہاں آپنچا۔

”دوسرا ذخیرہ مرچکا ہے جناب۔!“ اُس نے عمران کو اطلاع دی اور آنکھیں چھاڑ چھاڑ کر موٹا آدمی کو دیکھنے لگا جس کی دلہنی کنپی پر سوراخ ہو گیا تھا۔



پوری شیا سرگلستان میز پر بھی ہوئی ایک چھوٹے سے نقشے کو بغور دیکھ رہی تھی۔ کبھی بھی محمد شیشہ بھی استعمال کرتی۔

و فتحا ایک سفید قام آدمی اجازت لے کر اندر داخل ہوا۔

پر مزید دباوڑا لئے ہوئے کہا ”ہم ریڈ کر رہے ہیں رسمی کار دایکس کی خودروت نہیں ہے۔!“ اور پھر وہ حجج ریڈ ہی ثابت ہوا تھا۔... عمارت کے لکھنیں بوکھلانے۔ ایسی بھی موجود تھی اور اُس کا چچا و مسلی لوہار کی دھانکنی کی طرح پھول پچک رہا تھا۔

وہ لمبا آدمی کہا ہے۔! ”عمران نے اُس سے سوال کیا۔

”وہ.... وہ.... تو کہیں گیا ہوا ہے....!“

”کب....؟“

”کچھ ہی دیر پہلے جناب! مگر میں نہیں سمجھ سکتا۔!“

”وہ کہاں ہے۔!“ عمران نے ایسی سے پوچھا۔ ”جسے تم ساتھ لائی تھیں۔!“

”کب کا چلا گیا۔“ ایسی نے لاپرواہی سے کہا۔ اُس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نہیں تھے!

”پوری عمارت کی حلاشی لو۔!“ عمران نے جوزف اور بگاہی سے کہا۔

”یہ زیادتی ہے جناب۔“ موٹا ہکلایا۔ میں ایک ذی عزت شہری ہوں۔!

کیپشن بگاہی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ملک کے دفاع کے نام پر.... میرے پاس خصوصی اجازت

نام ہے۔ چاہو تو دیکھ سکتے ہو۔!

موٹا آدمی تھوک نگل کر رہ گیا۔ عمران وہیں ظہر ارہا۔ موٹا بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا۔

لیکن ایسی اُن دونوں کے پیچھے چل پڑی تھی۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا ”تم کہاں ہیں۔!“

”ہم اپنی چیزوں کے تحفظ کا حق رکھتے ہیں۔ اجنبیوں پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ خواہ وہ کوئی ہوں۔!“ وہ پلٹ کر چھپتا۔

عمران شانے سکوڑ کر رہ گیا۔!

”دیکھنے جناب! جو کچھ کیا ہے اُس نے کیا ہے! میں کچھ نہیں جانتا۔!“ موٹا آدمی نے ہاتھ

ہوئے کہا۔ ”وراصل ہم اُس کے مقرض ہیں۔ اس لئے جب چاہتا ہے دبالتا ہے۔!“

”میں سمجھتا ہوں....!“ عمران نے نرم لبجھ میں کہا۔

”اور اُسی نے اُس کو زخمی بھی کیا ہے۔!“

”کس کو....؟“

”کالے آدمی کو....!“

”کیا بات ہے۔؟“ اس نے سر اٹھا کر پوچھا!

”دیرے سے کوئی رہہ کر کاں کر رہا ہے۔ لیکن کوڈ نمبر کا حوالہ دیئے بغیر۔“

”جب کوڈ نمبر نہیں بتا رہا تو تم نے کیسے سمجھ لیا کہ وہ کاں تمہارے لئے ہے۔؟“

”تسلیم کے بڑوں کو جس طرح مخاطب کیا جاتا ہے اُسی طرح کر رہا ہے مادام۔!“

”اوہ....!“ وہ سید ہمی کھڑی ہوتی ہوئی بولی ”اچھا چلودیکھے لیتے ہیں۔“ وہ اس کے ساتھ

اُس جھونپڑے میں پچھی جو آپریشن روم بنار کھاتھا۔!

ایک آدمی ٹرانس میٹر کا ہیڈ فون چڑھائے بیٹھا نظر آیا۔ پورشیا کے ساتھی نے اشارے سے

کچھ پوچھا۔ جس کا جواب اثبات میں ملتے ہی پورشیا سے بولا۔ ”کاں ہوئی ہے مادام....!“

پورشیا نے دوسرا ہیڈ فون کانوں پر فکس کرتے ہوئے دوسرے آدمی کو اشارہ کیا کہ وہ اپنا

ہیڈ فون اٹاردے

وہ ہیڈ فون اٹار کر مود بانہ کھڑا ہو گیا۔

”پیلو.... کون ہے....!“ پورشیا آواز دبا کر بولی۔

”تم کون ہو۔؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”تمہیں اس سے کیا! اس کو کیا پیغام پہنچانا چاہتے ہو۔ مجھے بتاؤ۔!“

”بگ دن کے لئے بیغام ہے۔!“

”تمہاری شناخت....!“ پورشیا بھٹا کر بولی۔

”جو کم کہہ دینا.... کافی ہو گا....!“

”کہو کیا کہنا ہے۔!“

”ایک شرط پر سمجھوتہ کر سکتا ہوں! اور نہ کھیل بگاڑوں گا۔!“

”کون سا کھیل بگاڑو گے۔؟“ پورشیا نے اس بار آواز بدلنے کی کوشش بھی کی تھی اور بھی پہلے سے مختلف تھا۔

”اوہ.... تو تم خود ہو....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”بکواس بند کرو....! اصل موضوع کی طرف آؤ۔!“

”اصل موضوع یہ ہے کہ میں کچھ تمہارا کھیل بگاڑوں گا۔ ورنہ میرا بھی ایک کام کرو۔!“

”کام کی نوعیت بتاؤ۔!“

”میں کچھ اسلحہ اُسی طرف سے پڑو سی ملک میں پہنچانا چاہتا ہوں جہاں تم اپنا کام کر رہی ہو۔!“

”وہاں کی خانہ جگلی ہمارے مشن سے مطابقت نہیں رکھتی۔!“

”مجھے اس سے کیا سروکار کہ تمہیں کیا پسند ہے اور کیا پسند نہیں ہے۔؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”سنو.... فوری طور پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ ایک گھنٹے بعد پھر کاں کرنا۔ کوڈ نمبر زیڈ ایل فائی، نوٹ کرو....!“

”میں کیا کروں گا کوڈ نمبر نوٹ کر کے....!“

”تاکہ رابطہ قائم کرنے میں تمہیں دشواری نہ ہو۔ سناء ہے بہت دیرے سے کاں کرتے رہے تھے۔!“

”بہت مہربان ہو رہی ہو۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”مجھے ہمیشہ افسوس رہے گا کہ تم سے خواہ خواہ بھگڑا ہو گیا۔!“ پورشیا نے کہا۔ اور قریب کھڑے ہوئے آپریٹر کو کسی قسم کا اشارہ کیا۔ وہ تیزی سے ایک مشین کے قریب جا کھڑا ہوا تھا۔

”افسوس تو مجھے بھی ہے۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ لیکن اب کیا ہو سکتا ہے۔“

آپریٹر نے دوسری مشین کا ایک تار ٹرانسیمیٹر سے نسلک کر دیا۔

”کیوں نہیں ہو سکتا۔!“ پورشیا بولی۔

”تسلیم مجھے روکر چکل ہے۔!“

”لیکن مجھ سے اختلاف کرنے کی جرأت کسی میں بھی نہ ہو گی۔!“

”یہ تو نہیں ہے لیکن اب میں الگ ہی رہنا چاہتا ہوں۔!“

”غیر... یہ دوسری بات ہے! لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ دشمنی بھی برقرار رہے۔“

”میں ایک گھنٹے بعد کاں کروں گا۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ اور پھر ستانا چھاگیا۔

پورشیا نے ہیڈ فون اٹار کر میز پر رکھ دیا اور اس آپریٹر کو دیکھنے لگی جو دوسری مشین پر جھکا ہوا کچھ نوٹ کر رہا تھا۔

آپریٹر نے دوسرے ہی لمحے میں پیدا اُس کے سامنے رکھ دیا۔ اُن نے اُس کے نوٹ پر نظر نالی اور وہ در حقیقتی سے الگ کرتی ہوئی اٹھ گئی۔

”اوہ.... احمد....!“ پورشیادانت پیس کر رہ گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولی۔
”مجھے یقین ہے کہ سوما ہی مارا گیا ہے۔ اسی کاڑانس میسر سگ کے قبضے میں ہے۔ سگ بھی
مران کے ساتھیوں کو پہچانتا ہے۔ ظفر ہی کی وجہ سے سوما کی طرف متوجہ ہوا ہو گا۔!
”ہو سکتا ہے مادام۔!“

”اپنے آدمیوں سے کہو ظفر پر کڑی نظر رکھیں۔!
”بہت بہتر مادام۔!“

”فوجی کیمپ کی کیا خبر ہے۔!“

”آخری خبر۔ چار دن پہلے آئی تھی۔!“

”کرٹل ڈوتا بونارڈ۔ بل جیروم سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔!“

”ہاں مادام....!“

”خیر۔ ان لوگوں کو تو دیکھ لیا جائے گا۔ لیکن ٹھہر دتم نے یہی توبتیا تھا کہ کرٹل سمیت چار
آدمی فی الحال کی گوماکی طرف جانے والے ہیں۔ ان میں سے دو آدمی کرٹل ہی کے ہیں۔ اور چوڑھا
بگاں۔!“

”ہاں مادام.... کیپشن بگاں نے یہی اطلاع دی تھی۔!“

”سوچنے کی بات ہے کہ کیپشن بگاں ہی کیوں۔ کوئی اور کیوں نہیں۔!“

”ہو سکتا ہے! بگاں نے دیدہ و دانستہ اپنی بہت زیادہ باخبری کا ثبوت پیش کیا ہو اور اسی بناء پر
نتیجہ کر لیا گیا ہو۔!“

”تمہاری یہ دلیل مجھے مطمئن نہیں کر سکی! اس کیوضاحت چاہتی ہوں۔“

”میں اُسے کال کر کے پوچھ لوں گا۔!“

”بجتنی جلد ممکن ہو۔ مقامی ایجنٹوں کو کال کرنے کا سلسلہ اسی سے شروع کرتا۔!
”بہت بہتر مادام....!“

”فتاکر کی نے دروازہ پر دستک دی۔ اور سفید فام آدمی نے اونچی آواز میں کہا ”آ جاؤ!“

”دروازہ کھول کر ایک آپریٹر اندر داخل ہوا۔ اور اُسے ایک پرچھ تھا کہ واپس چلا گیا۔

”اوہ....“ وہ پرچھ پر نظر ڈال کر بولا ”یہ تو بگاں ہی کا پیغام ہے۔ مائی گاڑ.... کہتا ہے ہم

”ایک گھنٹے بعد وہ زیڈ۔ ایل۔ فائیو کے حوالے سے کال کرے گا۔ مجھے اطلاع دیتا۔“ اس نے
آپریٹر سے کہا اور باہر نکل آئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بہت جلدی میں ہو۔ پھر ایک جھوپڑے
کے سامنے رک کر دروازے کی زنجیر ہلا کی۔ دروازہ فوراً ہی کھلا تھا۔ ایک گھنٹے اور تو نا جسم والا
سفید فام سامنے کھڑا نظر آیا۔ پورشیا کو دیکھ کر وہ احتراماً جھکا اور پھر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ جھوپڑے میں
داخل ہوتی ہوئی بولی۔ ”کوئی مقامی ایجنٹ مارا گیا ہے اور اس کی کلپ ڈیوا نہیں سگ ہی کے ہاتھ
لگ گئی ہے۔!“

”مجھے حیرت ہے مادام۔!“

”اس سے بھڑکے کے بعد میں نے سارا سٹم تبدیل کر دیا تھا۔ لیکن پھر بھی....!“ وہ جملہ
پورا کئے بغیر خاموش ہو گئی۔

”آپ تشریف رکھئے!“ اس نے کہا ”اگر وہ بیہاں ہے تو اس سے نپٹ لیا جائے گا۔“
پورشیا آپریٹر کے پیڈے سے الگ کئے ہوئے ورق پر نظر ڈالتی ہوئی بولی۔ ”اٹھ کیٹر کے مطالبات
میں ڈگری جنوب مشرق.... فاصلہ ایک سو میں میل۔!“

”اس کا مطلب ہوا کہ وہ موائزائیں کہیں ہے۔“ مرد نے کہا۔

”تم سارے مقامی ایجنٹوں کو یہی بعد گیرے چیک کرو۔ معلوم ہو جائے گا کہ کس کاڑانس
میسر اس کے ہاتھ لگا ہے۔!“

”بہت بہتر مادام.... لیکن وہ کیا چاہتا ہے۔!“

”بیگانہ کا جمیل کو اس پار اسلو سملک کرنا چاہتا ہے۔“ حکمی دی ہے کہ اگر ہم نے اپنے
بنائے ہوئے راستوں سے اس کی یہ مشکل آسان نہ کی تو وہ ہمارے مشن کو نقصان پہنچائے گا۔“

”اچھی بات ہے میں ایک ایک کر کے سارے ایجنٹوں کو کال کرتا ہوں۔“

”ظفر کے بارے میں کیا رپورٹ ہے۔!“

”سوما کے علاوہ اور کسی نے بھی اس سے ملنے کی کوشش نہیں کی! آج صحیح کی رپورٹ کے وہ دونوں موائزائیں ہیں۔!“

”کون دونوں۔؟“ پورشیا چوک کر بولی۔

”سوما اور ظفر۔!“

یہ واقعہ اُس وقت پیش آیا جب وہ مسلسلی کے فارم سے واپس ہو رہے تھے۔ ایک جگہ کیپین بگاہی نے اچانک پیٹ میں درد اٹھنے کا بہانہ کر کے گاڑی روکائی تھی اور جہاڑیوں میں گھستا چلا گیا تھا۔ جوزف بھی اتر گیا۔ اُس نے اُس کا دوہ پیغام اچھی طرح سن لینے کے بعد ہی اُس پر حملہ کیا تھا۔

”اب اس کا کیا کریں باس۔“ جوزف نے بے ہوش بگاہی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

”تم نے جلد بازی سے کام لے کر دشواریاں پیدا کر دیں!“

”وہ پیغام ایسا ہی تھا۔ باس! ہم بے خبری میں مار لئے جاتے۔ اُس نے اس وقت کے واقعہ کی پوری روپورث دی تھی۔ مسٹر ظفر کا بھی نام لیا تھا۔!“

پھر اُس نے پورا پیغام لفظ بلطفہ دہراتے ہوئے کہا ”پھر میں کیا کرتا باس! میں نے سوچا اب اس سے ٹرانس میٹر چھین ہی لینا چاہئے۔!“

عمران کچھ نہ بولا۔ اُس نے فاؤنڈیشن پن جوزف سے لے کر اپنی جیب میں ڈالا تھا اور بیہوش بگاہی کو گاڑی کی طرف اٹھوا لایا تھا۔

واپسی کا سفر پھر شروع ہو گیا۔ ظفر اگلی سیٹ پر عمران کے ساتھ تھا۔ کیپین بگاہی کو کچھلی سیٹ پر جوزف کے ساتھ بٹھایا گیا تھا اور جوزف پوری طرح ہوشیار تھا۔ ظفر عمران کو پورشاپ سدھکلن سے اچانک ملاقات کے بارے میں بتانے لگا تھا۔ عمران خاموشی سے منتہا اور اُس کے خاموش ہونے پر طویل سانس لے کر بولا۔ ”تم سے فوری طور پر رابطہ قائم نہ کر کے میں نے نظری کی تھی۔“

”میں نہیں سمجھا۔!“

”دارالسلام میں تمہاری نگرانی ہی کراٹارہ گیا تھا۔ ورنہ اگر پورشاپ سدھکلن کے بارے میں پہلے ہی معلوم ہو جاتا تو۔“

”تو وہ ایکس نو کی ایجنت نہیں ہے۔!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... اچھی طرح سوچ کر بتاؤ۔ کھانے کے بعد سے دارالسلام کے بہتال تک پہنچنے کے درمیان ہوش کا کوئی وقہ بھی یادداشت کی سطح پر ابھرتا ہے یا نہیں۔!“

”ہرگز نہیں.... میں پہلے ہی غور کر چکا ہوں۔!“

اوھر بگاہی ہوش میں آچلا تھا۔ جوزف نے اپناریو اور اُس کے باس میں پہلوتے لگا دیا۔!

موازا میں ہیں۔ بیہاں کرٹل کا تیراسا تھی عجیب حالات میں ملا ہے۔ وہ ایک کمرے میں بند تھا جس میں ایک مقامی آدمی کی لاش موجود تھی۔ مرنے والے کا نام کرٹل کے ساتھی نے مسوامہ تلا ہے۔ کرٹل کا یہ ساتھی ایشیائی معلوم ہوتا ہے نام ظفر ہے۔!

”بڑی عمدہ خبر ہے۔“ پورشاپ مسرت لجھے میں بولی ”لیکن یہ بگاہی اول درجے کا گدھا معلوم ہوتا ہے۔ یہ نہیں بتایا کہ موازا میں کہاں قیام ہے۔!“

”فکر نہ کیجئے مادام.... ہم خلاش کر لیں گے۔!“

”یہ کرٹل ڈوٹا بوناڑ عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس پر میں لاکھوں کی شرط لگانے کو تیار ہوں۔!“

”تو پھر ہمیں جلدی کرنی چاہئے۔“

”کھیتوں پر دوائیں چھڑ کنے والا ہیلی کو پھر آرڈر میں ہے یا نہیں۔!“

”اُبھی معلوم کرتا ہوں مادام....!“

”جلدی کرو میں اپنے ٹھکانے پر ملوں گی۔“

”اور سنگ والی کال کا کیا بنے گا جو ایک گھنٹے بعد ہونے والی تھی۔“

”اُسے جہنم میں جھوٹکو۔ عمران اُس سے کہیں زیادہ اہم ہے۔!“

”جیسی آپ کی مرضی۔!“



جیسے ہی گفتگو ختم کر کے کیپین بگاہی نے فاؤنڈیشن پن جیب میں رکھا۔ جوزف نے اس کے چھلانگ لگادی اور دبوچ کر بیٹھ گیا۔

”یہ کیا حرکت ہے۔“ بگاہی غریبا تھا۔

”غدار کے پنجے.... یہ ٹرانس میٹر میرے حوالے کر دو۔ ورنہ جان سے مار دوں گا۔“

”لک.... کیسا ٹرانس میٹر.... نصی.... نصی.... چھوڑو....!“

جوزف نے اس کا گلگھوٹنا شروع کر دیا تھا۔ ذرا ہی سی دیر میں وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔ جوزف نے فاؤنڈیشن پن اُس کی جیب سے نکال کر اپنی جیب میں ڈال لیا۔!

”آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔!“ بگاہی تھوڑی دیر بعد کراہا۔

”یہ تو تم ہی بتاؤ گے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“ عمران نے بے حد سر دلچسپی میں کہا۔

”لیکن میرا قصور کر قتل..... تمہارے آدمی نے میرے ساتھ ایسا بر تاؤ کیوں کیا۔“

”اپنا کوڈ نمبر بتاؤ.... ورنہ بہت برا حشر کروں گا!“ عمران بولا۔

”کوڈ نمبر.... کیسا کوڈ نمبر....!“

”فاؤشنین پن سیریز والا.... تم کیا سمجھتے ہو کہ میں نے خصوصیت سے تمہارا ہی انتخاب کیوں کیا تھا....!“

بگاہی کچھ نہ بولا۔

”کیا سمجھ کر تم نے اپنے ملک سے غداری کی سوچی تھی۔!“ عمران نے سوال کیا۔

”میں نے جو کچھ بھی کیا ہے ملک کے مفاد میں کیا ہے۔“ بگاہی کراہا۔

”وہ کس طرح....؟“

”پورا برا عظیم بڑی طاقتوں کا اکھڑا بننے والا ہے۔ لہذا میں بڑی طاقتوں کے دشمن کا ساتھ کیوں نہ دوں۔!“

”اگر تم مجھے قائل کر سکتے تو میں بھی تمہارا ساتھی بن جاؤں گا۔ ذرا بتانا تو کہ اس دشمن کی بساط کیا ہے۔!“

”دنیا کے بہترین دماغ ان کے ساتھ ہیں۔ ان کے حربوں کا کوئی تو زندہ ہو گا۔“

”کب سے سرگرم عمل ہیں یہ لوگ اور انہوں نے اب تک بڑی طاقتوں کا آیا بگاڑا لیا ہے۔!“

”یہ میں نہیں جانتا.... لیکن میرا ایمان ہے اس پر جو کچھ کہہ رہا ہوں۔!“

”کیا انہیں تمہارے ملک کی اکثریت کی حمایت حاصل ہے۔?“

”ہر گز نہیں.... بہتیروں نے تو نام تک نہ سننا ہو گا....!“

”وہ صرف میں لا توانی ٹھک ہیں۔ اور کچھ بھی نہیں۔ عالمی حکومت کا تصور فراہم ہے۔!“

”ہاں! عام طور پر بھی خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن میں ایسا نہیں سمجھتا۔!“

”نہ سمجھو۔ مگر کوڈ نمبر تو بتانا ہی پڑے گا۔!“

بگاہی نے بختی سے ہونٹ بھینچ لئے اور جوزف اس کی پہلی پر روی الور کا دباؤ ڈالتا ہوا بولا۔

”بلدی سے اُگل دو.... ورنہ فائز کر دوں گا۔!“

”میری زندگی افریقہ کی سلامتی سے زیادہ اہم نہیں ہے۔ شوق سے گولی مار دو۔ میں مراجحت نہیں کروں گا۔“ بگاہی آنکھیں بند کر کے بولا۔

”بلدی نہ کرو۔ اسے سوچنے کا موقع دو۔!“ عمران نے جوزف سے کہا۔
کاری کی رفتار تیز نہیں تھی۔ عمران بگاہی کو وقت دے رہا تھا۔ خیموں تک پہنچنے سے قبل اس کی زبان کھلو لیا چاہتا تھا۔

بگاہی بدستور آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا۔ اس کے پھرے پر پریشانی کے آثار نہیں پائے جائے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے بہت ہی خوش گن تصورات میں ڈوبا ہوا ہو۔

جوزف اُسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا ”کیپن بگاہی اگر تم مجھے اپنا کوڈ نمبر بتا دو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں نکل جانے کا موقع دے دوں گا۔ تمہارے حکام کے حوالے نہیں کروں گا۔“

”بیکار ہے کر قتل.... تم مجھے اس پر کسی طرح آمادہ نہیں کر سکو گے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ تم مجھے میرے حکام کے حوالے کر دو تاکہ میری غداری کی پہلی اس ریمارکس کے ساتھ ہو گئے کہ میں نے مر جانا قبول کر لیا لیکن زبان نہیں کھوئی۔“

”اس سے کیا ہو گا۔!“

”مجھے ہیسے دوسرے سر فروشوں کو آگے بڑھنے کا موقع ملے گا اور وہ بھی اس تنظیم سے نسلک ہو جائیں گے۔!“

”وہم ہے تمہارا کیپن بگاہی۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ یہ تنظیم ساری دنیا میں اس طرح بننا ہے۔ یہ تنظیم حکومتوں کو بلیک میل کر کے اپنے متوکل ملکوں سے بہت بڑی بڑی رقمیں وصول کرتی ہے اور انہیں مجرمانہ طور پر ضائع کر دیتی ہے۔“

”میں جانتا ہوں۔ عام تاثریبی ہے۔!“

”تو پھر تم خود غور کرو۔!“

”افریقہ کو سفید فاموں کے پنجے سے رہائی دلانے کے لئے میں شیطان سے بھی ساز باز کر سکتا ہوں۔!“

پھر وہ بھی لڑکھڑا کر گرا تھا۔ یک بیک عمران کو ایسا محسوس ہوا جیسے سانسوں کے ذریعے اُس کے بینے میں جنم آتی گیا ہو۔ ایسی سوزش سانس کی نالی میں محسوس ہوئی تھی اور پھر آنکھ کان، ناک، ہر گہے سے شعلے نکلنے لگے۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھاۓ ہوئے بگاٹی پر ڈھیر ہو گیا۔ ذہن اور پھر اچانک ایک یہجان آور خواب کی ابتداء ہوئی۔ اُس نے دیکھا جیسے وہ سیاہ فام و حشیوں اور پھر اچانک ایک بھی بتایا تھا!

کیونکہ جھنڈ میں شامل ہو گیا ہے وہ سب نیم برہنہ تھے۔ اور ان کے سیاہ جسموں پر گیرا اور کھریا کے خطوط اور دائرے بنائے گئے تھے۔ اُس نے دیکھا کہ خود اُس کا بھی وہی طیل ہے۔ اُس کی کمر کے گرد بھی باریک ریشوں والی گھاس کی جھالاری لپٹی ہوئی ہے۔ رقص تیز ہوتا جا رہا ہے۔۔۔ جردوں کی طرح وہ بھی اپنا نیزہ ایک مخصوص انداز میں چھارہا ہے۔ پھر ایک عجیب سی تیز آواز نالی دیتی ہے۔۔۔ رقص تھم جاتا ہے اور وہ سب خوفزدہ نظر دوں سے آواز کی جانب متوجہ ہو جاتے ہیں۔ عمران نے دیکھا کہ ہاتھیوں کا ایک جھنڈ دور سے ان ہی کی طرف دوڑا آ رہا ہے۔ مارے جنگلی اچھل اچھل کر ایک جانب بھاگنے لگے۔ عمران نے بھی ان کی تقلید کی۔۔۔ پھر وہ باب ایک ٹیلے پر چڑھے۔۔۔ اوپر پہنچ کر رکتے ہیں۔ عمران نے مز کر دیکھا ہاتھیوں کا جھنڈ قریب پہنچا کر۔۔۔ ہاتھیوں کے پیچھے انسانی شکل میں کوئی شے تھی۔ ایک قوی ہیکل آدمی جس کے جسم پوزیر ایک سیاہ اور سفید دھاریاں تھیں۔ اور اب یہ بات عمران کی سمجھ میں آئی کہ وہ ہاتھی اُسی بیک ثابت آدمی سے ڈر کر بھاگ رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ انہی ہاتھیوں میں سے کسی کو پکڑنا پہنچا ہو! اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے ایک کی سونڈ پکڑ لی۔ اور ہر سارے وحشی بجدے میں گر گئے۔ لیکن عمران سے یہ نہ ہو سکا۔۔۔ وہ بدستور کھڑا تھیت سے ہاتھی اور اُس آدمی کی کھینچاتانی دیکھتا رہا تھا۔ اس سے اپنی سونڈ چھڑالینے کے لئے پچھلی ناگوں پر جھکتا چلا جا رہا ہے۔ لیکن سونڈ اُس کی گرفت سے نہیں نکل سکی تھی۔ اچانک اُس نے ایک گھنٹا زمین پر نیک کر ہاتھی کو ایک طرف لٹ دیا اور اُس کی گردن پر سوا ہو کر جزوں میں ہاتھ ڈال دیئے۔۔۔ وہ اُس کا منہ چیڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دوسرے ہاتھی شور مچاتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ اور اُس عجیب ثابت آدمی نے ہاتھی کا دہن اس حد تک چیر دیا کہ جزوں کی ہڈیاں الگ ہو گئیں۔ اب اُس کے ٹھنڈے سے بڑی بھیلک آوازیں نکل رہی تھیں۔ دھاریدار آدمی اُسے چھوڑ کر ہٹ گیا اور اُسی

”اچھی بات ہے تو تم گمانی کی موت مر جاؤ گے۔ تمہارے اس کارناٹے کی تشمیث نہیں ہو سکے کی!“

کیپن بگاٹی قیدیوں تھی کی طرح خیموں تک لا یا گیا تھا اور اُس نے گلو خلاصی کی کوشش نہیں کی تھی۔ اُس کے پھرے سے ایسی ہی طمانتیت کا اظہار ہو رہا تھا جیسے کسی نیک مقصد کے حصول میں ناکام ہو جانے کے بعد شہادت کا منتظر ہو۔

جوزف نے آہستہ سے کہا ”باس! وہ کوڈ نمبر نہیں بتائے گا۔ مسٹر ظفر نے موسم کے بارے میں بھی بھی بتایا تھا۔ اُنکے زخموں پر نیک چھڑکا گیا۔ ترپ ترپ کر مر گیا مگر کوڈ نمبر نہیں بتایا۔“

”میرا بھی تھی خیال ہے! مجھے ہمدردی ہے ان لوگوں سے۔ بے حد مخلص لوگ ہیں۔۔۔“ عمران طویل سانس لے کر بولا ”لیکن غلط فہمی میں بتلا ہو گئے ہیں۔ سفید فاموں سے پیچھا چھڑانے کے لئے ٹھنگوں کی گود میں جائیشے ہیں۔!“

”تو پھر اب اس کا کیا کر گے باس....!“

”سوچنا پڑے گا....! ہمیشہ کوارٹر کے حوالے نہیں کرنا چاہتا!“

”میں بتاؤں باس! تمہارے پاس تو طرح طرح کے انگلشن بھی ہیں۔ ذہنی طور پر مغلون کر کے کسی ہبتاں میں ڈلوادو!“

”گلڈ....!“ عمران اس کا شانہ تھپک کر بولا ”مجھے تم سے افلاق ہے۔ فی الحال میں خواب آؤ دو! انجکٹ کروں گا۔!“

دفعتاً ایک بیلی کو پھر خیموں کے اوپر سے گذرتا ہوا چلا گیا! کچھ دور جا کر پھر پلانا تھا۔ بگاٹی؟ گھنٹوں میں سردیے خاموش بیٹھا تھا جو نک کر اُس کی طرف متوجہ ہو گیا!

”ذرادیکھنا!“ عمران نے جوزف سے کہا اور وہ خیسے سے نکل گیا۔ اس بار شائد بیلی کو پھر دیتا کہیں نضا میں معلق ہو گیا تھا اور اُنکی کان پھاڑ دینے والی آواز ایک جگہ جم کر رہی تھی۔ جوزف واپس آنکھیا اور چیخ چیخ کر کہنے لگا! ”ملکہ زراعت کا ہے۔ شاند مچھر مار دو! چھڑک رہا ہے۔ ہر نیسے پر پھر وہ کھڑے کھڑے دھم سے زمین پر چلا آیا۔ عمران اُسطرف جھپٹا بگاٹی بھی بوکھلا کر انہی گلے!

”یہ تو یہو ش ہو گیا۔“ عمران زور سے بولا۔

”مم.... میرا بھی سر چکرا رہا ہے۔“ بگاٹی نے کہا اور آنکھیں پھاڑنے لگا۔

طرف دوڑ لگادی جدھر دوسرے ہاتھی کے تھے جس ہاتھی کے جزوے وہ چیر گیا تھا تشنگی کیغیر میں بنتا ہو کر دم توڑ رہا تھا۔

جنگلی شور مجاہتے ہوئے نیلے سے اترنے لگے۔ لیکن عمران جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔... جنگلی نیچے پنچ کر مرتبے ہوئے ہاتھی پر ٹوٹ پڑے اور اس کے جسم سے گوشت کے بڑے بڑے بکر کاٹنے لگے۔ دفعتاً عمران نے محسوس کیا کہ اس کے قریب اور کوئی بھی موجود ہے۔ یہ ایک طویل قام سیاہ فام جنگلی تھا۔ وہ بھی عمران کی طرح ہاتھی کی طرف نہیں گیا!

دونوں خاموش کھڑے آنکھیں چڑھا چڑھا کر ایک دوسرے کو دیکھے جا رہے تھے۔ اور پڑا اچاک عمران کو حساس ہوا کہ وہ خواب نہیں دیکھ رہا سب کچھ حقیقت پر مبنی ہے۔
لبے جنگلی نے انگلش میں کہا ”میں ان میں سے نہیں ہوں!“

”میں بھی بھی دیکھ رہا ہوں!“ عمران بولا ”ان میں نہ کوئی تمہاری طرح بلاپتلا ہے اور نہ اتنا لمبا۔ کسی کی ناک بھی چیزی نہیں ہے....!“

”اوہو.... تو یہ تم ہو....!“ لبے جنگلی نے ہنس کر کہا۔

”مگر ہم کا لے کیے ہو گئے....!“ عمران نے پر تشویش لجھے میں کہا۔

”وہ بعد کی بات ہے۔ پہلے یہ سوچو کہ یہاں پنچے کس طرح!“

”محظی یاد نہیں!“ تھوڑی دیر پہلے تک ایسا محسوس ہوتا رہا تھا جیسے میں خواب دیکھ رہا ہوں!“

”بڑی عجیب بات ہے.... میں بھی یہیں سمجھتا رہا تھا۔ لیکن یہ خواب نہیں ہے بھتیجی!“

”لیکن ہماری رنگت....!“ عمران کر رہا۔

”اصلی ہی لگتی ہے....!“ لبے آدمی نے لاپرواہی سے کہا۔

دفعتاً قریب ہی کسی نے کھلتا ہوا سا قہقہہ لگایا۔ نسوانی آواز تھی۔ دونوں چوک کر پھر دل کے اُس ڈھیر کی طرف متوجہ ہو گئے جس سے آواز آئی تھی۔

”خوش آمدید....!“ پھر دل کے ڈھیر سے وہی آواز آئی.... ”ٹی تھری لی تم دونوں خوش آمدید کہتی ہے!“

دونوں کچھ نہ بولے۔ آواز پھر آئی۔ ”تم دونوں بہت خوبصورت لگ رہے ہو۔ لیکن تھوڑا

دیر بعد جب تم ہاتھی کا گوشت کھانے سے انکار کر دے گے تو یہ سب نیزدیں کی انبوں سے تمہیں لہو لہان کر دیں گے....!“

”اس طرح دار کرنا بزرگی ہے!“ لبے جنگلی نے کہا۔

”عورت بزرگی ہوتی ہے۔ تم نے کوئی نبی بات نہیں کہی۔ بہر حال اب میں کچھ دنوں تک تم دونوں کی بے بی سے لطف اٹھاؤں گی.... نہ تم ان دھیشوں کی باتیں سمجھو گے اور نہ یہ تمہاری سمجھیں گے!“

دفعتاً عمران نے زور دار قہقہہ لگایا اور بولا ”کیوں خواہ خواہ دھونسرا ہی ہو ان میں سے ایک بھی واثری نہیں ہے.... یہ سب دیسے ہیں جنگلی ہیں جیسے ہم آئے دن فلموں میں دیکھا کرتے ہیں۔ بہر حال اچھا خاصہ ڈرامہ ہے۔! پسند آیا۔ رہی رنگت بدلنے کی بات تو بقیہ زندگی یو نہیں ہی۔ کوئی فرق نہیں پڑتا!“

قہقہہ پھر سنائی دیا۔ لیکن کچھ کہا نہیں گیا تھا۔ پہلے ہی کی طرح سنانا چھا گیا۔

”کرتیا....!“ لمبا جنگلی دانت پیس کر بولا۔

”ختم کرو....!“ عمران ہاتھ بلا کر بولا۔

”نہیں آؤ.... پھر دل کے اس ڈھیر کو اُٹ پٹ دیں!“

”اس سے کیا فائدہ ہو گا....?“

”ویکھیں کہ آواز کس طرح آئی تھی!“

”اوہو.... سنگ بھی بچوں کی باتیں کرنے لگا ہے!“

”یہ کیا کبواس ہے!“

”اگر ایک خود کار ٹرانسپرٹ ہاتھ بھی لگ گی تو اس سے کیا ہو گا.... اوہ سنو کیا کوئی جسی ٹرانسپرٹ فاؤنڈیشن پن کی شکل میں تمہارے پاس تھا....!“

”خاتو....“ سنگ ہی سر بلا کر بولا۔

”اُسی کی وجہ سے دھر لئے گئے ہو۔ اُسی نے تمہاری بھی نشان دی کی ہو گی!“

سنگ کی سوچ میں پڑ گیا۔ عمران اُسے بتانے لگا کہ اس طرح ایک بیلی کو پڑنے نیوں پر چھر مار دو۔ اپرے کی تھی۔ اور وہ اپنے ساتھیوں سمیت بیویوں ہو گیا تھا۔!

”شاہد میں کچھ میرے ساتھ بھی ہوا تھا۔ لیکن میں اس وقت کسی چھت کے نیچے نہیں تھا۔

بیلی کو پڑ میرے اوپر سے بھی گزرا تھا۔“

”کچھ بھی ہوا ہواب اس کے علاوہ اور کچھ نہ سوچو کہ کسی طرح اس طسم سے نکل جانا ہے۔“

سنگ کچھ نہ بولا۔ عمران ان جگلیوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جو ہاتھی کا گوشت کاٹ رہے تھے!

”توہڑی دیر بعد سنگ نے کہا“ اس وقت میں خود کو بالکل پنځد محسوس کر رہا ہوں۔“

”تم اس وقت محسوس کر رہے ہو۔ میں ہمیشہ سے یہی سمجھتا آیا ہوں۔“ عمران چک کر بولا۔“

”چپ بے... مجھے غصہ نہ دلا۔“

”تم تو اتنے چڑھے نہیں تھے چچا!“ عمران نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

”بکواس بند کرو!“

”اب کیا مجھ سے ال جھو گے...!“

سنگ اسے کوئی جواب دینے کی بجائے اُسی جانب اُترنے لگا۔ جدھ جنگلی تھے۔

عمران نے دیکھا کہ سنگ بھی انہی میں شامل ہو گیا ہے۔ جو با تھی کا گوشت کاٹ رہے تھے!

عمران نے تحریر انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ لیکن پھر خیال آگیا کہ وہ تو اس قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ جو گوشت کے نام پر چھپکلیاں اور چوہے بھی نہیں چھوڑتی۔ لیکن خود اس کا کیا ہو گا۔ وہ کیا کھائے گا!

دفعتائی نے عقب سے اُس کے شانے پکڑے اور بھجوڑ کر رکھ دیا لیکن گرفت اتنی مضبوط نہیں تھی کہ وہ مڑنے سکتا۔ عمران بہت محاط ہو کر گھوما۔۔۔ وہ ایک جوان العمر جنگلی عورت تھی۔ اُس نے عمران کا ہاتھ قھما اور بڑی تیزی سے ٹیلے کی دوسری جانب اترنے لگی۔ اگر اسی سمت لے جاتی جہاں ہاتھی کو گوشت کا ناجاہرا تھا تو شاہد عمران پہنچاہت ظاہر کرتا۔ لیکن دوسرے جانب تو وہ اُسے بڑی آسانی سے کھینچ لئے جا رہی تھی۔

یعنی پہنچ کر وہ قد آدم جھاڑیوں میں گئے تھے۔ لیکن یہ کوئی بنا لیا ہوا راستہ تھا! اور وہ ان گھنی جھاڑیوں کے درمیان تو ایک قدم چلانا بھی دشوار ہوتا۔ توہڑی دیر بعد پھر ڈھلان میں اترنا پڑا۔ عورت بے تکان دوڑ رہی تھی۔ پھر وہ کیوں اپنے قدم روکتا یا ظاہر کرتا کہ وہ اُس کے لئے کوئی

نی بات ہے!

بالآخر وہ ایک جگہ رکی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہانپتے رہے۔ کچھ دیر

بعد عورت انگلش میں بولی ”تم سب سے الگ تھلگ نظر آئے تو خیال پیدا ہوا کہ کہیں میری ہی

مروح کرنے ہوں!“

”درست خیال پیدا ہوا تھا۔ میرے لائق کوئی خدمت!“

”خدا کا شکر ہے!“ وہ ہمیساختہ اچھل پڑی اور عمران سے بغل گیر ہو جانے کی کوشش کرتی

ہوئی بولی ”اب میں تھا نہیں ہوں....!“

”وہ تو ٹھیک ہے!“ عمران بوکھلا کر پیچھے ہتا ہوا بولا۔ ”لیکن اس کی کیا ضرورت ہے!“

”وہ بھک گئی اور تحریر انداز میں پلکیں جھپکاتی ہوئی بولی ”میں اصلًا سفید فام ہوں!“

”لیکن میں نسلانگیر ہی ہوں.... امریکی نیکرو....!“

”کوئی بات نہیں.... ہم دونوں ایک دوسرے کو سمجھ تو کتے ہیں....!“

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن کیا تم بھی ہاتھی کا گوشت کھاتی ہو...!“

”ہر گز نہیں.... اسی لئے تو ان لوگوں سے دور دور رہتی ہوں....!“

”پھر کیا کھاتی ہو....!“

”آبی پرندوں کا گوشت اور چھل....!“

”یہ دونوں کھاں پائے جاتے ہیں....!“

”کیا تم بھوکے ہو....!“

”بہت زیادہ....!“

”اوہ میرے ساتھ!“ وہ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر دوڑنے لگی۔

اس بار کی دوڑ کا اختتام ایک غار کے دہانے پر ہوا تھا۔ وہ اُسے غار کے اندر لے آئی۔ توہڑی

دیر بعد جب آنکھیں انداز ہیرے کی عادی ہو گئیں تو عمران نے دیکھا کہ اُس کے سامنے ایک بھنا ہوا

بلاس پر نہ رکھا ہوا ہے۔ کچھ جنگلی چھل بھی تھے۔

عمران چھل کھانے لگا۔

”اُسے بھی کھاؤ یہ قاز ہے....!“ وہ پرندے کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

”بُن میں اتنا ہی جانتی ہوں کہ وہ مجسم دھشت اور سرپا طاقت ہے۔ بڑے بڑے توار درخت بڑے اکھاڑ پھینکتا ہے۔ بڑی بڑی چٹانیں دھکیل دیتا ہے اُس کے ذرے قدیم جنگلی یہاں سے نکل بھاگے ہیں۔ اُن کی جگہ ان مصنوعی جنگلیوں کو دی گئی ہے!“

”مقصد....!“ عمران نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”مقصد سے لامع ہوں....! اب اس پرندے کا گوشت کھاؤ۔۔۔ بہت ٹھوڑی قاز تھی!“ عمران خاموشی سے گوشت کے ٹکڑے کاٹنے لگا۔ عورت تھوڑی دیر بعد بولی ”تو تم چیزیں نہیں ہو۔!“

”نہیں....! میں اپنیں کا باشندہ ہوں۔ تزانیہ آیا تھا۔ ایک رات اپنے ہوٹل کے کمرے میں سویا۔۔۔ پھر یہاں اس حال میں آنکھ کھلی۔!“

”اوہ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ہم تزانیہ ہی میں ہیں۔!“

و فتحا فاؤ نہیں پن سے ایک آواز ایس آنے لگیں چیزے کسی جھیکر نے جہاں میں جڑوں کردی ہو۔ عورت نے اُس کی کیپ الگ کر کے کان سے لگائی اور نب والاحصہ ہونوں کے قریب لا کر بولی۔ ”بیلو! سی کی فرو اسپیلنگ!“

تھوڑی دیر تک کچھ سُننی رہی پھر بولی ”وہ میری ہی طرح ذیجے کا گوشت کھاتا ہے۔ اس لئے اُن کی ٹوپی میں شامل نہیں ہوا۔ میں نے اُسے کھانا کھایا ہے ہاں۔ وہ اس وقت میرے ہی ساتھ ہے.... اوہ.... کہاں؟۔ اچھا.... اچھا....“

گفتگو ختم ہو گئی۔ اُس نے ٹرانس میر جہاں سے اٹھایا تھا وہیں رکھ دیا اور عمران سے بولی ”اب کہا گیا ہے تھیں دوسرا جگہ پہنچا دیا جائے....!“

”تو چلو۔ میں تیار ہوں....!“

”مجھے حیرت ہے کہ تم ذرہ برابر بھی خائن نہیں ہو۔ ورنہ میں نے دیکھا ہے کہ تم جیسے لوگ اپنی حالت کا احساس ہوتے ہیں پاگلوں کی طرح چیخنے لگتے ہیں اور کبھی کبھی پاگل ہی ہو جاتے ہیں۔! خود مجھ پر کئی دونوں تک دیوائگی طاری رہی تھی!“

”میرے لئے خاصی خوش گوار تبدیلی ہے میں اُن کا بے حد شکر گزار ہوتا اگر میرا ایک کان اکھاڑ کرنا کی جگہ لگادیتے اور اُس کان کی جگہ ناک....!“

”مسلم نیکرو ہوں.... صرف ذیجہ کھا سکتا ہوں....!“

”میں بھی ذیجہ کھاتی ہوں۔ یہودی ہوں۔!“

”اچھا.... اچھا.... لیکن میری طرح کالی کیوں ہو گئی ہو۔!“

”میں نہیں جانتی وہ کون لوگ ہیں۔ جنہوں نے لا تعداد سفید فاموں کو سیاہ فام بنا کر رکھا ہے۔ مجھے بیویوں کے مجھ پر کوئی سائنسی تجربہ کیا گیا تھا۔ جس کا نتیجہ تم دیکھی ہی رہے ہو۔!“

”تو وہ سب اصل اس سفید فام ہی تھے۔!“

”نہیں! اُن میں زیادہ تر چینی اور نیکرو ہیں۔ لیکن وہ انگلش نہیں بول سکتے۔“

”لیکن اس کا مقصد کیا ہے۔!“

”وہ تجربہ تم پر کہاں کیا گیا تھا۔!“

”کچھ خواب سایاد ہے جیسے خلا بازی سے متعلق کوئی فلم رہی ہو۔ میں نے بھی اُس فلم میں ایک روپ ادا کیا ہو۔۔۔ تم نے ایسی فلمیں تو دیکھی ہی ہوں گی۔“

”میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتی ہو۔!“

”عجیب وضع کی تجربہ گاہیں۔ خلائی اسٹیشن.... اور اڑانے والی عجیب و غریب مشین۔!“

”وہ جگہ یہاں سے کتنی دور ہے.... اور کس طرف ہے....!“

”یہ بتانا بہت مشکل ہے کیونکہ رنگت تبدیل ہو جانے کے بعد مجھے ایک بار پھر بیویوں کے مرحلے سے گزرنا پڑا تھا۔ آنکھ کھلی تو یہاں اس غار میں تھی۔!“

”تھا....!“ عمران نے حیرت سے پوچھا۔

”در اصل مجھے ان لوگوں کی نگرانی پر لگایا گیا ہے۔ میں ان کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھا ہوں.... اور کسی نامعلوم آدمی کو ٹرانس میٹر کے ذریعے مطلع کرتی رہتی ہوں....!“

”ذرا دیکھوں تو کیسا ٹرانس میٹر ہے۔!“

وہ کسی گوشے سے ویسا ہی فاؤ نہیں پن اٹھا لی۔ جیسا عمران نے بگاہی سے حاصل کیا تھا۔ عمران صرف سر کو جنبش دے کر رہ گیا۔ ٹرانس میٹر کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اس پر حیرت حیرت ظاہر کی تھی۔ عمران نے کہا کہ وہ اُسے پہلے بھی دیکھ چکا ہے پھر اُس نے اس دھاریہ ار آئندہ کے بارے میں پوچھا۔

”تم مجھے بہت زیادہ حیرت زدہ کر رہے ہو۔“

وہ غار سے باہر نکل آئے۔ اور چند ہی قدم طے ہوں گے کہ عجیب طرح کا شور سنائی دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بے شمار مختلف النوع جانور آپس میں لڑپڑے ہوں۔!

”ٹھہر جاؤ۔۔۔!“ وہ عمران کا بازو پکڑ کر بولی۔ اور عمران اُسے جواب طلب نظر وں سے دیکھ کر رہ گیا۔

”ئی وی پر کوئی پروگرام آنے والا ہے۔۔۔ دیکھ کر چلیں گے۔۔۔!“

”ئی وی۔۔۔“ عمران نے حیرت سے کہا۔ میں تو ان آوازوں کے بارے میں پوچھتا چاہتا تھا۔!“ یہ اشارہ ہے کہ کوئی پروگرام آنے والا ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔۔۔ وہ اُسے کھینچنے کوئی بولی۔۔۔ اُسی جانب لے چلی تھی جدھر آوازیں آرہی تھیں۔۔۔ یہ بھی کسی غار کا دہانہ ہی ثابت ہو رہا۔ آوازیں اُسی سے برآمد ہو کر فضائی منتشر ہو رہی تھیں اور یہ دہانہ قدرتی بھی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اُسے تاشنے میں کسی انسانی ہاتھ نے اپنی فی مہارت کا مظاہرہ کیا تھا۔۔۔ئی وی کے اسکرین کی کسی بناوٹ تھی۔ دفعتاً ایک چمکیلا غبار سا اُس پر چھا گیا۔ اور ایسا ہی معلوم ہوا جیسے اُسیئی وی سیٹ کا اسکرین روشن ہو گیا ہو۔

پھر موٹے موٹے حروف میں یہ تحریر نظر آئی۔

”پروجیکٹ ہلاکت خیز“

ساتھ ہی کسی نامعلوم آدمی نے کمپنی شروع کر دی ”خواتین و حضرات از یہ وینڈ ٹیلی وین“ آپ کو پروجیکٹ ہلاکت خیز کی طرف لئے چتا ہے۔ افریقہ میں نیا سورج طوضع ہونے والا ہے۔ جس کی روشنی ساری دنیا میں پھیلے گی۔ سفید قام نسلیں صفحہ ہستی سے مت جائیں گی۔ رنگدار اقوام کا عروج ہو گا۔ یہ دیکھئے یہ رہا ہمارا میں برا عظمی میزائل ہلاکو اول۔۔۔!

ایک بہت بڑا میزائل لانچ پیڈ پر دھائی دیا۔ جس پر ”ہلاکو اول برائے واشنگٹن“ تحریر تھا۔ اب ملاحظہ فرمائیے۔۔۔ ہلاکو دوم۔۔۔ ما سکو کے لئے۔۔۔ یہ ہلاکو سو نم ہے پرس کے لئے۔۔۔ یہ ہلاکو چہدام ہے لندا کے لئے۔۔۔ یہ ہلاکو پنج ہے برلن کے لئے۔۔۔ غرضیکہ ہم انہی جنگلوں میں چھپے رہ کر دنیا کے سارے بڑے ممالک کے بڑے شہروں کو ہخندر بنا سکتے ہیں۔

ایک میزائل کم از کم بچاپ میل کے رقبے کے لئے کافی ہو گا۔۔۔ پروجیکٹ ہلاکت خیز ایسے ہی ذیہ سو میزائلوں پر مشتمل ہے۔ افریقہ میں نیا سورج ضرور طوضع ہو گا۔ سفید قام درندوں کے ہلوکی ندیاں بیہیں بیہیں گی۔۔۔ زیر و لینڈ پا سندھ باد۔۔۔!

چمکیلا غبار دفعتائی غار ہو گیا۔ اور غار کا تاریک دہانہ سنان نظر آنے لگا۔

عمران کا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا ہوا تھا۔ اور چہرے پر پسینے کی بوندیں بچوٹ رہی تھیں۔

”آؤ چلیں۔۔۔!“ عورت اُس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولی۔

عمران مڑ کر اُسے بغور دیکھتا ہوا بولا۔ ”یہ کیا کبواس تھی۔“

”دن بھر ایسی چھوٹی مٹوٹی خبریں میلی کاست ہوتی رہتی ہیں۔۔۔ کل خرگوش اور پکھوے کی کہانی آئی تھی۔۔۔ چلو چلیں۔۔۔!“

”اور اگر میں چلنے سے انکار کر دوں تو۔۔۔!“

”تو پھر کہاں جاؤ گے۔“

”کہیں بھی نہیں۔۔۔ تمہارا غار کیا نہ رہے۔۔۔!“

”میں وہاں تھہار رہتی ہوں۔۔۔ کوئی میرے ساتھ رہ نہیں سکتا۔!“

”اس کے باوجود بھی کہیں اور جانے سے انکار کر تاہوں۔۔۔!“

”تمہاری مرضی۔۔۔ لیکن تم میرے غار میں نہیں رہ سکو گے۔!“

دفعتائی شور سنائی دیا لیکن یہ ٹیکلو وین وین والے شور سے مختلف تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دفعتائی طور پر شور سنائی دیا جائے۔

بہت سے لوگ اُسی طرف دوڑے آرہے ہوں۔

”غیر معمولی۔۔۔ قطعی غیر معمولی۔۔۔!“ عورت چوکنی ہو کر بولی۔ اور پھر اس نے شور کے

ہلک پر دھو کچھ بھی تھا سامنے آگیا۔ اور دوسرے جنگلی سنگ ہی کو دوڑاتے ہوئے ادھر رہی لارہے

تھے۔۔۔ یا شاہد اُسے پکڑنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ کسی بذریعہ کی طرح انہیں جھکا یاں دے رہا تھا۔!

”اوہ۔۔۔ بیچارہ لمبا آدمی۔۔۔!“ عمران بڑا بڑا۔۔۔ وہ تھہا ہے۔۔۔ ہمیں اُس کی مدد کرنی چاہتے۔!“

”کیا تم بھی مرنا چاہتے ہو۔۔۔!“

”کیا مطلب۔۔۔!“

”اگر جنگلا ہو جائے تو وہ کسی کوزندہ نہیں چھوڑتے۔۔۔!“

وہ سنگ کو عورت والے غار کی طرف لے چلا۔
”وہاں ایک عورت بھی ہے۔ اس لئے ہم اردو میں گفتگو کریں گے۔!“ عمران نے کہا۔
”عورت....!“ سنگ نے سکاری لی ”کیا کوئی عورت بھی ہے....!“
”سیاہ فام....!“ عمران بحثنا کر بولا۔
”کوئی فرق نہیں پڑتا۔!“
”آئے قبر کے کنارے لگے ہو۔ کچھ شرم کرو چا جان....!“
”وہ قبر بھی عورت ہی ہو گی سمجھے۔ لیکن ہم آخر کہاں آپنے۔ بڑا بھیاںک انتقام لیا ہے
فریبیانے اپنی شکست کا۔!
”بھول جاؤ.... دیکھیں گے....“
”وہ اسے غار میں لا یا۔ لیکن اس عورت کا کہیں پتا نہ تھا....!“ سنگ چاروں طرف دیکھتا ہوا
بولا ”کہاں گئی۔!“
”جہنم میں جائے۔ تم ادھر لیٹ جاؤ....!“
”وہ سارے جنگلی چینی بول رہے تھے۔!“ سنگ نے کہا۔
”ہاگ کاگ کے لفگے ہوں گے۔!
”میں واثری یہی سمجھا تھا۔!
”باتے ہوئے واثری یہیں.... مقصد خدا ہی جانے....!
”میں بہت بھوکا ہوں....!“ سنگ چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ چھلوں پر نظر پڑی اور وہ ان
کی طرف جھپٹا۔!
”ہاچی کا گوشت نہیں کھایا۔... تم بھی تو کاٹ رہے تھے۔!
”تو بت ہی نہیں آنے پائی تھی کہ ہنگامہ شروع ہو گیا۔...!“ سنگ جنگلی چھلوں پر ہاتھ
ٹھاف کرتا ہوا بولا۔ ”آن میں دو چار عورتیں بھی تھیں۔ ایک پند آگئی۔ اسی کی تعریف
کریں رہا تھا کہ وہ لوگ آپے سے باہر ہو گئے۔“
”تمہارا تیل نکالا جائے تو کم از کم پانچ سور و پئی فی توہ کے حساب سے ضرور فروخت
ہو جائے گا....!“

”میں اسے اس طرح نہیں مر نے دوں گا۔“

”ٹھہر و.... کہاں چلے....!“ وہ اس کا ہاتھ پکڑتی ہوئی بولی، تم میری ذمہ داری ہو! مجھے
کہا گیا ہے کہ تمہارے جسم پر خراش تک نہ آئی چاہئے....“

”کس نے کہا ہے۔?“

”یہ میں نہیں جانتی۔!“ اس نے کہا۔

اوہ راب اُن جنگلیوں نے سنگ کو گھیر لایا تھا.... اور نیزدہ سے اُسے چھید کر رکھ دینے کی
کوشش کئے جا رہے تھے لیکن ابھی تک تو انہیں اس میں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ عمران نے
عورت سے ہاتھ چھڑا کر آگے بڑھنا چاہا۔

”یہ کیا کر رہے ہو۔!“

لیکن عمران کا ہاتھ اُس کی گرفت سے نکل گیا! عمران اردو میں چلتا ہوا اُن کی جانب جھپٹا۔
”گھبرا امامت میں آ رہا ہوں۔!“

نیزہ توں کروہ اُن جنگلیوں پر ٹوٹ پڑا جنہوں نے سنگ ہی کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔
اُن میں سے کچھ عمران کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور پھر عمران کو اندازہ لگانے میں دشواری
نہیں ہوئی تھی کہ وہ نیزہ بازی کے معاملے میں بالکل اناڑی ہیں۔ لہذا اُس نے انہیں نیزے کی اُنی
سے زخمی کرنے کا ارادہ ملتی کر کے نیزے کو اٹا اور لٹھ کی طرح گھمانا شروع کر دیا۔ پھر تو بھگدز
میں گئی۔ ٹھیک اُسی وقت کہیں قریب ہی سے شیر کی دھماکہ سنائی دی۔ اور سارے جنگلی مشین طور
پر ٹھنک گئے۔ جو جس پوزیشن میں تھا اُسی میں رہ گیا۔ دھماکہ پھر سنائی دی اور وہ اچھل اچھل کر
بھاگے۔ جدھر جس کے سینگ سائے نکل گیا۔

سنگ کھڑا جھوم رہا تھا۔ جسم پر کئی جگہ خراشیں آئی تھیں جن سے لہور سن رہا تھا۔ عمران نے
آگے بڑھ کر اُسے سہارا دیا۔

”میں ٹھیک ہوں.... الگ ہٹ جاؤ....“ سنگ غریا۔

”پھر کسی دشواری میں پڑو گے۔ چلو میرے ساتھ۔!“ عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ شیر
کی دھماکہ پھر سنائی دی۔ لیکن عمران نے محسوس کیا کہ آواز کے فاصلے میں کوئی فرق نہیں ہوا ہے۔
نہ پہلے سے قریب کی معلوم ہوتی تھی اور نہ دور کی....!

”سہبہ دو حرامیوں کی قوم کا سردار ہے۔!“ سنگ نے اردو میں کہا۔
لیکن عمران بولا۔ ”ابھی اس کی قومیت پر ریسیچ ہو رہی ہے۔!
”تم اسکے سرپرست بننے کی کوشش نہیں کرو گے بھیجے۔!“ سنگ نے زہریلے لہجے میں کہا۔
”ہوش کی دوا کرو۔ ہمیں یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔!“ عمران بولا۔
”اگر ان عورتوں نے مجھے قبول نہ کیا تو نکلنے ہی کی کوشش کرنی پڑے گی۔ لیکن میں اتنی جلدی ناممید ہو جانے والوں میں سے نہیں ہوں۔!
عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ مختلف قسم کے جانوروں کا شور پھر سنائی دیا۔ اور سنگ چونک کر بولا۔ ”یا یہاں کوئی ٹیلی نیزوں کا سرہ بھی موجود ہے۔!
عورت عمران کا ہاتھ پکڑ کر غار کے دہانے کی طرف کھینچتی ہوئی بولی ”چلو شانداب کوئی کھانی آئے گی۔!
عمران اس کے ساتھ نکلا چلا گیا۔ سنگ بھی پیچھے نہیں رہا تھا۔ تینوں ساتھ ہی دبائ پیچے۔!
شور ذرا دیر جاری رہا۔ پھر اسکرین پر چمکیلا غبار طاری ہو گیا۔... اور اس کے بعد ایک چہرہ اس غبار سے ابھرا تھا۔ اس نے عمران جیسے آدمی کے ذہن کو بھی اپنے نازک ترین گوشوں کے دنود کا احساس دیا۔ بے حد خوبصورت چہرہ تھا۔ اس کے ہونٹوں کو جبنت ہوئی اور متر نم سی آواز نفایم گوئی ”سنگ ہی! اسلئے کا وہ ذخیرہ کہاں سے جسے تم بُنگانیکا کے پار لے جانا چاہتے ہو۔ جواب د۔ تمہاری آواز مجھ تک پہنچ جائے گی۔!
”خدائی پناہ۔... یہ تم ہو تھریسیا۔...!“ سنگ آہستہ سے بولا۔
”ہاں۔... میں ہی ہوں۔...!
”میں نے تمہیں اس روپ میں کبھی نہیں دیکھا۔...!
”وقت نہ ضائع کرو۔ بتاؤ وہ ذخیرہ کہاں ہے۔!
”اگر تم مجھے قریب آنے دو تو سارے بزنس سے دستبردار ہو جاؤں گا۔ اگر خود ہی سارا ذخیرہ تمہارے حوالے نہ کر دوں تو گولی مار دینا۔...!
”میں کہتی ہوں سنجیدگی اختیار کر دو نہ کیڑے مکوڑے بھی تمہارے احوال پر رہ پڑیں گے۔!
”تم مجھے محبت سے زیر کر سکتی ہوں۔ حکمی سے نہیں۔!
”

ٹھیک اسی وقت وہ عورت غار میں داخل ہوئی۔ اور عمران سے بولی۔ ”کیا یہ الگش سمجھ رہا ہے۔...!
سنگ منہ چلاتے رک کر اس کو بیغور دیکھنے لگا۔... اور وہ اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولد
”اس بار میں نے بچالیا آئندہ ایسی حرکت کی تو زندہ نہیں بچو گے۔...!
سنگ کچھ نہ بولا۔ دوسرا چھل اٹھا کر کھانے لگا۔ عمران نے عورت سے پوچھا۔ ”تم نے کہے بچالیا۔!
”شیر کی دھماڑ کا انتظام میں نے ہی تو کیا تھا۔!“ وہ ہنس کر بولی۔
”لیکن۔... اس کا قصور کیا تھا۔!“ عمران نے پوچھا۔
”اس نے ان کی عورتوں کو چھیرا تھا۔“
”تم تو کسی کی عورت نہیں ہو۔!“ سنگ نے ہنس کر پوچھا۔
”میں اس کی عورت ہوں۔“ عورت نے بڑے بیمار سے عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔
”جل تو جلال تو۔...“ عمران کراہ کر رہ گیا۔
”یہ ٹھاٹ ہیں میئے۔!“ سنگ نے بڑے چھپر پن کے ساتھ قہقهہ لگایا۔
”بس۔... بس۔...!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”زیادہ بے تکلف ہونے کی ضرورت نہیں۔
اگر یہ مجھے اپنا مرد سمجھتی ہے تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔ میں اب اور کسی کے لا اکن کہاں رہا گا۔
ہوں۔!
”کیوں۔... کیا تم بہت خوبصورت تھے۔“ عورت نے چک کر پوچھا۔
”ارے جواب نہیں تھا میرا۔... اطالوی او اکارا میں آگے پیچھے پھرتی تھیں۔ الحمرا کا گاب کھلاتا تھا۔!
”اور عنقریب سچ کتاب کھلا دے گے۔...“ سنگ نے اردو میں کہا۔
”یہ کیا کہہ رہا ہے۔!“ عورت نے پوچھا۔
”اپنی لمبا می پر اظہار نداامت کر رہا ہے۔...!
”وہ زور سے ہنس کر بولی ”اتناد بلا اور اتنا لمبا آدمی نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ کس قوم سے تعلق ہے اس کا۔!
”

”میں کیا جانوں.... کتنے ہی چہرے دیکھتی رہتی ہوں.... یہ تو گفتگو کے انداز سے محسوس کیا ہے کہ کوئی اہم شخصیت ہو....!“

سنگ نے زور دار قہقهہ لگایا اور سینہ ٹھوک کر بولا۔ ”اہم ترین شخصیت میں ہوں۔ جسے وہ اذیت دے کر مارنا چاہتی ہے۔!“

”پوہ....!“ وہ براسمنہ بنا کر بولی ”تم جیسے کتنے ہی آتے ہیں اور ہڑوں سے متفق نہ ہونے کی بناء پر چیزوں کی نذر ہو جاتے ہیں۔!“

”میں نہیں سمجھا۔!“ عمران جلدی سے بول پڑا۔....

”گوشت خور چیزوں میں.... ذرا ہی کی دیر میں ہڈیوں کے پنجر کے علاوہ اور کچھ باقی نہیں پچتا۔!“

سنگ نے لاپرواہی ظاہر کرنے کے لئے شانے سکوڑے اور پھر ڈھیلے چھوڑ کر دوسری طرف مڑ گیا۔

”تم نے اس شخص کو بجا کر اچھا نہیں کیا۔!“ عورت آہستہ سے بولی۔

عمران کچھ نہ بولا۔ سنگ ہی کو پر تشویش نظر وہ بے دیکھے جا رہا تھا۔ پھر اس نے اُسے آواز دی اور سنگ رک کر اس کی طرف مڑا۔

”کہاں بھاگے جادے ہو....!“

”کہیں بھی نہیں.... سوچ رہا ہوں کہ کہیں تمہیں قتل ہی نہ کر دینا پڑے۔!“

”وہ کس خوشی میں....؟“

”اس عورت کے معاملے میں دخل اندازی مت کرنا۔“ سنگ نخنے پھلا کر بولا۔!

”تم بھول رہے ہو کہ یہ میری عورت ہے۔!“ عمران بولا۔

”خیر.... خیر.... اسکا بھی فیصلہ ہو جائے گا....!“ سنگ نے کہا اور غار کی طرف بڑھ گیا۔ ”دیکھو.... دیکھو.... وہ غار ہی کی طرف جا رہا ہے۔ عورت بولی۔

”فکر نہ کرو۔ میں اُسے دیکھ لوں گا۔!“ عمران نے کہا۔

”ٹھہر و....! مجھے اُس کی آواز سے نفرت محسوس ہوتی ہے۔ عورت بولی۔ ”میں اُس کے ساتھ پل بھر کے لئے غار میں نہیں رہ سکوں گی۔!“

”اچھا تو پھر سک سک کر مرنے کے لئے تیار ہنا....!“

”ٹھہر و.... ٹھہر و....“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا ”مجھے بھی کچھ کہنا ہے۔“

”تم.... وہ مغموم لجھے میں بولی۔ ”تم کیا کہو گے....!“

”یہی کہ اس کالی یماری کا علاج تو بتاتی جاؤ۔!“

”لیکوئید ہائینڈر و جن پیر اس کائیڈ....! ایک پونٹ کافی ہو گا۔!“

”کب بھجوار ہی ہو....!“ عمران نے چہک کر پوچھا۔

”کس دہم میں مبتلا ہو! کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں نے تمہیں متغیر کر دینے کے لئے تمہارے علیہ بنا لیا ہے۔!“

”پھر کیا سمجھوں....!“

”اس کا لے کوٹ کے بغیر تم یہاں ایک منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتے! مجھر ہی تمہیں ختم کر دیں گے۔ یہ ایک خاص قسم کا پینٹ ہے جو حشرات الارض کو تم سے دور رکھے گا۔ اسے مقام باشندوں کی رنگت کے مثالی بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔!“

”بات سمجھ میں آئی۔ لیکن آخر اس طرح یہاں کیوں لایا گیا ہوں۔ میرے تو فرشتے ہی یہاں تک نہ پہنچ سکتے۔!“

”اس لئے لائے گئے ہو کہ تم دنیا کو ہمارے پروجیکٹ ہلاکت خیز کے بارے میں آگاہ کر سکو۔ بہت جلد اپس بھجوادیے جاؤ گے۔ صرف تم.... سنگ ہی کو یہیں ایڑیاں رکھ کر مرتا ہے۔!“

”تمہیں اس شکل میں دیکھ لینے کے بعد اب زندہ رہنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“ سنگ ہی دانت پر دانت جما کر بولا۔

لیکن اچانک چمکیلا غبار اُس چہرے سمیت غائب ہو گیا۔

وہ خاموش کھڑے رہے۔ پھر سنگ ٹھنڈی سانس لے کر بولا ”شامد ہیں اُس کی اصل شکل تھی۔!“

”میں تصور بھی نہیں کر سکتی کہ تم کوئی اہم آدمی ہو گے۔“ عورت نے عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”کیا تم جانتی ہو کہ وہ اُنی تحریکی بی ہے۔!“

عمران اور سنگ دونوں ہی کے ذہن اس آواز کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ سنگ نے غار کے دہانے کی طرف چلا گئی۔ لیکن زمین پر آتے ہی پھر نہ اٹھ سکا۔ عمران کاسر بھی پکڑا کر رہ گیا۔ اُس نے بھی غار سے نکل جانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اندھیرے کی چادر ڈہن پر مسلط ہوتی چلی گئی۔



اس بار اُس نے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا۔ بس بیدار ہو گیا تھا کسی طرح اور فوری طور پر احساس ہوا تھا کہ وہ سوتے سے جا گا ہے طبیعت بھی کسلمند نہیں تھی۔ بس ایسا ہی لگتا تھا جیسے نیند پوری کر لینے کے بعد تروتازہ ہو گیا ہو۔!

لیکن تھا کہاں؟.... بوکھلا کر چاروں طرف نظر دوڑائی اور اٹھ بیٹھا! باکیں جانب مبوسات کی الماری تھی۔ آئینے پر نظر پڑی۔ ہائیں پھر وہی کر قل ڈونا بونارڈ۔

اُنچھل کر بستر سے نیچے آیا۔ اور آئینے کے سامنے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنا جائزہ لینے لگا۔.... بدستور کر قل ڈونا بونارڈ کے میک اپ میں تھا۔ اور جسم پر کہیں سیاہی کا دھبہ بھی نہیں تھا۔ وہ سوچنے لگا۔ کیا یہ جس اُس نے کوئی خواب ہی دیکھا تھا۔ لیکن لیکن یہ موازا والا خیمه تو نہیں ہے۔ کوئی عمدہ سی خواب گاہ ہے۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی۔.... اور عمران نے جھپٹ کر ریسور اٹھا لیا۔
”مسڑ عمران....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”رائگ نمبر....!“ اُٹ از کر قل ڈونا بونارڈ....!

”اوہ....!“ میں جزل کیوں بول رہا ہوں....!

”مار سنگ سر....!“

”کیا تم بالکل ٹھیک ہو....!“

”یہ سر.... لیکن میں یہاں کیسے۔“

”میں فوراً پہنچ رہا ہوں۔!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔!

عمران نے بہت تیزی سے خود کو خواب گاہ سے باہر نکلنے کے قابل بنایا تھا۔ زیادہ بڑی غارت نہیں تھی۔ ایک سیاہ فام ملازم نے اُسے ڈائینگ روم تک پہنچایا جہاں ناشتہ میز پر موجود تھا۔ اور پھر

”تو پھر....؟“

”کہیں اور چلیں گے....!“

”میا تم اُس جگہ کی نشاندہی کر سکو گی جہاں یہ سارے میزائل نصب ہیں۔“

”مجھے کیا معلوم۔ اور تمہیں اس کی فکر کیوں ہے تم تو واپس بھجواد یئے جاؤ گے۔!“

عمران پکھنہ بولا۔ مسلسل سوچے جا رہا تھا۔ آخر پکڑ کیا ہے۔ کیا وہ کسی اور ذریعے سے دنیا کو اپنے اس خوفناک منصوبے سے آگاہ نہیں کر سکتی تھی۔ آخر سے کیوں ذریعہ بنایا جا رہا ہے....! اور پھر کے اُس کی باتوں پر یقین آئے گا یہ تو کہہ ہی نہیں سکے گا کسی سے کہ خود تھریا ہی اُسے اپنے اس اسٹیشن تک لے گئی تھی۔ اور پھر واپس بھی کر دیا۔ کون یقین کرے گا۔ اُسے اُس سے یہ سوال ضرور کرنا چاہئے تھا۔ عورت اُسے ٹھوکا دے کر بولی۔ ”چلو....!“

وہ چوک پڑا اور آہستہ سے بولا۔ ”نہیں میں اُسے اپنی نظروں ہی میں رکھنا چاہتا ہوں۔....!“

”نہیں جانتیں بے حد خطرناک آدمی ہے۔!“

”تو پھر تم نے اُن لوگوں سے بچانے کی کوشش کیوں کی تھی۔“

”اپنی عادت سے مجبور ہوں۔ اگر کسی ایک آدمی کو کتنی لوگ گھیر لیں تو مجھے بے حد تاؤ آتا ہے۔ اگر اس کامدِ مقابل ایک ہی ہوتا تو کبھی دغل اندازی نہ کرتا۔!“

”اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو پھر اسی غار میں چلتے ہیں۔!“

”یہی مناسب ہے۔!“

لیکن جیسے ہی وہ غار میں داخل ہوئے۔ سنگ ہی عمران پر ٹوٹ پڑا۔ عمران بھی غافل نہیں تھا۔ جھکائی دے کر دور جا کھڑا ہوا۔

”میا واقعی دماغ چل گیا ہے۔!“

”میں تمہیں باندھ کر ڈال دوں گا.... اور پھر....! اور پھر....!“ کہتے ہوئے اُس نے پھر عمران پر چلا گئی۔ اور اُب شائد دونوں ہی اُس عورت کی طرف سے غافل ہو گئے تھے! وہ گھاتیں لگا رہے تھے، پتیرے بدلتے تھے۔ لیکن ابھی تک کوئی کسی کی گرفت میں نہیں آ کا تھا۔ دوسری طرف وہ عورت ایک گوشے میں پہنچی۔ چہرے پر گیس ماسک چڑھایا اور کسی قسم کی گیس کے سلنڈر کا جیٹ کھول دیا۔ بلکی سی آواز کے ساتھ گیس منتشر ہونے لگی تھی۔

ناشیت کے دوران میں جزل کیوں بینچ گیا۔ یہ ملٹری ائمبلی جنس کا سربراہ تھا اور جزل کیوں کہلا تھا۔ اصل نام جو کچھ بھی رہا ہو۔

”تم نے کمال کر دیا۔ مسٹر عمران۔“ وہ گرم جوشی سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ عمران نے تحریر نظر وں سے اسے دیکھا۔ لیکن زبان بند رکھی۔ جزل کہتا رہا۔ ”چونکہ معاملہ بے حد احمد تھا مسٹر عمران لہذا تمہاری اجاتز کے بغیر تمہارے کیمرے سے روں نکال کر ڈیولپ کر لیا گیا ہے.... میں تصویر بھی نہیں کر سکتا تھا کہ تم تہایہ کار نامہ انجام دے ڈالو گے....!“

عمران دل ہی دل میں ہکایکا رہ گیا۔ لیکن صورت سے ”بکیت“ یا ”بکیت“ ظاہر نہ ہونے دی۔ سوچ رہا تھا کہ پتا نہیں تھریسا آب کیا چکر چلا گی ہے....!

”میں نے جناب سے پوچھا تھا۔ کہ میں ہیاں کیسے....!“ اُس نے بہت احتیاط سے سوال کیا۔ ”موائزہ سے تمہارے آدمی جوزف گلوڈ انے اطلاع دی تھی کہ تم اچاک غائب ہو گئے ہو۔ وہاں جو انقدر تم لوگوں پر بڑی تھی۔ اُس سے بھی آگاہ کیا۔ کیپشن بگاہی کے بارے میں بتایا۔ وہ حرast میں ہے۔

بہر حال جوزف گلوڈ اکی قیادت میں ایک ٹیم گوماکی طرف روانہ کر دی گئی۔ اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اُس ٹیم میں خود میں بھی شامل تھا۔ ایک معمولی فوجی بن کر گیا تھا۔ کی گماں سے میانڈا کی طرف روانہ ہوئے اور پھر ہم نے راستے ہی میں تمہیں بیہو ش پڑایا۔ تمہارا تھیلا محفوظ تھا جس میں کیمرہ مل گیا۔ زبردست کار نامہ انجام دیا ہے تم نے۔“

”وہ تو ٹھیک ہے.... لیکن وہ دل جو میرے کیمرے سے برآمد ہوا ہے۔“ ”اُسی کی طرف آرہا ہوں.... جیت انگیز تصویریں ہیں۔ اُن میں سے کوئی بھی اور ایکسپوز نہیں ہوئی۔ سب بے حد واضح ہیں مسٹر عمران۔ تم نے ایک زبردست کار نامہ انجام دیا ہے۔ لیکن افسوس ہم انہیں سمجھنے سے قادر ہیں۔ تم ہی اُن کے سلسلے میں ہماری مدد کرو گے۔“

”کیا تصویریں اس وقت موجود ہیں آپ کے پاس....!“ ”کیوں نہیں....!“ جزل اپنا بریف کیس کھولتا ہوا بولا۔ اُس میں سے ایک لفافہ نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔ یہ متعدد تصویریں تھیں۔ اس میں وہ منظر بھی تھا جب دھاریدار آدمی ہاتھی کو گرا دینے کی

پرش کر رہا تھا۔ دوسرے کارڈ میں وہ اُسے گرا کر اُس کے جڑے چیر رہا تھا۔ تیسرا کارڈ میں بھی گرے ہوئے ہاتھی کا گوشہ کاٹ رہے تھے.... پھر ہلاکت خیز بین برائی عظیم میزاںیلوں کے قام کی تصاویر کا سلسلہ تھا۔... کچھ دشوار لگدار استوں کی تصویریں تھیں۔ عمران آنکھیں مل مل کر انہیں دیکھتا رہا۔ جزل کھنکا کر بولا ”یہ ہلاکت خیز منصوبہ کیا بلہ ہے۔!“

”بین برائی عظیم میزاںیلوں کا نظام.... یہ میزاںیل ہلاکوں کہلاتے ہیں۔ پورا منصوبہ ذریثہ سو بیڑاںیلوں پر مشتمل ہے اور دنیا کے ملکوں کے سارے اہم شہر اس نظام کی زد پر ہیں۔ یعنی آپ کے ملک کے ایک حصے سے ساری دنیا کے خلاف جاریت کا رنکاب ہو سکتا ہے....!“

”خدا کی پناہ.... تب تو جلدی کرو....!“

”مم.... میں جلدی کروں....“ عمران نے ہکلا کر پوچھا۔

”ہاں! تمہارے علاوہ اور کون ہمیں وہاں تک پہنچا سکے گا! پہلے ہم اس معاملے کو محض معمولی یہ شرپندی کا مظاہرہ سمجھتے تھے۔ لیکن اب تو.... اب تو....!“

”جناب عالی۔ میرے فرشتے بھی آپ کو وہاں تک نہیں پہنچا سکیں گے۔ بلاشبہ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ لیکن قسم کھانے کو تیار ہوں کہ اُس وقت میرے پاس کوئی کیمرہ نہیں تھا۔“

”میرا خیال ہے کہ ابھی تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ کیوں نہ کچھ دن ہبھتال میں قیام کرو۔!“

”جی نہیں! اس کی ضرورت نہیں! میں پورے ہوش و حواس کیسا تھا آپ سے مخاطب ہوں۔!“

”پھر اس طرز گفتگو کا مطلب....!“

”میں خود نہیں گیا تھا۔.... لے جالیا گیا تھا۔!“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔ اور اپنی کہانی شروع کر دی۔ جزل کیوں جیسے منہ پھاڑے ستارہ تھا۔ عمران کے خاموش ہو جانے پر بھی دری تک اُس کے منہ سے آواز نہیں نکلی تھی۔

”اب کیا خیال ہے....!“ بلا آخر عمران ہی نے دوبارہ گفتگو شروع کی۔

”اس کا مقصد مسٹر عمران.... اس کا مقصد....؟“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”میں خود بھی جیران ہوں کہ انہوں نے خود ہی یہ تصاویر کیوں فراہم کر دیں۔“ عمران نے اُنہاں ”آخر وہ کیا چاہتے ہیں۔ چوروں کی طرح کام کر کے اُس کی پیلسی کیوں کرنا چاہتے ہیں۔ یقین بھی کہ انہوں نے مجھے آلہ کار بنانے کی کوشش کی ہے....!“

پھر عمران نے سنگ ہی کی کہانی بھی شروع کر دی تھی۔
”تو وہ وہیں پھسراہ گیا۔“ جزل نے پوچھا۔

”اس کا معاملہ بھی عجیب ہے! اشاند وہ اسلخ کا بڑا ذخیرہ کسی پڑو سی ملک میں اسمگل کرنا چاہیے تھا۔ جس کی اطلاع تحریسیا کو ہو گئی۔ وہ اُس سے اُسی کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی تھی۔“ خیر
غالباً تزانیہ ہی میں کہیں پوشیدہ ہے!“

”تم نے یہ دوسری نبی خبر سنائی!“

عمران کو سنگ کادوست و سلیل یاد آیا جو شامد اُسی کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ لیکن اُس کی ختمی زندہ تھی۔ ہو سکتا تھا کہ وہ بھی اُس میں ملوٹ رہی ہو اور اُس ذخیرے کی نشان دہی کر سکے۔ لہذا اس نے جزل کیوں کو اُس کے بارے میں بھی بتاتے ہوئے کہا۔ ”ممکن ہے لڑکی سے معلومات حاصل ہو سکیں اُس ذخیرے سے متعلق۔“

”میں دیکھوں گا.... میں دیکھوں گا۔“ جزل نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

پھر عمران نے اُسے وارنگ دی تھی کہ اگر اُس نے تحریسیا کے سلسلے میں کوئی کارروائی اُس کے علم میں لائے بغیر کی تو نتیجے کا خود ذمہ دار ہو گا!“

”نہیں ایسا نہیں ہو گا۔ تم مطمئن رہو۔“ جزل نے کہا۔

”بات ابھی ختم نہیں ہوئی۔“ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”میرے ایک ساتھی کو بھی ایک حریت انگیز تجربہ ہوا تھا۔ وہ بھی بحالت بیہو شی دار السلام کے کلینچارڈ ہوٹل سے ایک ویرانہ میں جا پہنچا تھا! لیکن اب بیچارہ اُس گجد کی نشان دہی نہیں کر سکتا!“

اُس نے ظفرالملک کی آپ بنتی دہرانی تھی اور جزل نے کہا تھا کہ زرعی پروجیکٹ تو کافی چل رہے ہیں۔

”خیر.... اس معاملے کو بھی دیکھوں گا۔“ جزل اٹھتا ہوا بولا۔ ”تمہیں ہر حال آرام کا ضرورت ہے۔ تمہارے ساتھی یہیں موجود ہیں۔ تھوڑی دیر بعد پہنچ جائیں گے۔“

”لیکن میں ہوں کہاں!“ عمران نے پوچھا۔

”کی گوما میں....!“

جزل چلا گیا۔... لیکن عمران کا ذہن الجھا رہا۔ اُس کی خواہش تھی کہ اس کے ماتحت جلد

جلد اُس تک پہنچ جائیں۔

جزل کی یقین دہانی کے مطابق وہ آدھے گھنے کے اندر اندر ہی وہاں پہنچ گئے تھے۔

جو لیا کا چہرہ ستا ہوا تھا اور آنکھیں متورم تھیں۔ جیسیں بدستور امریکی نیکرو بنا ہوا تھا!

”کہاں غائب ہو گئے تھے باس۔!“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

پہلے تم بتاؤ کہ مجھے غائب ہوئے کتنا عرصہ گذر چکا ہے!“

”کوئی ایک ہفتے کی بات ہے۔!“

”اور ملکہ بولوں....!“

”پچھلی شام کی بات ہے۔!“

”اچھا ب سنو میری کہانی!“ عمران طویل سانس لے کر بولا اور ایک بار پھر اپنی پہنسانے

لگا۔ جو لیا اس دوران میں کچھ بھی نہیں بولی تھی۔ صرف شکل تکمیل رہی تھی عمران کی۔ عمران

خاموش ہوا تو تڑپے بولی ”یہ تو صرف ایک دن کی کہانی ہے۔ تم پہنچتے بھر سے غائب ہے۔!“

”میں نہیں جانتا کہ یقینے چھ دن کہاں اور کیسے گزرے۔!“

”میں یقین نہیں کر سکتی۔!“

عمران سنی ان سنی کر کے جوزف سے بولا۔ ”اب تم بتاؤ کہ تم لوگوں کو ہوش کس طرح آیا تھا!“

”ارے بس! اکیلے ہم ہی نہیں تھے۔ وہاں تو سینکڑوں آدمی بیبوش ہوئے تھے۔ کم از کم

نہیں کے سارے ہی باشندوں پر بھی گذری تھی۔ اور ہوش میں آنے کے بعد سبھی ان لوگوں کو

گایاں دے رہے تھے۔ جنہوں نے اطلاع دیئے بغیر پھر مار دا چھڑکی تھی۔ میں تو سمجھا تھا کہ تم

ہم سے پہلے ہی ہوش میں آکر کسی طرف نکل کھڑے ہوئے ہو۔!“

”بعد میں تو حکام نے معلوم ہی کر لیا ہو گا کہ یہ کس کی حرکت تھی۔!“ عمران نے کہا۔

”نہیں بس آج تک نہیں معلوم ہو سکا۔ موائزہ کی انتظامیہ نے سرے ہی سے انکار کر دیا تھا کہ وہ اسکی ذمہ دار ہے۔!“

عمران نے پر تھکر انداز میں سر کو جنبش دی اور ظفرالملک سے پوچھا کہ اس کی جیب میں

چیزوں کا کوئی پیکٹ تو نہیں پڑا ہوا ہے۔ چیزوں کا اسے مل گئی تھی۔

”لیکن یہ تصویروں کا قصہ باس۔!“

میں نے محض تصویریں سمجھنی تھیں۔ مخفف نمبروں کے ہلاکو محض کھوکھے ہو سکتے ہیں ایلوں کے۔ اگر واقعی ایسے میراکل ان لوگوں کے پاس ہوتے تو کسی کو ہوا بھی نہ لگنے دیتے ان کی۔“
”واقعی یہ سونپنے کی بات ہے۔!“ ظفر الملک سر بلکر بولا۔

پھر وہ سونپتے ہی رہ گئے تھے اور کوئی کچھ نہیں بولا تھا۔
شام کو جزل پھر آیا۔ بہت زیادہ پریشان نظر آرہا تھا۔

”نظرہ مول لینا ہی پڑے گا۔!“ اُس نے کہا۔ ”تم پر جو کچھ بھی گذری ہے مصلحتہ نہیں ہے۔
یہ اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اپنے طور پر کچھ کر لینے سے پہلے ہم ان ممالک سے
بیوں نہیں کر سکتے جن کے ناموں کے میں براعظی میراکل ان تصاویر میں موجود ہیں۔!...!
”درست فرمائے ہیں آپ....!“

”تو پھر کیا کریں۔!...!“ جزل بولا۔

”یہی تو سمجھ میں نہیں آ رہا۔!...!“ عمران نے کہا۔
”جگل کے بعض حصے ایسے ہیں جن سے گذر کر جھیل کے کنارے تک پہنچانا ممکن ہے۔
آن تک مہذب دنیا کے کسی فرد کا گذر ادھر سے نہیں ہوا۔ لہذا میں رد عمل دیکھنے کے لئے
جگل کے مشکوک حصوں پر بمباری کراؤں گا۔!“

عمران طویل سانس لے کر رہ گیا۔ کچھ بولا نہیں۔ پھر جزل نے اپنے اس خیال کے بارے
نمایاں کی رائے طلب کی تھی۔!

”میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔ کیونکہ شائد مجرم بھی یہی چاہتے ہیں۔ کیا دائرہ یہی قابل
لماکہ لان کر آپ نے کوئی جہاز جنگلوں کی طرف بھیجا تھا۔!...!
”نہیں! اب تک تو ایسا نہیں ہوا۔!
”

”میری دانست میں اس ہنگامے کا مقصد بھی تھا کہ حالات کا اندازہ لگانے کے لئے آپ کے
تباہ جنگل پر پرواز کریں۔ لیکن آپ لوگوں نے اس حد تک اس کا نوٹس نہیں لیا تھا۔ لہذا مجھے آل
فونٹلے گیا۔!...!
”

”میں تو کم از کم دس بمباری بھیج کر بمباری کراؤں گا۔!...!
”میں اپنا فرض ادا کر چکا ہوں اب آپ جائیں۔!
”

”اس نے تو الجھن میں ڈال رکھا ہے۔ آخر تحریسیا کیا چاہتی ہے۔!
”تحریسیا ہی چاہتی ہے جو تم چاہتے ہو۔!“ جولیا نے جل کے لیے لجھ میں کہا۔
”میں نہیں سمجھا محترم۔!
”

”ایک ہفتہ عیش کر آئے ہو۔ دقفہ و قفے سے ... آئندہ بھی یہی ہوتا رہے گا اور تم عش
عش کرتے پھر و گے ...!
”

”یعنی پھر غائب ہو جاؤں گا اور واپسی پر عش کرتا پھر وہ گا۔!
جو لیا کچھ نہ بولی۔ نہ اسامنہ ہنانے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگی۔
”مجھے کس کا ذر پڑا ہے محترم۔!...!“ عمران پھر بولا۔

”مجھ سے بات مت کرو۔!...!
”اور ہے کوئی بات کرنے والا۔“ عمران چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔
”ایک بات یور میجھی۔!“ جیمن نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”کہیں تحریسیا یہ تو نہیں چاہتی کہ ادھر
سے کوئی غیر ذمہ دار انہ حرکت ہو جائے۔!
”نہیز یو آر۔!...!“ عمران اچھل پڑا اور اُسے حیرت سے دیکھتا ہوا بولا۔

”میں دیکھ رہا ہوں کہ تم روز بروز ترقی کر رہے ہو۔ میرا بھی یہی خیال ہے کہ وہ مجھے آلہ کار
بنانا کر مقتولہ لوگوں سے کوئی بے تکی حرکت کرنا چاہتی ہے یعنی وہ بوکھلا کر کوئی بھی حرکت کر
بیٹھیں۔ اب سونپنے کی بات ہے کہ وہ حرکت کیا ہو سکتی ہے۔!
”جگل کے مشتبہ حصوں پر بمباری۔!...!“ جیمن بولا۔
”اب تو یہی دل چاہتا ہے کہ تمہیں منہنی کر لوں جیبو جھیگے۔!
”لینیوٹچ پلیز۔!...! یور میجھی۔!...!
”

”میرا بھی یہی خیال ہے کہ تحریسیا بمباری ہی کی خواہش مند ہے۔!
”کو اس۔!...! جولیا بولا۔
”کو اس ہی سکی۔ اب تم اپنی پر درد نظم سنائیں ہو۔!
”میرے پاس فضول ہاتوں کے لئے وقت نہیں ہے! اگر کوئی ہم کسی میراکل پر پڑ گیا تو جانتے
ہو کتنی تباہی پھیلے گی۔!...!

"کیا تم کسی جہاز میں اپنی موجودگی پسند کرو گے....!"

"ہر گز نہیں جتاب والا! میں اپنے چیف کی ہدایت کے بغیر ایسا کوئی قدم نہیں انداشتا۔"

جزل واپس چلا گیا... دوسرا دن بھی چھپ دس بمباءر پنچھماڑتے ہوئے جنگل کی طرف،
ہوئے تھے اور جزل کی عمران کے پاس آیا تھا۔

"میں بینکیں بینچ کر انتظار کروں گا۔" اُس نے عمران سے کہا۔

"ضرور... ضرور...!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"جلد ہی کوئی امید افزای اطلاع ملے گی۔" جزل نے کہا اور سگار سلاکانے لگا۔

قریباً آدھے گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بجی۔ ریسیور عمران ہی نے اٹھایا تھا۔ اور کان سے گناہ
کے بعد اُسے جزل کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"بیلو...!" جزل نے ماڈ تھیں میں کہا "جزل کیو!... کیا... نہیں... یہ کیا کہ
رہے ہو... ہوا باز کہاں ہے... اچھا اچھا... میں آرہا ہوں...!"

"کیا بات ہے جزل...!" عمران بوکھلا کر بولا۔

"صرف ایک بمباءر واپس آیا ہے اور اُس کے ہوا باز کی حالت بہت خراب ہے...!"

"کیوں؟ کیا ہوا...!"

"تم چنانچا ہو تو چبو میرے ساتھ... ہوا باز ہی بتائے گا کہ کیا ہوا... وہ میرا منتظر ہے
اور کسی کو کچھ نہیں بتایا۔"

"میں چل رہا ہوں۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

وہ فوجی کمپ میں پہنچ تھے۔ اور جزل سیدھا ایک خیمے کی طرف بڑھتا چلا گیا تھا۔
وہاں کئی آدمی تھے۔ دو باور دی پاکٹ بھی تھے۔ ایک بیہوش پڑا تھا اور دوسرا بیٹھا بری طرف
ہانپ رہا تھا۔

جزل نے بقیہ لوگوں کو خیمے سے چلے جانے کو کہا۔

"مم... میرے حواس بجا نہیں ہیں... جناب...!" پاکٹ ہانپا ہوا بولا۔ "ایسا نہ کبھی دیکھا
نہ کبھی سنایا!"

" بتاؤ بھی تو... آخر ہوا کیا...؟" جزل جھنگلا گیا۔

"نوبمبار طیارے میرے دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گئے۔"

"وضاحت کرو... میں بالکل نہیں سمجھا۔"

"کس طرح بتاؤں... میری سمجھتی ہی میں کچھ نہیں آتا... بس ایسا لگا تھا جیسے ایک ایک
کے سارے طیارے ہوا میں تخلیل ہو گئے ہوں... نہ کسی قسم کی آواز ہوئی اور نہ ان کے

رے فضاء میں بکھر کر زمین تک پہنچے۔"

"میرے کچھ پلے نہیں پڑ رہا۔"

"بس جناب! وہ نو عد طیارے اسی طرح غائب ہو گئے۔"

جزل نے عمران کی طرف دیکھا اور عمران سر ہلا کر بولا "میں آپ سے پہلے ہی کہہ رہا تھا
اس قسم کا کوئی خطرہ مول نہ بیجی... وہ لوگ بے حد چالاک ہیں۔ ان کے پاس ضائع کرنے

کے لئے جہاز نہ ہوں گے۔ اس لئے اپنا کوئی جدید ترین حراب آپ کے جہاؤں پر آزمیا ہے۔ گویا
لحراب کے سلسلے میں ان کا تحراب کامیاب رہا۔ وہ کوئی بے حد تباہ کن شعاع بنانے میں کامیاب

بکے ہیں۔ اسی شعاع جو ہر ٹھوس چیز کو ذرات میں تبدیل کر دیتی ہے نہ دھماکا ہوتا ہے اور نہ اس

بڑے ٹکڑے زمین پر گرتے ہیں۔ یہ ہوا اصلی پرو جیکٹ ہلاکت خیز...! اب ہوائی جہاز اور
ہائل اسی طرح اوپر ہی اوپر تباہ کر دیے جایا کریں گے... انکالمبے زمین پر نہیں گرا کرے گا!"

"مگر میں اب کیا کروں!..." جزل میز پر رہا تھا مار کر بولا۔

"بڑی طاقتوں کے نمائندوں کی مینگ طلب کر کے اس معاملے کو ان کے ساتھ رکھنے!

بلانڈس اری پر کوئی قدم ہرگز انداختا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ کاش میں پہلے ہی تمہارا مشورہ قبول کر لیتا۔ اودہ... میرے
مال... میری وجہ سے اخخارہ جانیں ضائع ہوئی ہیں... نو طیارے تباہ ہوئے ہیں۔"

عمران کچھ نہ بولا... جیب میں چیزوں کا پیکٹ ٹول رہا تھا...!

عمران سیریز نمبر 101

زیبرا میں

(دوسرا حصہ)

پیشہ

زیبرا میں ملاحظہ فرمائیے۔ اس میں ”دخول دھپہ پند“ پڑھنے والوں کی خواہشات کو بطور خاص ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اسے ”ہلاکت خیز“ سے نتھی کر کے دوبارہ پڑھنے، بے حد مزہ آئے گا۔ بلکہ زیادہ بہتر یہ ہو گا کہ دوبارہ پڑھنے کا سلسلہ ”سرنگی موت“ سے شروع کیجئے!

”ہلاکت خیز“ ان حضرات کو بے حد پند آئی ہے جو کہانی کو کہانی کے لئے پڑھتے ہیں۔ کرداروں کے لئے نہیں۔ جس طرح کہانی لکھنے کا فن ہوتا ہے اسی طرح کہانی پڑھنے کا بھی فن ہوتا ہے اور اس فن کو وہی جانتے ہیں جو کہانی کو کہانی کے لئے پڑھتے ہیں۔

میں جو کچھ دیکھتا ہوں سنتا ہوں، وہی لکھ دیتا ہوں، اگر ہلاکت خیز کے پیش رس کا ابتدائی حصہ کچھ دوستوں کے پلے نہیں پڑا تو میں کیا کروں۔ وہ ایک سوال تھا اسٹیٹ منٹ نہیں تھا! میں تخلیق کار ہوں۔ صحافی نہیں ہوں اور کوئی تخلیق کار خود اپنی تخلیق کی شرح کرنے نہیں بیٹھا۔

میں اسے کیا کروں کہ جہاں بھی عمران جاتا ہے وہیاں یاؤں کے آس پاس کوئی نہ کوئی گل ضرور کھلتا ہے۔ اب یہی دیکھ لیجئے۔ تزانیہ پہنچاہی تھا کہ اس کے ایک پڑوی ملک کے سر برانے نہ صرف برطانیہ بلکہ ساری دنیا کو سسپس میں ڈال دیا۔ عمران کی ہوا لگتے ہی خود ان کی اپنی ”عمرا نیت“ زور پکڑ گئی۔ تادم تحریر تو معلوم نہیں ہو سکا کہ موصوف کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ برطانوی پولیس کی شامت آگئی ہے۔

والسلام

ابن صفحہ

رینا کے سپرد کی گئی تھی۔ اس کی آنکھیں بڑی جاندار تھیں اور چہرے کی ہناوٹ بھی بڑی دلکش تھی۔ ویسے انداز میں خاص امر دانہ پن پالیا جاتا تھا۔ سارہ دراز قد او کسی قدر فربہ اندام تھی..... آنکھیں نیم وار بنتی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے کچھ ہی دیر پہلے سو کراٹھی ہو..... مسکراہست سے فکر مندی جھلکتی تھی.... دوسروں کی باتیں خاموشی سے سنتی رہنے کی عادی معلوم ہوتی تھی۔ تینوں مرد طاقتوں اور سخت گیر لگتے تھے۔ ان کی ظاہری حالت کسی نمیاں خصوصیت کی حامل نہیں تھی۔ بس عام سے آدمی لگتے تھے۔ شپروں کسی قدر بذله سخ بھی تھا.....!

چھنج کر پانچ منٹ پر رینا نے اپنے ساتھیوں کو اٹھنے کا اشارہ کیا اور اس کی بن کی طرف بڑھ گئی جہاں انہیں پیر اڑو پر زکالباس پہننا تھا۔

کیبن میں پہنچ کر وہ بولی۔ ”ٹھیک چھنج کر ستائیں منٹ پر ہمیں باہر ہو جانا چاہئے..... کپیوٹر ایزڈ انسلر کش کے مطابق.....“

”جہاز کی رفتار کے مطابق ہمارے درمیان میلوں کا فاصلہ ہو جائے گا۔“ گیپر نے کہا۔

”ہم یکے بعد دیگرے نہیں بلکہ یہی وقت باہر ہوں گے۔“ رینا نے کہا۔
”یہ کس طرح ممکن ہو گا۔“ شپرو نے حیرت سے کہا۔

”میں بتاؤں گی۔“ رینا بولی۔ ”اسی کو ممکن بنانے کے لئے ہم اس خصوصی ساخت والے طیارے میں سفر کر رہے ہیں۔ ہمارے درمیان صرف اتنا ہی فاصلہ ہو گا کہ..... پیر اشوٹ ایک طاقتوں کے نمائندوں اور مختلف قسم کے ماہرین پر مشتمل تھی۔ ایسی ڈی سی ای کے سربراہ نے دوسرا سے انجھنے نہ پا کیں۔ بس اب جلدی سے لباس پہن لو۔!“

انہوں نے بڑے تیزی سے پیر اڑو پر ز کے لباس پہنے۔ اس کے بعد رینا نے اس بخ کی طرف اشارہ کیا جو کیبن میں پڑی ہوئی تھی۔

”ہم اس بخ پر بینہ جائیں گے اور حفاظتی پیاس کس لیں گے۔“

”حفاظتی پیاس کہاں ہیں؟“ سارہ نے حیرت سے کہا۔

”بخ کے نیچے لٹک رہی ہیں۔ عقب سے ہمارے شانوں پر آئیں گی اور یہنے پر کراس بناتی ہوئی پھر بخ کے نیچے چلی جائیں گی۔“

”تاکہ فضائیں بخ ہمارے نیچے سے نکلنے نپائے۔“ شپرو دہنس کر بولا۔

”ایسی صورت میں پیر اشوٹ ضرور آپس میں لجھیں گے۔“ سارہ بولی۔

فرانس کی فضائیہ کا وہ طیارہ تنزانیہ کی حدود میں داخل ہو گیا تھا جو انہیں دارالسلام لے جا رہا تھا۔ لیکن وہ اس سے قطعی لاعلم تھے کہ ان کے پانچ ساتھی راستے ہی میں پیر اشوٹ کے ذریعے طیارے سے چھلانگ لگادیں گے۔ خود ان کا تعلق فوج کے مختلف شعبوں سے تھا۔ مگر وہ پانچوں ان کے لئے قطعی اجنبی تھے۔ انداز سے فوجی نہیں معلوم ہوتے تھے۔ ان کا تعلق مشرق و سطی کے لئے فرانس کے ملکے کار خاص ”ایسی ڈی سی ای“ سے تھا۔ لیکن یہ پانچوں و سطی افریقیہ سے متعلق امور کے اپیشنلٹ بھی تسلیم کئے جاتے تھے۔

ان پانچوں کے علاوہ دوسرے لوگ اس کا نفرانس میں شرکت کرنے جا رہے تھے جو بڑی طاقتوں کے نمائندوں اور مختلف قسم کے ماہرین پر مشتمل تھی۔ ایسی ڈی سی ای کے سربراہ نے اپنے محلے کی آرفائیو برائج کے ان پانچ ممبروں کو اس لئے بھیجا تھا کہ وہ دوسروں سے الگ رہ کر ان حالات کا جائزہ لیں جن کے لئے بڑی طاقتوں نے مختلف ممالک کی وہ کافر انس دارالسلام میں منعقد کرنے کی اسکیم بنائی تھی۔

اور یہ پانچوں بھی آپس میں ایک دوسرے کے لئے اجنبی تھے۔ مشرق و سطی کے مختلف ممالک سے کھڑے گھاث پیرس میں طلب کئے تھے اور ایسی ڈی سی ای کے سربراہ نے بڑا راست ان سے گفتگو کی تھی۔ غالباً یہ پہلا موقع تھا کہ سربراہ نے بہ نفس نیس کسی برائج کے ممبروں کو کسی سلسلے میں ہدایات دی ہوں.....

رینا شام سے آئی تھی۔ سارہ عراق سے طلب کی گئی تھی۔
شپرو اور دن سے آیا تھا اور فارگو اسرا نیل سے۔ لبنان سے گیپر آیا تھا اور اس نیم کی قیادت

”فکر نہ کرو۔ پیر اشوٹ کھلنے سے قبل ہی ہم ان پیتوں سے آزاد ہو جائیں گے اور پھر یہ بخ
ہمیں اتنے فاصلوں پر اچھال دے گی کہ پیر اشوٹ آپس میں نہ الجھے پائیں۔“

”میرے لئے بالکل نبی چیز ہے۔“ گیسپر نے کہا۔

”پتا نہیں اور کتنی ہی ایسی حیرت انگیز ایجادات سے ہمارا سابقہ نہیں پڑا۔“ رینا نے کہا
”بہر حال اب تمیں بیٹھ جانا چاہئے۔ تم بیہاں بیٹھو۔ تم بیہاں اور تم بیہاں.... تم اور ہر....!“

انہیں ٹھاد بینے کے بعد خود بائیس سرے پر بیٹھ گئی اور حفاظتی پیلاں کی جانے لگیں....!
ٹھیک چھ بج کر ستائیں منٹ پر رینا نے کین کی دیوار پر لگا ہوا ایک ٹھنڈا دبادیا تھا۔ بخ ان
لوگوں سمیت فرش میں دھنستی چلی گئی۔ اور پھر دسرے ہی لمحے میں وہ کھلی فضا میں تھے۔ طیارہ ان
کے اوپر گذر گیا تھا۔

اوہر حفاظتی پیلاں خود بخود کھلیں اور زبردست جھیکلے کے ساتھ وہ اوہر بکھر کر تیزی
سے نیچے جانے لگے۔ پیر اشوٹ کھلتے ہی پھر جھیکلے لگے۔

انہوں نے دیکھا کہ ان پانچوں کے علاوہ کوئی اور چیز بھی پیر اشوٹ کے ذریعے نیچے آ رہی
ہے۔ یہ ان کے لئے حیرت انگیز اور نیا تجربہ تھا۔... مخصوص فاصلوں سے وہ زمین پر اترے گے....
چھٹا پیر اشوٹ وہ برازائل نما صندوق نیچے لایا تھا جس میں ان کا ضروری سامان اور اسلحہ تھا۔ انہوں
نے خود کو بڑی بڑی چٹانوں سے گھرے ہوئے مٹھے زمین کے ایک نکڑے پر پایا اور حیرت سے
چاروں طرف دیکھنے لگے.... اگر یہ سارا عمل کمپیوٹر کی ہدایت کے مطابق نہ ہوتا تو شاید وہ انہیں
چٹانوں سے نکلا کر پاش پاش ہو چکے ہوتے۔ خاصی دیر تک وہ گھنٹوں کے بل بیٹھے چاروں طرف
دیکھتے رہے پھر رینا نے کہا۔ ”پیر اشوٹ پیٹھو.... اور یہیں انتظار کرو۔“

”انتظار۔! کس کا انتظار؟“ سارہ چونک کر بولی۔

”چیتوں اور تیندوں کا....!“ ٹھپر ہنس کر بولا۔

سارہ نے لاپرواہی ظاہر کرنے کے لئے شانے سکوڑے اور رینا کی طرف دیکھنے لگی۔

”کچھ لوگ اور آکر ہم سے یہیں ملیں گے۔“ رینا نے کہا۔

”موسیواں کی دکھائی ہوئی تصاویر میری سمجھ میں تو آئی نہیں۔“ گیسپر بولا۔

”کیا تم کبھی زیولینڈ کے ایجنٹوں سے مکراۓ ہو؟“ رینا نے پوچھا۔

”نہیں.... صرف نام ستارہ ہوں۔“

”اسی لئے تم ان تصاویر پر یقین نہیں کر سکو گے۔“

”میں اس دھاری دار آدمی کو جلد از جلد دیکھنا چاہتی ہوں۔“ سارہ نے کہا۔

رینا کچھ نہ بولی وہ پر تشویش نظروں سے چاروں طرف دیکھے جا رہی تھی دفعتاً فارگو اనے
کہا۔ ”تمیں جلد از جلد چولو۔ ایسا نصب کر لئی چاہیں۔“

”میں تم سے متفق نہیں ہوں۔“ رینا بولی۔ ”بہتر یہی ہو گا کہ ہم ان چٹانوں میں کہیں کوئی
ایسی جگہ تلاش کریں جہاں سے دیکھنے نہ جائیں۔“

”ٹھیک ہے۔!“ ٹھپر ہوا۔ ”یہاں کھلے میں چولو۔ ایسا نصب کرنا مناسب نہ ہو گا اور پھر
ہم یہ بھی تو نہیں جانتے کہ ہیں کہا۔“

”اسی لئے کوئی غارہ میں جائے تو اچھا ہے۔“ رینا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔

”تم دونوں یہیں ٹھہر و.... ہم دیکھتے ہیں۔“ ٹھپر ہوا۔

وہ سامنے والی چٹانوں کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ رینا بہت زیادہ متکفر نظر آ رہی تھی۔ اس
نے اپنے چڑی تھیلے سے چکدار تاروں کی ایک جھال رہی نکالی اور اسے دائیے کی شکل میں زمین پر
ڈال دیا۔ کلائی سے گھڑی کھول کر جھالروں والے دائیے کے وسط میں رکھ دی۔ گھڑی کے ڈائیل
پر ہندسوں کی بجائے گول گول نقطے بنے ہوئے تھے۔ سارہ بھی اسی کے قریب آئیں۔ اور ہر دوسرے
غور سے گھڑی کے ڈائیل کو دیکھنے لگی جس کے دو نقطے یک بیک روشن ہو گئے تھے۔ رینا نے اس
طرف دیکھا بدھڑا کے ساتھی گئے تھے۔ ڈائیل پر ٹھیک اسی طرف کا نقطہ روشن ہوا تھا اور یہ
گیارہ کے ہندے والا نقطہ تھا۔

”اوہر بھی کسی کی موجودگی ثابت ہوتی ہے۔“ سارہ نے دوسرا رونق کے ساتھ کی طرف
اشارہ کیا۔ یہ تین کے ہندے کی جگہ پر تھا۔

”ہاں ہے تو اہو شیار رہو۔“ رینا نے کہا اور سارہ نے اپنے تھیلے سے مشین پتول نکال لیا جو
پر در پے پچاس فائر کر سکتا تھا۔



”کب تک اس طرح چلتے رہیں گے یور یونیٹ۔“ یمسن نے عمران سے کہا۔

"میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے۔" عمران بڑی معمومیت سے بولا۔

"وایک جیپ میں سفر کر رہے تھے جس کی باڑی پر دونوں اطراف "محکمہ ارضیاتی تحقیق" تحریر تھا۔ جوزف ڈرائیور رہا تھا۔ جیسکن اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا اور عمران پچھلی سیٹ پر تھا۔ جوزف اور جیسکن بدستور پچھلے میک آپ میں تھے لیکن جوزف کے چہرے پر ڈاڑھی تھی اور جیسکن بھی نیگرو ہی بنا ہوا تھا لیکن ڈاڑھی اور موچیس غائب تھیں۔ اور عمران نے تو میک آپ میں رہنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ وہی حماقت انگریز مسمی محل اور وہی اوٹ پلینگ باشیں۔ جوزف اور جیسکن کو قطعی علم نہیں تھا کہ اب وہ کس چکر میں ہے اور اس کے لئے کون ساطرین کار اختیار کر رکھا ہے۔

"جب آپ کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے تو یہیں رک جائیے۔"

"اس سے کیا ہو گا؟"

"ہو سکتا ہے کہ فرشتے ہماری تلاش میں ہوں....!"

"اچھا تو پھر رک جاؤ....!" عمران نے بچارگی سے کہا۔

"کیا واقعی باس۔" جوزف نے بے حد خوشی ظاہر کرتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں ہاں۔ فرشتوں کا معاملہ ہے....!"

"اچھا تو تم فرشتوں کا انتظار کرو اور میں تھوڑا سا گناہ کر ڈالوں۔"

"کیوں بکواس کر رہا ہے۔"

"بس چوتھائی بوتل پاس! بدن ٹوٹ رہا ہے۔" جوزف نے جیپ روکتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے سیٹ کے نیچے ہاتھ ڈال کر ایک سر بنڈ بوتل نکالی تھی اور اسے کھول کر لمبے لمبے گھونٹ لینے لگا تھا۔

"کسی دن طلق میں پھندالگ گیا تو مزہ آئے گا۔" جیسکن نے بر اسمانہ بنا کر کہا۔

"نہ جانے وہ دن کب آئے گا مسٹر.... بہت عرصہ سے منتظر ہوں۔"

"اُرے مرنا ہی چاہتا ہے تو مجھ سے کیوں نہیں کہتا۔" عمران بول پڑا۔ اس پر جوزف جیسکن کو آنکھ مار کر مسکرایا تھا۔ جب سے اس نے تزانیہ میں قدم رکھا تھا۔ بیجد خوش مزاج ہو گیا تھا۔ جیسکن تو بعض اوقات متھیرہ جاتا۔ اسے یقین ہی نہیں آتا تھا کہ یہ وہی جوزف ہے۔ کبھی بھی وہ اسے اپنے عشق کی داستانیں بھی سنانے لگا تھا۔ لیکن عمران کی موجودگی میں محاط رہتا تھا۔

عمران نے جیب سے ایک نقشہ نکالا اور اسے سیٹ پر پھیلا کر بغور دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد سراخھائے بغیر بولا۔ "چوتھائی سے ایک گھونٹ زیادہ نہیں ورنہ گردن توڑوں گا۔"

"ہو چکی بسا۔" جوزف گڑ بڑا کر بولا۔ "تو ہر ہوں آگے۔"

"جلدی کر....!"

انجمن دوبارہ اشارت ہوا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔ جیپ ایک کچھ راستے پر جاری تھی جس کی دونوں طرف اونچی اونچی جہازیوں کے سلسلے تھے۔

"جیسکن....!" عمران پکھ دیر بعد بولا۔

"لیں یور میجھی۔!"

"تم پچھلی رات سوتے میں رو رہے تھے۔"

"ہاں شائد۔ لیکن مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ خواب میں کیا دیکھا تھا۔"

"اپنی شادی ہوتے دیکھ لی ہو گی۔" جوزف نے کہا۔

"اُرے اُرے۔" عمران غصیلے لمحے میں بولا۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں آنے کے بعد سے تو بہت زیادہ بولنے لگا ہے۔ اس سے پہلے تو دوسروں کی باتوں میں دخل اندازی نہیں کرتا تھا۔"

"آئی ایم سوری بسا۔" جوزف یک بیک بخوبیدہ ہو گیا۔

"کی گولو کامیدان ادھر کس جانب پڑے گا۔"

"اگر ادھر جانا تھا تو ہم غلط راستے پر نکل آئے ہیں۔" جوزف طویل سانس لے کر بولا۔

"پہلے کیوں نہیں بتایا۔"

"کس طرح بتا تابا۔ تم تو بس نقشے ہی دیکھتے رہتے ہو۔ مجھ سے کچھ نہیں پوچھتے۔"

"اب پوچھ رہا ہوں۔"

"تین میل پیچھے جانا پڑے گا.... اگر پہلے ہی بتا دیا ہوتا تو....!"

"اب بتا دیا ہے۔ گاڑی پلانٹے.... بکواس سے فائدہ....!"

جوزف نے جیپ پلانٹی اور جیسکن ہنس کر بولا۔ "بڑی عجیب بات ہے۔ وہاں بڑی بڑی طاقتلوں کے نمائندوں کی مینگ ہو رہی ہے اور ہم یہاں بھکلتے پھر رہے ہیں۔"

"پھر آپ کیا چاہتے تھے جناب والا۔" عمران نے بڑے ادب سے پوچھا۔

”سب سے پہلی دشواری تو یہ ہو گی کہ اس میدان میں ان کا داخلہ ہی ناممکن ہو گا۔۔۔ ویسے اگر پیدل آرہے ہوں تو دوسرا بات ہے۔“

”میں نہیں سمجھتا۔“

”وہ ایسی چنانوں سے گھرا ہوا ہے کہ گاڑیاں وہاں نہیں پہنچ سکتیں۔ ویسے اگر یہی کوپڑ سے آ رہے ہوں تو دوسرا بات ہے۔“

”ہو سکتا ہے کہ یہی کوپڑ ہی سے آ رہے ہوں۔“

”لیکن نہیں پیدل پہنچنا پڑے گا۔“ جوزف بولا۔ ”گاڑیاں ان چنانوں کو عبور نہیں کر سکتیں گی۔“ عمران پکھنہ بولا۔

”کیا آپ نے میرے باس کو واپس بھج دیا۔۔۔!“ جیسن نے پوچھا۔

”یہاں کی آب و ہوا اسے سوت نہیں کر رہی تھی۔“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”مس جولیا نافرماز بھی کل سے نظر نہیں آئیں۔“

”وہ اپنا فرشت ایڈ بکس گھر بھول آئی تھی لینے گئی ہے۔“

”کہاں گئی ہیں؟“

”گھر اور کہاں۔۔۔؟“

”یعنی کہ وہ بھی واپس گئیں۔۔۔!“

”یہاں کے مچھر بھی اسے پسند نہیں آئے تھے۔“

”تو وہ بھی گئیں۔“ جیسن ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”آپ کو کیا تکلیف ہے؟“

”وہ میری شریک غم تھیں یور میجٹی۔ میری ڈاڑھی ضائع ہو جانے کا دکھ تھا انہیں۔“

”اس کی سات پتوں میں بھی کس نے دکھ کا نام تک نہ سنا ہوگا۔“

”نہیں۔ میں آپ سے متفق نہیں ہوں یور میجٹی۔ بڑی درد مند خاتون ہیں۔“

عمران خاموش ہی رہا۔

جیپ دھول سے اٹھے کچھ راستے پر ٹکپکو لے لیتی آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ جوزف کے چہرے پر فکر مندی کے آثار صاف پڑھے جا سکتے تھے۔ کی گولو میدان کا نام سننے ہی اس کی یہ

”میں سمجھا تھا شائد آپ کی شرکت بھی ضروری ہو۔“

”میں کس کھیت کی مولی ہوں جتاب۔“

”اگر نہیں ہیں تو پھر ہم یہاں کیوں پائے جاتے ہیں؟“

”یہاں کی حکومت کے مہمان ہیں۔ اگر اپنا مفاد بھی پیش نظر نہ ہوتا تو اسے میزبانی کا شرف ہرگز نہ بخشنا جاتا۔“

”سوال تو یہ ہے کہ آپ ہی کی وجہ سے یہ کافرنز بلائی گئی ہے۔“

”جزل کیوں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ اتنے مجھے پیش آیا تھا۔ اور پھر کافرنز کے سامنے صرف طیاروں کی تباہی کا مسئلہ رکھا جائے گا اور زندہ فوج جانے والے پائلٹ کی شہادت پیش کی جائے گی۔“

”ان تصاویر کے بارے میں کیا کہا جائیگا جو آپ ہی کے توسط سے جزل کیوں بک پہنچ تھیں۔“

”مپانڈا کے قریب ایک ایسے ہڈیوں کے پنجھر کے قریب ملی تھیں جس کا گوشت جانور کھا گئے تھے۔“

”میں نہیں سمجھتا۔“

”ہڈیوں کا پنجھر بنے بغیر یہ بات سمجھ میں نہیں آئے گی۔“

”خدا کی پناہ۔۔۔ آپ کی شخصیت اس طرح جاہ کی گئی ہے۔“

”چپ۔۔۔ میری کوئی شخصیت نہیں۔ میں ایک بڑی مشین کا صرف ایک پرزا ہوں۔“

”لیکن میں تو نہیں ہوں کسی مشین کا پرزا۔“

”خوش نہیں ہے تمہاری۔“

غالباً تین ہی میل کے مسافت طے کرنے کے بعد جوزف نے اسی راستے کی ایک شاخ پر گاڑی موڑ دی تھی۔ جس کا راخ شمال کی طرف تھا۔

”اُدھر کیوں جا رہے ہیں باس۔“ جوزف نے سوال کیا۔

”باہر کے کچھ مہمانوں کو رسیو کرنا ہے۔“

”اس میدان میں۔۔۔!“ جوزف کے لمحے میں حیرت تھی۔

”کیوں۔۔۔؟ اس میں کیا دشواری ہو گی۔“

میرالملک نہ ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہر فرد میں کوئی خبیث روح حلول کر گئی ہو۔“
”انگریزوں کے دور کے لوگ تجھے اب کہاں نظر آئیں گے۔ اسی لئے تواجہ بیت محسوس کر رہا ہے۔ نفیاتی اثر ہے۔“

”انگریزوں کے دور میں بھی کوئی اس میدان میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ مسلوپاکس اور اس کے بھائی گزالی کی رو حسین اب بھی اس میدان پر حکومت کرتی ہے۔“

”میرے پہنچتے ہی بھاگ کھڑی ہوں گی.... تم نے شائد چاکا کے بیٹوں کا نام لیا تھا۔“
”ہاں بس تم تو جانتے ہی ہو۔ لیکن گزالی چاکا کا بیٹا نہیں تھا۔ مسلوپاکس کا دودھ شریک بھائی تھا۔ دونوں نے اپنے بھیڑیوں سمیت اسی میدان میں پناہ لی تھی۔ چاکا کی فکست کے بعد.... اور یہیں غائب ہو گئے تھے۔“

”سینکڑوں سال پہلے کی بات ہے۔“ عمران نے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔ ”مجھے اس میدان کے خطرناک ہونے کا کوئی ٹھوس ثبوت چاہئے۔ بدروحوں اور شیاطین کی بات نہ کر۔!“

”کیا میں گاڑی روک دوں باس؟“

”ٹھوس ثبوت پیش کرنے کے لئے۔“ عمران نے حیرت سے کہا۔

”ہاں باس....!“

”چل روک دے تو بھی کیا یاد کرے گا۔“

جوزف گاڑی روک کر عمران کی طرف مڑا اور عمران نے احقارناہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ جوزف چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”میرے ملک میں بھی اب تہذیب کی روشنی پھیل رہی ہے۔ اوہاں پرستی کی جزیں بھی کافی جاری ہیں۔ ہو سکتا ہے جزل کیونے بھی ان داستانوں کو اب مسترد کر دیا ہو جو اس میدان سے منسوب رہی ہیں۔ اسی بنا پر اس نے تمہیں ایسا کوئی مشورہ بھی دیا ہو۔.... میرا یہ خیال غلط بھی ہو سکتا ہے کہ برہنائے دشمنی تمہیں وہاں بھیجا جا رہا ہو۔“

”تمہید ختم بھی ہو گی یا نہیں۔“ عمران اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔

”تمہید کے بغیر تم نہیں سمجھ سکو گے باس۔ افریقہ کے باشندے تہذیب یافتہ ہوتے جا رہے ہیں۔ لیکن جن ممالک سے انہوں نے یہ روشنی حاصل کی ہے کیا وہاں بھی بیحد قدامت پسند لوگ نہیں پائے جاتے۔ کیا پورپ میں آج وچ کرافٹ موجود نہیں ہے۔ کیا وہاں اس کے نام پر انسانی

کیفیت ہو گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے کچھ کہنا بھی چاہتا ہو۔

”باس۔“ وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”میری بھی ایک بات سن لو....“
”ضرور سناؤ۔“

”کی گولو کے میدان میں تم کس سے ملو گے؟“

”تم دیکھ بھی لو گے۔“

”نہیں۔ مجھے پہلے ہی سے معلوم ہوتا چاہئے۔“

”کوئی خاص بات۔“

”خاص بات نہ ہوتی تو اس طرح بات کیوں کرتا۔... کیونکہ میں تو حکم بجالانے والوں میں سے ہوں۔“

”فرنچ سیکرٹ سروس کے کچھ ممبر ہیں۔“

”کی گولو کے میدان میں؟“

”ہاں ویں....“

”اب یہ بھی بتا دو کہ تمہیں اس کی اطلاع کس سے ملی تھی؟“

”کیوں خواہ مخواہ دماغ چاٹ رہا ہے۔“

”کسی دشمن ہی نے تمہیں کی گولو میدان کی طرف بھیجا ہے۔“

”اور تو مجھے کیا سمجھتا ہے۔“

”نہیں باس۔ خدا کے لئے اس معاملے میں سنجیدگی اختیار کرو.... پہلے یہ بتاؤ کیا فرنچ سیکرٹ سروس والوں نے ملاقات کے لئے خود ہی وہ جگہ منتخب کی ہے۔“

”میں نہیں جانتا۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ وہیں ان سے رابطہ قائم کرو۔“

”شائد پھر کوئی سو ماہم پر مسلط ہو گیا ہے۔“ جوزف طویل سانس لے کر بولا۔

”جزل کیوں۔ زیر ولینڈ کا ایجنت نہیں ہو سکتا۔“

”میں محسوس کر رہا ہوں باس کہ یہاں سب کچھ ممکن ہے۔“

”تو یہ کہنا چاہتا ہے کہ ہم پھر کسی دشمنوں میں پڑنے والے ہیں۔“

”یقین کرو باس۔ میں نے جب سے یہاں قدم رکھا ہے مجھے بھی محسوس ہو رہا ہے جیسے:“

خون کے نذرانے نہیں دیئے جاتے۔“
”میں سمجھ گیا.... آگے چلو...!“
”اس میدان میں زلزلہ قبائل کی ایک قدیم قربان گاہ واقع ہے اور وہ آج بھی چوری پھرے
وہاں انسانی خون کی بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ ابھی تک اس مخصوص جگہ کا پتہ نہیں چل سکا جہاں یہ
رسم ادا کی جاتی ہے۔ انہی چنانوں میں کہیں پوشیدہ ہے کچھ لوگ اسے ایک بھولی بسری کہانی سمجھتے
ہیں اور کچھ اس پر لیکن رکھتے ہیں کہ اب بھی وہاں قربانی کے نام پر انسانی گرد نیس کش جاتی
ہیں۔“

”میں اگر یہ دوں کے.... دور میں اس قربان گاہ کا پتہ لگانے کی کوشش نہیں کی گئی؟“
”یکوں نہیں۔ وہ بھی تھک ہار کر بیٹھ رہے تھے۔“
”تب تو ہمیں جلدی کرنی چاہئے۔ کہیں وہ لوگ سچ کسی دشواری میں نہ پڑ جائیں۔“ عمران
نے کہا۔ ”گاڑی اسٹارٹ کرو۔ اگر تم دونوں ان چنانوں کو عبرانہ کرنا چاہو گے تو تمہیں مجبور بھی
نہیں کیا جائے گا۔“
”یہ تم کیا کہہ رہے ہو باس۔“ جوزف تیز لمحے میں بولا۔ ”سب سے آگے میں رہوں گا....
لخت ہے مجھ پر اگر میں تمہیں وہاں تھا جانے دوں۔“

جیسکن اس دونوں میں ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔
”تمہارا کیا خیال ہے؟“ عمران نے اسے پوچھا۔
”میں نے کبھی کوئی زلزلہ قربان گاہ نہیں دیکھی آج وہ بھی دیکھ لوں گا۔“ جیسکن نے کہا اور
دانست نکال دیئے۔
جوزف نے انہیں اشارت کیا ہی تھا کہ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ٹھہر جاؤ۔ انہیں بند کر دو۔“
جوزف اکنیشن آف کر کے پھر عمران کی طرف مڑا۔ وہ تھیلے سے سفری ٹرانسمیٹر کا سوچ آن کر دیا۔
”ڈرامیں جزل کیوں سے بھی دو باتیں کر لوں۔“ عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر کا سوچ آن کر دیا۔
”سیلو....ٹی سکشی ایٹ.... ہیلیو۔ او زیڈ ایم کالنگ.... سکشی ایٹ۔ او زیڈ ایم
کالنگ۔“

ٹھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے جواب ملا تھا اور عمران نے کہا تھا کہ اسے جزل کیتے ملا

”یا جائے۔“
”جزل کیوں سے رابطہ ہونے میں بھی کچھ دیر گی تھی۔“
”او زیڈ ایم سر۔“ عمران بولا۔ ”میں کی گلو کے میدان کی طرف جا رہا ہوں اور۔“
”کیوں اور ہر کیوں جا رہے ہو۔“
”آپ کی ہدایت کے مطابق ان لوگوں سے وہیں توصلات ہوئی تھی۔ اور۔“
”کن لوگوں سے....!“
”الیس ذی سی ای۔ آر فائیو۔ اور۔“
”میں نے وہ جگہ منتخب نہیں کی....!“ جزل کی آواز آئی۔
”تو پھر آپ کے سیکرٹری نے کی ہو گی کیونکہ مجھے اسی کے ذریعے آپ کا پیغام ملا تھا۔
اور۔“
”لیکن اس نے مجھے جگہ کے بارے میں نہیں بتایا۔“ جزل کی آواز آئی۔
”بہر حال.... وہ لوگ وہاں پہنچ چکے ہوں گے اور....!“
”وراحتاط رہنا اس کی شہرت اچھی نہیں ہے.... میں معلوم کروں گا کہ وہی جگہ کیوں منتخب
کی گئی ہے....!“ جزل کی آواز آئی۔
”اس کا مطلب ہوا کہ آپ وہ جگہ اس کام کے لئے منتخب نہ کرتے۔ اور....!“
”تمہارا خیال درست ہے۔“
”اپنی فرصت میں اپنے سیکرٹری کو حرast میں لے لیجھ۔ اور....!“
”میں دیکھ لوں گا۔ لیکن تم بیحد محتاط رہنا۔ اور اینڈ آل۔“
عمران نے ٹرانسمیٹر کا سوچ آف کر دیا۔
جوزف نے سب کچھ سنا تھا لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔ جیسکن نے پوچھا۔ ”کتنے افراد وہاں پہنچنے
الاتھے۔“
”پانچ افراد.... تین مرد اور دو عورتیں....!“
”عورتیں بھی....!“ جیسکن اچھل پڑا۔ ”اور فرانسیسی عورتیں۔ اور مائی گاؤ۔ جلدی کیجھے
لے رہیں گے....!“

”جلد سے جلد پہنچنے کی کوشش کرو۔“
 دفعتاً رانسیمیر پر اشارہ موصول ہوا اور جیسے ہی عمران نے ریسیور کا سوچ آن کیا آواز آئی۔
 ”بیلو او زیڈ ایم... بیلو او زیڈ ایم...!“
 ”او زیڈ ایم...!“ عمران نے رانسیمیر سوچ آن کر کے کہا۔
 ”بزر کیوں کا بیگام نوٹ کرو... اور...!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔
 ”او کے... اشارث... اور...“ عمران نے کہا۔
 ”وہ لوگ لینڈ کر پکے ہیں! میں نے یہ معاملہ خود اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ متعلقہ سیکرٹری
 گاہب ہو گیا ہے۔ بہت محاط ہو... اور اینڈ آل۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔
 عمران نے سوچ آف کر دیئے اور جوزف سے بولا۔ ”گاڑی اور تیز چلاو۔“
 ”وہ تو ٹھیک ہے باس! لیکن وہاں پہنچ کر بھی کچھ وقت صرف کرنا پڑے گا۔ یہ دیکھنا لازمی ہو
 گا کہ کہاں سے وہ پٹانیں عبور کی جائیں گی۔“
 ”اور پھر سب کچھ ناممکن ہو جائے گا۔“ جیسون نے کہا۔ ”کیونکہ انہیں اپنے میں اب زیادہ
 دیر نہیں لگے گی.... سورج غروب ہونے والا ہے۔“
 عمران کی آنکھوں میں تشویش کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔ جوزف نے حتی الامکان
 جلد از جلد وہاں پہنچنے کی کوشش کر ڈالی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ان چنانوں کے قریب کھڑے
 نظر آئے جنہوں نے کی گولوں میدان کا احاطہ کر رکھا تھا۔
 ”میں آگے چلوں گا بابس۔“ جوزف نے کہا۔ ”اگر کسی سے مدد بھیز ہوئی تو بات بھی میں خود
 کھا کر دوں گا۔ کتنا اچھا ہوتا اگر تم بھی فوجی وردی میں ہوتے۔“
 ”اب آگے بھی بڑھ۔“ عمران اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔
 جوزف اور جیسون مقای فوجی وردی میں تھے اور عمران کے جسم پر سادہ لباس تھا۔
 جوزف نے چنانوں کو عبور کرنے کے لئے ایک جگہ منتخب کی اور وہ چل پڑے۔
 ”اس وقت تو میں سوچ رہا ہوں کاش ہم بندرا ہوتے۔“ جیسون نے کہا۔
 اور جوزف چلتے چلتے رک کر مڑا۔....
 ”تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔؟“ وہ جیسون کو گھورتا ہوا بولا۔

”چلتا ہی پڑے گا۔“ عمران نے پر تھکر لجھ میں کہا۔
 جوزف نے انہیں اشارث کیا اور گاڑی حرکت میں آگئی۔ اس کے ہونٹ سخن سے بچے
 ہوئے تھے۔ شائد اب زبان نہیں کھونا چاہتا تھا۔
 ”آخر یہ عورتیں کیوں؟“ جیسون بڑا بڑا۔
 ”خاموش بیٹھو...!“ جوزف دانت پیس کر بولا۔
 ”ضرورت پڑنے پر سائیلنسر لگے ہوئے پستول استعمال کئے جائیں گے۔“ عمران نے تھوڑی
 دیر بعد کہا۔
 ”بہت بہتر جتاب۔!“ جیسون بولا۔ ”لیکن عورتیں سمجھ میں نہیں آئیں۔“
 ”کسی شعبے کی اسپیشلس ہوں گی۔ لیکن تمہیں ان کے لئے زیادہ فکر مند نہ ہونا چاہیے۔
 مغرب کی عورت اپنا امیاز کھو بیٹھی ہے۔“
 ”یہ عورتوں کی باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے باس۔“ جوزف بولا۔ ”کیا اس وقت بھی
 تمہارے پاس وہ ربر ماسک موجود ہے جو تم نے یہاں آنے سے قبل تیار کرائے تھے۔“
 ”ہیں تو... پھر؟“
 ”ایک اپنے چہرے کے لئے منتخب کرلو اور اسی کی رنگت سے مناسب رکھنے والے دستان
 بھی نکال لو۔ کم از کم دور سے تو تمہیں افریقی ہی نظر آنا چاہیے ورنہ کوئی ان دیکھی زہریلی سول
 تمہارا راستہ ضرور روکے گی۔ اس میدان میں کسی غیر افریقی کو برداشت نہیں کیا جاتا۔“
 ”بہت دیر بعد تو نے کوئی ڈھنگ کی بات کی ہے۔“ عمران نے کہا اور ایک چرمی تھیلے میں
 ہاتھ ڈال کر سیاہ رنگ کے کچھ ربر ماسک نکالے اور ان میں سے ایک ماسک الگ کر لیا۔ دستانوں کی
 جوڑی بھی نکالی جس کی انگلیوں پر ناخن بھی لگے ہوئے تھے۔
 پھر ذرا ہی کی دیر میں وہ بھی انہی کی طرح کوئی سیاہ فام افریقی نظر آنے لگا۔
 ”اب اتنا تو ہو گا کہ وہ جھگڑا شروع کرنے سے پہلے دو چار باتیں بھی کر لیں گے۔“ جوزف
 نے کہا۔
 ”ابھی کتنا فاصلہ باقی ہے؟“ عمران نے پوچھا۔
 ”زیادہ سے زیادہ پانچ چھ میل۔!“

”کیوں بھائی۔ کون سا قصور سر زد ہوا ہے مجھ سے۔“ جیسن کے لمحے میں حیرت تھی۔

”کسی مہم پر روانہ ہونے سے قبل اس منحوس جانور کا نام نہیں لیا کرتے۔“

”آگے بڑھ خدا کے بندے...!“ عمران بے بسی سے بولا۔

راستہ دشوار گذار ثابت ہو رہا تھا۔ بڑی مشکل سے کسی جگہ پیر نکلتے تھے۔ جیسن تو دوہرایہ ہو جاتا۔ دفعٹا جوزف نے بہت اوپنجی آواز میں گانا شروع کر دیا۔ عمران نے آنکھیں چھاڑ کر پہلے نے اسے دیکھا پھر جیسن کی طرف دیکھنے لگا۔ جیسن نے شانے سکوڑے تھے۔

لیکن وہ اپنی مادری زبان میں تو نہیں گارہا تھا۔ عمران کو سوالی آئی تھی۔ جیسن شائد کچھ کہنے والا تھا لیکن عمران نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

خاصی جدوجہد کے بعد وہ اوپنجی سکے اور اب یہاں سے نیچے اتنے کے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کرنی تھی۔ جوزف اب بھی اسی طرح گائے جا رہا تھا اور ان دونوں میں سے کسی کی طرف بھی متوجہ نہیں تھا۔

”آخر پچکر کیا ہے؟“ جیسن نے سرگوشی کی۔

”شائد پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔“ عمران بڑی معمومیت سے بولا۔

”کہیں اس کا دماغ تو نہیں چل گیا ہے؟“

”دعا کرو اس کے حق میں.... فضول یا توں میں کیا رکھا ہے۔“

جوزف ہی نے دوسری جانب نیچے اتنے کے لئے ایک جگہ منتخب کی تھی اور اس کی طرف توجہ دیئے بغیر چل پڑا تھا۔ عمران بڑے غور سے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیتا ہوا نیچے اتر رہا تھا۔ وہ دیکھنے.... اوھر....“ جیسن ایک طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”وہ پھر وہ کے ذہیر تو نہیں معلوم ہوتے۔“

اس نے میدان میں ایک جانب اشارہ کیا تھا۔ عمران رک کر اوھر ہی متوجہ ہو گیا۔ تھیلے دور میں نکالی اور اسے آنکھوں کے سامنے لاتے ہی بولا۔ ”اوہ ہو تو وہ پینچ گئے ہیں.... تھے کہ ہوئے پیرا شوٹ معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ اور سامان بھی ہے۔ لیکن وہ خود کہاں ہیں؟“ جیسن نے بھی اس کے ہاتھ سے دور میں لے کر ان اشیاء کا جائزہ لیا۔ لیکن جوزف ان کے

طرح رکا نہیں تھا۔ بدستور گاتا ہوا نیچے اتر رہا تھا۔

”کاش۔ اُس کے دماغ کے کیڑے بھی یہ دور میں دکھا سکتی۔“ جیسن بولا۔

”اس کی فکر نہ کرو۔ چلو آگے بڑھو۔“ عمران اُس سے دور میں لیتا ہوا بولا۔

”بہت بہتر جتاب! لیکن مجھے اس پر ترس آ رہا ہے۔ پاگل ہونا تھا تو وہیں ہو جاتا۔ آخر اپنے ملن پینچ کر کیوں پاگل ہوا؟“

”کیا ہم اسی مسئلے پر غور کرنے کے لئے یہاں آ کرنا ہوئے ہیں؟“ عمرانے غصیلے لمحے میں کہا۔ ”خاموشی سے چلو۔“

وہ نیچے بھی پینچ گئے۔ لیکن وہ پانچ افراد کہیں نظر نہ آئے جن کا سامان وہاں پڑا ہوا تھا۔

جوزف نے اب خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اور کسی شکاری کتنے کی طرح چوکنا ہو کر چاروں طرف نظریں دوڑا رہا تھا۔

”یہ تو ناتب ہو گیا کہ وہ لوگ یہاں پینچ چکے ہیں۔“ عمران بولا۔

”اب کہیں اور پینچ ہوں گے باس۔“ جوزف نے بھرائی آواز میں کہا۔ ”انہیں یہاں آئنے کا مشورہ نہیں بلکہ خود کشی کا مشورہ دیا گیا تھا۔“

”کچھ بھی ہوا ہو.... یہاں سے اس وقت تک واپس نہیں جاؤں گا جب تک ان کا سراغ نہیں مل جاتا۔“ عمران فیصلہ کرنے لمحے میں بولا۔

”میں کیا کہہ سکتا ہوں باس۔“

”یا کیا تم پر گانے کا درہ کیوں پڑا تھا؟“ جیسن پوچھ بیٹھا۔

”وہ بنوڑ بان میں موت کا گیت تھا۔“

”تو گویا تمہیں یقین ہے کہ یہاں سے واپس نہ جا سکو گے۔“

”میں ایسا حکم لگانے والا کون ہوتا ہوں۔ زندگی اور موت دونوں اوپر والے کے اختیار میں ہیں۔“

”پھر تم وہ گیت کیوں گارہے تھے؟“ جیسن نے سوال کیا۔

”زمانہ قدیم سے یہ گیت قربان گاہوں پر کایا جاتا ہے۔ اگر کوئی زوالوں اس دوران میں نظر آگیا تو تم مجھے موت کا رقص کرتے بھی دیکھ سکو گے۔“

”تو گویا تم وہ گیت ہمیں نہیں بلکہ انہیں لوگوں کو سنارہے تھے جن سے سابقہ پڑنے والا ہے۔“

عورتوں کا کیا حشر ہوا ہو۔ ”جیسن ڈھنڈی سانس لے کر بولا۔ عمران نے جوزف کو آواز دی۔ وہ فوجی انداز میں ایڑیوں پر گھوما اور پنے تک قدم اٹھاتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا۔

”اوہر دیکھی.....!“ عمران نے ڈیکٹر کی طرف اشارہ کڑ کے کہا۔

”دیکھ رہا ہوں باس! لیکن یہ ہے کیا؟“

”ایمیش ڈیکٹر..... ان لوگوں نے اسے استعمال کیا تھا لیکن پھر اسے اٹھاتا بھی نصیب نہیں ہو سکا۔“

”جن لوگوں سے سابقہ پڑا ہے وہ ایسے ہی ہیں باس! بچل کی سرعت سے اپنا کام کرتے ہیں۔“
”اب اوہر دیکھی..... یہ تم کے ہندسے کی جگہ کاظم ہے.... صرف یہی نقطہ روشن نظر آ رہا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ اسی کی سیدھی میں یا اس کے اوہر اوہر کے تمیں تمیں درجے کے زاویے کے اندر کوئی موجود ہے۔“

”یہ تو برا اچھا ہو باس کہ سمت کا پتہ چل گیا۔“ جوف خوش ہو کر بولا۔

”کیا اچھا ہوا؟“ جیسن اسے گھوڑتا ہوا بولا۔ ”ہے ہست اس سمت جانے کی؟“

”تمیں بھائی! میں بہت بروں ہوں.... تم اپنی فکر کرو۔“ جوزف نے یہ کہہ کر پھر گانا شروع کر دیا۔

”دے اللہ کے نام پر بانبا۔“ جیسن نے کہا اور نہیں پڑا۔ عمران نے سمت کا تعین کر کے ڈیکٹر

الٹھیا اور اپنی کلائی پر باندھ لیا۔ تاروں والی جھال رتہہ کر کے جیب میں رکھ لی۔

جوزف کاتا ہوا آہستہ آہستہ اسی طرف بڑھنے لگا جدھر ڈیکٹر نے اشارہ کیا تھا۔ جیسن اس کے پیچھے تھا اور عمران اس سے کسی قدر فاصلے سے چل رہا تھا۔ دراصل اپنے عقب میں بھی نظر رکھنا چاہتا تھا۔ کلی طور پر ڈیکٹر ہی پر انحصار کر لینا اس کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔

اچانک جوزف چلتے چلتے رک کر عمران کی طرف مڑا اور بولا۔ ”مجھے تھا ہی جانے دو، باس.... تم دونوں یہیں ٹھہر و.... اور اجازت دو تو میں یہ اپناؤڑا ہی والا ماسک اتار کر اصلی شکل میں آ جاؤں۔“

”اس سے کیا ہو گا؟“

”یہی سمجھ لو۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ سامنے نہیں آئیں گے۔“

”اور ہم تمہارے اسی گیت کی وجہ سے محفوظ رہیں گے۔“

”چلو تم کچھے تو....!“ جوزف پھیکی لیکن سکراہٹ کے ساتھ بولا۔

اس دروان میں عمران اس بڑے صندوق کو کھول کر اس کا جائزہ لیتا ہا تھا جو انہیں پیر اشوٹول کے قریب پڑا تھا۔

تحوڑی دیر بعد اس نے صندوق کا ڈھنکتا بند کر دیا اور جوزف کی طرف مڑ کر بولا۔ ” بلاشبہ انہیں لوگوں کا سامان ہے۔ لیکن آخر....!“

”خاموش باس۔“ جوزف آہستہ سے بولا۔ ”میں شکار کی بو سونگھ رہا ہوں۔ لیکن خدا کے مجھے بات کرنے دینا بسا۔ ورنہ یہاں سے نکلا مشکل ہو جائے گا۔“

”واپسی ویسے بھی نا ممکن ہو گی مسٹر جوزف مونڈا....“ عمران نے سرد لمحہ میں کہا۔ ”لک.... کیا مطلب....؟“

”میں اس قربان گاہ کو ضرور تلاش کروں گا جس کا سراغ انگریزوں کو بھی نہیں ملا تھا۔“ جوزف کچھ نہ بولا۔ لیکن جیسن کے پتلے پتلے ہونٹ اس طرح کپکپانے لگے تھے جیسے کہ جذبے کے اظہار کو روکنے کی کوشش کر رہا ہو....“

وفعاً عمران تیزی سے ایک جانب بڑھا اور گھنٹوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا۔ جیسن نے بھی اس کے قریب پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ لیکن جوزف جہاں تھا دینا کھڑا رہا۔

جیسن نے دیکھا کہ چمکدار تاروں کی ایک جھال کے درمیان رکھی ہوئی ایک رست وانہ عمران کی توجہ کا مرکز نہیں ہوئی تھی..... جیسن بھی بالکل اسی کے سے انداز میں گھنٹوں کے بل بیٹھ گیا اور جھک کر اسے دیکھنے لگا۔

”کیا یہ کوئی ٹوٹکا ہے یور میچنی؟“ اس نے آہستہ سے پوچھا۔ ”نہیں یہ ایمیش ڈیکٹر ہے۔ فرانس کی سیکریٹ سروس والوں کی ایجاد.... شاائد انہیں پڑھ گیا تھا کہ وہ گھیرے جا رہے ہیں۔ ورنہ اسے کیوں استعمال کرتے۔“

”اور شاائد پھر اسے اٹھا لینے کا بھی موقع نہیں مل سکا تھا بیچاروں کو.... پا نہیں دوں۔“

”نہ جانے کیوں رہ رہ کر خیال آرہا ہے کہ میں یہ ماسک اتار دوں۔ مجھے ان کے سامنے اصلی ہی شکل میں جانا چاہئے۔“

”کوئی فرق نہیں پڑتا.... جو دل چاہے کرو..... لیکن میں یہاں رک کر کیا کروں گا۔ مجھے بنو زبان نہیں آتی۔ اگر کسی نے تیری عدم موجودگی میں مرا ج پر سی کی تو جواب کیے دوں گا۔“
”اچھا تو پھر چلو۔“ جوزف بے بسی سے بولا۔ ”لیکن میں تمہیں بتاؤں کہ یہ لوگ بھی غاصب بنو نہیں بول سکتے۔ یہ سارے گیت تو مقدس سمجھے جاتے ہیں اور من و عن یاد کر لئے گئے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے تمہارے ملک کی اکثریت عربی نہیں سمجھ سکتی لیکن مقدس کتاب کی آیات اسے زبانی یاد ہیں۔“

”میں سمجھ گیا۔ تو یہ سوا عالمی ہی بولتے ہیں۔“

”اور کیا باس! تم یہاں ٹھہرنا چاہو تو ٹھہر جاؤ۔“

”نہیں۔ یعنیوں ساتھ ہی رہیں گے۔ آخر تو یہ کیوں چاہتا ہے کہ ہم تیرے ساتھ نہ ہوں۔“
”پچھے نہیں باس۔ یہ بہر حال میرا طلن ہے معلوم نہیں ہاں ان چنانوں میں تمہیں کیسی کیسی مضمکہ خیز چیزیں نظر آئیں اور مجھے شرمندگی اٹھانی پڑے۔“
جیسمن نہ پڑا۔ لیکن عمران جلدی سے بولا۔ ”مجھے اپنے یہاں کی بھی بتیری چیزیں مضمکہ خیز لگتی ہیں۔ نئے لوگوں کو پرانی چیزیں بیشہ سے مضمکہ خیز لگتی چلی آئی ہیں۔ کوئی نئی بات نہیں۔“

”تب تو تھیک ہے باس! ضرور چلو.... لیکن میں یہ ماسک اتار رہا ہوں۔“

وہ پھر چل پڑے اور جیسمن نے عمران سے کہا۔ ”ہم اسی روشن نقطے کی سیدھی میں چل رہے ہیں لیکن آپ نے اس نقطے کے اوہر اور تیس تیس درجے کے زاویوں کی بات بھی کی تھی۔
اس طرح تو اپر پہنچ کر ہمیں خاصے بڑے رقبے کی چھان بین کرنی پڑے گی۔“

”ہاں.... یہ بات تو ہے اور کسی مناسب جگہ پہنچ کر دوبارہ ڈیکلنٹ استعمال کروں گا۔“

”کیا کلائی پر بندھے ہونے پر کار آمد نہیں رہتا۔“

”یہی دشواری ہے کسی مسطح جگہ پر اسی جھار کے دائرے میں کار آمد ہوتا ہے۔“

”لیکن میرا خیال ہے کہ جھار اس سے عیحدہ ہی عیحدہ تھی۔“

”نہیں جھار سے مسلکہ ایک باریک ساتار اس کی چاپی سے بندھا ہوا تھا۔“

”بڑی عجیب ایجاد ہے۔“

”یہ لوگ اپنے کاموں میں آسانیاں پیدا کرنے کیلئے اس قسم کی ایجادات کرتے ہی رہتے ہیں۔“

”لیکن یور میچنی! ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔“ جیسمن ناک بھوں پر زور دیتا ہوا بولا۔ ”وہ لوگ ان کا سامان بھی ساتھ کیوں نہیں لے گئے۔“

”جب اوہر کوئی آتا ہی نہیں تو سامان بہر حال محفوظ ہے۔ جب چاہیں گے اٹھا لے جائیں گے۔ ان کے سامان میں اسلحہ بھی شامل ہے۔“

جوزف ایک جگہ رک گیا۔ اب بھی گارہ تھا۔ لیکن ساتھ ہی کسی شکاری کتے کی طرح اوہر اور بھی دیکھے جا رہا تھا۔

وہ خاصی اونچائی پر پہنچ چکے تھے۔ دفتہ اس سے بھی کسی قدر اونچائی سے آواز آئی۔ ”جہاں ہو وہیں ٹھہر جاؤ۔ تم سب نشانے پر ہو۔“

یہ جملہ سوا حلی زبان میں ادا کیا گیا تھا۔ جوزف نے گانا بند کر دیا اور آواز کی سمت دیکھنے لگا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے دونوں ہاتھ بھی اوپر اٹھا دیئے تھے اس کی تقیید ان دونوں نے بھی کی۔

”تم لوگ کون ہو! اور تمہیں یہاں آنے کی جرات کیسے ہوئی؟“ اوپر سے پوچھا گیا۔

”قانون کے نام پر۔“ جوزف اونچی آواز میں بولا۔ ”ہم متبرک گیت گاتے ہوئے ان حدود میں داخل ہوئے ہیں۔“

”اسی لئے یہاں تک آپنچھ ہو۔ کیا چاہتے ہو؟“ آواز آئی۔

”غلطی سے کچھ سر کاری مہمان یہاں اتر گئے ہیں۔ ان کی واپسی مطلوب ہے۔“
”سر کاری مہمان اوپر سے نہیں اتر اکرتے۔“ آواز آئی۔

”نوچی معاملات ہیں.... اس لئے یہ بھی ممکن ہے۔“

”عورتوں کا فوج میں کیا کام؟“

”کھوئی کتوں کو تربیت دینے کے لئے بلائی گئی ہیں۔“ جوزف نے کہا اور عمران نے طویل سانس لی۔

”اچھی بات ہے۔ صرف تم ہی اوپر چلے آؤ۔ تمہارے سامنے جو کٹاڑا ہے اس سے باہمیں

پڑھا... وہ بظاہر ایک قدرتی دراز معلوم ہوتی تھی۔ لیکن کچھ ہی دور چلنے کے بعد بڑے سلیقے سے
ترانے ہوئے زینوں سے سابقہ پڑا۔ یہاں انہیں اتحادیے دور کرنے کے لئے پھر کے شمع داونوں
میں کسی جانور کی چربی جلائی تھی۔ جس کی پیزار کن چر انداز فنا میں چھلی ہوئی تھی۔

بیس بائیس زینے طے کر کے وہ ایک مسطح جگہ پر پہنچے اور مزید کچھ آدمیوں کے زخمے میں آ
گئے۔ انہوں نے ان کی جامدہ تلاشی لے کر ان کے سائنسر لگے ہوئے پتوں پر قبضہ کر لیا۔۔۔!
جو زف نے سختی سے ہونٹ بھینچ رکھے تھے۔

انہیں پھر آگے بڑھایا گیا۔ راکفل بردار و حشی نصف دائرے کی شکل میں انہیں کور کئے
ہوئے چل رہے تھے۔

جیمسن آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتا جا رہا تھا۔ جگہ جگہ چربی کی مشعلیں روشن
ٹھیں۔۔۔ ان چنانوں کو اندر سے بڑے فنکارانہ انداز میں تراش خراش کر ایک بہت بڑاہال بنایا گیا
تھا۔ جس کے دوسرا سرے سرے پر چار یا پانچ فٹ اونچا ایک چبوترہ تھا اور اسی چبوترے کے پینچہ وہ
پانچوں سفید فام بیٹھے نظر آئے۔ ان کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے گئے تھے۔

ان تینوں کو ان کے قریب لے جیا گیا وہ سر اٹھا کر حیرت سے انہیں دیکھنے لگے۔ راکفل
برداروں میں سے ایک نے جوزف کو مخاطب کر کے کہا۔ ”شائد یہ لوگ ہماری زبان نہیں سمجھ سکتے۔
ہم نے انگلش میں بھی ان سے گفتگو کرنی چاہی لیکن وہ اسے بھی سمجھنے سے قاصر نظر آتے ہیں۔“

”ان سے فرانسیسی میں بات کرو۔“ جوزف بولا۔ ”یہ فرانس کے باشندے ہیں۔ انگریز نہیں۔“
”کوئی بھی ہوں۔ سفید فام تو ہیں۔۔۔ دوسو سال سے یہاں صرف سفید فاموں کی قربانی
دی جاتی رہی ہے۔۔۔ بچاس سال سے یہ سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ پورے بچاس سال بعد یہ چھ عدد
خود بخود قربان گاہ کی حدود میں آسمان سے پلک پڑے ہیں۔ لہذا اگر تم میں سے کوئی ان کی زبان
جانتا ہو تو انہیں ان کے مقدار سے آگاہ کر دے۔ گزالی کے بھیڑیوں کی روٹیں پورے بچاس سال
سے بڑے کرب میں مبتلا ہیں۔“

”وہ میں بعد میں کروں گا۔ لیکن کیا تم اس کی جرات کر سکو گے۔۔۔ یہ سرکاری مہمان
نیا۔۔۔!“ جوزف نے غصیلے لمحے میں کہا۔
”ان کے ہمدردوں کا بھی وہی حشر ہو گا جو ان کا ہونے والا ہے۔“ جواب ملا۔

جانب مژا جاتا۔ ”اوپر سے آواز آئی۔

عمران بولنا چاہتا تھا لیکن لہبوں پر قادر نہ ہونے کی بنا پر خاموش ہی رہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ
جو زف تھا اوپر جائے۔ وہ سوچ ہی رہا تھا کہ جوزف نے کہا۔ ”میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ
متبرک جگہوں پر اپنے ناپاک قدم رکھ سکوں بہتر یہی ہو گا کہ تم ان پانچوں کو میں بھیج دو۔ ہم
اپنے ساتھ لے جائیں گے۔“

”ایسی صورت میں ان کی واپسی ناممکن ہو گی۔“ اوپر سے آواز آئی۔

”تم جو کوئی بھی ہو۔ اس سے واقف ہو گے کہ حالات بدلتے چکے ہیں۔ بچاس سال پہلے
جو بمباری ہوئی تھی وہ حقیقتاً چنانوں کا کچھ نہیں بجا رکھی تھی۔ لیکن آج کا اسلحہ یہ جد خطرناک
ہے۔ ایک ہی بم کتنی میل کے رقبے کو تھہ بلاکر کے رکھ دے گا۔ ہیڈ کوارٹر کو اطلاع مل چکی ہے
کہ اس کے مہمان نیبیں اترے ہیں اور ہم ایک پر امن پیش کش کے ساتھ یہاں آئے ہیں۔“
فوری طور پر اس کا کوئی جواب نہ ملا۔ جیمسن بہت زیادہ مضطرب نظر آ رہا تھا کیونکہ یہ
مکالمات اس کے پلے نہیں پڑے تھے۔

اور پھر اچانک وہ غفلت میں گھیر لئے گئے تھے۔ عمران اور جوزف کی توجہ پوری طرح اس
مقام کی طرف تھی جہاں سے کوئی گفتگو کرتا رہا تھا۔ وہ چاروں نہ جانے کس طرف سے برآمد
ہوئے تھے اور انہیں رائقوں کی زد پر لے لیا تھا۔ سیاہ فام ہی تھے لیکن ان کے لباس مہنت طبقے
کے افراد کے ملبوسات سے مختلف تھے۔

”تم تینوں ایک ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔“ ان میں سے ایک نے کہا۔

”تم لوگ لا علمی میں ایک بڑے جرم کے مرٹک ہو رہے ہو۔“ جوزف نے پرو قار لمحے میں کہد
”جو کچھ کہا جا رہا ہے کرو۔ یہاں ہمارا قانون چلتا ہے۔“ جواب ملا۔

”اچھی بات ہے۔“ جوزف پلٹ کر عمران اور جیمسن کے قریب پہنچتا ہوا بولا۔ ”نیائے کے
ذمہ دار تم خود ہو گے۔“

”اس دراز میں اتر چلو۔“ اس آدمی نے راکفل کی نال سے ایک جانب اشارہ کیا۔

جوزف نے عمران کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھوں میں ثابت اشارہ پا کر بائیں جانب مژا در
دراز میں اتر گیا۔ عمران نے جیمسن کو اس کے پیچے جانے کا اشارہ کیا تھا۔ پھر وہ بھی اور ہر ہی

”اگر ہم ایک معینہ مدت کے اندر اندر ہیڈ کوئری پورٹ ندے سکے تو جانتے ہو کیا ہو گا؟“
”کیا ہو گا....؟“

”کی گولو کا پورا میدان فوج سے بھر جائے گا۔“ جوزف نے کہا۔
”کس وہم میں بتلا ہو۔ اب کوئی چنانوں کے قریب بھی نہ آسکے گا۔ حالات بدل چکے ہیں۔“
سفید فاموں کے ہمدردوں پر آسمانی قہر نازل ہونے لگا ہے۔“

عمران نے جوزف کو اشارہ کیا کہ وہ خاموش رہے اور خود اس عورت کی طرف متوجہ ہو گیا
جو اس کی کلائی پر بندھے ہوئے ایمیش ڈیکنر کو بار بار دیکھنے لگتی تھی۔

”انچارج کون ہے؟“ عمران نے فرانسیسی میں اسے مخاطب کیا۔
”میں ہوں۔“ وہ عورت بولی۔

”تمہارے ایمیش ڈیکنر ہی نے ہماری رہنمائی کی ہے۔ آخر تم لوگ یہاں کس بناء پر بھیجے
گئے ہو جگہ تمہیں اس کا علم بھی نہیں تھا کہ تم کہاں اتر رہے ہو۔ آرفائیو سے ایسے افراد مانگے گئے
تھے جو یہاں کے حالات اور جغرافیہ سے بخوبی واقف ہوں۔“

”ہم مشرقی افریقہ کے اسپیشلٹ ہیں....!“ عورت بولی۔

”اسی لئے کی گولو کے میدان میں اتر پڑنے ہو۔“

”کی گولو کا میدان....“ وہ خوفزدہ لمحہ میں بولی۔ ”نہیں ہمیں علم نہیں تھا کہ ہم کہاں
اترے ہیں۔ ہمیں طیارے سے چھلانگ لگانے کا وقت بتایا گیا تھا۔ اس سے زیادہ ہم اور سچھ نہیں
جانتے۔“

”اب یہ لوگ کہہ رہے کہ تمہیں قربان کر دیا جائے گا۔“

”دفتار اکفل برداروں کا سر غنہ چھیننے لگا۔“ اتنی دیر سے کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ ہمیں بھی بتاؤ۔
کوئی سازش نہ کر سکو گے۔“

”انگارے مت چباو۔“ جوزف نے غصیلے لمحے میں کہا۔ ”وہ شکوہ کر رہی ہے کہ یہ کیسی مہماں
نوازی ہے اور میرا بس انہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے کہ وہ ایسی جگہ اترے ہیں جس سے
انہیں دور ہی رہنا چاہئے تھے۔“

”اب اس سے کیا فرق پڑے گا اور تمہاری واپسی بھی اب ناممکن ہے۔“

جوزف نے لاپرواہی سے شانوں کو جنمیں دی اور قیدیوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔
عمران ان سے کہہ رہا تھا۔ ”ہم نہیں جانتے کہ ہمارا بھی کیا حشر ہو گا۔“
”تم لوگوں کی طرف سے ہدایت ہی کے مطابق ہم لوگ یہاں اتارے گئے ہوں گے۔“
ایک مرد نے غصیلے لمحے میں کہا۔ ”ہمارا سارا نظام کپیوٹرائز ہے۔“
”ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے دوست۔ اب یہ سوچتا ہے کہ اس مصیبت سے کیوں نکر
نجات پائی جائے۔“

”ہم تو بے خبری میں مارے گئے۔ ان وحشیوں نے ہم پر اعصاب کو مفلوج کر دینے والی
ڈارٹس سے حملہ کیا تھا۔ قریباً دو گھنٹے بعد ہم اپنے اعضاء کو حرکت دینے کے قابل ہو سکے تھے۔“
”دفتار عجیب سے گزر گراہٹ سنائی دی اور ایسا محسوس ہوا جیسے چٹانیں لرزنے لگی ہوں۔“
”راستہ بند کر دو۔“ راکفل برداروں کا سر غنہ چینا۔ ”ان کے ہیلی کا پڑ آرہے ہیں۔“
”کون سارا استہ بند کر ارہے ہو؟“ جوزف نے نہ کر پوچھا۔
”جدھر سے تمہیں لایا گیا تھا۔“ وہ دانت پیس کر بولا۔ ”وہ دراڑ حیرت انگیز طور پر بند ہو
جائے گی۔“

اوھر عمران قیدیوں سے کہہ رہا تھا۔ ”فکر نہ کرو۔ ہمارے ہیلی کو پڑ پہنچ گئے ہیں۔ جلد ہی
تمہیں رہائی نصیب ہو جائے گی۔ تمہارا سارا سماں وہیں موجود ہے جہاں تم نے چھوڑا تھا اس میں
تمہارا اسلوچنہ تک موجود ہے۔“

ان میں سے کوئی کچھ نہ بولا۔ عمران نے ان سے گفتگو کے دوران ہی میں جوزف کو اردو میں
مخاطب کیا۔ ”انہیں باتوں میں الجھائے رکھ.... غصہ دلانے والی باتیں کر....“
”جیسیں اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔ اوھر راکفل برداروں میں سے دو آدمی
وہاں سے چلے گئے تھے۔ اب ان کی تعداد پانچ رہ گئی تھی۔ ان ساتوں کے علاوہ ابھی تک اور کوئی
وہاں نہیں دکھائی دیا تھا۔“

جوزف نے عمران کی ہدایت کے مطابق راکفل برداروں کے سر غنہ سے چھیڑ چھڑا شر دع
کر دی۔....!

”حکومت نے تم لوگوں کو بڑی چھوٹ دے رکھی تھی۔ لیکن اب ایسا نہیں ہو گا۔“ اس نے کہا۔

”بکواس بند کرو۔“ سر غند پیر ٹیچ کر دھاڑا۔ ”چھوٹ ہم نے اس نانہجار حکومت کو دے رکھی ہے.... ورنہ جب چاہیں اس کا تختہ المث دیں....!“

”ان دقیانوں کے مل بوتے پر!“ جوزف مصلکہ اڑانے والے انداز میں نہ کر بولار میں تمہاری زبان بند کر دوں گا۔ ورنہ خود ہی خاموش رہو۔“

”اب تھوڑا سا مکھن لگادے۔“ عمران نے جوزف کی طرف مڑے بغیر اس طرح کہا جیسے قیدیوں سے کچھ کہا ہو۔

جوزف نے سر غند سے کہا۔ ”ناراض ہونے کی ضرورت نہیں میں تو صرف تمہارے جذبے کی گہرائی ناپ رہا تھا۔ ورنہ اس حکومت سے کون خوش ہے کوئی غیرت مندا سے برداشت نہیں کر سکتا کہ انگریزوں سے نجات پا جانے کے باوجود بھی ہم ابھی تک سفید فاموں ہی کے دروں پر سجدے کر رہے ہیں۔ اب یہی دیکھو کہ یہ پانچ مختلف شعبوں کے ماہرین فرانس سے ہلوائے گے ہیں۔ کیا ہمارے یہاں بالصلاحیت آدمیوں کی کمی ہے۔“

”تم کہنا کیا چاہتے ہو؟“ سر غند یک بیک بے حد نرم لبجھ میں بولا۔

”یہی کہ اگر تم کوئی ٹھوس پروگرام رکھتے ہو تو مجھے بتاؤ۔... میں بھی تمہارے ساتھ ہو جاؤں گا.... اور ہم تینوں تمہارے نظریات کی تبلیغ فوج میں کریں گے۔“

”ہم اجنبیوں سے اپنے پروگرام کے بارے میں بات نہیں کرتے۔“

”یہ بڑی بات ہے۔ اس طرح تم محدود ہو کر رہ جاؤ گے۔ عوام کی ہمدردیاں حاصل کرو۔ کام آسان ہو جائے گا۔“

”عوام کی مدد کے بغیر بھی ہم جب چاہیں حکومت پر قبضہ کر لیں۔“

”تو پھر دیر کیوں کر رہے ہو؟“

ٹھیک اسی وقت غار کی فضائیں کچھ ایسی آواز گوئی جیسے کسی تیز رفتار گاڑی کے بریک چرچے ہوں۔“

”یہ کیا ہے....؟“ جوزف اچھل پڑا۔

”درالا بند ہوئی ہے۔“ سر غند نے لاپرواہی سے کہا۔ ”اب قربان گاہ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ وہ اور ہمیں اور چکرا کرو اپس چلے جائیں گے۔“

”یا یہ کسی مشین عمل کے تحت ہوا ہے۔“

”اور کیا تم اسے جادو کا کرشمہ سمجھتے ہو۔“ سر غند نے قہقہہ لگایا۔

جوزف ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ سر غند کہہ رہا تھا۔ ”ہم نے اپنے طور پر سائنس اور بینالوچی میں ترقی کی ہے۔ ان دقیانوں کے مل بوتے پر!“ جوزف مصلکہ اڑانے والے انداز میں نہ کر بولار

”اوہ.... تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اب اس مبارک مقام پر اور کوئی کھیل کھیلا جا رہا ہے۔“ جوزف نے بر اسمانہ بنا کر کہا۔

”اور غالباً اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ ان قیدیوں کا ہاتھ آ جانا محض اتفاق نہیں تھا۔ ہمیں علم فنا کہ یہ کس وقت یہاں اتریں گے۔ تمہارا یہ کہنا قطعی درست نہیں کہ یہ نادانستکی میں یہاں اتر پڑے ہیں۔“

”ہمیں علم نہیں۔ ہم سے صرف یہ کہا گیا ہے کہ ہم تم سے ان کی واپسی کی بات کریں۔“

”لیکن تمہارا رخ ٹھیک اسی طرف کوکر ہوا تھا جدھر ہم تھے؟“ سر غند نے سوال کیا۔

”اسے تو تم اتفاق ہی سمجھو۔“ جوزف بولا۔

”ناقابل یقین....!“ سر غند خشک لبجھ میں بولا۔ ”تمہیں بتانا پڑے گا کہ سمت اور جگہ کی نشاندہ ہی کس نے کی تھی؟“

دفعہ عمران نے جوزف سے لگٹش میں کہا۔ ”کچھ چھپانا بیکار ہے۔ پچی بات کرو۔ پھر جو حشر ہیں ہو ہمارا....!“

”ضرور.... ضرور....!“ سر غند بھی لگٹش ہی میں بولا۔ ”ہو سکتا ہے اس کے عوض تمہارے ساتھ کوئی رعایت ہو جائے۔“

”میں مرکش کا بشدہ ہوں۔ سواتلی پر عبور نہیں رکھتا۔ اس لئے لگٹش میں بات کروں گا۔“

غمزہت کے ساتھ۔“

”کوئی بات نہیں! ہم زبانوں سے متفرغ نہیں۔ ہمیں سفید فاموں کے کردار سے نفرت ہے۔“

”قربان گاہ کی صحیح نشاندہ ہی جزل کیوں کے سیکڑی کیپن مشاہمانے کی تھی۔“

”کیا....؟“ سر غند کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”بچی بات پر تم حیرت کیوں ظاہر کر رہے ہو؟“ عمران نے بڑی مخصوصیت سے پوچھا۔

”ہرگز نہیں۔“ وہ نہ کر بولا۔ ”بری خبر تو ان لوگوں کے لئے بھی نہیں ہے۔“ اس کا اشارہ قیدیوں کی طرف تھا۔
”میں نہیں سمجھا۔“ عمران نے کہا۔

”فی الحال تم سب قیدیوں کی حیثیت سے یہاں رکھے جاؤ گے۔“
عمران پچھہ نہ بولا۔ لیکن جوزف پھر بھڑک اٹھا اور سخت لمحہ میں بولا۔ ”میں ذاتی طور پر تمہارے اس فیصلے سے متفق نہیں ہوں۔“

”ہو یا نہ ہو۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“
”بہت فرق پڑتا ہے مسٹر۔ میں بے موت مر جاؤں گا۔ کیونکہ قیدیوں کو کہیں بھی شراب پیش نہیں کی جاتی۔“

”میں نہیں سمجھا۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“
”شراب کے بغیر میں مر جاؤں گا۔ چھ بوتل یومیہ میرا کوڈ ہے۔“
”ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ زندہ رہ ہو یا مر جاؤ۔“ اس نے لاپرواہی سے کہا۔
وہ دونوں آدمی بھی اس دوران میں واپس آگئے تھے جو اس کے حکم پر دراز بند کرنے کے تھے۔ اور اب پھر سات رائفلیں ان پر تنی ہوئی تھی۔

سرغندہ نے عمران کی طرف دیکھ کر انگلش میں کہا۔ ”تم سواحلی سمجھ سکتے ہو لیکن بول نہیں سکتے۔“
”لوئی پھوٹی بول بھی سکتا ہوں۔“

”تم بجزل کیوں کے سیکرٹری کو کیا جانو؟“
”کیوں۔ کیا وہ جادو کے زور سے نظر وہ سے غائب رہتا ہے؟“
”تمہارا عہدہ کیا ہے؟“

”ائز سروز اپنی جن کے ڈائریکٹوریٹ بجزل سے میرا تعلق ہے۔“
”کیوں بکواس کر رہے ہو۔ ڈائریکٹوریٹ بجزل میں کسی غیر ملکی کا کیا کام؟“
”میرا باپ یتیں کا باشندہ تھا۔ میری بیدا اش مر اش میں ہوئی تھی۔ وہیں پلاڑھا تھا۔“
”میں نے پوچھا تھا تمہارا عہدہ کیا ہے؟“
”ایک ڈپٹی ڈائریکٹر کا پرنسپل اسٹاف ہوں۔ کیپٹن مشا مباریے بس کے دوستوں میں سے

”اوہ.... پچھے نہیں۔ اس اطلاع کا شکریہ! ٹھہر میں ابھی بتاتا ہوں کہ تم لوگوں سے ساتھ کیا رعایت کی جا سکتی ہے۔“ سرغندہ بنے کہا اور ان لوگوں سے متعلق اپنے آدمیوں کو پہنچا دے کر وہاں سے چلا گیا۔

”پچھہ شروع کر دیں بس۔!“ جوزف نے اردو میں پوچھا۔
”ابھی نہیں۔“ عمران نے جواب دیا۔
”ہائے بیچاریاں....!“ جیسون کراہل۔

”یہ تم لوگ کس زبان میں گفتگو کر رہے ہو....؟“ رینا نے عمران سے پوچھا۔
”سواہلی میں....!“ عمران نے جواب دیا۔
”جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ۔ ہم افریقہ کی پیشہ زبانیں جانتے ہیں۔“

”پھر تم نے ان پر کیوں نہیں ظاہر ہونے دیا کہ تم سواہلی بول اور سمجھ سکتے ہو۔“
”اپنی پوچش کا اندازہ لگانے کے لئے۔“

”اب تو بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا؟“
”اب ہوا ہے۔ تم لوگوں کے پہنچنے سے قبل ہم قطعی تاریکی میں تھے۔“
”پھر کیا خیال ہے....؟“

”ایسی صورت میں کیا خیال ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ تم اپنی رائے ظاہر کرو۔“
”فی الحال پچھے بھی ممکن نہیں ہے۔“

”اور جیسا کہ وہ کہہ رہا تھا۔ تمہارے آدمی بچھی یہاں نہ پہنچ سکیں گے۔“ رینا نے سوال کیا۔
”غالباً وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ زیادہ سے زیادہ تمہارا سامان ان کے ہاتھ لگ جائے گا۔ اور بس۔“
”تو ہم اب انہی لوگوں کے رحم و کرم پر ہیں۔“ رینا نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”اور یہ بات تو اب پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ تم لوگوں کے درمیان بھی ان کے آدمی موجود ہیں۔ ورنہ انہیں ہماری آمد کی خبر کیسے ہوتی۔“

”تمہارا خیال درست ہے۔ اب تک کی ایسے آدمی ہماری گرفت میں آپکے ہیں۔“
”رینا پچھے اور کہنے والی تھی کہ رائفل برداروں کا سرگندہ واپس آگیا۔ اور عمران نے اسے غیر سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا ہمارے لئے کوئی بری خبر لائے ہو؟“

ہے۔ اور بعض وجوہات کی بناء پر مجھ پر بہت مہربان ہے۔“

”میں وہ وجوہات بھی معلوم کرنا چاہوں گا۔“

”ناممکن....! اس کے سامنے میں ان وجوہات کا ظہار نہیں کر سکتا۔“

”چلو...!“ وہ رائفل کی نال ہلا کر بولا۔ ”علیحدگی میں بتاؤ۔“

”کیا یہ ضروری ہے؟“

”بہت زیادہ ضروری ہے۔“

”لیکن اس معاملے کا تعلق میری نجی زندگی سے ہے۔“

”تم حکم کی تعیل کرتے ہو یا!“ اس نے جملہ پورا کرنے کی بجائے رائفل کا بولٹ سر کیا تھا۔

”نن... نہیں!“ عمران بوکھلائے ہوئے انداز میں ہاتھ پھیلا کر بولا۔ ”تیچ چلو... چلتا ہوں!“

”ادھر چلو...! اور اپنے ہاتھ اٹھا کر سر پر رکھ لو۔“

عمران چپ چاپ ادھر ہی چل پڑا جدھر اشارہ کیا گیا تھا۔ کچھ دور سیدھا چلا تھا۔ پھر سر غرض کی ہدایت پر بائیں جانب گھوم کر ایک راہداری میں داخل ہوا تھا۔

”اس دروازے میں۔“ وہ اس کی کمر سے رائفل کی نال لگاتا ہوا بولا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جس میں کچھ ایسا سامان نظر آیا جو اس کے آپریشن روم ہونے پر دلالت کرتا تھا۔ تو گویا اسے یہاں اس لئے لایا گیا تھا کہ اس کی آواز کہیں اور پہنچانی جاتی۔ دفاتر“ بڑی پھر تی سے گھوما اور رائفل کی نال پر ہاتھ ڈال دیا۔ وہ فرش کی طرف جھکتی چل گئی۔ یہ اتنے غیر موقع طور پر ہوا تھا کہ سر غرض کو سنبھلنے کا بھی موقع نہ مل سکا۔ رائفل کی نال کے ساتھ ہی وہ خود بھی جھکا تھا اور ٹھیک اسی وقت عمران کا دایاں گھٹنا اس کی ناک پر پوری قوت سے پڑا تھا۔ بلکی اسی آواز بھی نکالے بغیر وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔ عمران نے جھک کر اسے سیدھا کیا۔ یہو شی گہری تھی۔ جامہ تلاشی لینے پر اس کے پاس سے انہیں تینوں پستولوں میں سے ایک برآمد ہوا جوان ہے چھیننے گئے تھے۔ اس کے بعد اس نے ان لائلی آلات کی طرف توجہ دی تھی جو وہاں موجود تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں اس نے انہیں بھی بیکار کر دیا۔

دوسری طرف جیسن اور جوزف اردو میں اوٹ پنگ ہاک رہے تھے اس بار رائفل برواروں میں سے ایک کو خل اندازی کرنی پڑی۔

”یہ کون کی زبان ہے۔“

”لکھری....!“ جوزف نے جواب دیا۔

”ہم نے تو اس کا نام بھی نہیں سن۔“

”یہ تمہاری اپنی نالا نقی ہے....!“

دوسرے رائفل بروار نے اپنے ساتھی سے کہا۔ ”یہ سرے سے کوئی زبان نہیں ہے۔.... خواہ خواہ آوازیں نکال رہے ہیں۔“

”کتنے خواہ خواہ آوازیں نکالا کرتے ہیں.... آدمی نہیں۔“ جوزف بھتنا کر بولا۔

”تم لوگ شامدیہ سمجھتے ہو کہ یہاں سے نئے نکلنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔“

”ہمیں قطعاً اس کی فکر نہیں ہے کہ دوسرے لمحے میں کیا ہو گا۔“ جوزف نے لاپرواہی سے کہا۔ ”لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ تھوڑی ہی دیر بعد مجھے یہ جو خونخوار ہو جانا پڑے گا۔ کیونکہ میراثشہ اکھڑ رہا ہے۔“

ٹھیک اسی وقت رائفل برواروں کے عقب سے آواز آئی۔ اپنی رائفلیں فرش پر ڈال دو۔ اگر کسی نے مزکر دیکھا تو پچھتائے کے لئے زندہ نہیں رہے گا۔“

جوزف نے قہقهہ لگایا اور رائفل برواروں سے بولا۔ ”ہی کرو جو میرا باس کہہ رہا ہے۔ اس کے ہاتھ میں بے آواز مشین پستول ہے اور تمہارا چیف مار اگیا۔“

رائفلیں فرش پر گرنے لگیں۔ فریخ قیدیوں کے منہ حرمت سے کھل گئے تھے۔ رائفل

برواروں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے اور عمران کے ساتھیوں نے ان کی جامہ تلاشی لے کر اپنے مزید دو عدد مشین پستول بھی برآمد کر لئے۔ ان کے پاس سے تین رویا اور بھی برآمد ہوئے تھے۔

پھر انہی رسمیوں سے ان کے ہاتھ پیار باندھ دیئے گئے جن سے فرانسیسیوں کے باندھے گئے تھے۔ ان کا سر غرض بھی ویس انھالایا گیا اور جیسن اسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگا۔

رینا عمران سے اپنے ساتھیوں کا تعارف کرتی ہوئی بولی۔ ”میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اسے علیحدہ کیوں لے گئے ہو۔“

”وہ مجھے آپریشن روم میں لے گیا تھا۔ غالباً مقصد یہ تھا کہ میری گفتگو کسی اور تک پہنچا سکے۔“

”مجھے آپریشن روم میں لے چلو۔“

اور جوزف کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”یہ تو مرا کشی ہے لیکن تم پر میں قوم سے خداڑی کا اڑام عائد کرتا ہوں۔“

”میری قوم یہی شخص ہے....!“ جوزف نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”میں اس کا پالتو کرتا ہوں۔“

”تم اول درجے کے ذلیل ہو۔ تم نہیں جانتے کہ کیا کر رہے ہو۔“

”اور تم جانتے ہو کہ تم کیا کر رہے ہو....؟“ جوزف نے طنزیہ لمحے میں پوچھا۔

”فضول باتوں میں وقت نہ ضائع کرو۔“ عمران نے جوزف سے کہا۔

”یہ خواہ مخواہ بات بڑھا رہا ہے باس....!“

”تم.... ہمیں یہاں سے نکلنے کا راستہ بناؤ گے۔“

”کوشش کر کے دیکھ لو.... ہم میں سے کسی کی بھی زبان نہ کھلواسکو گے.... جب تمہارا تشدیدناقابل برداشت ہو جائے گا تو ہم مر جائیں گے۔“

”اپنی مرضی سے....!“ جوزف نے ہنس کر پوچھا۔

”تم اپنی مکروہ آواز مجھے نہ سناؤ تو بہتر ہو گا۔“ وہ تغیر آمیز لمحے میں بولا۔

”پھر لا حاصل باتیں شروع ہو گئیں....!“ عمران نے جھنجھلات کا مظاہرہ کیا اور سر غندے سے بولا۔ ”میں نے تمہارے آپریشن روم کو ناکارہ کر دیا ہے۔ لہذا یہ خیال بھی دل سے نکال دو کہ باہر سے تمہارا اربط قائم ہو سکے گا۔“

”اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“

”تو پھر کچھ خمرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ جب چاہو گولی مار سکتے ہو۔“

”کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے آقا تمہارے ہمدرد ہیں....؟“

”نہ ہوں۔ لیکن ہم یہ ضرور جانتے ہیں کہ سفید فاموں کی اقتصادی گرفت سے نکلنے کے لئے تم ان پر اعتماد کر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان کا بھی کوئی مفاد اس سے وابستہ ہو۔ لہذا بعد میں نہماں کے کام آئیں گے۔“

”کام نہیں آؤ گے بلکہ ان کے مقاصد کے حصول کے لئے زبردستی کا رآمد ہنا چاہے جاؤ گے۔“

”میکارو گی.... میں نے اسے بیکار کر دیا ہے....“

”اس سے کیا فائدہ ہو گا؟“

”بیکار کرتے وقت اس کے علاوہ اور کوئی خیال نہیں تھا کہ یہ لوگ باہر سے رابطہ قائم نہ کر سکیں۔ اس کا اندازہ نہیں تھا کہ یہ لوگ اتنی آسانی سے قابو میں آ جائیں گے۔“

”رینا کچھ نہ بولی۔ یہو شر غنہ کی طرف متوجہ ہو گئی تھی جس کے طبق سے ہلکی ہلکی کرایں نکل رہی تھیں۔ پھر اس طرح چونکی جیسے کچھ یاد آگیا ہو۔ عمران کو غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔ ”میں تم انہی میں سے ہو جن سے ہمیں ملتا تھا....؟“

”تمہارا خیال درست ہے۔“ عمران نے کہا۔

”شناخت....!“

”او زیڈ ایم....!“

”درست۔“ وہ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتی ہوئی بولی۔ عمران نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ ذرا بھی گر جو شی کا اظہار نہ ہونے دیا۔

”لیکن....!“ رینا نے کسی قدر تذبذب کے ساتھ کہا۔ ”مجھے بتایا گیا تھا کہ وہ غیر افریقی ہوں گے۔“

”ہم غیر افریقی ہی ہیں۔“ عمران بولا۔

”مرا کش افریقیہ ہی میں ہے۔“

”میں نہ سیاہ فام ہوں اور نہ مرا کش۔“

”تو پھر فرانسیسی ہی ہو سکتے ہو۔“

”یہ بھی غلط ہے۔ اس کی فکر مت کرو۔ اور اس نے آنکھیں کھول دی ہیں۔“ عمران نے کہا اور جوزف سے سوا حلی میں بولا۔ ”اسے سہارا دے کر بھاڑو۔“

سر غنہ عمران کو قہر آلود نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ اور جوزف نے جیسے ہی سہارا دینا چاہا اس کے ہاتھ جھٹک دیئے۔ پھر خود ہی اٹھ بیٹھا تھا۔ ناک سے بہا ہوا خون ہو نہیں اور ٹھوڑی پر جم گیا تھا۔ جسے اس نے ہتھیلی سے پوچھ کر کہا۔ ”اس کے باوجود بھی تم لوگ یہاں سے نکل نہیں سکو گے۔“

تھا۔ لیکن وہ کہتا رہا۔ ”میں خود بھی یہی سوچتا رہا ہوں کہ ہمیں یو تو قوف بنایا جا رہا ہے۔ یہ لوگ بھی تو سفید فام ہی ہیں۔ وہ ہم پر ترس کھا سکتے ہیں لیکن برابری کا درجہ بھی نہیں دے سکتے۔“

”تم اس ملک کے عقائد ترین آدمی ہو۔“ عمران بولا۔

”کیوں بکواس کر رہا ہے۔ کپتا۔“ سرغندہ اپنے آدمی کو گھورتا ہوا غریباً۔

”اسے یہاں سے لے جاؤ۔“ عمران نے جوزف سے کہا۔

اس کا اشارہ سرغندہ کی طرف تھا۔

جوزف آگے بڑھا ہی تھا کہ سارے رائفل بردار اس آدمی پر ٹوٹ پڑے جو عمران کو کچھ بتانا چاہتا تھا۔ ان کے صرف ہاتھ باندھے گئے تھے پیر آزاد تھے اور پھر جتنی دیر میں وہ سب مل کر انہیں ہٹانے کی کوشش کرتے انہوں نے اس کو ختم ہی کر دیا۔ کسی نے اپنا گھننا اس کی گردان پر رکھ کر کام تمام کر دیا تھا۔

سرغندہ نے ایک وحشیانہ قہقهہ لگایا۔۔۔ کچھ دیر ہنستا رہا پھر بولا۔

”اب ان جیالوں کی زبان کون کھلوکے گا۔“

رینا عمران کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولی۔ ”میرا خیال ہے کہ انہیں کہیں بند کر دیا جائے۔ پھر ہم اطیمان سے راستہ تلاش کریں۔“

”ضرور.... ضرور....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ وہ مرنے والے کو پر تشویش نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ دفعٹا اس نے اوپری آواز میں کہا۔ ”ان پانچوں نے اس تھا آدمی کو مارڈا۔ کیا تم میں سے کسی کو میری رائے سے اختلاف ہے؟“

اس نے یہ سوال اپنے ساتھیوں اور پانچوں فرانسیسیوں سے کیا تھا۔

”نہیں! ہمیں اس سے اختلاف نہیں ہے۔“ شپرو بولا۔ ”کیونکہ ہم نے یہ سانحہ پچشم خود دیکھا ہے۔“

”بس تو پھر میں ان پانچوں کو سزاۓ موت دیتا ہوں۔ جوزف ان میں سے ایک کے ہاتھ کھول دو اور اس سے اس کی آخری خواہش بھی پوچھ لیتا۔“

”اوکے باس۔“ کہتا ہوا آگے بڑھا ہی تھا کہ یکا یک ایک رائفل کی نال عمران کی کمر سے آگلے۔ وہ چونکہ کرم اور رینا کے ہاتھ میں رائفل دکھ کر ایک طویل سانس لی۔

تم نہیں جانتے کہ میں الاقوامی بلیک مملکر کے ہتھے چڑھ گئے ہو۔“

”ان کے بارے میں عام طور پر یہی خیال پایا جاتا ہے۔ لیکن میں اس سے متفق نہیں ہوں۔“

”تمہارے متفق ہونے یا نہ ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ ساری دنیا اس پر متفق ہے۔“

”اور اس کے باوجود اسی دنیا سے ہمارا کام چلتا ہے۔“ اس نے طنزیہ لمحہ میں کہا۔

”بات بڑھانے سے کیا فائدہ بارے۔“ دفعٹا جو زف بولا۔ ”میں ان سکھوں کو ختم کے دن ہوں۔ اس کے بعد اطمینان سے خود ہی راستہ تلاش کر لینا۔ تمہاری نظروں سے بھلا کب کوئی چیز پوشیدہ رہ سکی ہے۔“

”مجھے سوچنے دو....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”تم سوچو جب تک میں اپنے پستول کا میگزین چیک کر لوں۔“

”کیا قصہ ہے....؟“ شپرو نے عمران سے پوچھا۔

”بہر نکلنے کا راستہ خود ہی تلاش کرنا پڑے گا۔ ان سے اس کی توقع نہ رکھنی چاہئے کہ یہ تا

دیں گے۔“

”میں اگلوالینے کے طریقے جانتا ہوں۔“

”میں خود بھی جانتا ہوں لیکن یہ محض وقت کی بربادی ہو گی۔ یہ لوگ اس تنظیم کا ساتھیوں

یعنی کے ساتھ دے رہے ہیں کہ اس براعظم کو سفید فاموں سے قطعی طور پر خالی کرالیں گے۔“

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو! ہمیں الجزاریوں کا تحریر ہو چکا ہے۔“ رینا بولی۔

”لیکن اس ملک کے لوگ تو برطانیہ کی غلامی سے آزاد ہو چکے ہیں۔“ شپرو نے کہا۔

”ٹھیک ہے لیکن اب یہ لوگ اتنے بھولے بھی نہیں ہیں کہ مقابل دام کو نہ پہچان سکیں۔“

جانتے ہیں کہ اب ان پر اقتداری امداد کا جال پھینکا گیا ہے۔ اپنے سرمائے کی زنجروں میں انہیں

جکڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔“ عمران نے کہا۔

”بھکی منٹلہ یہاں سے نکلنے کا ہے.... میں الاقوامی سیاست کا نہیں۔“ رینا بول پڑی۔“

”عمران نے سر ہلا کر کہا۔ ”اور کیا.... اور کیا....!“

”پہلے کس پر فائز کروں باس۔“ جوزف نے اپنا مشین پستول سیدھا کر کے عمران سے پوچھا۔

”ٹھہر جاؤ۔“ دفعٹا ان میں سے ایک چینا۔ سرغندہ کسی رخی سانپ کی طرح اس کی طرف پڑ

”کیوں؟ تمہارے دل میں کیا ہے؟“ اس نے رینا سے سوال کیا۔

جوزف اور جیمسن الرٹ ہو گئے.....

”اپنا ماسک اتارو...!“ رینا عمران کو گھوڑتی ہوئی بولی۔

”تمہیں اس کا حق کس نے دیا ہے۔“ جیمسن بھنا کر بولا۔ عمران تو خاموش ہی رہا تھا۔

رینا کے تینوں ساتھیوں نے بھی رائلیں سیدھی کر لیں۔

عمران نے چپ چاپ اپنا ماسک اتار دیا۔ اور آہستہ سے بولا۔ ”بہت زیادہ عقلمند بننے کی کوشش مت کرو۔“

”تو تم فرانسیسی ہی ہو۔“

”رائفل ہٹاؤ۔“ عمران رائلی کی تال پر ہاتھ مارتا ہوا بولا۔

”اف فوہ... یہ کیا ہونے لگا ہے۔“ سارہ پہلی بار بولی اور جیمسن نے سر ہلا کر کہا۔

”تمہاری آواز تو خاصی دلکش ہے....!“

سر غنہ عمران کو گھوڑے جارہا تھا۔ دفتاً اس نے جوزف سے کہا۔ ”اب تم بھی اپنا ماسک اتار دو۔ خدا کا شکر ہے کہ تم لوگ اپنوں میں سے نہیں ہو۔ اب مجھے اپنے مرنے کا ذرہ برار بھی غم نہ ہو گا۔“

جوزف کچھ نہ بولا۔ عمران کے چہرے پر حماقت طاری ہو گئی تھی۔ اور جیمسن سارہ کو گھوڑے جارہا تھا۔

”چلو... تم دونوں ایک کنارے بیٹھو۔“ دفتاً عمران نے جوزف اور جیمسن سے کہا۔ ”اب بھی لوگ سب کچھ کریں گے۔“

وہ خود بھی وہاں سے ہٹ کر اسٹچ کے قریب جا کھڑا ہوا تھا۔ جیمسن اور جوزف بھی قریب پہنچ گئے۔

”یہ کتیاں منہ لگانے کے قابل نہیں ہوتیں۔“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”دوسرا ٹیلم الٹج معلوم ہوتی ہے۔ بس ذرا سی موٹی ہے۔“ جیمسن نے کہا۔

”میں تو کہتا ہوں بس انہیں جنم میں جھوٹکو... چپ چاپ راستہ ملاش کرو اور نکل چلو۔“

”آن تھا تو اکیلی ہی آتیں..... تین عدد مردوں کو بھی ساتھ لانے کی کیا ضرورت تھی۔“

بھسٹ نے کہا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس معاملے سے بالکل ہی دستبردار ہو گیا ہو۔

وہ پانچوں دور کھڑے انہیں دیکھتے رہے..... عمران اسٹچ پر چڑھ گیا۔ جوزف اور جیمسن نے بھی اس کی تقلید کی۔ اور ہر سر غنہ بری طرح چیختے لگا۔ ”یخچے آؤ... ناپاکو... قرگان گاہ سے اڑو....!“

جوزف نے عمران کی طرف دیکھا۔ اور عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اے بکواس کرنے دے۔ تو کچھ ہے۔ تجھے سڑے بے دیوتاؤں کی قربان گاہ سے کیا سر دکار۔“

”ٹھیک ہے باس.... لیکن ہم خواہ مخواہ اور کیوں چڑھ آئے ہیں۔“ ”ڈر، ابھر طور پر ان کی مگر اپنی کر سکیں گے۔“

”مجھے یہ پانچوں قطعی پسند نہیں آئے۔ اگر ان کے ساتھ مل کر کام کرنا پڑا تو میرا خون ہر وقت کھولتا رہے گا۔“

”دیکھا جائے گا۔“ عمران نے لاپرواہی سے شانے سکوڑے۔

ٹھپپرو، فارگو اور گیسپر نے ان چھ قیدیوں پر تشدد شروع کر دیا تھا اور وہ خاموشی سے سب کچھ برداشت کر رہے تھے۔ ان کے چہروں پر ٹھوکریں ماری جا رہی تھیں۔ ہاتھوں کی انگلیاں کچلی جا رہی تھیں۔ پنڈلیوں پر رائقوں کے کندے مارے جا رہے تھے....

”اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا بآس....!“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”تم وقت نہ ضائع کرو.... راستہ ملاش کرو....!“

”میرا خیال ہے کہ مجھ سے ایک بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے۔“ عمران آہستہ سے بولا۔ ”کیا ہو بآس....?“

”مجھے ان کے آپریشن رووم کو قابل استعمال رہنے دینا چاہئے تھا۔ اگر کسی نے اس دوران ان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تو اس بتاہ کاری سے آگاہ ہو جائے گا۔“

”بھر کیوں بتاہ کر دیا تھا بآس....!“

”مجھے یقین نہیں تھا کہ یہ سب اتنی آسانی سے قابو میں آجائیں گے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ ان کی تعداد بڑھنے سے پائے۔ اس کا محفوظ ترین طریقہ یہی تھا کہ انہیں باہر سے رابطہ قائم کرنے

”تم آخر ہو کیا شے...!“

”اس سوال کا جواب شائد میرا باپ بھی نہ دے سکے۔!“ عمران نے کہا اور احتجان انداز میں
منہ چلاتے ہوئے جیسن کو آنکھ ماری۔

”جیسن نے رینا سے کہا“ کیا ان لوگوں کا اس طرح یہاں پڑا رہنا مناسب ہے۔!“

”پھر کیا کریں...!“

”انہیں سامنے سے ہٹا دو...!“

”ہنا کر کہاں لے جائیں۔!“

”یہیں کوئی ایسی جگہ تلاش کرو...!“

دفتار اشیع بلنے لگا۔ اور رینا اچھل کر پیچھے ہٹ گئی۔ یہ تینوں لڑکھا کر گرے اور اڑھکتے
ہوئے اشیع کے دوسرا سرے کی طرف چلے گئے کیونکہ اشیع کی سطح اسی طرح اوپر اٹھ رہی تھی
جیسے کسی صندوق کا ڈھکن کھل رہا ہو۔ خیمت بھی تھا کہ وہ ایک دوسرا سے کسی قدر فاصلے پر
گرے تھے درنہ سرے تک پہنچنے پہنچنے کی نہ کسی کی ایک آدھ ہڈی ضرور ٹوٹ جاتی۔!



رینا نے اشیع کی سطح کو اٹھنے دیکھا اور بوکھلا کر پیچھے ہٹ گئی۔ ٹھیک اسی وقت ہال میں کسی
کی بھاری ہر کم آواز بھی گونجی تھی۔ ”اپنا اسلیخ فرش پر ڈال دو تم سب مشین گن کی زد پر ہو۔!“
یہ آواز اسی تاریک خلاء سے آئی تھی جو اشیع کی سطح کے اوپر اٹھنے سے پیدا ہوا تھا۔ رینا بڑی
پھرتی سے فرش پر لیٹ گئی۔ جملہ انگلش میں ادا کیا گیا تھا۔ اس کے ساتھیوں نے رائفیں فرش پر
ڈال دیں اور آنکھیں پھاڑے اسی تاریک خلاء کو گھوڑتے رہے۔

”اگر کسی نے بھی اپنی جگہ سے جنبش کی تو چیختے اڑ جائیں گے۔“ آواز پھر آئی۔ ساتھ ہی
اُس خلاء سے دو افراد برآمد ہوئے اُن کے ہاتھوں میں اشیع گئی تھیں۔ زرد فام تھے اور مشرق
بعید کے کسی ملک کے باشندے معلوم ہوتے تھے۔

”اب تم تینوں ان کے ہاتھ کھول دو!“ خلاء سے آواز آئی۔

سے روکا جائے...!“

”خیر! آب کچھ اور سوچو...!“ میں یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ وہ سفید سور میرے ہم
وطنوں کو ٹھوکریں مار رہے ہیں۔ ... تم نے تو کہہ دیا تھا کہ وہ زبان نہیں کھولیں گے اور میں بھی
بھی کہتا ہوں۔!“

”اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ جزل کیوں نے فرانس کے ساتھ یہ خصوصیت بر تی ہی کیوں
تھی۔!“

”میں نہیں سمجھا۔!“

”مجھ پر ان فرانسیسیوں کو مسلط کرنے کی کوشش کیوں کی۔ گویا مجھ پر کلی طور پر اعتقاد نہیں
کر سکتا تھا۔ پھر اُس کے سیکریٹری نے اُسے بھی ڈبل کراس کیا اور سول سائیز میں موسماجیسے لوگوں
سے ہماری ملاقات ہوئی۔!“

”تم شائد یہ کہنا چاہتے ہو بس کہ یہاں کوئی بھی قابلِ اعتقاد نہیں ہے۔!“

”ہو سکتا ہے وہ مجھے ہی قابلِ اعتقاد نہ سمجھتے ہوں۔ تحریکیا نے اپنی ایسی شاعر کی آزمائش کے
لئے مجھے آہ کار بنایا تھا۔ ہر چند کہ میں اس کا مخالف تھا کہ اُس حصے میں جہاز بھیجے جائیں پھر
بھی....!“ عمران جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔ اپنے دیر بعد بولا ”اب یہ میرا ذاتی مسئلہ بن گیا
ہے....!“

جوزف اور جیسن خاموش رہے۔ وہ دونوں ہی کچھ سوچ رہے تھے۔ اُدھر وہ لوگ قیدیوں پر
تشدد کرتے تھک گئے تھے۔ لیکن ان سے کچھ اگلوگا نہیں سکے تھے۔!

رینا بے بی سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ دفتار تیزی سے اشیع کی طرف بڑھی۔ اور
قریب پہنچ کر عمران ہے بولی ”میرا ایکیش ڈیکٹر واپس کر دو...!“

”اوہاں....“ عمران چونک پڑا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں کلائی سے ڈیکٹر کو لئے لگا۔
اُسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ عمران نے جیب سے چمک دار جھالر بھی نکالی اور دونوں چیزوں اسے
تمہارا ہوا بولا ”ہمارے لئے بے حد منحوس ثابت ہوا ہے تمہارا ڈیکٹر....!“

”کیا مطلب...!“

”نہ اس کی نوعیت سے واقف ہوتے اور نہ یہاں اس طرح آپنے۔!“

طرف گولیوں کی بوجھاڑ شروع کر دی..... ان کا لباس عجیب تھا۔ پھرے نہیں دکھائی دیتے تھے۔ صرف آنکھوں کی جگہ پر دوسرا خ تھے۔ سر سے پاؤں تک آہن پوش لگتے تھے۔

شپر، رینا اور سارہ دم بخود پڑے رہے! رینا نے اندازہ لگایا تھا کہ نئے آہن الوں پر گولیاں اثر انداز نہیں ہو سکیں گی اور آب اسے ان تینوں کی عافیت خطرے میں نظر آرہی تھی جو اسٹچ پر سے اب تک ان کا حفظ کرتے رہے تھے۔

دفعاً اسٹچ کی اٹھی ہوئی سطح پھر آہستہ نیچے آنے لگی..... رینا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ پہلے مارے جانے والوں کی دواں تینیں فرش ہی پر ڈپی ہوئی تھیں۔ لیکن لا حاصل وہ ان دونوں آہن پوشوں کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکتی۔!

اسٹچ کی سطح آہستہ آہستہ اپنی اصل پوزیشن میں آئی..... لیکن..... ان تینوں کا کہیں پتا نہ تھا۔ وہ پھر رینا کی طرف مڑے اور انہیں فرش سے اٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ چھ لاشوں اور پانچ بیویش آدمیوں کے درمیان وہ تینوں اس طرح لڑ کھڑا رہے تھے جیسے انہیں بھی اسی انجام کی طرف دھکیلا جا رہا ہو۔

”وہ تینوں کہاں ہیں جن کا ذکر اُس نے کیا تھا!“ ایک آہن پوش نے سرغندہ کی لاش کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ ایمان فریضی تھی۔

”وہ اُسی ڈاکس پر تھے!“ رینا نے اسٹچ کی جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”تم لوگوں نے اگر اپنی جگہوں سے جنسیں بھی کی تو اپنے ساتھیوں ہی کی طرح مار ڈالے جاؤ گے!“

وہ خاموش کھڑے رہے۔ آہن پوش نے اسٹچ کی دونوں جانب والی دیواروں پر نظر دوڑا کی۔ اور پھر چھٹ کے قریب وہ برا و شدن داں رینا کو بھی نظر آگیا جس سے ایک خاصا تند رست آدمی بھی بجنوبی گذر سکتا تھا۔ آہن پوش اپنے داہنے ہاتھ کی پشت منہ کے قریب لا کر کچھ کہنے لگا..... رینا اس کی آواز تو سن سکتی تھی لیکن الفاظ سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسی آہن پوش نے چھلانگ لگائی اور اسٹچ پر پنچ گیا..... لیکن وہ کھڑا نہیں رہا تھا۔ فوراً ہی پنچے کے بل لیٹ گیا تھا۔ پھر اسٹچ کی سطح دوبارہ کسی صندوق کے ذکر کی طرح اوپر اٹھنے لگی حتی کہ اس کا سر چھٹ سے جا لگا۔ رینا اور اس کے ساتھی بے حصہ حرکت کھڑے رہے۔ دوسرے

رینا جہاں گری تھی وہیں پڑی رہی۔ خلاء سے برآمد ہونے والے دونوں افراد نے آنکھ اٹھا کر اسے دیکھا تک نہیں تھا۔ لیکن اچانک اسٹچ کے نیچے والے اندر ہیرے سے اسے بھی مخاطب کیا گیا۔ ”عورت....! تم بھی اٹھو اور اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ جاؤ۔!“

رینا نے اٹھنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ شپر، فارگو، اور گیپر ان وحشیوں کے ہاتھ کھولنے لگے جن پر ذرا ہی دیر پہلے تند کی انہا کر پکھے تھے۔ ان میں سے صرف دو ہی ہوش میں تھے۔ ایک سرغندہ اور دوسرا ایک اور....!

سرغندہ نے اٹھتے ہی چیننا شروع کر دیا..... ”وہ تینوں کہاں میں جنہوں نے لا سکلی نظام کو ناکارہ کر دیا۔ بولو بتاؤ....!“

لیکن رینا اور اس کے ساتھی خاموش رہے۔ سرغندہ نے کچھ اور کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ دوسری طرف الٹ گیا۔ اس کی پیشانی سے خون کا فوازہ چھوٹ رہا تھا۔ پھر یہی حرث اس دوسرے کا بھی ہوا جو ہوش میں تھا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے؟۔ کہاں سے ہو رہا ہے؟۔“ تاریک خلاء سے آواز آئی اور ہر اسٹین بردار دونوں نووارد اسٹچ کی جانب مڑے ہی تھے کہ میکے بعد مگرے وہ دونوں بھی فرش پر گر پڑے اور ان کی پیشانیاں بھی خون اگل رہی تھیں۔

”امتحو! کھڑے کیا دیکھ رہے ہو۔!“ رینا جلدی سے بولی ”ان پانچوں بیویوں کو اپنی اوث بنالو۔!“

لیکن جیسے ہی وہ اس کی ہدایت پر عمل کرنے کے لئے بیویش آدمیوں کی طرف بڑھے۔ تاریکی سے مشین گن کا برست مارا گیا۔ گیپر اور فارگو اچھل کر دور جا پڑے۔ دونوں ہی چھلنی ہو کر رہ گئے تھے!

شپر و بڑی پھرتی سے فرش پر لیٹ گیا! رینا اور سارہ نے بھی بھی کیا۔.... تاریک خلاء سے آواز آئی..... ”تم تینوں اس طرح بھی نہیں بچ سکو گے.... زندگی پا جائے ہو تو بتاؤ.... وہ تینوں کہاں ہیں....!“

وہ کچھ نہ یوں..... ٹھیک اُسی وقت خلاء سے دو آدمی پھر نکلے اور کچھ دور چلنے کے بعد یکخت اسٹچ کی طرف گھوم گئے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی اٹھنے لگیں تھیں۔ انہوں نے اسٹچ کی

ہے اتار کر بیا اور اس کے ساتھیوں کے قریب کھڑا کر دیا گیا۔
”اگر وہ سرگ میں آتا ہے تو ہمیں زحمت کرنے کی ضرورت نہیں۔“ دوسرے آہن پوش
نے کہا ”زیادہ دور نہیں جائے گا....!“

”جیسا تم کہو!“ اس کے ساتھی نے زک رک کر کہا اور اب بھی بُری طرح ہانپ رہا تھا۔
”ہم انہیں لے کر چلتے ہیں! اس کے بارے میں روپورٹ دے دیں گے۔!“

”ان کا کیا ہو گا!“ پہلے آہن پوش نے بیہو ش افریقیوں کی طرف اشارہ کیا۔

”ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔ دوسرے دیکھیں گے۔ ان پانچوں کے ہاتھ باندھ دو اور لے چلو!“
”میں تو بُری طرح تھک گیا ہوں! تم ہاتھ باندھو! میں کور کئے رہوں گا!“

دوسرے نقاب پوش نے بیہو ش آدمیوں کے ہاتھ کھولے اور یکے بعد دیگرے ان پانچوں
کے ہاتھ باندھنے لگا۔ رینا سوچ رہی تھی کہ شامک پھر اسٹچ کی سٹھ اوپر اٹھے گی اور انہیں اسکے نیچے
سے گزار کر کہیں لے جایا جائے گا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ وہ تو انہیں ایک راہب اوری کی طرف لے چلے
تھے۔ روائی سے پہلے دونوں اُن سے دور جا کھڑے ہوئے تھے اور آپس میں سرگوشیاں کرتے
رہے تھے۔

جنیس جور بیا کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا آہستہ سے بولا ”یہ سب کچھ محض تمہاری وجہ سے
ہوا ہے...؟“

”مجھے احساس ہے....!“ رینا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ”مجھے تمہارے ساتھی کا ماںک اس
طرح نہیں اُتے دنالا چاہئے تھا!“

”مجھے تو تم بھی میک آپ میں معلوم ہوتے ہو....!“ رینا نے کہا۔
”تمہارا خیال درست ہے لیکن یہ ماںک نہیں ہے!“

”بھر بھی اصلی رنگت معلوم ہوتی ہے۔ اوہ تمہارا وہ ساتھی کس طرف نکل گیا!“
”میں نہیں جانتا۔ اُس روشنداں سے گزر کر ہم چند نیوں تک پہنچتے تھے۔ اور ہمارا ساتھی
آگے کا راستہ دیکھنے کے لئے زینے طے کرنے لگا تھا۔ ہم اوپر ہی کھڑے تھے کہ اچانک وہ نازل
ہو گیا اور اُب تم ہمیں پھر بھیں دیکھ رہی ہو!“
”اُس نے کسی سرگ میں کاڈ کر کیا تھا!“

آہن پوش کا رخ انہی کی جانب تھا۔ اور اس کی اشیں گن انہیں کو رکر رہی تھی!۔
اس بار انہیں اسٹچ کے نیچے والے خلاء میں روشنی بھی نظر آئی تھی۔ سامنے ہی مشین گن
بھی رکھی دکھائی دی۔ لیکن اس کے قریب کوئی موجود نہیں تھا۔ رینا سوچنے لگی کہ صرف یہ
دونوں تھے اور انہی میں سے کسی نے مشین گن کا برست مارا تھا!۔

پندرہ بیس منٹ گذر گئے۔ لیکن حالات میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ رینا سوچ رہی تھی۔ اگر کسی
طرح اس آہن پوش کو گرا لیا جائے تو کیسی رہے۔ لیکن پھر اسٹچ کے نیچے والے خلاء پر نظر پڑتے ہی
یہ خیال ذہن کے تاریک حصوں میں گم ہو گیا۔ مشین گن کے پاس کوئی موجود نہیں تھا۔ مگر اس
کے عقب والی تاریکی میں کیا کچھ تھا۔ اس کا اندازہ لگانا آسان نہیں تھا۔ اس کے ساتھیوں کی
لاشیں تھوڑے ہی فاصلے پر اونڈھی پڑی ہوئی تھیں۔

اُس نے ان پر اچھتی ہوئی سی نظر ڈالی اور پھر اسٹچ کے نیچے والے خلاکی طرف متوجہ ہو گئی!
اس بار مشین گن کے قریب کوئی کھڑا نظر آیا۔ لیکن روشنی کم ہونے کی بنا پر چہرہ واضح طور پر
نہیں دکھائی دیتا تھا۔ اُس نے اوپری آواز میں آہن پوش سے کچھ پوچھا تھا جس کا جواب اُس نے
الگھش میں دیا اور جواب ہی سے رینا نے سوال کا اندازہ لگایا۔ غالباً اُس نے دوسرے آہن پوش کی
والپسی کے بارے میں پوچھا تھا۔ اور آہن پوش نے نہ صرف جواب دیا تھا بلکہ اسٹچ کی سٹھ کو نیچے
لانے کی تجویز بھی پیش کی تھی!۔

سٹھ آہستہ آہستہ نیچی ہونے لگی اور نھیک اُسی وقت دوسرے آہن پوش کی کھوپڑی دکھائی
دی جو شامک سٹھ پر اونڈھا لیتا ہوا تھا۔ اُس نے ہاتھ ہلا کر اپنے ساتھی کو کسی قسم کا اشارہ بھی کیا
تھا!

اسٹچ کی سٹھ پھر معقول پر آئی۔ رینا کا دل حلقت سے دھڑکنے لگا۔ دونوں سیاہ فام اونڈھے
پڑے ہوئے تھے اور آہن پوش اُن پر اشیں گن تانے قریب ہی کھڑا تھا!

”تیر رکھاں ہے؟“ دوسرے آہن پوش نے اوپری آواز میں پوچھا۔
”شامک وہ سرگ میں اتر گیا ہے! تم انہیں دیکھو۔ اُسے پھر تلاش کرتا ہوں۔“ اس کے ساتھی
نے ہاپنے ہوئے کہا۔ دونوں نے گفتگو کے لئے الگھش استعمال کی تھی!
جو زف اور جنیس کو اٹھنے کا حکم دیا گیا۔ وہ ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے کھڑے ہو گئے انہیں اسٹچ

”خدا جانے... میں نے تو صرف زینے دیکھے تھے۔ ہو سکتا ہے وہ کسی سرگزی کی طرف
جاتے ہوں۔“

”چلو...!“ دفعٹا آہن پوشوں میں سے ایک نے اٹھنے کے ساتھ اپنے گن سے راہداری کی طرف اشارہ کیا
تھا۔

کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ پہلی نظر میں کمرہ ہی معلوم ہوا تھا۔
لیکن حقیقتاً اس کی بناوٹ لفت کی سی تھی۔ دروازہ بند کرتے ہی انہیں احساس ہوا کہ وہ تیزی سے
لپٹے جا رہے ہیں! رینا کو تینی تیز رفتار لفت کا تجربہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ ذرا ہی سی دری میں دل
ڈوبنے لگا! غالباً سب کی بھی کیفیت تھی۔ وہ دیواروں سے لے کر کھڑے تھے!

بالآخر زور کا دھپکا لگا اور لفت زک گئی۔... ذہنوں پر عجیب سامنا ناطاری ہو گیا تھا۔... لفت
کا دروازہ کھلا اور وہ ایک بہت بڑے گیراج میں داخل ہوئے جہاں متعدد گاڑیاں کھڑی نظر آرہی
تھیں۔ لیکن آس پاس کوئی آدمی نہ دکھائی دیا۔

”تمہیں کیا ہو گیا ہے... تم آگے کیوں نہیں بڑھتے...!“ ایک آہن پوش نے درمی
سے کہا۔

”میں سوچ رہا ہوں کہ اس کا فیصلہ یہیں ہو جانا چاہئے کہ کون کس کی ہوگی...!“ درمی
سے کہا۔

”مسخرہ پن سے محظوظ ہونے کے موذ میں نہیں ہوں۔... چلو گاڑی پر۔!“

”میرا دیاں بازوں بہت شدت سے دکھ رہا ہے! میں ڈرائیو نہیں کر سکوں گا اور پھر کیا تم ان
کھوں کو وہاں لے جاؤ گے۔!“

”پھر کہاں لے جائیں...!“

”مردوں کو یہیں بندھا پڑا ہے! دو۔ عورتوں کو لے چلو!“

”میں اس قسم کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔!“

”مردوں کو ختم ہی نہ کر دوں...!“

”شائد تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ انہیں زندہ پیش کرنا ہے۔!“

ایک بڑی گاڑی کی طرف انہیں چلنے کو کہا گیا۔ جوزف نے بھاڑ سامنہ کھوں کر جاہی ل

تھی۔ ادھر گاڑی میں بیٹھ گئے اور ایک آہن پوش نے گیراج کا دروازہ کھولا۔ دوسرا گاڑی کو باہر
کھانے لگا۔ باہر گھری تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔

دوسرا آہن پوش گاڑی کے پچھلے حصے میں قیدیوں کے پاس آبیٹھا۔ گاڑی کی رفتار زیادہ تیز
نہیں تھی۔ اور جھٹکے بھی لگ رہے تھے۔ کسی دشوار گذار راستے پر چل رہی تھی۔

”کچھ بولتے رہو... تم لوگ.... دم گھٹ رہا ہے...!“ رینا نے کہا۔

”بہت دیر سے ایک مسئلے پر غور کر رہا ہوں۔“ جیسن بولا ”وہاں اُس ہال میں چبی کی بدبو دار
مشلمیں کیوں روشن تھیں!“

”بھلاس کی اہمیت کیا ہے کہ تم اُس کے بارے میں سمجھی گی سے کچھ سوچنے پڑھ جاؤ...!“
”سوچنے کی بات ہے محترم رینا...!“

”میں سمجھ گیا تم کیا کہنا چاہتے ہو!“ دفعٹا آہن پوش بول پڑا۔ ”تمہیں اس پر حیرت ہو گی کہ
جب وہاں برتنی وقت سے لفت چلانی جا سکتی ہے۔ تو روشنی کا ہزاروں سال پر انداز نام کیوں برقرار
رکھا گیا ہے...!“

”ہاں! میں بھی جانتا چاہتا ہوں۔!“ جیسن نے کہا۔

”مجھے خود بھی نہیں معلوم ورنہ ضرور بتا دیتا۔“ آہن پوش نے کہا۔

”تم مجھے بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔!“ جیسن بولا۔

”نہیں اتنا زیادہ اچھا بھی نہیں ہوں۔!“

”آخر ہم لوگ کہاں لے جائے جا رہے ہیں۔!“ رینا نے انگلش میں سوال کیا۔

”ہم تمہیں اپنی قیام گاہ پر لے جا رہے ہیں۔ مردوں کو ایک کمرے میں بند کر دیں گے اور تم
”نوں ہمارے ساتھ رہو گی۔!“

”تم ایسا نہیں کر سکتے۔!“ سارہ پھر گئی۔

”مجھ پر اراضی ہونے کی ضرورت نہیں! میں عورتوں سے دور بھاگتا ہوں۔ یہ میرے
ساتھی کی تجویز ہے۔!“

”لیکن آخر ہم اس طرح کیوں گھیرے گئے ہیں۔!“

”یہ بھی میرا ساتھی ہی بتا سکے گا۔ میں شاعر قسم کا آدمی ہوں۔ عالم بیداری میں بھی خواب

”ہمارے ہاتھ کب تک بندھے رہیں گے۔!“ رینا نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔
”خاموش بیٹھی رہو۔ اور ہمارا شکر یہ ادا کرو کہ ہم نے تمہیں زندہ رہنے دیا ہے۔!“

”میں ہاتھ کھولنے کو کہہ رہی تھی ...!“
”ہاتھ بندھے ہی رہیں گے۔!“
”یہ درندگی ہے...!“
”میں درندہ ہی ہوں...!“

رینا کچھ کہنے والی تھی کہ دوسرا آہن پوش واپس آگیا۔ لیکن اُس نے اپنے ساتھی کی طرح اپنے جسم پر سے فولادی خول نہیں اٹا رے تھے۔ اُس کے ساتھی نے حریت سے کہا ”تم کیا کرتے پھر ہے ہو۔!“

”پہلی یہ طے ہو جانا چاہئے کہ کون کس کی ہے....!“
”کیا یہ تو فی کی باتیں کر رہے ہو۔ ارے دونوں ہماری ہیں۔!“
”یہ ناممکن ہے۔!“
”کیوں بکواس کر رہے ہو۔!“

”آہن پوش نے اُس کی گردن پر اشین گن کی نال رسید کر دی اور وہ دھم سے فرش پر اگر۔ پھر دوبارہ نہیں اٹھ سکا تھا۔!

پھر جیسے ہی آہن پوش نے اپنا فولادی خود اٹا را۔ وہ دونوں اچھل پڑیں۔ یہ تو ان دونوں سیاہ فاموں کا حماقت مآب ساتھی تھا۔ اور انہیں احتمانہ انداز میں دیکھے جا رہا تھا۔

”تت.... تم....!“ رینا ہکلائی۔

”اندر بھی ایک آدمی تھا۔ اسے بھی ٹھیک کر آیا ہوں۔!“ عمران نے بڑی سادگی سے کہا اور اسے بڑھ کر رینا کے ہاتھ کھولنے لگا۔ پھر سارہ کے ہاتھ بھی کھول دیئے تھے اور انہیں رسیوں سے بیہوش آدمی کے ہاتھ پیر باندھ دیئے۔

”محبت.... تم نے تو کمال ہی کر دیا۔“ سارہ بولی۔ ”اس سے کس طرح نپتے تھے جو تمہاری تلاش میں گیا تھا۔!“

”لب کیا بتاؤں۔!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”اب اُس کے لئے دل دکھ رہا ہے۔“

دیکھتا رہتا ہوں....!“

جیسن نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اور جوزف تو شروع ہی سے خاموش تھا۔ دیے بھر دوسروں کی گفتگو کے دوران میں دھل اندازی کرنے کی عادت نہیں تھی۔

گاڑی کیساں رفتار سے چلتی رہی۔ پھر شامد پورے ایک گھنٹے بعد رکی تھی۔!

آہن پوش پچھا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔۔۔ اور اشین گن کو جبٹش دے کر ان سے نیچے اترنے کو کہا گیا۔

یہاں بھی اندر ہیرا ہی تھا نیچے اترتے ہی تھوڑے فاصلے پر انہیں مد ہم سی روشنی نظر آئی۔

اسکی عمارت کی روشن کھڑ کیاں تھیں۔ ان سے عمارت کی جانب چلنے کو کہا گیا۔

عمارت مختصر سی تابت ہوئی اور اس کی تغیریں میں کسی سلیقے کو دھل نہیں تھا۔ چھوٹے بڑے ہر قسم کے پھردوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھی۔

عمارت میں پہنچ کر سچ مددوں کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔

”میں لباس تبدیل کرنے جا رہا ہوں....!“ ایک آہن پوش نے دوسرے سے کہا ”تم یہیں ٹھہر دے۔۔۔ پھر تم تبدیل کر آتا۔!“

”ضرور جاؤ....!“ دوسرے آہن پوش کے لہجے میں بیزاری تھی۔ اُس کے چلے جانے کے بعد اُس نے رینا سے کہا ”جو کچھ بھی ہونے والا ہے میں اُسے پسند نہیں کرتا۔!“

”تب تو تمہارے حصے میں آنے والی محفوظ رہے گی۔“ رینا بولی۔

”ویکھو کیا ہوتا ہے ایں ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا۔!“

”ہمیں کس کے سامنے پیش کیا جائے گا۔!“

”فی الحال تو ہماری ہی پیشی میں ہو۔ دیے میں پھر بتاتا ہوں کہ میرا ساتھی ہی سب کچھ جانتے۔ میں بہت کم ہوش میں رہتا ہوں۔!“

تھوڑی دیر بعد دوسرا آہن پوش واپس آگیا۔ وہ نسل اکسی سفید فام قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اب سفید قمیض اور سفید چلوں میں ملبوس تھا۔

”اس کے آتے ہی دوسرا آہن پوش اٹھ گیا۔ اُس کے ساتھی نے کہا۔ ”جلدی کرو۔!“

وہ کچھ کہے بغیر چلا گیا۔

”اوہ... شائد وہ ہوش میں آ رہا ہے!“ پھر ورنے نوگ فار کی طرف دیکھ کر کہا۔
وہ آہستہ آہستہ کراہ رہا تھا۔ پھر اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ اٹھنے کی بھی کوشش کی تھی۔
لیکن ہاتھ پیر تو جڈے ہوئے تھے!

”تم لوگوں کو کچھ تناپڑے گا!“ وہ غصیلی آواز میں بولا۔ پھر اُس کی نظر عمران پر جم گئی!

”یہ کون ہے...!“

”میں وہی ہوں جس نے تمہاری گردن پر دار کیا تھا! چاہتا تو گوئی بھی مار سکتا تھا۔ اسی لئے
میں اول درجے کا یہ قوف کچھ جاتا ہوں۔ اور میں وہی تیسرا آدمی ہوں جو تمہاری گرفت میں
نہیں آ سکتا تھا!“

اس کی آنکھوں میں اٹھن کے آثار دکھائی دیئے پھر اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ ایسا معلوم
ہوتا تھا جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔ تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھولیں اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”تو تم
نے میرے ساتھی کو مار ڈالا تھا اور اُس کے بلٹ پروف خود پہن لئے تھے۔“

”تم ٹھیک سمجھے ہو... اور ہم سب وہاں اس مسئلے پر غور کرنے کے لئے اکھتا ہوئے تھے کہ
آخر وہاں چربی کی مشتعلیں کیوں جلائی گئی ہیں جبکہ بھلی کا تناعمدہ نظام موجود ہے!“

سفید فام نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اُسے دیکھا تھا اور نچلا ہونٹ دانتوں میں دبایا تھا۔
”اس طرح کیا دیکھ رہے ہو۔“ عمران احتقان انداز میں بولا۔

”تم صرف یہی معلوم کرنے کے لئے وہاں آئے تھے!“
”اور کیا! حیرت انگیز واقعہ ہے۔ جہاں افت چل کے وہاں بلب بھی روشن کئے جاسکتے
ہیں۔ آخر بدوار مشتعلیں کیوں...?“

”اُف فوہا توبخوا مخوا اتناخون خرابہ ہوا!“ سفید فام پر تاسف لبھے میں بولا۔
”یعنی اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ ہم کیا چاہتے ہیں تو تم ہمیں اس راستے آگاہ کر دیتے!“
”اور کیا اتنی جانیں کیوں ضائع ہوتیں...!“

”چلواب بتا دو... ورنہ تمہاری جان بھی ضائع ہو جائے گی...“ پھر دبول پڑا۔
”وہ ایک قدیم قربان گاہ ہے۔ جسے ہم اپنے مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کرتے ہیں۔
مقامی باشندے جو وہاں لائے جاتے ہیں انہیں علم نہیں کہ وہاں جتنی بھی حیرت انگیز باقاعدہ ظہور

بیچارے کی آنکھ میں پستول کی نال مخونس کر فائز کرنا پڑا تھا!“

”اُرے تو اب اُن بیچاروں کو بھی رہائی دلاؤ۔“ رینا نے کہا۔

”میرے والے قطعی بیچارے نہیں ہیں۔ تمہارا ہو گا بیچارا۔ اچھی بات ہے جاز ہا ہوں۔ انہیں
بھی لئے آتا ہوں!“

عمران وہاں سے چلا گیا۔ اور سارہ بولی ”مجھے تو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا۔ عجیب آدمی
ہے!“

”ہے تو...“ رینا سر ہلا کر بولی۔ ”ہماری زبان کے لہوں پر قادر ضرور ہے لیکن مجھے تو
فرانسیسی نہیں معلوم ہوتا!“

”کوئی بھی ہو... ہمارے لئے تو فرشتہ رحمت ثابت ہوا ہے!“

”پتا نہیں اب ہم کہاں ہیں۔ کی گول میدان سے کتنی دور...!“

”صح ہونے دو، شائد دو نوں سیاہ قام آدمی بتا سکیں!“

”آن میں سے ایک سیاہ قام نہیں ہے!“

”اس کا بھی ما سک کیوں نہیں اتر او یا تھا۔“

”وہ ما سک میں نہیں.... میک اپ میں ہے... وہی جو دبلا پڑلا ہے!“

”اوہ.... وہ.... وہ بھی اچھی خاصی فریض بول سکتا ہے...!“

عمران کے ساتھ صرف شپر دو اپس آیا تھا۔

”تمہارے آدمی کہاں ہیں!“ رینا نے پوچھا۔

”کچن میں چھوڑ آیا ہوں انہیں.... بھوکارہ کرات نہیں گزار سکوں گا!“

”دوسرा آدمی کہاں ہے...!“ رینا نے پوچھا۔

”تمہارے لئے بیکار ہے اُس سے کچھ معلوم نہیں کر سکو گی۔ کیونکہ وہ ایک گونگا سیاہ قام
آدمی ہے...!“

”ہو سکتا ہے کچھ اور لوگ بھی اس عمارت سے متعلق ہوں اور کسی وقت بھی آ جائیں!“

”دیکھا جائے گا!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میرا ایک آدمی کچن میں ہے اور دوسرا بہر مگر ان
کر رہا ہے۔ غفلت میں نہیں مارے جا سکیں گے۔ مطمئن رہو!“

”مزید غور کئے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا!“ عمران نے کہا۔
 ”مجھے اس طرح باندھ رکھنا تم سہوں کیلئے بے حد خطرناک ثابت ہو گا!“
 ”وہ کس طرح!“
 ”میں یہاں اس عمارت میں تھا نہیں ہوں!“
 ”اُس گونگے کو بھی ہم نے قابو میں کر لیا ہے۔ بے گفر ہو!“
 ”تم نہیں سمجھ سکتے کہ کیا کر بیٹھے ہو!“
 ”ارے بھی! تم لوگ بھی تو کچھ بولو!“ عمران نے نے دوسروں کی طرف دیکھ کر کہا۔
 ”میں ہی کہاں تک سرمادوں!“
 ”ہم بھی اس پر متفق نہیں ہیں کہ کوئی سمجھوتہ ہوئے بغیر کسی قسم کی رعایت دی جائے۔“
 رینا نے کہا ”ویے تم جو مناسب سمجھو!“
 ”خالی پیٹ شیطان کا گھر ہوتا ہے۔ لہذا ہمیں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے۔ پہلے پیٹ بھر لیں!“ عمران بولا۔
 رینا عمران کو دوسرے کمرے میں چلنے کا اشارہ کر کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ عمران آہستہ آہستہ اُس کے پیچھے چل رہا تھا۔ دوسرے کمرے میں پہنچ کر وہ اُس کی طرف مڑی اور بولی ”شامد ہم وقت ضائع کر رہے ہیں!“
 ”مجھے تو ابھی تک اُس کی اطلاع نہیں ملی!“
 ”تم سمجھتے کیوں نہیں... وہ ہمیں کس ارادے سے لایا تھا اور اب کیسی باتیں کر رہا ہے!“
 ”سخت نالائق معلوم ہوتا ہے!“
 ”یا مطلب....!“
 ”اُسے چاہئے کہ اُب باقاعدہ طور پر تحریری درخواست پیش کرے!“
 ”لیا بک رہے ہو....!“ رینا بھڑک اٹھی۔
 ”مُم.... مطلب یہ کہ کچھ نہیں! میں پہلے ہی کہہ رہا ہوں کہ پیٹ بھرے بغیر کام نہیں چلے گا۔ کم از کم میں تو جو کس کے عالم میں کوئی ذہنگ کی بات سوچ ہی نہیں سکتا!“
 ”تو جتنی جلدی ممکن ہو اپنا پیٹ بھرلو!“

پذیر ہوتی ہیں وہ بر قوت کی رہیں منت ہیں۔ وہ اُسے روحوں سے منسوب کرتے ہیں اور قربان گاہ کے وفادار ہو جاتے ہیں۔ قربان گاہ سے جاری ہونے والے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔ اس قربان گاہ کے توسط ہی سے ہماری تحریک کالوں میں جڑ پکڑ رہی ہے۔ ان کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے کہ وہ سب بر قوت اتنا کے کھیل ہیں!“

”لیکن جنہوں نے ہمیں گھیر اتحادہ بھی تو کالے ہی تھے.... اور وہاں کالا سکلی نظام انہی کی تحولی میں تھا!“
 قیدی ہنس پڑا.... اور کسی قدر بچکا ہٹ کے ساتھ بولا۔ ”وہ سیاہ فام نہیں تھے.... سیاہ فام بنائے گئے تھے!“

عمران بڑی تیزی سے اپنی پیشانی پر ہتھیلی رکھے ڈال رہا تھا۔ اُسے مسوہ اور کیپٹن بگاں یاد آئے۔ جنہوں نے انتہائی درجے کا تشدد برداشت کرنے کے باوجود بھی اپنی تحریک کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ مسوہ تشدد برداشت کرتے کرتے مر بھی گیا تھا۔ چونکہ انہیں مذہب کے توسط سے اس جاہ میں بچانسا گیا تھا اسی لئے ان کی زبانیں نہیں کھلوائی جاسکی تھیں۔ وہ قربان گاہ کے وفادار تھے! اس قربان گاہ کے وفادار تھے جہاں اُنکے بزرگوں کی روحلیں آیا کرتی تھیں۔
 وہ سب خاموش تھے اور قیدی انہیں عجیب نظر و نظر و نظر سے دیکھے جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا ”تم لوگ کہیں سے آئے ہو۔ کسی کے بھی ایجنت ہو، لیکن ہو سفید فام ہی۔ اس لئے تمہیں ہمارے مشن سے ہمدردی ہونی چاہئے!“

”اگر تمہارا مشن ہم پر واضح ہو جائے تو ہم اس پر بھی غور کر سکتے ہیں!“ عمران بھی بولا۔
 ”ہم افریقہ کو سفید فاموں ہی کی گرفت میں رکھنا چاہئے ہیں لیکن دو بڑی طاقتیوں کی باہمی چیقلش کی بناء پر ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ یہ ناممکن نظر آ رہا ہے!“

”تمہاری بات کچھ کچھ سمجھ میں آ رہی ہے!“
 ”ہر سمجھدار سفید فام ہم سے متفق ہو جائے گا!“
 ”کیا خیال ہے!“ عمران نے رینا کی طرف دیکھ کر کہا۔
 ”بات سمجھ میں آنے والی ہے! لیکن اس پر مزید غور کرنا پڑے گا!“
 ”ضرور غور کرو۔ ہم کسی کو کسی بات پر مجبور نہیں کرتے۔ خراب میرے ہاتھ پر کھول دو!“

تو چور چور ہو جاؤ گے۔!
”مجھے ایسی ہی جسامت والی عورتیں پسند ہیں....!“
”تم یہاں عورتیں پسند کرنے نہیں آئے۔!
”سامنے پڑ گئی ہے تو پسند بھی آئے گی جتنا بھی.... میرے بیویا دی حقوق سلب نہ فرمائے یور
بیوی پلیز....!“
”آلو کھاؤ آلو۔ زیادہ اونچے اڑنے کی کوشش نہ کرو۔!
”یہ تم کس زبان میں گفتگو کر رہے ہو۔“ رینا عمران کو گھوڑتی ہوئی بولی۔
”کتنی بار یہ سوال دہراوی گی۔ یہ ہماری اپنی اختراع ہے۔ ابھی ہم نے اسے کوئی نام نہیں دیا۔“
”فضول با توں میں وقت ضائع کر رہے ہو! میں نے کہا تھا کہ اس کے بارے میں کچھ سوچ۔“
اشارة قیدی کی طرف تھا! تھیک اسی وقت قیدی سر اٹھائے بغیر بولا۔
”اگر تم لوگ مجھے مار بھی ڈالو تو یہاں سے نکل کر اپنی دنیا میں واپس نہیں پہنچ سکو گے۔!
”ہم خود ہی واپس نہیں جانا چاہتے۔ وہاں رکھا ہی کیا ہے۔“ جیسن نے کہا اور عمران کی
طرف داد طلب نظرؤں سے دیکھنے لگا۔
”تم لوگ بیچھتا گے۔ اگر میرے مشورے پر عمل نہ کیا۔“ قیدی نے بھرائی ہوئی آواز میں
کہا۔ ”تمہاری یہاں موجودوں کا علم اسی وقت مرکز کو ہو گیا ہو گا جب تم نے یہاں قدم رکھا تھا۔“
”تو پھر کوئی نہ کوئی مرکز سے چل ہی پڑا ہو گا۔!
”میں اس معاملے میں اس حد تک باخبر نہیں ہوں۔!
”پھر تمہیں اتنی خود اعتمادی سے بات ہی نہ کرنی چاہئے۔!
کھانے سے فارغ ہو کر عمران نے اس کے ہاتھ دوبارہ باندھ دیئے اور تجویز پیش کی کہ
بڑی باری سے سب لوگ سوتے جا گتے رہیں۔

رات اسی طرح گزر گئی تھی اور کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ دوسرا صبح انہیں عمارت
کے محل و قوع سے آگاہی ہوئی تھی۔ خشک چنانوں کے درمیان اس کی تعمیر ہوئی تھی۔ چنانوں
کے اس سلسلے کے نیچے ہی سے گھٹا جنگل دور تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ لیکن ان سے اتر کر جنگل تک
پہنچنااظہر نا ممکن معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ یہ چنانیں بالکل سیدھی کھڑی ہوئی تھیں۔ عمران نے

آدھے گھنٹے بعد وہ کھانے کی میز پر تھے! قیدی کے ہاتھ کھول دیئے گئے تھے اور اسے بھی
سامنے ہی بٹھایا گیا تھا۔ جوزف نے گوئے سیاہ قام آدمی کو پہلے ہی کھلا پلا دیا تھا۔ اور ایک الماری سے
وہ سکی کی بو تیلیں برآمد کر کے سخت نفس امارہ ضبط کر لی تھیں۔ اور اب کھانے کی میز پر باتیں بارہ
تھیں۔ عمران نے اسے غور سے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں تشویش کے سائے لہرانے لگے۔
”تو بہت چک رہا ہے۔!“ بالآخر موضوع پر اظہار خیال کر دیا۔
”خوشی کی رات ہے باس! میر اخسارہ پورا ہو گیا۔!“ جوزف نے بڑے ادب سے کہا۔
”تو اسے خوشی کی رات کہہ رہا ہے۔ آخر کس بناء پر...!“
”دو چاروں اور زندہ رہ جاؤں گا۔!“
”میں سمجھا! غالباً تو نے اپنی کوئی ضرورت غیر متوقع طور پر پوری کر لی ہے۔!
”تمہارے علاوہ مجھے اور کون سمجھ سکتا ہے باس! لیکن میں اس میں کسی کو بھی حصہ نہیں
لگانے دوں گا۔!
”بس! اس موضوع پر بات ختم۔!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

رینا نے قیدی سے پوچھا۔ ”یہاں سے ہم کہاں لے جائیں گے۔!
”اگر کہیں نہ جانا چاہو تو یہاں بھی رہ سکتے ہو۔ کسی کو کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ البتہ اب اپنی دنیا
میں تمہاری واپسی ناممکن ہے۔!
”ہمارا مصرف کیا ہو گا؟“ شیپرو نے پوچھا۔
”ہم تمہیں اپنی آئینڈیا لوچی کی تعلیم دیں گے۔!
”یہ معلوم کئے بغیر کہ ہم کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔!
”ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم تو تمہیں زیر ولینڈ کا شہری بنانے کی کوشش کریں
گے۔!
”یہ کام تو تم فوری طور پر شروع کر دو۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”یہ اتنا وقت لینے کی کوشش کر رہا ہے کہ اس کے کچھ اور ساتھی بھی یہاں آ جائیں۔“ سارہ
بولی اور جیسن اسے پیار بھری نظرؤں سے دیکھنے لگا۔
”یہ کیا ہو رہا ہے۔!“ عمران نے اسے اڑو دیں ٹوکا۔ ”اپنے حواسوں میں رہنا اگر تم پر گرپڈی

"تمہاری اپنی حماقت سے مارے گئے تھے۔ بہر حال میری ہی وجہ سے تم تینوں بچے گئے ہو۔!"
"ہمیں اس کا اعتراض ہے۔" سارہ بولی "اور تمہاری ہی وجہ سے ہم پر کوئی جر بھی نہیں ہو سکتا!"

"مگر تم اس قدر بیویوں کیوں نظر آتے ہو۔!" شپر و نے ہنس کر پوچھا۔
"یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے تمہارا نہیں۔ ویسے تم لوگ میرے خلاف ٹکوک و شہباد ہی میں بیٹا رہو گے۔!"

"تم نے اپنا کیا نام بتایا تھا۔!" رینا نے اس کی بات کو نظر انداز کر کے پوچھا۔
"آلی سوران....!"

"پہلے تم مرآشی تھے۔ پھر بیویوں کے باشندے ہو گئے۔!"
"دن بھر میں کئی ملک مجھے پسند آتے ہیں۔!"

"تمہارے ساتھی نے شراب کی ساری بو تکوں پر قبضہ کر لیا ہے۔" شپر و نے ناخوشگوار لمحے میں کہا "ہمیں بھی ضرورت ہے۔!"

"اس سے چھین کتے ہو تو چھین لو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔!"
"ہم بھگڑا نہیں کرنا چاہتے۔!" رینا بولی۔

"میں کو شش کروں گا کہ وہ تمہیں بھی حصہ دار بنالے۔!"

"ہل تم نے یہ کس بنلوپر کہا تھا کہ ہم لوگ تمہارے خلاف ٹکوک و شہباد ہی میں بیٹا رہیں گے۔"
"اس لئے کہ زیر ولینڈ کی سب سے بڑی عورت مجھ سے فلرت کرتی رہتی ہے۔!"

"اوہو....!" رینا نے طنزیہ انداز میں آنکھیں چکائیں۔ "بھلا دو کون ہے؟"
"ٹی ٹھری بی۔.... ٹھری سی۔ مکبل بی آف بی ہیڈ۔"

"خوب.... تو تم اس کیا نام جانتے ہو۔!"

"اکی لئے بیہاں پایا جاتا ہوں۔ ورنہ کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے تھے مجھے میں۔!"
"وہ تم سے فلرت کرتی ہے۔!"

"تم دیکھ لو گی۔!"
"میں نے تمہارا نام پہلے کبھی نہیں سن۔!"

اپنے تھیلے سے دور میں نکالی اور گردوبیش کا جائزہ لینے لگا۔ جوزف اور نیمسن کو اس نے اس راستے کی گرفتاری کرنے کی تاکید کی تھی۔ جس سے وہ بچھلی رات عمارت تک آئے تھے۔ قیدی بدستور قیدی تھا اور اب اس نے اپنی زبان قطعی بند کر لی تھی۔ عمران کا خیال تھا کہ انہیں جو کچھ بھی کہا ہے جلد کڑا لیں۔ ورنہ پھر کسی دشواری میں پڑیں گے۔!

"ہمیں علم نہیں ہے کہ ہم کہاں ہیں۔!" رینا بولی "اس نے بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھا چاہئے۔!"

"اورہر قدم اٹھایا تو دھڑام سے یچے گئیں۔!" عمران نے چڑاں کے سرے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"تم میری سمجھ میں ابھی تک نہیں آئے۔" رینا بھنا کر بولی۔
"تمہاری سمجھ میں آیا ہوں یا نہیں۔!" عمران نے بیک وقت سارہ اور شپر و سے پوچھا۔

انہوں نے انکار میں سر ہلا دیا۔
"اچھا تو سمجھنے کی کوشش کرو۔!"

"کیا یہ ضروری ہے۔!" سارہ ہنس کر بولی۔
"ان سے پوچھو۔!" عمران نے رینا کی طرف دیکھ کر کہا۔ "نہ سمجھ پانے کا شکوہ کیا تھا انہوں

نے! ارے تم لوگ زیر امین کی ملاش میں آئے ہو۔ مجھے سمجھ کر کیا کرو گے۔!"
"ہمیں زیر امین سے کوئی سر دکار نہیں۔....!" رینا نے خشک لمحہ میں کہا۔

"یہ تو کہہ رہی تھیں کہ جلد اسے دیکھ لینا چاہتی ہیں۔!" عمران نے سارہ کی طرف اشارہ کیا۔!

"ہمارا مسئلہ زیر امین نہیں ہے۔!"
"پھر کیا مسئلہ ہے۔!"

"وہ طیارے جو ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں بکھر گئے۔!" رینا اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔
"لیکن مجھے صرف تم لوگوں سے سر دکار ہے اور کسی چیز کے بارے میں کچھ نہیں جانتا مجھ سے یہ کہا گیا تھا کہ ہر معاملے میں تمہاری مدد کروں۔!"

"ہمارے دوسرا تھی مارڈا لے گئے تم نے کیا کیا۔!" شپر و بول پڑا۔

وہ ٹھنک گئے اور پھر آواز کی جانب مڑے۔۔۔ تین راکٹیں ان کی جانب اٹھی ہوئی
ہیں۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سروں پر رکھ لئے۔ سب سے پہلے عمران آگے بڑھا
”اوہو۔۔۔ کیپشن مشاہد۔ خوش آمدید!“ عمران نے کہا۔ مجھے تو چن نہیں تھی کہ تم سے
دوبارہ ملاقات ہو سکے گی!“

سیاہ قام کچھ نہ بولا۔ اُس کی آنکھوں میں اضھال کی ہی کیفیت نظر آنے لگی تھی۔
وہ انہیں اندر لائے اور اُس کمرے میں بخادیا جہاں ان کا پہلا قیدی ایک کرسی پر رسیوں سے
بلڑا ہوا تھا۔

”ہم بڑی مخلقوں سے اپنی جانیں بچا کے ہیں کیپشن مشاہد۔“ عمران نے کہا۔
”جزل کیونے تم سے ہر گزیہ نہیں کہا تھا کہ مہماںوں کا خیر مقدم کی گلوکے میدان میں کیا
جائے!“

”تم کیا چاہتے ہو۔۔۔!“ مشاہد نے تردد کی آواز میں پوچھا۔
”فی الحال مجھے اُس زرعی پروجیکٹ کے بارے میں بتاؤ جو پورشیا نامی عورت کے زیر غردنی
بھیل کو پہنچایا جا رہا ہے۔۔۔!“

”مجھے زرعی منصوبوں سے کیا سروکار۔ میں ان سے قطعی لाउم ہوں۔“
”مجھے تشدید پر مجبورہ کرو۔۔۔!“

”تمہاری مرضی اعتبار کرو دیاں کرو۔!“
”جادوگر موکاڑی کے بارے میں ہی کچھ نہ جانتے ہو گے۔!“

”اس کے متعلق کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔!“

”وہ گوئے اور بھرے آدمیوں کی تلاش میں کیوں رہتا ہے۔!“

”مجھے اس کا علم ہے کہ وہ ایسے آدمی کہاں بھیجا ہے۔ لیکن مقصد کا مجھے علم نہیں ہے۔“
”کہاں بھیجا ہے۔!“

”وسری دنیا میں۔!“

”کیا بات ہوئی۔!“

”میں نے یہی سنا ہے کہ وہ انہیں قتل کر دیتا ہے! لیکن ابھی اس کا کوئی واضح ثبوت نہیں مل

”ضروری نہیں ہے کہ تم میرا نام بھی سنو۔!“
دفعہ نیمسن دکھائی دیا جوانہ کی طرف دوڑا آرہا تھا۔ قریب پہنچ کر ہانپتا ہوا بولا ”ایک گاڑی
 غالباً اور ہر ہی آرہی ہے۔!“

”جوزف اوٹ میں ہے نا۔!“ عمران نے پوچھا۔
”جی ہاں۔۔۔ نیچے سے دیکھا نہیں جا سکتا۔!“
”کیا بات ہے۔!“ رینا نے پوچھا۔

”راتے پر ایک گاڑی دیکھی گئی ہے جو غالباً اسی عمارت کی طرف آرہی ہے۔“
”یہاں سے تو ہم دیکھ لئے جائیں گے۔!“ رینا نے کہا۔
”اُدھر ہی چلو۔ عمارت کے آس پاس پھنسنے کے لئے بہت جگہیں ہیں۔!“
وہ تیزی سے عمارت کی طرف بڑھے۔ نیمسن کی نظر خصوصیت سے سارہ پر تھی۔ اُس کے
چلنے کے انداز سے محظوظ ہو رہا تھا۔

”آنکھیں نیچی کرو ناہنجار۔۔۔!“ عمران آہستہ سے بولا۔
”آپ مجھے زندہ بھی رہنے دیں گے یا نہیں۔!“

”اُرے تو کیا اس کے بغیر مر جاؤ گے۔!“
”اب غریب الوطنی میں آنکھیں بھی بند کر لوں۔!“

”یہ اُس قسم کی عورتیں نہیں ہیں جن سے تمہاری جمالیاتی حس کی تکمیل ہو سکے۔!
”تم دونوں پیچھے کیوں رہ گئے ہو۔ جلدی کرو۔!“ رینا مز کر بولی۔

”یہ میرا ساتھی عورتوں کے پیچھے ہی رہنا پسند کرتا ہے۔!“ عمران نے رینا کے قریب پہنچ کر
کہا۔

مارت کے سامنے ہی وہ چند بڑے پھرود کے پیچھے چھپ گئے۔ تھوڑی دیر بعد کسی گاڑی
کے انجن کا شور سنائی دیا تھا۔ اور پھر گاڑی بھی سامنے آگئی تھی۔ عمارت کے قریب زک گئی اور
انجن بند کر دیا گیا۔

دو آدمی اترے۔ ان میں سے ایک سیاہ قام تھا اور دوسرا یورپین معلوم ہوتا تھا۔
”خبردار! جہاں ہو! وہیں مٹھرہو۔!“ عمران نے اوپری آواز میں کہا۔ اور اپنے ہاتھ سر پر رکھا۔

”یہ تو بالکل ہی ناممکن ہے۔ جو اس طرف ہیں ان کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے کہ اُدھر کیا ہے اور کہاں ہے؟“

”یہاں سے جنگل میں پہنچنے کا راستہ بتاؤ!“

”میری پہنچ ہمیشہ یہیں تک رہتی ہے۔!“

”اسے تو علم ہو گا!“ عمران نے کرسی سے جکڑے ہوئے قیدی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”ایسے پوچھ لو۔ میں نہیں جانتا!“

عمران نے قیدی کو گھورتے ہوئے پوچھا ”کیا خیال ہے؟“

”اگر تمہیں جنگل میں پہنچنے کا راستہ معلوم ہو جائے تو تم ہمارے ساتھ کیا برتاؤ کرو گے۔“

”بہت اچھا سوال ہے!“ عمران سر ہلا کر بولا اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا ”ہم اپنا سامان لئے بغیر جنگل میں داخل نہیں ہوں گے۔“ شپر و بولا۔

”سامان تو پتہ نہیں کہاں پہنچا ہو گا!“ عمران نے پہنچنے کا راستہ بتا دیا۔

”جب یہیں کو پہنچ آئے تھے تو تم نے کہا تھا کہ سامان ان کے ہاتھ لگ گیا ہو گا۔“ رینا بولی۔

”اچھا تو پھر۔“

”بہتر یہی ہو گا کہ پہلے کی گوما ٹیکیں۔!“

”یہ مسئلہ غور طلب ہے اس لئے فی الحال ان دونوں کو بھی یہیں روک کر کھا جائے۔!“

عمران نے کہا اور مشامبا میں سوال کیا ”تم یہاں کیوں آئے تھے؟“

”ظاہر ہے کہ تمہیں لوگوں کے لئے آیا تھا۔!“

”اگر ہم ہی قیدی ہوتے تو تمہارا رویہ کیا ہوتا!“

مشامبا کچھ نہ بولا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے اس سلسلے میں کوئی نیا جھوٹ تراشنے کی فکر میں ہو۔ اس کا یورپین ساتھی بھی اُسے بہت غور سے دیکھنے لگا تھا۔

”بب..... بب....!“ مشامبا ہکایا ”ہم سے یہی کہا گیا تھا کہ تمہیں یہیں قیدر کھا جائے۔!“

”تم مجھ نہیں بول رہے ہو.....!“

”اچھا تو تم ہی بتاؤ کہ ہم یہاں کیوں آئے تھے؟“

”چلو تسلیم کر لیا کر تم مجھ بول رہے ہو۔ اب یہ بتاؤ کہ تم احکامات کس سے حاصل کرتے ہو۔!“

”میا قتل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مقتول کا بلڈ گروپ پہلے ہی معلوم کر لیا جائے۔!“

”تم شائد مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ پھر اس مسئلے پر بات کرنے سے کیا حاصل۔!“

”یہ کون ہے؟“ عمران نے یورپین کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”صرف نام جانتا ہوں۔ بیک گراؤ نہ سے واقف نہیں ہوں۔!“

”بہر حال۔ تمہاری اسی تنظیم سے تعلق رکھتا ہو گا۔!“

”ایسی سے پوچھ لو۔ میں کچھ نہیں جانتا!“

”یہ تو شائد تم سے بھی زیادہ لا علم ثابت ہو۔!“

مشامبا کچھ نہ بولا۔ لیکن سفید فام آدمی نے کہا ”ان خضول باتوں میں کیا رکھا ہے اگر تم چاہو۔ تو تمہیں جزل کیوں کے پاس والپس بھجوایا جاسکتا ہے۔!“

”شکریہ! ہم خود ہی کسی نہ کسی طرح پہنچ جائیں گے۔“ عمران خشک لہجے میں بولا۔

”خوش فہمی ہے تمہاری۔ ہماری مدد کے بغیر تم یہاں سے نہیں نکل سکتے۔!“

”اس مسئلے پر باتیں نہ کرو۔ کیا تم پورشیا سٹنگلن کو جانتے ہو؟“

”میرے لئے یہ نام بالکل نیا ہے۔!“

عمران نے رینا کی طرف دیکھا اور بولا ”کیا خیال ہے! اب تینوں کو گولی مار دی جائے ہماری کسی کام کے نہیں ہیں۔!“

”جیسا تم مناسب سمجھو۔!“

”یہیں ختم کر دیں یا باہر لے جائیں۔!“

”شوک سے ہمیں مار ڈالو۔“ مشامبا بولا ”لیکن اس کے بعد یہیں ان پتھروں سے سر گکرانے پھر دے گے۔!“

”پتھروں سے سر گکرانا میری ہابی ہے! سوال یہ ہے کہ تمہیں زندہ چھوڑ دینے سے یہیں نافائی کا نہ ہو گا۔!“

”کہہ تو دیا ہے کہ تمہیں کی گوما پہنچا دیا جائے گا یا جہاں کو گے۔!“

”ہمیں وہاں پہنچا دو جہاں سے طیارے تباہ کئے گئے تھے۔!“

”اُدھر ہی سے جس طرف سے یہ دونوں آئے تھے۔ لیکن وہ مارچ کر رہے ہیں۔ گاڑیوں پر نہیں ہیں!“

”تم سب رائفلیں اٹھاؤ!“ عمران نے رینا سے کہا۔ ”ہم آگے بڑھ کر انہیں روکیں گے جلدی کرو...!“

”مہاں! اُس کی پیشکش قول کر لیتے!“ وہ عمارت کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ ”اور اگر وہ دھوکا دیتا تو کس سے فریاد کرتا۔ تم تو مجھے کسی چرچ کی منظہ معلوم ہوتی ہو۔ پتا نہیں اس پیشے میں کیوں آگئیں!“

”رینا ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑھ رہا تھا۔ عمران صاف نہ سن سکا۔“



پورشا یورپلٹن انہیں ٹرک سے اترتے دیکھ رہی تھی۔ سب کے سب سیاہ قام تھے اور لباس سے کہیوں میں کام کرنے والے مزدور معلوم ہو رہے تھے۔

پھر انہیں جانوروں کی طرح ایک طرف ہاپک دیا گیا۔ جب وہ نظروں بے او جھل ہو گئے تو غیر قام ٹرک ڈرائیور پورشا یورپلٹن کے قریب آکھڑا ہوا۔

”کیا خبر ہے....!“ پورشا نے اُس سے پوچھا۔

”مواکازی کہتا ہے کہ اس کھیپ کے بعد مزید گونگے فراہم نہ کر سکے گا!“ ”میں سمجھتی ہوں۔ اُس گونگے کے ہپتال سے فرار ہو جانے کے بعد سے کھیل بگڑ گیا ہے۔

”کارکاری جاسوس خاص طور پر گونگوں پر نظر رکھ رہے ہیں!“

”مواکازی یہی کہہ رہا تھا مادام۔!“

”خیر کوئی بات نہیں ہے۔ دیکھا جائے گا!“ پورشا نے کہا اور ایک طرف چل پڑی۔ جھونپڑوں کے درمیان سے گذرتی ہوئی اُس عمارت میں داخل ہوئی جسے تجربہ گاہ کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا تھا۔

ایک کمرے کے سامنے رُک کر اُس نے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھلا اور جس نے

مشابمانے طویل سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں۔ اُس کا یورپین ساتھی نہ جانے کیوں اُسے قہر آؤ دن نظروں سے گھوڑے جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے آنکھیں کھولیں اور اس طرف چاروں طرف دیکھنے لگا جیسے اچانک کسی اجنبی ماحول میں بیٹھ گیا ہو۔

”کیا خبر ہے!“ عمران اُس کے چہرے کے قریب ہاتھ ہلا کر بولا۔

”میں کہاں ہوں...!“ مشابمانے تحریر انداز میں پلکش جھپکا گئیں۔ شہزادے نے تھوڑہ لگایا۔

”اب انہیں بند ہی کر دینا چاہئے!“ عمران بولا۔

پھر وہ دونوں بھی گرسیوں سے بانمدد ہیے گئے تھے۔

”فی الحال یہی مناسب ہے۔!“ رینا اُس کمرے سے نکلتی ہوئی عمران سے بولی۔

”اسکے بعد کیا ہو گا۔“ عمران نے بڑی مخصوصیت سے پوچھا۔

”تم مجھے بار بار غصہ دلاتے ہو۔ اچھی بات نہیں ہے!“

”میں نے کیا کیا ہے!“

”تم نے کی گواہ اپسی والی بات ازادی تھی۔ حالانکہ وہ ایسی پیش کش تھی کہ ہمارا مقصد حاصل ہو جاتا!“

”صرف تمہارا۔ میں تو آگے بڑھتے رہنے کا قائل ہوں۔!“

”بے سر و سامانی کی حالت میں ہم سفر جاری نہیں رکھ سکیں گے۔ بلکہ میں تو اپنے سلانا کے بغیر جنگلوں میں قدم رکھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔!“

”اچھا تو اب جا کر اُس سے معاملات طے کرلو۔!“

”اب تو اُس نے حافظہ ہی کھو بیٹھنے کی اداکاری شروع کر دی ہے۔!“

”جا کر تھرڈ ڈگری آنماز...!“

رینا کچھ کہنے ہی والی تھی جیسے پھر دکھائی دیا۔ عمارت کی طرف دوڑا آ رہا تھا۔ ان دونوں کی گرفتاری کے بعد وہ پھر جوزف کے پاس چلا گیا تھا۔

”اب کیا خبر لائے ہو۔!“ عمران نے اُس کے قریب بیٹھنے پر پوچھا۔

”میں باسیں مسلیخ افراد اور ہر ہی آر ہے ہیں۔!“

”کس طرف سے...!“

بات واضح کر دی ہے کہ آب و ہوا کے اختلاف سے بھی فرق پڑ سکتا ہے!“
”رنگین دھاریوں والے تو اتنے ناپائیدار نہیں تھے!“

”میرا خیال ہے کہ یہاں کی آب و ہوا میں اس کا تجربہ بھی ناکام رہے گا۔ یا اگر کہنے تو کسی سفید قام پر اس کا بھی تجربہ کیا جائے!“

”نہیں! میں اپنے کسی کارکن کو ضائع کرنا نہیں چاہتی۔ اور پھر یہاں رنگین دھاریوں کی کوئی اہمیت نہ ہو گی۔ زیرا قسم کی دھاریوں ہی کی بناء پر ہمارا کام آسان ہو گیا ہے اور پھر کالے اجسام پر رنگین دھاریاں نہیں ہوں گی۔ اسی لئے زیرا دھاریوں کو ترجیح دی گئی تھی!“
”میں سمجھتا ہوں مادام...!“

”بہر حال ابھی بہت کام باقی ہے اور اسی لئے زیرا میں کا وجود بے حد ضروری ہے!“

”مجھے احساس ہے مادام۔ میں ابھی آپ کو دکھاؤں گا کہ طریق کار میں کیا تبدیلیاں کی گئیں ہیں اور ان کے تحت ہم پہلا تجربہ کرنے جا رہے ہیں۔!“

”اس تجربے کے موقع نماج کیا ہو گے!“

”شادِ اس کی زندگی کسی قدر طویل ہو جائے!“

”لیکن یہ ایک کیلئے پانچ ضائع ہو رہے ہیں۔!“

”اس کیلئے کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا مادام سنگھٹن... کیا آپ میری گفتگو مادام کی تحری کی سے کر سکتیں گی....!“

”اگر مجھے معلوم ہو کہ وہ کب کہاں موجود ہوتی ہیں تو گفتگو ضرور کرائی جاسکتی ہے۔ ویسے تم نہ سے کھل کر بات کر سکتے ہو! میں مادام کی ایسی ہی نمائندہ ہوں۔!“

”مم.... میں جانتا ہوں مادام.... دراصل میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ اگر وہ ذاکر بھی ہم میں ٹالاں ہو جائے جس کے ساتھ ہم نے رنگین دھاریوں کا تجربہ کیا تھا تو شادِ ہم اپنی اس خای کی اعلان کر سکتیں گی....!“

”تمہارا اشارہ ذاکر ضیغم اشرف سے کی جانب ہے۔؟“ پورشايانے سوال کیا۔
”ہاں مادام....!“

ذاکر ضیغم اشرف کی کہانی کے لئے ”جو نک اور ناگن“ والا سلسلہ ملاحظہ فرمائیے!

دروازہ کھولا تھا بوکھلائے ہوئے انداز میں بیچھے ہٹ گیا۔ یہ ایک معمر آدمی تھا۔ چہرے پر بے ترتیب سی ڈاڑھی تھی اور سر انٹے کے چھلکے کی طرح شفاف تھا۔ آنکھوں پر موٹے فریم کی عینک تھیں!

”لوپ و فیسر....!“ پورشايانے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”لیں مادام.....!“ وہ کسی قدر خاکاف نظر آرہا تھا۔

”نیچے چلو....!“ پورشايانے۔

”بہت بہتر مادام....!“ وہ کسی قدر پچھکاہٹ کے ساتھ بولا۔ ”لیکن کیا آپ تھوڑی دیر ٹھہر نہیں سکتیں.... وہاں کا ماحول فی الحال آپ کیلئے مناسب نہیں ہے....!“
”میا پروگرام میں کوئی تبدیلی ہوئی ہے۔!“

”کرنی پڑی ہے مادام.... یہاں کی آب و ہوا اس کام کے لئے قطعی مناسب نہیں ہے۔
کئی افراد ضائع ہوتے ہیں تو ایک کی تجھیل ہوتی ہے اور وہ بھی پندرہ دن سے زیادہ زندہ نہیں رہتا....!“

”میں اسی سلسلے میں گفتگو کرنے آئی ہوں۔!“

”ضرور.... ضرور.... براہ کرم تشریف رکھئے.... تھوڑی دیر بعد میں آپکو نیچے لے چلوں گا! کچھ گیس منتشر ہو گئی ہے اور سکھوں کو گیس ماسک چڑھانے پڑے ہیں۔!“

”خیر....!“ وہ ایک کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی ”میں یہ کہنے آئی تھی کہ اس کھیپ کے بعد آدمیوں کی فراہمی ناممکن ہو جائے گی۔ لہذا کوشش کرو کہ کم سے کم ضائع ہوں۔!“

”مجھے تو ایک فرد کا ضیاع بھی پسند نہیں ہے۔ لیکن نیکنیل دشواریاں۔!“

”آن پر قابو پانے کی کوشش کرو۔!“

”میں نے آب و ہوا کی دشواری بیان کی تھی۔ سیاہ رنگت کی وجہ سے سفید دھاریاں ڈالنی پڑتی ہیں۔ اور یہی سفید دھاریاں اُسے ناپائیدار بنا دیتی ہیں۔!“

”لیکن تمہارا دعوی تھا کہ سیاہ اجسام پر سفید دھاریوں سے اُس کی کارکردگی یا ناپائیداری متاثر نہ ہو گی۔!“

”بعض حالات میں نظریے اور تجربے میں اختلاف بھی ہو جاتا ہے! یہاں اس تجربے نے

”بس بھی کو شش اسے ضائع کر دے گی لیکن اس صورت میں وہ دھماکے کے ساتھ پہنچے گا اور دو چار جانیں ضائع ہو جائیں گی....!“

”دوسری صورت تجھے پسند نہیں آئی۔ اس معاملے کو اتنا ہی پُر اسرار ہونا چاہئے کہ وہ کوئی انسانی کارنامہ نہ معلوم ہو۔!“

”آپ یقین کیجئے کہ وہ فوری طور پر اسے ہاتھ نہیں لگائیں گے جتنی دیر میں کسی فیصلے پر پہنچیں گے کسی نہ کسی کیسرے کی فلیش گن ضرور چل جائے گی۔!“

”کیا یہاں ان میں سے کوئی موجود ہے....!“

”جی ہاں.... تجربہ گاہ میں ایک اور ہے لیکن اس کے اندر والے چہرے پر زیر اکی دھاریاں ابھی نہیں ڈالی گئیں۔

”وہاں تو مکمل ہی پہنچایا گیا ہو گا....!“

”جی ہاں.... اودہ.... اب پوری بات میری کچھ میں آگئی! اور اصل ہم صرف اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ اس لئے توجہ ادھر ادھر مبذول نہیں ہوتی۔ ورنہ بالکل سامنے کی بات تھی۔!“

”کیا کچھے؟۔“

”آپ انہیں زیر امن کی پیدائش کے سلسلے میں الجھن میں ڈالنا چاہتی ہیں۔ لیکن مادام الٹے میں تو صرف سر ہی سما سکا ہے۔!“

”اس کی ٹکرنا کرو.... اس کے بعد بھی انہیں متعدد اندھوں سے مختلف صورتوں میں ساپتہ پڑے گا.... یعنی جسم کے اعضاء.... اور وہ اجھتے رہیں گے۔!“

”یقیناً مادام ایسا ہی ہو گا۔!“ پروفیسر نے کہا۔

”تھوڑی دیر بعد اسی عمارت کے ایک گوشے سے لگی ہوئی لفت انہیں فرش کے نیچے لے گئی گئی۔ تجربہ گاہ میں پہنچ۔ تجربہ گاہ کیا تھی شیخے کا گھر تھا.... پروفیسر اسے اس حصے میں لے گیا جہاں سلیف فلم گوگنوں کو تجربات کے مختلف مراحل سے گذرا جاتا تھا۔ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ پلٹش بھی جپکاہ ہے تھے لیکن ایسا لگتا تھا جیسے کچھ کر گزرنے کی سکت اُن سے چھپن لی گئی ہو۔

”ہوں.... ہم اس تجربے کے سلسلے میں کسی نئے زاویے کا ذکر کر رہے تھے۔!“ پورشايانے پروفیسر سے کہا۔

”فی الحال ناممکن ہے! کیونکہ وہ اپنے ملک کی حکومت کی کڑی مگر انی میں ہے.... ایک طرح سے نظر بند کجھ لو....!“

”وہ عجیب آدمی تھا۔ اُس نے کبھی کھل کر بات نہیں کی۔ اپنی عورت کے دباو میں تھا۔ جس طرح وہ چاہتی تھی اُسی طرح وہ کام کرتا تھا۔!“

”اب اس قصے کو ختم کرو۔ تمہیں یہ سب کچھ اُس کی مدد کے بغیر کرنا ہے۔!“

”وہ تو ہم کرہی رہے ہیں۔ ٹھہریے! میں نیچے کی پوزیشن معلوم کرتا ہوں۔!“

”اُس نے فون کار سیور اٹھا کر ایک نمبر پر لیں کیا اور ماڈ تھہ پیس میں بولا“ یہاں مادام سلگٹن تشریف فرمائیں۔ کام کا جائزہ لیں گی وہاں کیا پوزیشن ہے۔!

”کچھ سنتار ہاپھر ریسور کریل پر رکھ کر بولا“ مزید پندرہ بیس منٹ اور لگیں گے مادام....!“

”اُوہ.... ٹھہر و.... سب سے ضروری بات تو بھول ہی گئی۔ اُس اٹھے کا کیا رہا۔....!“

”تیار ہے مادام.... اور آپ کی ہدایت کے مطابق وہیں بھجوادیا گیا ہے لیکن میں ابھی تک اس کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔....!“

”مطلوب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ انہیں فضولیات میں الجھائے رکھا جائے اور ہم اپنا اصل کام کرتے رہیں۔!“

”میں اب بھی نہیں سمجھا مادام....!“

”اُسے چھوڑو۔ مجھے اُس اٹھے کے بارے میں بتاؤ۔!“

”اتا بڑا بنا گیا ہے۔ جس کے اندر ایک انسانی سر سما سکے! قریب سے بھی وہ سر گوشت پوست ہی کا معلوم ہوتا ہے لیکن جیسے ہی اُس پر کسی کیسرے کی فلیش گن کی روشنی پڑے گی“

”پکھل کر اپنی ماہیت بدل دے گا اور اتنی تیزی سے زمین میں جذب ہو گا کہ وہ اُس پکھلے ہوئے بارے کو تجربے کے لئے حاصل نہ کر سکیں گے۔!“

”فرض کرو انہوں نے اُس کی تصویر لینے کی کوشش نہ کی تو فلیش گن کی روشنی کہاں سے آئے گی....!“

”اگر تصویر نہ لی گئی تو وہ اُسے وہاں سے ہٹانے کی کوشش تو ضرور ہی کریں گے۔!“

”ہاں یہ تو ہو گا....!“

ایشیا کا باشندہ نہ جانے کہاں غائب ہو گیا۔ ہاتھ نہیں آکا۔ بہر حال دونوں آہن پوش پانچ قیدیوں کو قربان گاہ سے لے گئے۔ لیکن وہاں آج تک نہیں پہنچ سکے۔ جہاں قیدیوں کر لے جانے کی ہدایت کی گئی تھی۔ اور اینڈ آل....!

پورشیا نے تین بار اس مختصر رپورٹ کا جائزہ لیا تھا۔ اور وہ خود بھی کاغذ کے ایک ٹکڑے پر لکھنے لگی تھی۔

”فرام ہیڈ کوارٹر ٹوزیٹ.... ایل.... تھرٹی سکس۔ جنوبی ایشیائی کی تلاش میں بے حد ضروری ہے۔ آہن پوشوں کے کوڈ نمبروں سے ہیڈ کوارٹر زکو آگاہ کیا جائے۔۔۔ انہیں بھی تلاش کر کے قیدیوں سمیت اسپاٹ سیوں پر پہنچادیا جائے۔ اور اینڈ آل۔!

کاغذ کا ٹکڑا آپ پریٹ کی طرف بڑھا کر اٹھ گئی۔ اُسکی آنکھوں میں گہری تشویش کا آثار تھے۔!



عمران نے دور میں آنکھوں سے لگائی۔ وہ لوگ فوجوں ہی کے سے انداز میں اُس راستے پر لداخ کر رہے تھے جو اس عمارت کی طرف آتا تھا۔

”ٹھہر دو۔۔۔ ابھی ٹھہر دو!“ اُس نے جیسن سے کہا جس نے ابھی ابھی اپنی رانفل کا بولٹ رکایا تھا۔

”کیوں دیر کر رہے ہو باس! وہ جلد ہی قریب پہنچ جائیں گے۔!“ جوزف بولا۔

”ذر اور آگے آنے دو۔۔۔ تاکہ وہ دوڑ کر پھروں کے پیچے پناہ نہ لے سکیں!“

”اچھی بات ہے باس! ہوتا تو یہی چاہئے کہ ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچے ورنہ اگر کوئی نکل گیا تو مزید لکھ لے آئے گا!“

”وہ سکی موجود ہے تیرے اندر۔۔۔ اچھا تو جتنی تیزی سے جا سکتا ہو۔۔۔ اُس چستان کے پیچے بلاؤ جلد ہمگنے والوں کا رخ اُسی طرف ہو گا!“

”بہت بہتر باس۔۔۔!“ جوزف نے کہا اور جھکا ہوا اُسی سمت دوڑنے لگا جدھر عمران نے انداز کیا تھا۔ جیسکہ اس طرح دوڑنے سے اُس کے وزنی جو توں نے بھلی سی

”ہاں مادام۔۔۔ اُب ہم پہلے انہیں مجمد کریں گے۔ اور اسی حالتِ انجماں میں انہیں اُس مرطے سے گزاریں گے جس میں جسم پر سفید دھاریاں پڑتی ہیں۔!“

”اس سے کیا ہو گا۔!“

”اُن کے اعصاب اُس کرب سے محفوظ رہیں گے جو دھاریوں والے مرطے سے گزرتے وقت اُن پر طاری ہوتا ہے۔ انجماں کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اُس وقت مردہ ہوں گے جب دھاریوں والے مرطے سے گزاریں گے۔!“

”تو تمہارا خیال ہے کہ وہی کرب اُن کی زندگی مختصر کر دیتا ہے۔!“

”ہاں مادام۔۔۔ ہم اسی نتیجے پر پہنچے ہیں۔!“

”غیر تجربے کے اس نئے زاویے کو بھی پر کھلو۔!“

”مجھے امید ہے مادام کہ ہم کامیاب ہوں گے۔!“

پورشیا کچھ نہ بولی۔ وفتا ایک آدمی تیزی سے اُن کے قریب پہنچا۔ اور بولا۔ ”مادام آپ کیلئے کوئی ضروری پیغام ہے۔۔۔ آپ یشن روم سے اطلاع آئی ہے۔!“

”اُوہ اچھا۔۔۔ پروفیسر میں مطمئن ہوں۔ لیکن انجماں کا تجربہ بیک وقت کئی افراد پر نہ کیا جائے۔ پہلے صرف ایک فرد کو اس مرطے سے گزار جائے۔۔۔!“

”بہت بہتر مادام۔۔۔!“

پروفیسر اُسکے ساتھ ہی اوپر آیا تھا۔ اور پورشیا تجربہ گاہ سے نکل کر اُس جھونپڑے کی طرف روانہ ہو گئی جسے آپ یشن روم کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔

دونوں آپ پریز نے اُسے تعظیم دی اور ایک نے ایک ڈی کوڈ کیا ہوا پیغام اُسکی طرف بڑھا دیا۔

”زیڈ۔۔۔ ایل۔۔۔ تھرٹی سکس۔۔۔ رپورٹ ٹو ہیڈ کوارٹر۔۔۔ اُن پانچوں کو گرفتار کر کے قربان گاہ میں پہنچایا گیا۔۔۔ تھوڑی دیر بعد تین سیاہ فام کی گولوں کے میدان میں داخل ہوئے۔ دوفوجی دردی میں تھے۔ اور تیسرا سادہ لباس میں۔ انہیں بھی گرفتار کر کے قربان گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ وہاں ہنگامہ ہوا۔

ہمارے چار آدمی مارے گئے اور دو فرانسیسی مارے گئے پھر اسی دوران میں اکشاف ہوا کہ سادہ لباس والا سیاہ فام حقیقتاً افریقی نہیں تھا بلکہ سیاہ ماں سک چہرے پر چڑھائے ہوا تھا غالباً جنوبی ایشیا کا پاشنده تھا۔ پھر ہمارے دو آہن پوش حرکت میں آئے اور انہیں دوبارہ قابو میں کر لیا۔ لیکن جنوب

آواز بھی نہیں نکالی۔

جوزف اُس چٹان کے پیچھے پنچاہی تھا کہ عمران نے اوپنی آواز میں "فائز" کہا اور نیچے آئے والوں پر تین اطراف سے گولیاں برنسے لگیں۔ وہ بوکھلا گئے۔ ان میں ابتری بھیل گئی۔ گولیاں کھا کر گر رہے تھے۔ ایک بھی کسی پھر کی اوث میں پناہ نہیں لے سکتا۔

اب پھر وہی پہلے کاسانٹا فضا پر طاری ہو گیا۔ عمران نے اوپنی آواز میں جوزف کو ہدایت دی کہ وہ جہاں ہے وہیں ٹھہرے....! پھر جیسن سے بولا۔ "سوال تو یہ ہے کہ وہ آخر کتنی دور سے مارچ کرتے ہوئے کیوں آرہے تھے۔ یہ راستہ ایسا ہے کہ اس پر گاڑیاں بھی آئتیں ہیں....!"

"اس پر تو میں نے نوری نہیں کیا تھا۔"

"یہ سوال پہلے ہی سے میرے ذہن میں تھا۔" عمران نے کہا۔

" غالباً آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ قریب ہی کہیں سے آئے تھے۔"

"اور وہاں ابھی کچھ اور لوگ بھی ہوں گے جو فارزوں کی آواز سن کر ادھر دوڑ پریں گے۔" دفتار جوزف نے پھر ایک فائز کیا۔ نیچے گرے ہوؤں میں سے ایک نے اٹھنے کی کوشش کی تھی۔ دوسرا گولی لگتے ہی کی فٹ اور اچھا اور پھر ڈھیر ہو گیا۔!

"تب تو ہم نے شانک جلد بازی سے کام لیا ہے۔!" جیسن بولا۔

"نہیں یہ غلطی تو کرنی ہی تھی درستہ عمارت تک پہنچ جاتے۔"

"کیا میں دیکھوں کہ ان میں سے کوئی زندہ تو نہیں ہے۔!"

"نہیں.... چپ چاپ بیٹھ رہو... اگر آس پاس کچھ اور لوگ بھی موجود ہیں تو وہ ادھر ضرور آئیں گے۔"

"لیکن آپ نے ان تینوں کو عمارت میں واپس بیٹھ کر اچھا نہیں کیا ہے! وہ عورت رینا ڈاؤں ڈول ہو رہی تھی۔ انہیں ساتھ ہی رکھتا تھا۔"

"خواہ گواہ بکواس کر کے دماغ خراب کرتی ہے۔!"

اور ٹھیک اسی وقت عقب سے رینا کی آواز آئی "یہ کیا کر ڈالا تم نے۔!"

"تم موجود نہیں تھیں درستہ تم سے اجازت لے کر کرتے!" جیسن بھنا کر بولا۔ "چلو جلدی سے ادھر آجائو.... میرے قریب ابھی خطرہ سر پر منڈلا رہا ہے۔!"

"چاہیں وہ لوگ کون تھے۔!"

"یہاں اس دیرانے میں کون لوگ ہو سکتے ہیں۔" عمران نے سوال کیا۔

"ہو سکتا ہے تجزیہ کے کسی فوجی کمپ کے لوگ ہوں۔!"

"چھپی تاکوں اور گندمی رنگت والے۔" عمران نے پھر سوال کیا۔

"اتھی دوسرے کیے اندازہ لگایا۔"

"فیلڈ گاڑیز میں میرے پاس....!"

"اب کو ناخطرہ سر پر منڈلا رہا ہے۔" رینا نے جیسن سے پوچھا۔

"عورت جو مغز کا مرمتی ہے۔"

"بکواس مت کرو....!"

"بہت بہتر محترمہ.... مناسب یہی ہو گا کہ واپس جاؤ۔!"

"ہرگز نہیں.... اب میں تمہیں کوئی احقانہ قدم نہیں اٹھانے دوں گی۔!"

ٹھیک اسی وقت دوسرے موڑ سائیکلوں کا شور سنائی دیا تھا۔ اور رینا چونک کر آواز کی سوت دیکھنے لگی تھی۔!

"ادھر نہیں ادھر....!" عمران بولا۔ "ادھر صرف بازگشت ہے۔!"

اور پھر تین موڑ سائیکل سوار کھائی دیئے۔ لیکن شانکلا شیں دیکھ کر انہوں نے اپنی گاڑیاں موڑنے کی کوشش کی تھی۔ ٹھیک اسی وقت اورپر کی تینوں رانفلیں گولیاں الگنے لگیں۔ تینوں اچھل اچھل کر گرے تھے اور ان کی گاڑیاں بھی گر کر دور تک گھشتی چلی گئی تھیں۔

"تت.... تم لوگوں پر دیوالی طاری ہو گئی ہے۔!" رینا نے غصیلے لمحے میں کہا۔

"ایسے حالات میں یہی ہوتا ہے محترم۔!" جیسن آہستہ سے بولا اور اسے آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔

"شٹ آپ....!"

"خدا کی قسم میں کالا نہیں ہوں۔ یہ میک آپ ہے! اگر میری اصلی شکل دیکھ لو تو رحم ہی کھلتی چل جاؤ۔!"

"کیا تم اس سے زبان بند رکھنے کو نہیں کہہ سکتے۔!" رینا نے عمران کو مخاطب کیا۔

"بجالت جنگ ہم سب ایک جگہ پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور غیر جنگی معاملات میں کوئی کسی پر اپنی برتری مسلط کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ وہ عورتوں کا رسایا اور میراد شمن جانی ہے۔ کیونکہ میں عورت اور مردوں کو ایک گھاٹ پانی پلاتا ہوں۔!"

"اچھا تم بھی خاموش رہو۔"

"لیکن تم بولتی رہو....!" جیسن نے کہا۔

"خاموش ہو جاؤ...." عمران نے اردو میں کہا۔ "قصہ ابھی ختم نہیں ہوا۔!"

"میں نہیں سمجھتا۔!"

"پہلے پیدل... پھر موڑ سائکل... اب ہو سکتا ہے کہ کسی ہیلی کو پڑ سے سابقہ پر جائے۔

موڑ سائیکلوں کے انجن بند نہیں ہوئے ہیں۔ ان کا شور اور ہیلی کو پڑ کی آواز کہیں گذہ نہ ہو جائے اس لئے اپنے کان کھل رکھو....!"

رینا شائد مرنے والوں کا شمار کر رہی تھی.... جیسن نے اسے گھور کر دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔ رینا نے تھوڑی دیر بعد کہا "کل سے اب تک تم لوگوں نے ستائیں آدمی مارے ہیں۔"

"ایسے حالات میں تم لوگ کیا کرتے؟" جیسن نے پوچھا! لیکن رینا خاموش ہی رہی۔

عمران نے جیسن سے اردو میں کہا "اس عورت کو سینہ روک کر رکھنا میں ابھی آیا۔!"

"بہت بہتر یور میجھی۔!"

عمران تیزی سے ڈھلان میں اترتا چلا گیا۔ رینا نے مڑ کر دیکھا ضرور تھا لیکن کچھ بولی نہیں۔ جیسن نے اس سے کہا "تم میرے باس کی باقی کا برامت مانا کرو۔ دل کا برا نہیں ہے۔!"

"اس مشورے کی ضرورت....!"

"آپس میں ایک دوسرے کو سمجھ لینے سے بہتیری الجھنیں رفع ہو جاتی ہیں۔!"

"ہمیں ایک دوسرے کی ذاتی الجھنوں سے کیا سروکار۔ میں ذاتی طور پر کشت و خون سے دوہی رہنا چاہتی ہوں۔ تو پھر کیا تم لوگ میری وجہ سے احتیاط بر تو گے؟"

"میرا خیال ہے کہ تم صرف سیاست دانوں کے درمیان کام کرتی رہی ہو۔!"

"تمہارا خیال درست ہے! اڈپلو میک فیلڈ....!"

"تب پھر اس کام کیلئے تمہارا انتخاب غلط ہوا ہے۔!"

"میں بھی بھی سوچ رہی ہوں۔!"

"اور محترمہ سارہ۔!"

"میں نہیں جانتی! پرسوں شام تک ہم ایک دوسرے کے لئے قطعی اجنبی رہے ہیں۔!"

"موسیو شپر و کسی قدر خوش مراجح واقع ہوئے ہیں۔"

"تمہارا باس ابھی تک میری بھجوں میں نہیں آیا اور..... تم شائد اسے یور میجھی کہہ کر مخاطب کرتے ہو۔!"

"بادشاہوں کو اور کس طرح مخاطب کرتے ہیں۔!"

"کہاں کا بادشاہ ہے۔!"

"ہر حال میں مست رہنے والے بادشاہ ہی ہوتے ہیں۔!"

"صورت سے اول درجے کا حق معلوم ہوتا ہے۔!"

"لبھ مختار مدد سے آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔!"

"تم لوگ چڑچڑے بھی ہو۔!"

جیسن کچھ نہ بولا۔ وہ اس طرف متوجہ ہو گیا تھا جہاں لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے

دیکھا کہ عمران موڑ سائیکلوں کے انجن بند کر تاپھر رہا ہے!

رینا بھی اُدھر ہی متوجہ ہو گئی۔ موڑ سائیکلوں کے بعد وہ لاشوں کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

انہیں اللتاپلٹاڑا ہے۔ جیسن نے دور بین اٹھائی اور آنکھوں کے قریب لا کر بولا۔

"اوہ.... وہ کار تو سوں کی پیٹیاں اتار رہے ہیں۔!"

رینا کچھ نہ بولی۔ تھوڑی دیر بعد عمران واپس آگیا تھا۔ لیکن کار تو سوں کی پیٹیاں ساتھ نہیں

لایا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ فی الحال کوئی خطرہ نہیں ہے! ہمیں واپس چلنا چاہئے۔ لیکن کم از کم ایک

اُدی کو باری باری سے راستے کی نگرانی کرنی پڑے گی۔!"

"کار تو سوں نہیں لائے۔" رینا نے پوچھا۔

"خاصاً وزن تھا۔ ایک جگہ چھپا آیا ہوں۔ ضرورت پڑنے پر حاصل کئے جائیں گے۔"

”اب کیا کرو گے!“

”آن چاروں قیدیوں کا مسئلہ حل کرنا ہے!“

”کیا نہیں بھی مارڈا لو گے!“

”حالات پر منحصر ہے!“

جو زف نے راستے کی گنگانی کی ذمہ داری لی تھی اور وہ تینوں عمارت کی طرف چل پڑے تھے!

قیدی اُسی حال میں ملے جس میں وہ چھوڑ کر گئے تھے! عمران چند لمحے ان کے سامنے کھڑا رہا

پھر بولا۔ ”وہ کمپ یہاں سے کتنی دور ہے! اور وہاں کل کتنے آدمی ہیں!“

اُس کا مخاطب وہ آہن پوش تھا جس کے ساتھ وہ لوگ یہاں پہنچے تھے!

”میں کچھ نہیں جانتا۔ یہ فائروں کی آوازیں کیسی تھیں!“

”لوگ نشانہ بازی کی مشق کر رہے تھے۔ کمپ کدھر ہے۔“ عمران نے اُسے گھورتے ہوئے

پوچھا!

”یہاں سے تین میل کے فاصلے پر مشرق کی طرف۔!“

”کتنے آدمی ہیں وہاں!“

”بائیں...!“

”لکنی گازیاں ہیں!“

”ایک ٹرک اور تین موڑ سائیکل!“

عمران نے طویل سانس لی.... بائیں لاشیں گن کر آیا تھا.... اور تین موڑ سائیکلیں، ٹرک

وہیں ہو گا!

سفید فام قیدی بے اعتباری سے عمران کی طرف دیکھے جا رہا تھا!

”آس پاس اور کوئی کمپ۔“ عمران نے پھر سوال کیا۔

”نہیں اور کمپ نہیں ہے!“

”یہاں! اس کمپ کا مقصد کیا ہے!“

”تم ایسی ہی باتیں پوچھ رہے ہو جن کا مجھے علم نہیں....!“

”کیا وہ اس اسپاٹ کے محافظ نہیں ہیں....!“

”میری بات سنو!“ دفعتہ کمپنی مثامبا بولا۔ ”تم لوگ خواہ تجوہ بات بڑھا رہے ہو۔ اپنی زندگیوں سے مت کھیلو۔۔۔ یہیں سے واپس چلے جاؤ۔ تم وہاں تک لاکھ بر س میں نہیں پہنچ سکو گے۔ جہاں جانا چاہتے ہو۔!“

”میں اس سلسلے میں تم سے علیحدگی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔!“ عمران نے کہا۔
مثامبا نے باری باری سے دونوں سفید فاموں کی طرف دیکھا جیسے اس سلسلے میں ان کا عنديہ لینا چاہتا ہو۔ دونوں نے اپنے سروں کو اثنائی جنبش دی اور مثامبا عمران کے ساتھ کہیں جانے پر تیار ہو گیا۔

عمران نے جیسیں سے کہا کہ وہ رسیاں کھول کر اُسے کری سے اٹھا دے۔ لیکن ہاتھ بدستور پشت پر بندھے رہنے دیئے جائیں!“
تحوڑی دری بعد وہ مثامبا کو لے کر باہر نکلا اور اُسی مقام کی طرف چل پڑا جہاں سے باہمیں سلیخ آدمیوں پر فائزگ کی تھی۔!

”یہ..... یہ..... تھے..... تم نے کیا کیا!“

”میں نہ کرتا تو ان کے ہاتھوں خود اسی حشر کو پہنچتا!“

”میں پھر کہتا ہوں کہ تم لوگوں کو کی گواہ پہنچا دیا جائے گا۔ اس معاملے سے دستبردار ہو جاؤ!“

”سنو... اگر یہ میرا ذاتی معاملہ نہ ہوتا تو ضرور دستبردار ہو جاتا۔!“

”ذاتی معاملہ! میں نہیں سمجھا۔!“

”زیر و لینڈ کی سربراہ سے میرا ذاتی معاملہ۔!“

”ایسی باتیں نہ کرو کہ اس غناک موقعے پر بھی مجھے نہیں آجائے!“

”بظاہر یہ ایسا ہی م محکمہ خیز خیال ہے۔ لیکن تم اس کی پرواہ نہ کرو۔ مجھے جنگل میں داخل ہونے کا وہ راستہ بتاؤ جس سے تم لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ ورنہ تم تینوں کو بھی ایک ایک کر کے یہاں لاوں گا اور گولی مار دوں گا!“

مثامبا تھوک نگل کر رہ گیا۔ کبھی وہ اُن لاشوں کی طرف دیکھنے لگتا تھا اور کبھی عمران کی طرف!

اس بار مشامبا کے قدم لکھ رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے برسوں کا یہار ہو۔ عمارت میں پہنچا تو بھی پہنچی سی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ وہ سب دونوں قیدیوں سمیت اُسی کمرے میں موجود تھے۔

”کیپٹن مشامبا....!“ عمران اوچی آواز میں بولا۔ ”اب تم انہیں اطلاع دے سکتے ہو کہ تم نے وہاں کیا دیکھا....!“

”ہاں.... ہاں....!“ مشامبا سر ہلا کر بولا ”م.... میں نے بائیں لاشیں اور تین موڑ سائیکلیں دیکھی ہیں۔!“

”کیا کہہ رہے ہو۔“ وہ سفید فام چینا جوانیں قیدی بنا کر اس عمارت میں لایا تھا۔ ”میں غلط نہیں کہہ رہا۔... اب تم بتاؤ کہ تم نے اس سے کیا کہا تھا ہم لوگوں کے بارے میں۔!“

”میں نے کیا کہا تھا۔!“

”یہی کہ حقیقتاً تمہارا مشن افریقہ کو سفید فاموں کی گرفت میں رکھنا ہے اور دو بڑی طاقتوں کی چپکش نے تمہارے کام کو مشکل بنادیا ہے۔!“

”وہ تو.... وہ تو یونہی....!“

”بکواس مت کرو۔!“ مشامبا طلق پھاڑ کر چینا۔ ”چیزیں پہنچنے کی بات بتاؤ۔...!“

”لاشیں دیکھ کر شامد تم اپنے حواس کو بیٹھے ہو۔....!“

”میں پوری طرح ہوش میں ہوں! مجھے بتاؤ کیا قربان گاہ میں کوئی برتنی نظام بھی موجود ہے۔!“

”میں نہیں جانتا۔...!“ اُس نے عمران سے آنکھیں چراتے ہوئے کہا۔

”تم جھوٹے ہو۔!“ رینا بولی ”پچھلی رات تم نے اس موضوع پر لمبی چوڑی تقریر کی تھی۔ تم نے کہا تھا کہ کالے آدمیوں کو یہ تو قوف بنانے کے لئے وہاں اب بھی چربی کی مشعلیں روشن کی جاتی ہیں.... ورنہ وہاں تو جدید ترین برتنی نظام موجود ہے۔....!“

قیدی نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ اور مشامبا بھرائی ہوئی آواز میں بولا ”تو یہ حقیقت ہے کہ قربان گاہ کے اوپر چھا جانے والا چکیلا غبار جس میں قدیم باشدوں کی رو حیں نظر آتی ہیں وہ

”تم دونوں کے آنے سے قبل وہ آدمی جس قسم کی باتیں کرتا رہا تھا اگر تم نہ پاتے تو شانہ اُسے خود ہی گولی مار دیتے۔!“ عمران نے کہا۔ ”کیسی باتیں کرتا رہا تھا۔!“

”اُسی کے سامنے بتاؤ گا! قربان گاہ کے نام پر جو فراڈ کیا گیا ہے کیا تم اُس سے نادا قف ہو۔!“

”وہاں قدیم زمانے کی مشعلیں جلائی جاتی ہیں جبکہ جدید ترین برتنی نظام موجود ہے۔!“

”میں نہیں جانتا کہ وہاں کوئی برتنی نظام موجود ہے۔!“

”میں وہیں سے گزر کر آیا ہوں۔ وہاں جو رو حانی کر شے دکھائے جاتے ہیں وہ برتنی نظام ہی کے مر ہوں ملت ہیں۔!“

”م.... میں نہیں جانتا.... لیکن یہ نامکن ہے.... میں نے خود.... دیکھا تھا....! وہ برتنی نظام کا کرشمہ ہرگز نہیں معلوم ہوتا۔ میں قربان گاہ کے اوپر نیچے تک ایک چکلیلا غبار چھا گیا تھا اور اس غبار کے درمیان میں نے عظیم چاکا کی رو دیکھی تھی.... وہ بول رہی تھی.... میں نے اُس کی آواز سنی تھی.... وہ غبار کسی برتنی نظام کا مر ہوں ملت ہرگز نہیں ہو سکتا۔!“

”وہ زیر ولینڈ والوں کا ٹیلی دیڑن ہے! اور میں اُسے برسوں پہلے سے جانتا ہوں۔ میرے لئے کوئی نئی چیز نہیں۔!“

”میں یقین نہیں کر سکتا۔!“

”مت کرو.... اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بیچارے بھولے بھالے آدمیوں کو یہ تو قوف نہ کراس کالی تنیم کا ہمدرد بنا لیا جا رہا ہے.... اُس سفید فام نے تم لوگوں کے آنے سے قبل کلے ہوئے الفاظ میں کہا تھا کہ ہم افریقہ کو سفید فاموں ہی کی گرفت میں رکھنا چاہتے ہیں لیکن دو بڑی طاقتوں کی باہمی چپکش کی بناء پر ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ یہ نامکن نظر آ رہا ہے۔!“

مشامبا کچھ نہ بولا۔ عمران نے کہا ”واپس چلو.... میں تمہارے سامنے ہی اُس سے انتراف کراؤں گا۔“

”چلو....!“ مشامبا مردہ سی آواز میں بولا۔ عمران نے جوزف کو مزید ہدایات دیں ”عمارت کی طرف چل پڑ۔“

ٹیلی ویژن ہے۔!

قیدی تھوک نگل کر رہ گیا۔

مشامبا عمران کی طرف مڑ کر بولا۔ ”میرے ہاتھ کھول دو میں مرنے سے پہلے ایک قتل کرنا چاہتا ہوں۔“

عمران خاموشی سے آگے بڑھا اور اُس کے ہاتھ کھولنے لگا۔

”یہ ظلم ہے...!“ دوسرا سفید فام قیدی خوفزدہ آواز میں بولا۔ ”ہم بند ہے بیٹھے ہوئے ہیں اور تم اس کے ہاتھ کھول رہے ہو۔!“

عمران نے اُس کے ہاتھ کھول دیئے اور وہ پہلے قیدی پر جھپٹ پڑا۔ دونوں ہاتھوں سے اُس کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ اور اُس کی آنکھیں الی پڑھی تھیں۔ دوسرا قیدی وحشیانہ انداز میں چینتا رہا۔ رینا نے مداخلت کرنی چاہی تھی۔ لیکن جیمسن اُس کی راہ میں حائل ہوتا ہوا بولا۔ ”ہر بھی کے معاملات میں مداخلت کرنے والا زندہ نہیں رہتا۔!“

”تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔!“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

”یہ دھمکی نہیں سید حاسادا بیان ہے۔!“

”تمہیں دخل اندازی کی ضرورت ہی کیا ہے...!“ شپر بولا۔

”یہ غیر انسانی حرکت ہے! اُس کے ہاتھ بند ہے ہوئے ہیں۔!“

”ہمارے دوسرا تھی بھی درندگی کی بھینٹ چڑھ پکھے ہیں۔ اپنی جگہ خاموش کھڑی رہو۔!“

مشامبا کا شکار ختم ہو چکا تھا اور سراقیدی ٹکھکھیا کر بولا۔ ”ہم دونوں تو دوست ہیں نا۔...!“

”میں نے کہا تھا کہ مرنے سے پہلے صرف ایک قتل کرنا چاہتا ہوں۔!“

”میں ان معاملات کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا! مجھے تو لوگوں نے ایک معاملے میں

بلک میل کر کے اپنا ساتھی بنایا تھا۔!“

مشامبا کچھ نہ بولا۔ وہ عمران کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اُس نے کہا ”مجھے وہاں تک

پہنچنے کا محفوظ ترین راستہ معلوم ہے اور میں وہیں جانے کے لئے یہاں آیا تھا! ملٹری پولیس میری

تلاش میں ہے! جو کچھ ہوتا تھا ہو چکا۔ اگر تم مجھے گولی ہی مارتا چاہتے ہو تو میں اس کیلئے تیار ہوں۔

آب مجھے اپنی زندگی بوجھ معلوم ہو رہی ہے۔!“

”نہیں میرے دوست!“ عمران اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”تمہاری زندگی بے حد نہیں ہے۔ اب تم اپنے آدمیوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرو گے....!“

وہ کچھ نہ بولا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھا میں ہوئے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ دوسرا قیدی کہہ رہا تھا ”مجھے ان لوگوں سے شدید نفرت ہے لیکن انہوں نے مجھے اپنے ملک کے قانون کی نظروں میں برم بنا دیا ہے اس لئے میں دہان قدم نہیں رکھ سکتا۔!“

”میا تمہیں نہیں تک آنا تھا یا مشامبا کے ساتھ ہی تم بھی وہیں جانے والے تھے۔!“ عمران نے اُس سے پوچھا۔

”نہیں میں اُسے یہاں تک پہنچا کر واپس چلا جاتا۔!“

”لیکن اب تمہیں ہمارے ساتھ ہی رہنا پڑے گا۔!“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں تیار ہوں۔!“

رینا اور اُس کے ساتھی دور کھڑے آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے اور جیمسن کی نظریں اُس سفید فام پر جمی ہوئی تھیں جسے ابھی ابھی گلا گھونٹ کر مارا گیا تھا۔

”خوب ہے دیر بعد مشامبا سرا اٹھا کر بولا۔“ راستہ اسی عمارت کے نیچے سے گزرتا ہے۔

”گزرتا ہے یا نہیں سے شروع ہوتا ہے۔!“ عمران نے پوچھا۔

”گزرتا ہے۔ یہ لوگ حیرت انگیز ہیں۔۔۔ یہاں کوئی سرگ میں بھی بنا کی ہے۔۔۔ اور اس قسم کے اسپاٹ جیسی یہ عمارت ہے دراصل سرگ سے باہر آنے کے راستے ہیں۔!“

یہ دونوں سواحلی میں گھنٹو کر رہے تھے اور سفید فام آدمی خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ دفعتاً عمران اُس سے اُس کا نام پوچھ بیٹھا۔

”لو ٹھر...!“ اُس نے جواب دیا۔ ”لو ٹھر بارج...!“

اگر تم اپنی بات پر قائم رہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں ان لوگوں کے پکڑ سے نکال لوٹا۔!

اگر قابل اعتماد ثابت نہ ہو سکوں تو گردن اڑا دینا۔ مجھے ان لوگوں سے شدید نفرت ہے۔ ملنے کبھی کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا۔ بس ایک بار نادانگی میں ایک غلطی کر بیٹھا تھا اس کی لڑانے کوں کے ہاتھوں بھگت رہا ہوں۔“

”مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ تم کیا تھے!“

اس کے بعد عمران مشامبا کو بتانے لگا تھا کہ وہ کس طرح قربان گاہ تک پہنچے تھے اور وہاں ان پر کیا گذری تھی۔ اور پھر وہ کس طرح یہاں تک پہنچے تھے!

مشامبا بھرا تی آواز میں بولا۔ ”مجھے بے حد افسوس ہے کہ ان کے دو آدمی مار گئے.... میں کیا کرتا۔ کچھ دیر تک میں ان لوگوں کا ایسا ہی وفادار تھا!“

”جو بات ختم ہو گئی اب اس کا ذکر فضول ہے! کیا میں تمہارے ساتھی کے ہاتھ پر کھول دوں!“

”تم اپنی ذمہ داری پر جو چاہو کرو۔ میں اب ان میں سے کسی پر بھی اعتماد نہیں کر سکتا!“



پورشیا سٹگلشن غصے سے سرخ ہو رہی تھی اور اس شخص کے چہرے پر ہوا یاں اُزر رہی تھیں جو اس وقت اس کے سامنے موجود تھا۔

دفعتاً وہ پیر ٹھیک کر بولی ”میں نے تم سماں کو آگاہ کر دیا تھا کہ اگر عمران تمہاری نظروں سے او جمل ہوا تو سارا کھیل بگڑ جائے گا! خدا کی پناہ... دو دن میں ہمارے اٹھائیں آدمی مار دیئے گئے!“

”ہم نے نظروں سے او جمل نہیں ہونے دیا تھا مادام.... لیکن ہم آپ کی اجازت کے بغیر کی گولوں کے میدان میں کیسے قدم رکھ سکتے تھے! ہم مطمئن رہے کہ وہاں والے انہیں سنبھال لیں گے!“

”میں نے مشامبا کو حکم دیا تھا کہ وہ اُسی اسپاٹ سے جنگل کی طرف نکل جائے لیکن ابھی تک اُس کے بارے میں بھی رپورٹ نہیں ملی۔... کہیں وہ بھی عمران کے ہتھے نہ چڑھ گیا ہو۔ ایسا ہوا ہے تو یہ سمجھو کر ہم دشوار یوں میں پڑ گئے ہیں۔ کیونکہ وہ سرگ کی سفر کرنے کے طریقوں سے واقف ہے....!“

”نہیں مادام۔ مشامبا رجائے گا لیکن کسی کو ہمارے رازوں سے آگاہ نہیں کرے گا!“

”میرا بھی بھی خیال ہے....! لیکن عمران!“

”اوہ.... کچھ نہیں مادام.... آپ انڈیشوں میں نہ پڑیے.... البتہ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ انہیں اُس اسپاٹ میں کیوں لے گیا تھا جبکہ کسی اور جگہ لے جانے کی ہدایت پہلے ہی دے دی گئی تھی!“

”سنو! عمران تھا اس کے ساتھ اس نے سب کچھ ممکن ہے۔ جسے مادام ٹھی تھری بی خطرناک فزادے دیں۔ وہ یقیناً خطرناک ہی ہو گا۔ میں اچھی طرح تصور کر سکتی ہوں کہ کیا ہوا ہو گا۔ شاریٰ دھوکے میں مارا گیا۔ عمران نے ڈوپن کو مار کر اُس کے بلٹ پروف خود پہن لئے ہوں گے اور شالی اُسے ڈوپن ہی سمجھا ہو گا۔ اسپاٹ میں پہنچ کر عمران نے اُسے مار ڈالا اور اپنے ساتھیوں کو رہا کر لے گیا!“

”لیکن مادام.... شاریٰ اُس اسپاٹ پر گیا ہی کیوں تھا!“

”صرف یہی ایک الجھاد ہے! اگر عمران اُسے اُس اسپاٹ پر لے گیا تھا تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ”پہلے سے آگاہ تھا۔ لیکن یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں!“

”مشامبا کے ساتھ لو تھر بارج بھی تھا مادام! لیکن اُس کا بھی کہیں پتا نہیں....!“

”میں سخت بے اطمینانی میں بتلا ہو گئی ہوں... سرگ کے محافظوں کو ہوشیار کر دو۔ جسے ہمارا سرگ میں جہاں دیکھیں وہیں روک لیں اور ہیڈ کوارٹر کو مطلع کر دیں!“

”بہت بہتر مادام....!“

”بل جاؤ....! وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”اس کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک شہادتی رہی۔ ہلکا ٹھیکنہ پر کسی کے نمبر ڈائل کئے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولی ”بارنی سے ملاو!“

”اوکے مادام!“ دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی اور پھر تھوڑی دیر بعد کسی مرد نے ”بلد“ بارنی حاضر ہے مادام!“

”لیکار پورٹ ہے۔!“

”سب کچھ توقعات کے مطابق ہوا ہے مادام۔ جائزہ لینے والی ٹیم اُس مقام پر پہنچی تھی جہاں ان یہودش پالیا گیا تھا.... پانچ بڑے ممالک کے نمائندے اُس ٹیم میں شامل تھے۔ بہر حال وہ اُسے تک پہنچ گئے اور اُسے دور ہی سے دیکھ رہے تھے کہ کسی کیسرے کی فلیش گن کی روشنی اُس

”اُن دونوں کو تلاش کرنے کی کوشش کرو۔ میں نہیں چاہتی کہ مشامبا کسی کے ہاتھ لگے۔ اس لئے اُسے پناہ گاہ کی طرف روانہ ہو جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ بہر حال اُوہ... کیا تمہیں علم ہے کہ اُس اسپاٹ کے سارے محافظ مارڈا لے گے؟“

”تب پھر ہو سکتا ہے کہ مشامبا سرکاری آدمیوں کے ہتھے چڑھ گیا ہو۔ اور اسپاٹ کی نشاندہی بھی کردی ہو۔ ورنہ وہاں کسی دشمن کے پیچھے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ان دونوں کی لاشیں مرنے والوں میں شامل نہیں ہیں تو پھر وہ دونوں سرکاری تحویل ہی میں ہوں گے!“



لو تھر بارج کو بالآخر سرکی کی بند شوں سے نجات مل گئی اور اُس نے عمران سے کہا ”سرنگ میں اتنے سے قبل تم سھوں کو سیاہ فام بننا پڑے گا۔“

”اس کی کیا ضرورت ہے؟“ رینا بولی۔

”مجھے بھی بننا پڑے گا۔“ لو تھر نے کہا۔

”چھڑوں اور حشرات الارض سے بچاؤ کے لئے!“ عمران بولا۔

”اوہ.... تو تم جانتے ہو!“ لو تھر چوک کر اُسے گھوننے لگا۔

”اسی بناء پر اس ہمپ پر نکلا ہوں۔!“ عمران سر کو اثاثی جبش دئے کر بولا۔

”کیا باتیں ہو رہی ہیں.... وضاحت کرو....!“ رینا نے عمران کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

”وہ ایک ایسا سیاہ پینٹ ہے جس سے حشرات الارض دور بھاگتے ہیں۔ کیپٹن مشامبا پر بھی اُس کا ایک کوٹ کیا جائے گا۔ جیکسون اور جوزف بھی نہیں بخشنے جائیں گے۔ ویسے بے فکر ہو۔

بعد میں اُس کی صفائی بھی ہو سکے گی!“

”شامہ تم یہ بھی جانتے ہو کہ صفائی کیسے ہو سکے گی۔“

”میں جانتا ہوں....!“

”تب پھر تمہاری معلومات ہم سے بھی زیادہ ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ اس کی صفائی کس کیلکل سے ہوتی ہے!“ لو تھر نے حیرت سے کہا۔

”تم نے اچھی خبر سنائی ہے۔!“

”دوسرے انہوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔!“

”بس اتنا ہی کافی ہے۔ انہیں محفوظ رکھو! دوسری بار وہ فلیش گن کی روشنی اُس پر نہیں پڑنے دیں گے۔ اور پول کھل جائے گی۔!“

”یہ بات تو ہے مادام....!“

”اُنہیں الجھالینے کے لئے اتنا ہی کافی ہے! دوسری بات! میں آج رات کو باہر جانا چاہتا ہوں۔ چھوٹا فے گرا تیار رکھنا....!“

”بہت بہتر مادام....!“

”تم میرے ساتھ رہو گے....!“

”عزت افرادی مادام....!“

پورشیا نے ریسیور کریٹل پر رکھ دیا اور پھر ٹھلنے لگی۔!

ٹھوڑی دیر بعد وہ بارہ فون پر نمبر ڈائل کئے تھے۔

”پیلو...!“ دوسری طرف سے آواز آئی ”مواکازی بول رہا ہے۔!“

”مشامبا اور لو تھر بارج غائب ہو گے میں۔ غالباً اُس اسپاٹ پر نہیں پہنچ جہاں تم نے انہما بھیجا تھا!“

”وہ اُس اسپاٹ پر نہیں پہنچ تو راستے ہی میں کہیں گھیر لئے گئے ہوں گے۔ لیکن میرے بارے میں کوئی ایسی اطلاع نہیں پہنچی جس سے اُن کا گرفتار کر لیا جانا ثابت ہو تا ہو۔!“

”مشامبا کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟“

”میں اس سوال کا مطلب نہیں سمجھا محترم۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”کیا وہ تنظیم سے غداری کر سکتا ہے۔!“

”میری دانست میں تو وہ ایسا نہیں ہے۔ اگر پکڑا بھی گیا تو کچھ ظاہر کر دینے پر موت کو نہیں دے گا!“

”دونوں باتیں غلط ہیں۔!“ عمران نے کہا ”میں چنگیز خان کی نسل سے تعلق رکھتا ہوں۔“
”تب تو پھر نہیں ہے! دیوانگی اور حشیانہ پن ورنے میں پلایا ہوا گا۔!“ سارہ نے کہا ”بالکل
نہیں ہے لیکن ہم....!“

”سارہ خاموش رہو...!“ رینا پھر بولی۔

”مادام رینا بہت سمجھ دار ہیں۔!“ عمران سر ہلا کر بولا ”وہ اچھی طرح جانتی ہیں ایک بہت
بڑی فوج بھی ان لوگوں سے پہنچ کے لئے ناکافی ہو گی۔“

”اس کے باوجود بھی پائچ افراد....!“ شپر و جملہ پورا کے بغیر خاموش ہو گیا۔

”لیکن مجھے امید ہے کہ مسٹر الائی موران کچھ کچھ کر گزریں گے۔“ لوہر بولا۔

”مجھے بھی کچھ عرض کرنے کی اجازت ہے یوریجنیشنی....!“ دفعتاً جیمن نے کہا۔

”ضرور.... ضرور....!“ تم بھی کیوں خاموش رہو...!“

”میا ان لوگوں کو اس کا علم نہیں ہو سکتا کہ سرگ میں کس قسم کے اوگ سفر کر رہے ہیں۔“
ساری لاشیں ہم کھلے میدان میں چھوڑ آئے تھے۔!

”تم نے ڈھنک کا سوال کیا ہے۔“ عمران بولا۔ ”میں نے محض موسیو شپر و کی وجہ سے اس
قسم کا کوئی سوال بے آواز بلند نہیں کیا تھا۔!“

”تواب سوال قائم ہو گیا ہے۔!“ شپر و نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”جواب یہ ہے مسٹر شپر و کہ زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ ہم مر جائیں گے اور ہماری ذمہ
داری ختم ہو جائے گی۔ پھر کچھ بھی ہوا کرے۔ کیا فرق پڑتا ہے۔!“

”یقین کر و دستو کہ ہم ایک دیوانے کے تھے چڑھ گئے ہیں۔!“

”شپر و....!“ رینا نے پھر اسے لکارا۔

مشامبا شروع ہی سے خاموش بیٹھا رہا تھا۔ اب بھی کچھ نہ بولا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے
احساس ہی نہ ہو کہ اس کے آس پاس کیا ہو رہا ہے۔ ٹرالی زیادہ تیز رفتار نہیں تھی۔ لیکن اس کی
روکت بے آواز تھی۔

”باس....!“ جوزف نے کہا ”میں نے اپنے پاک ٹرانسٹر ریڈیو پر ایک حرث اگلیز خبر
تھی۔ اس وقت جب میں چنانوں کے درمیان بیٹھا رہتے کی ٹگرانی کر رہا تھا۔!“

رینا اور سارہ دور جا کر سر گوشیاں کرنے لگیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ تجویز انہیں قطعاً
پسند نہ آئی۔

لوہر عمران کی طرف دیکھنے لگا اور عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”خواتین کی حال میں
بھی اپنا حلیہ بگاڑنا پسند نہیں کرتیں۔ لیکن مجبوری ہے۔ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔ لیکن ان
کے سنبھرے بالوں کا کیا ہو گا۔!“

”جسم کا کوئی حصہ بھی اگر اس پینٹ سے خالی رہا تو اسی جگہ خوفناک مچھروں کی یلغار
ہو جائے گی۔ اس لئے سر کی جلد بھی خالی نہیں چھوڑی جاسکتی۔ بالوں کی رنگت سیاہ ہو جائے گی۔
لیکن وہ بھی بعد میں صاف ہو جاتے ہیں۔ میرا ذاتی تحریر ہے۔!“

بہر حال وہ دونوں بڑی مشکل سے اس پر آمادہ ہوئی تھیں۔ اس طرح سات سیاہ فام آدمی
سرگ میں اترے تھے۔!

خاصی کشادہ اور صاف سترہی سرگ تھی اور انہیں پیدل نہیں چلانا پڑا تھا! ایک بڑی سی ٹرالی
میں بیٹھ گئے تھے۔ جو میز ریک کی ایک ریلوے لائیں پر دوڑتی رہی تھی۔ سرگ میں یہ لاکنیں دو
طرفہ پچھی ہوئی تھیں۔ غالباً ایک ٹریک واپسی کی تھی۔ سرگ کے دونوں کناروں پر یہ لاکنیں
تھیں اور ان کے درمیان اتنی جگہ خالی تھی کہ اس پر سے ایک بڑا ٹرک بہ آسانی گذر سکتا تھا۔!
رینا اور اس کے ساتھی حرث سے اس انتظام کو دیکھ رہے تھے.... بلا آخ شپر و بولا۔ ”مجھے
تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی خواب دیکھ رہا ہوں....!“

”ہالی و دوڑ کی سائنس فلکشن فلموں کا ساخواب۔!“ عمران نے سر جھنک کر کہا۔
”آخر انہوں نے کتنے عرصے میں یہ سب کچھ کر لیا ہوا گا اور کس طرح کیا کہ کسی کو کانوں
کان خبر نہ ہو سکی۔!“

”یہ تنظیم ایسی ہی ہے۔!“ عمران بولا۔
”اور ہم پائچ افراد اسے نکرانے نکلے ہیں۔“ شپر و بھنا کر بولا۔ ”خود کشی صد فیصد خود کشی۔!
”خاموش رہو۔!“ رینا غرائی۔

”غلط تو نہیں کہہ رہا۔“ سارہ بول پری ”موسیو الائی موران میری سمجھ سے باہر ہیں۔ یا توہ
دیو جانش کلبی کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں یا پھر کنفیو شس کی نسل کے آدمی ہیں۔!“

”کیا خبر تھی....؟“

”مپانڈا کے قریب ایک جیرت انگیز اٹھاد ریافت ہوا ہے.... بڑی طاقتov کی جائزہ ٹیم و بار پہنچ گئی تھی.... انڈا اتنا برا تھا کہ اُس میں سے ایک انسانی سر جھانک رہا تھا۔ ایسا چہرہ.... جس پر زیر اکی سی دھاریاں تھیں....!“ انڈے کا کچھ حصہ ٹوٹا ہوا تھا اسی سے وہ چہرہ جھانک رہا تھا۔“
”بکواس مت کرو.... زیر اکی مادہ انڈے نہیں دو دھدیتی ہے۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا
”اُسے بات تو پوری کرنے دو۔ یہ ایک جیرت انگیز خبر ہے۔!“ رینا بولی۔

”تم ان چکروں میں پڑنے کی بجائے اپنا ایک مش ڈیکٹر نکالو۔ اور سیٹ کر کے سامنے رکھ لو۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ ہم اتنی آسانی سے اپنی منزل مقصود پر پہنچ جائیں گے۔!“ عمران نے کہا۔
”مجھے بھی یقین نہیں ہے۔!“ لوٹھر بارج بول اٹھا۔

ثرالی تیز رفتاری سے مسافت طے کر رہی تھی۔ سرگ میں گھٹن کا ذرہ برابر بھی احساس موجود نہیں تھا اور مرکری ٹیوب لائٹ کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ روشنی سرگ کی دونوں اطراف کے اوپری جوڑوں سے پھوٹ رہی تھی۔

”ہاں! تم کیا کہہ رہے ہے تھے۔!“ ٹپپر نے جوزف کو مخاطب کیا۔ ”انڈے میں زیر امین کا سا چہرہ تھا۔!“

”ہاں..... لیکن وہ دیکھتے ہی دیکھتے پھل کر زمین میں جذب ہو گیا۔!“ جوزف نے پر جوش لجھ میں کہا۔

”ریڈیو کی خبر ہے۔!“ ٹپپر نے سوال کیا۔

”ہاں مسٹر۔!“

”میں نے اسے کبھی جھوٹ بولتے نہیں سن۔!“ جمسن بولا۔

”میں اسے جھوٹا تو نہیں کہہ رہا۔!“

”ہو سکتا ہے زیر امین کی مادہ کا انڈا ہو۔....!“ عمران نے خیال ظاہر کیا۔

”تم تو ایسے معاملات میں بولا ہی نہ کرو۔....!“ سارہ جھک کر آہستہ سے اسکے کان میں بولی۔
”تم کہتی ہو تو اب نہیں بولوں گا۔ لیکن اصل سوال یہ ہے کہ اس اپاٹ سے منزل مقصود تک راہ میں کتنے اپاٹ اور ہیں۔!“

”تین اپاٹ....!“ لوٹھر بولا۔

”تب تو ہمیں اطمینان سے نہیں بیٹھنا چاہئے....!“

”تم کیا کہنا چاہئے ہو۔....!“ ٹپپر بولا۔

”یہی کہ ہم کہیں نہ کہیں ضرور گھیرے جائیں گے۔!“

”اور وہ اس سفر کا آخری مرحلہ ہو گا۔!“ ٹپپر بھٹکا کر بولا۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اس ہمپ پر آنے کے لئے آمادہ کیوں ہو گئے تھے۔!“

”مجھے اس کی نوعیت کا علم نہیں تھا! میں اس قسم کا فیلڈ ورک نہیں ہوں۔!“

”محترم رینا۔.... میں اس کے لئے کیا کروں۔!“ عمران نے دردناک لجھے میں سوال کیا۔

”اوہ.... موران.... تمہارا خیال درست تھا.... یہ دیکھو ڈیکٹر کیا بتا رہا ہے۔!“ رینا اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے بولی۔

”اوہ.... سوئی تو اسی سمیت اشارہ کر رہی ہے، جدھر ہم جا رہے ہیں۔!“ عمران نے جھک کر ڈیکٹر پر نظر جاتے ہوئے کہا۔ وہ ٹرالی پر رکھا ہوا تھا۔

”ٹرالی روک دو لوٹھر....!“ رینا بولی۔

”یہ تو اگلے اپاٹ ہی پر رکے گی۔!“ لوٹھر نے کہا۔

”کیا مطلب....؟“ عمران چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

”یہ چلائی جاسکتی ہے۔ روکی نہیں جاسکتی! ہر اپاٹ پر پہنچ کر خود بخود رکتی ہے۔!“

”اس کا یہ مطلب ہوا کہ ہمیں ہر حال میں اگلے اپاٹ پر رکنا پڑے گا۔!“

”ہاں! یہی بات ہے! الیکٹرک سے چلتی ہے! جیسے ہی کسی اپاٹ پر پہنچتی ہے خود کا نظام کے تحت کرنٹ منقطع ہو جاتا ہے! پھر آگے کلیئے کرنٹ اسی اپاٹ سے ملتا ہے۔“

”گویا اگر اس اپاٹ کے لوگ نہ چاہیں تو ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔!“

”تمہارا خیال درست ہے۔!“

”تو پھر پچاؤ کی کیا صورت ہو گی۔!“

”میں ہوں تمہارے ساتھ.... تم اس کی فکر نہ کرو۔“ لوٹھر نے کہا۔

”کیپٹن مشا مبار۔ تم کچھ نہیں بول رہے۔!“ عمران بولا۔

”موس کیا ہے۔!“ لفٹ سے آواز آئی۔ لیکن قبل اس کے کہ لو تھر کچھ کہتا عمران کا مٹین پتول اس کی کمر سے جالا۔... وہ چوک کر لیکن ڈھیلا پڑ گیا۔

”موس کیا ہے۔!“ لفٹ سے پھر آواز آئی۔

”خج... خوش گوار ہے۔!“ لو تھر ہکلایا۔ ”راستہ دو۔!“

”ساتھیوں کے کوڈ نمبر۔!“ آواز پھر آئی۔

”زیڈ۔۔۔ ایل۔۔۔ سکسٹی سیون۔۔۔!“ اور دوسرا مزدور ہیں۔

”مزدوروں کو نیمیں چھوڑ کر آگے بڑھ جاؤ۔۔۔“ آواز آئی۔

”یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ ساتھ جائیں گے۔۔۔!“ لو تھر پھر ہکلایا۔

”اوپر سے حکم آیا ہے کہ تم دونوں کے علاوہ اور کسی کو آگے نہ جانے دیا جائے۔!“

”تم بکواس کر رہے ہو۔!“ مشامبادھاڑتا ہوا اللھ گیا۔ احکامات اس طرح نہیں بدلا کرتے۔!

”حالات کے ساتھ احکامات بھی بدلتا کرتے ہیں سکسٹی سیون۔!“ اس بار نسوانی آواز آئی۔ ”مسٹر علی عمران! تم اپنا مٹین پتول لو تھر کی کمر سے ہٹالو۔ تم سب موت کی زد پر ہو۔!“

”تم بہت سمجھ دار معلوم ہوتی ہو۔!“ عمران نے اوپری آواز میں کہا ”اگر کسی مرد نے اس قسم کا مشورہ دیا ہو تو ہرگز قبول نہ کرتا۔ لیکن تمہیں میراثام لینے کا مشورہ کس نے دیا تھا۔!“

عمران کا نام سن کر بینا بیری طرح چوکی تھی اور پھر اس کی آنکھوں میں ایسا تاثر نظر آیا تھا جیسے یادداشت پر زور دے رہی ہو۔

”تمہارا نام لینے میں کیا قباحت ہے۔!“

”یہاں کی آب و ہوا میں پیچھے لگتا ہے۔!“

”میں نے کہا تھا کہ مٹین پتول ہٹالو۔۔۔!“

”ہٹالیا گیا۔!“

”انجہا کہ تم اسے استعمال کرنے کی کوشش نہیں کرو گے۔!“

”اب تم سب بھی اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دو۔!“ عمران نے طنزیہ لمحے میں اپنے ساتھیوں سے کہا۔!

”نہیں اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔۔۔!“ عورت کی آواز آئی ”تم لوگ چشم زدن

”میں کچھ سن ہی نہیں رہا۔ میں تو صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ کم از کم کتنے افراد کو مار کر مجھے مرتا چاہئے۔!“

”یہ ٹرالی اگلے اسپاٹ پر رکے گی۔!“

”ہاں رکے گی تو۔۔۔!“

”وہاں ہم گھیرے بھی جاسکتے ہیں! جو کچھ بھی ہو اے اس سے تنظیم اب تک آگاہ ہو چکی ہو گی۔!“

”میں تم سے متفق ہوں۔!“

”تو پھر تم کیا کرو گے اگر گھیر لے گئے۔!“

”مارنا اور مارنا۔۔۔ اس وقت تک مارنا جب تک خود نہیں مر جاتا۔!“

”اس سے کیا فائدہ۔۔۔ آٹھ دس کو مار دینے سے افریقہ ان لوگوں کے شر سے تو محفوظ نہیں ہو سکے گا۔!“

”میری عقل کام نہیں کر رہی تم ہی کچھ سوچو۔!“ مشامبادلا۔

”بہت دیر سے معلوم ہوا ہے مجھے کہ ٹرالی کی نویعت کیا ہے۔!“

”تم خواہ خواہ فلکر کر رہے ہو۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے ہر اسپاٹ سے کس طرح گزرنہ ہے۔ مجھے ہی تو مشامباد کو وہاں تک پہنچانا تھا۔!“ لو تھر نے عمران کے شانے پر ہاتھ روک کر کہا۔

”تم بھی سب کی طرح کالے ہو گئے ہو۔ وہ تمہیں پہچانیں گے کس طرح۔!“ عمران نے سوال کیا۔!

”کوڈ نمبر سے۔۔۔!“

”مشامباد کا بھی کوئی کوڈ نمبر ضرور ہو گا۔ لیکن ہم کس کھاتے میں جائیں گے۔!“ عمران نے کہا۔

”اچانک ٹرالی ایک حصہ کے ساتھ رک گئی اور عمران جلدی سے اردو میں بولا۔ ”تم دونوں پوری طرح تیار ہنا۔ سفید سور نے ہمیں دھوکا دیا ہے۔!“

”دفتہ اور پر سے ایک لفٹ آئی اور ٹرالی کی راہ میں حائل ہو گئی۔ ساتھ ہی لفٹ کے اندر سے کسی نے کہا تھا۔ ”اپنی شناخت ظاہر کرو۔!“

”زیڈ۔۔۔ ایل۔۔۔ سکس میں۔۔۔!“ لو تھر بولا۔

میں اس قابل بھی نہ رہ جاؤ گے کہ ہاتھ پر ہلا کو...!

اور ٹھیک اُسی وقت اوپر سے لفٹ پر تیز قلم کی روشنی پڑی.... عجیب سانسنا اُن کے ذہنوں پر طاری ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اُب اپنے اعضاء کو جبکش بھی نہ دے سکیں گے۔ اضحاک لمحہ بہ لمحہ بڑھتا رہا اور پھر وہ بالکل ہی بے سدھ ہو گئے۔ ان کی آنکھیں کھلی ضرور ہوئی تھیں۔ لیکن مجذبی ہو کر رہ گئی تھیں۔ گویا وہ روشنی سکتہ طاری کر دینے والی تھی۔



مشامباں کے سامنے دم بخود کھڑا تھا۔ اُسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ اتنی خوبصورت عورت پہلے بھی کبھی نظر وہ سے گزری ہو۔ سفید فام، ہی تھی۔ لیکن مشامبا کو ابھی تک تو اُس پر غصہ نہیں آیا تھا۔ وہ اُسے خاموشی سے دیکھے جا رہا تھا۔ اور اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے کی کوشش کر رہی ہو!

”کیلپن مشامبا!“ وہ بالآخر بولی۔ ”مجھے تم وہ کہانی سن سکتے ہو جو سنانے والے تھے!“

”میں کوئی کہانی نہیں سنانا چاہتا۔!“

”کچھ کہو... یوں خاموش نہ کھڑے رہو۔!“

”تمہیں علم ہے۔ سب کچھ جانتی ہو۔ لوٹھر بارج نے تمہیں بتایا ہو گا۔!“

”جو کچھ اس نے کہا ہے۔ وہی تم کہہ دو۔“ عورت بولی۔

”اُس نے یہ کہا ہو گا کہ وہ حقیقتاً تمہارا افادار ہے۔ قیدیوں سے وقتی طور پر مصالحت کرنی تھی۔ مقصداں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ دھوکے سے ان پر قابو پایا جائے۔!“

”ہاں! میں بھی چاہتی ہوں۔!“

”لیکن میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ مجھے تنظیم سے نفرت ہو گئی ہے۔!“

”غلط فہمی کی بناء پر وقتوی غصہ ہے۔ کل تک ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ کیلپن مشامبا ہم افریقہ کو اس طرح متعدد کرتا چاہتے ہیں کہ اس پر ایک ہی حکومت ہو۔ ہم بڑی طاقتیں کو یہاں سے نکال دیں چاہتے ہیں۔ ہمارا اصل مقصد ایک عالمی حکومت کا قیام ہے۔ اس طرح ہم مستقبل کی بیانات کا جگلوں

کور و کنایا چاہتے ہیں۔ کیوں نہ یہ مبارک قدم افریقہ ہی اٹھائے۔!“

”اتی بڑی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں.... میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ تم لوگوں نے نہیں یوں قوف بنا کر....!“

”نہیں....!“ وہ اُس کی بات کاٹ کر بولی۔ ”ایسا نہ کہو.... حکمت عملی کو یوں قوف بنا نامت کہو۔ اس طرح ایک بار پھر ہم نے تمہیں مذہب سے قریب کر دیا ہے۔ تمہاری وفاداریاں قربان گاہ سے وابستہ کر دی ہیں۔ اتنے تھوڑے وقت میں اسی حکمت عملی کی بناء پر بہترین نتائج نکلے ہیں۔!“

”یعنی تھوڑے سے وقت میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو یوں قوف بنایا جا چکا ہے۔“

”کیلپن مشامبا....!“ وہ تیز لمحہ میں بولی ”تم ہم سے اختلاف رکھنے کے باوجود بھی ہمارے لئے کام کرنے پر مجبور ہو پھر کیوں نہ ہم سے متفق ہو کر خوش دلی سے کرو....!“

”بس تو پھر اس سلسلے میں پچھے کہنا سننا ہی بے کار ہے.... میں تمہارے لئے کام کرنے پر مجبور ہوں لیکن تم سے متفق نہیں ہو سکتا....!“

”ایسے لوگوں سے اس قسم کی مشقت لی جاتی ہے کہ وہ زندگی سے بیزار ہو جاتے ہیں۔“

مشامبا نے لاپرواہی ظاہر کرنے کے لئے شانوں کو جبکش دی۔

”اسے لے جاؤ۔!“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ دو سلیخ آدمی مشامبا کے پیچھے آکھڑے ہوئے اور انہوں نے اس کو اس کمرے میں پہنچا دیا جہاں دوسرے قیدی رکھے گئے تھے لیکن ان میں لوٹھر بارج نہیں تھا۔ وہ شروع ہی سے اُن کے ساتھ نہیں رکھا گیا تھا۔ مشامبا کو بھی الگ ہی رکھا گیا تھا جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا۔ عمران کے علاوہ اور سب اس کے گرد اکٹھا ہو گئے۔!

”تم کہاں تھے....!“ رینا نے سوال کیا۔

”ایک کمرے میں.... لوٹھر نے دھوکا دیا.... سُر عمران کا خیال صحیح تھا۔!“

”تو اس کا نام کچھ علی عمران ہے....!“

”ہاں.... یہی نام ہے....!“

”جنوبی الشیا سے آیا ہے۔!“

”یہ میں نہیں جانتا....“ مشامبا نے کہا ”وہ عورت مجھے باور کرانے کی کوشش کر رہی تھی

کہ ہمارے ساتھ جو کچھ بھی ہوا ہے وہ محض حکمت عملی تھی۔ اسے فریب دی نہیں کہا جاسکتا۔ اس طرح جلد از جلد ہمیں قربان گاہ کی طرف متوجہ کر لیا گیا۔ جسے ہم جدیدیت کا خذار ہوا کہ فراموش کر بیٹھنے تھے!

”تم ہم میں کس حیثیت سے واپس آئے ہو؟“

”بدستور قیدی کی حیثیت سے کونکہ میں اسے فراہمی کہتا رہتا۔“

”اب کیا ہو گا؟“

”وہ کہہ رہی تھی کہ میں اس کے لئے کام کرنے پر بہر صورت مجبور ہوں۔ انکی آئندیوالی جس سے متفق ہوں یا نہ ہوں۔ متفق نہ ہونے کی صورت میں مجھ سے ایسے کام لئے جائیں گے کہ میں انہی زندگی سے بیزار ہو جاؤں گا!“

”بڑی اچھی خبر سنائی تم نے....!“ عمران اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا۔ اور انہی کے قریب آکھڑا ہوا۔

”کیا اچھائی ہے اس خبر میں!“ شپر نے طنزیہ لمحے میں پوچھا۔

”یہی کہ وہ بہر حال زندہ رہے گا!“ عمران بولا۔ پھر اس نے مشامبا سے پوچھا ”کیا وہی عورت تھی جس کی آواز لفٹ سے آتی رہی تھی؟“

”آواز سے تو وہی معلوم ہوتی تھی....!“

”کیسی تھی....!“

”اتی حسین عورت میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی....!“

”حیله بتاؤ....!“

”حیله.... حیله....!“ مشامبا ناک بھوں پر زور دیتا ہوا بولا۔ پھر ماہی سانہ انداز میں سر کو منی جبکش دے کر رہ گیا۔

”یعنی بس وہ بہت خوبصورت تھی لیکن اس کے خدوخال کی بناوٹ تمہارے ذہن سے محو ہو چکی ہے!“

”تم شائد نیک ہی کہہ رہے ہو۔ میں اس کا حیله بیان نہ کر سکوں گا.... عجیب چہرہ تھا!“

”اور وہ اسی عمارت میں موجود ہے!“

”یہیں موجود نہ ہوتی تو میں اس سے گفتگو کس طرح کرتا۔“ مشامبا جھنجھلا کر بولا۔ ”معاف کرنا میرے دوست!“ عمران درد آمیز لمحے میں بولا۔ ”اس عورت کا ذکر سن کر میں اپنے حواس کو بیٹھتا ہوں۔!“

رینا اور سارہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگیں۔!

”لیا تم اسے جانتے ہو۔!“ شپر نے سوال کیا۔

”وہ.... وہ....!“ عمران کانپتی ہوئی سی آواز میں بولا ”وہ خون بن کر میری رگ رگ میں جاری رہتی ہے....!“

”کس کی بات کر رہے ہو....!“ رینا بالآخر پوچھ بیٹھی۔

”اسی کی جس کو لوگ گھنٹوں دیکھتے ہیں لیکن علیہ یاد نہیں رکھ سکتے۔!“

”وہ کون ہے....!“

”ئی.... تھری.... بی....!“

”نہیں....!“ رینا اچھل پڑی۔

عمران پھر اسی گوشے میں جامیٹھا جہاں سے اٹھ کر آیا تھا۔

”تم پار بار اس کے نام کی تقدیق کیوں کر رہی ہو۔!“ سارہ نے رینا سے پوچھا۔ آواز سرگوشی سے آگے نہیں بڑھی تھی۔

”اوہ تم شائد اسے نہیں جانتیں! مجھے یقین ہے کہ ہمارے مکنے کا سر برہا اس سے لا علم تھا۔!“

”کس سے لا علم تھا!“

”اسی سے کہ اس آدمی کے ساتھ ہمیں کام کرنا پڑے گا۔!“

”کیا خرابی ہے اس میں....!“

”انہائی خطرناک آدمی ہے۔ ایسی ڈی اسی کے کئی بہترین دماغ اس کی وجہ سے ناکارہ ہو گے۔ وہ عورت تو مجھے کبھی نہیں بھولے گی جو اس کی وجہ سے اٹلی میں پاگل ہو گئی تھی۔ ایذا لاؤ اولاد کیسی تھیں یاد ہی ہو گا۔!“

”اوہ.... تو یہ وہ آدمی ہے....!“ سارہ اچھل پڑی۔ چند لمحے عمران کی طرف دیکھتی رہی پھر بولی۔ ”نہیں مجھے یقین نہیں آتا۔ صورت سے ایسا لگتا ہے جیسے ماں باپ بیچن ہی میں مر

اس دروان میں عمران پھر اپنی جگہ سے انٹھ کر مشامبا کے قریب آکر را ہوا تھا۔ شپر و کے کچھ کہنے سے قبل بولا۔ ”دشمنوں کو فوری طور پر مار دالنے کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ ان کے لئے کام کرتے کرتے مر جاتے ہیں۔ اس طرح وہ گھلیلوں کے دام بھی وصول کرتے ہیں۔“

”سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے!“ شپر و بھتنا کر بولا ”اگر تم مسٹر مشامبا کی بات مان لیتے تو ہم کی گوامائی ہوتے اور شامبا اب تک دارالسلام بھی پہنچ چکے ہوتے!“

”اُسے بھول جاؤ... موسیو شپر و... وہ محض بلف تھا۔ موقع پاتے ہی میں تم سکھوں کو مار ڈالنے کی کوشش کرتا!“ مشامبا نے زہر خند کے ساتھ کہا۔

رینا اور سارہ بھی ان کے قریب پہنچ گئی تھیں۔!

”تم نے سن۔“ سارہ رینا کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

”سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا ہو گا۔“ رینا نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔

”محض سے کچھ نہ پوچھو۔ اپنی عقل استعمال کرو۔ میں تو تم لوگوں کے چکر میں پڑ کر مفت میں مارا گیا۔“

”تم شامد ٹھیک کہہ رہے ہو۔ تمہیں تو وہ لوگ ہرگز نہیں بخشیں گے۔“

”کیا دم نکل آئی ہے میرے!“

رینا بھتنا کر کچھ کہنے تھی والی تھی کہ دروازہ کھلا اور دو آدمی باہر کھڑے نظر آئے جن کے ہاتھوں میں اشین گنیں تھیں۔!

”خواہ جواہ۔“ عمران ہاتھ نچا کر بولا۔ ”اب ان کی کیا ضرورت ہے جب ہم زیرولینڈ کے شہری بنا لے گئے ہیں۔ ان اشین گنوں کے بغیر بھی ہم تمہاری سنیں گے۔“

”ان پر اعتراض نہ کرو۔“ وہی آواز پھر سنائی دی جو کچھ دیر پہلے ان کے لئے جا بخشی کا مژده لائی تھی۔

”یہ اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ اسی طرح ان کے ساتھ چل پڑو۔ اگر تم نے اس پسندی کا ثبوت دیا تو تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچ گی۔“

ان دونوں کے اشارے پر وہ ایک ایک کر کے اس کمرے سے نکلے اور ایک لائن میں کھڑے ہو گئے۔ پھر وہاں سے ایک بڑے کمرے میں لائے گئے۔ یہاں نشتوں کی ترتیب سے ایسا معلوم

گئے ہوں۔!

”ئی۔ تھری۔ بی کو مختلف ملکوں میں متعدد بار شکست دے چکا ہے۔“

”تب تو وہ اسے ہر گز زندہ نہیں چھوڑے گی۔ اب آیا ہے اس کی گرفت میں۔“

”اوہ.... ختم کرو۔.... یہ سوچو کہ ہمارا کیا حشر ہونے والا ہے۔“

سارہ کچھ نہ بولی۔ اُدھر جوزف اور نیکسون عمران کے قریب جایٹھے تھے اور ان کے درمیان سرگوشیاں شروع ہو گئیں تھیں۔!

ٹھیک اسی وقت کمرے کی مدد و فضائیں ایک آواز گوئی جو ان میں سے کسی کی نہ تھی۔!

”غور سے سنو قیدیو۔!“ کوئی کہہ رہا تھا۔ آواز مردانہ تھی۔

”غور سے سنو قیدیو! اپنے ذہنوں میں مایوسی کو راہ نہ دو۔ ہم مجرموں کو سزا نہیں دیتے۔ بلکہ انہیں کام کے آدمی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تمہیں آج سے زیرولینڈ کی شہریت تفویض کی جاتی ہے۔ تم وہاں ضرور پہنچو گے۔ جہاں پہنچنا چاہتے تھے۔ لیکن تمہارے دلوں میں جذبہ تغیر ہو گا۔ تمہارے تحریکی رجحانات یہیں سلب کر لئے جائیں گے۔ فی الحال بے فکر ہو کر وقت گزارو۔!“

اس طویل گفتگو کے اختتام میں عجیب سا سانا چھا گیا۔ وہ خاموشی سے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھے جا رہے تھے۔ عمران رینا کو آنکھ مار کر مسکرا لیا۔ وہ جھنجلا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔!

”پوری عمارت بگد معلوم ہوتی ہے۔“ شپر و آہستہ سے بولا۔

”سارا کھیل بر قی تو انائی کا ہے۔“ مشامبا نے کہا۔

”تو وہ ہمیں اس مقام تک خود ہی پہنچائیں گے جہاں سے طیارے تباہ کئے گئے تھے۔“ شپر و نے کہا۔

”پتا نہیں کس مقام پر لے جائیں گے۔ لیکن اب جانوروں کی طرح زندگی بس کرنے پر تیار ہو جاؤ۔....!“ مشامبا نے کہا۔

”کے.... کیا مطلب....؟“

”بیگار کے مزدوروں کی طرح تمہیں دن رات کام کرنا پڑے گا اور دو وقت کی روٹی مل جائے گی۔!“

ہوتا تھا جیسے کمرہ مشاورت ہو۔ اُن سے بینخنے کو کہا گیا۔ سامنے چھونا سا شیخ تھا۔ وہی آواز پھر آئی۔ ”خوش آمدید دسوتو۔ یہ نئے شہریوں کی درسگاہ ہے تم یہاں ایک معلومان فلم دیکھو گے جس کا عنوان ”زیر امین“ ہے۔“

رینا اور سارہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئیں۔ جوزف عمران اور جیمسن ساتھ بینخ تھے۔ دفتارہ بکلی سی سرسر اہم سنائی دی اور اشیج والی دیوار پر ایک اسکرین نمودار ہوئی۔ پھر عقب سے پروجیکٹر چلنے کی آواز آئی تھی۔۔۔ اسکرین پر بڑے بڑے حروف میں زیر امین لکھا ہوا نظر آیا۔۔۔ حروف دھند لکے میں مدغم ہو گئے۔۔۔ اور اُسی دھند لکے سے ایک منظر اپھر۔ کسی گھنے جنگل کا منظر تھا جو آہستہ اسکرین پر پھیلا۔ اختیار کرتا رہا۔ جگہ جگہ محشری جھونپڑیاں دکھائی دیں۔ پھر شہم برہمن جنگلیوں کی نولیاں نظر آئیں۔۔۔ اور ساتھ ہی کنٹری شروع ہو گئی۔۔۔!“ یہ وہ علاقہ ہے جہاں وانڈری قبائل آباد ہیں۔۔۔ راستے اتنے دشوار گزار میں کہ ہم سے پہلے کسی مہذب آدمی کے قدم یہاں نہیں پہنچے اور نہ یہ وانڈری ہی مہذب دنیا تک پہنچ سکے۔ ان پر قابو پانا مشکل تھا۔ لہذا ان کے علاقوں میں سب سے پہلے زیر امین بھیجا گیا۔۔۔!“ مبصر خاموش ہو گیا۔ فلم چلتی رہی۔۔۔ اسکرین پر زیر امین دکھائی دیا۔ جو بڑے بڑے تادر درختوں کو جڑ سے اکھاڑ کر گراتا جا رہا تھا۔ وانڈری قبائل اس سے خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔۔۔ مبصر کی آواز پھر آئی۔

”اس کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ وانڈریوں کو قابو میں کر کے انہیں اپنے لئے کار آمد بنایا جائے۔ کچھ وانڈری خائف ہو کر مہذب لوگوں کی طرف جانکلے۔ ہم نہیں چاہتے تھے کہ ایسا ہو۔ ہم یہ چاہتے تھے کہ وانڈری زیر امین کی برتری تسلیم کر لیں اور جہاں آباد ہیں وہیں رکے رہیں۔ یہ بے حد دشوار کام تھا۔۔۔ انہیں کس طرح سمجھایا جاتا کہ زیر امین سے ذر کر بھاگنے کی بجائے اُس کے آگے سر جھکائیں۔ اس کے لئے ہمیں کچھ نقلی وانڈری بنا نہیں پڑے جو مہذب دنیا سے فراہم کئے گئے تھے۔ انہوں نے زیر امین کی پوجا شروع کر دی اور زیر امین ان کی خوراک کے لئے بڑے بڑے ہاتھی شکار کرنے لگا۔ بس ان نقلی جنگلیوں کی دیکھاد بیکھی اصل وانڈری بھی راہ پر لگ گئے اور وہی کرنے لگے جو ہم چاہتے تھے۔ آہستہ آہستہ ہم انہیں اپنے کام

کے قابل بنتا رہے اور اب وہ ہمارے لئے دن رات اٹھک محنت کر رہے ہیں۔!“

اسکرین پر وانڈری درخت کا نئے اور پھر توڑتے ہوئے دکھائی دیئے۔ پھر منظر بدلا۔۔۔ ایک الگونا بہت بڑی عمارت تعمیر ہو رہی تھی۔ وانڈری اس کیلئے کام کر رہے تھے اور زیر امین ان کی گمراہی کر رہا تھا۔ پھر منظر بدلا اور زیر امین پہاڑ سے بڑے بڑے پھر لڑھکاتا ہوا نظر آیا۔ مبصر کی آواز پھر آئی۔

”یہ مقصد ہے زیر امین کی تخلیق کا۔ مہذب دنیا کو زیر امین کے بارے میں کچھ بھی نہ معلوم ہو سکتا اگر کچھ وانڈری خوفزدگی کے عالم میں جنگل سے فرار نہ ہو گئے ہوتے۔ ہم قطبی نہیں چاہتے تھے کہ زیر امین کی پبلیک ہو۔ اور ہم خاموشی سے اپنا کام کرتے رہیں۔ یاد رکھو! ہم یہ بہ کچھ اس لئے کر رہے ہیں کہ زمین سے فتنہ و فساد کا خاتمه ہو جائے اور یہ اُسی صورت میں ممکن ہے جب سارے بني نوع انسان ایک ہی نظریہ حیات کو تسلیم کریں۔ کیونکہ فتنہ و فساد کی اصل وجہ نظریات کا تضاد اور اختلاف ہے۔ اگر ایک ہی نظریہ حیات پر سب متفق ہو جائیں تو دنیا جنت بن جائے گی۔ اس کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں گورے کا لے کافر مٹ جائے گا اور وہ ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے اپنی منزل کی طرف گامزن ہوں گے۔ ہماری ایجادات جیرت الگیز ہیں۔ ابھی حال ہی میں ہم نے مسٹر علی عمران کے تعاون سے اپنے ایک انتہائی تباہ کن حربے کا تجربہ کیا تھا۔ ہم مسٹر علی عمران کے بے حد شکر گذار ہیں۔“ درہ اُس حربے کا تجربہ کرنے کے لئے نو عدد جنگلی طیارے کہاں سے فراہم کرتے۔۔۔ ہم تو اپنے طیارے تباہ کرنے سے رہے۔ زرولینڈ کا سرمایہ بہت قیمتی ہے اور احتیاط سے صرف کیا جاتا ہے۔ بہر حال مسٹر علی عمران کی کوششوں کے نتیجے میں تزاں یہ کی ہوائی فوج کے دس عدد طیارے۔۔۔ لیکھ جا۔۔۔ اپ خود ہی ملاحظہ فرمائی۔۔۔!“

مبصر کے خاموش ہوتے ہی اسکرین پر منظر بدلتا گیا۔ بیکار نیلگوں آسمان پر کیسرہ حرکت کر رہا تھا۔۔۔ دفعتہ طیاروں کا شور سنائی دیا۔ اور دس عدد طیارے اسکرین پر دکھائی دیئے اور مبصر کی آواز آئی۔ ”اب دیکھئے کہ یہ طیارے ایک ایک کر کے کس طرح غائب ہوتے ہیں۔ وہ دیکھئے ایک محدود ہوا۔۔۔ وہ دوسرا۔۔۔ وہ تیسرا۔۔۔ وہ چوتھا۔۔۔ وہ پانچواں۔۔۔!“ اسکرین پر ایک ایک طیارہ غائب ہوتا رہا۔ پھر آخر میں ایک ہی رہ گی۔۔۔!

ہوں!“
 ”ہاں.... میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔“ مشامبا سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔
 ”ضرور کہو۔ میں مزید صفائی پیش نہیں کروں گا!“
 ”میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا!“
 ”کیوں بھوک رہا ہے!“ جوزف غربیا۔
 ”تو اپنا دماغ ٹھنڈا رکھ جوزف۔ یہ شخص قابلِ رحم ذہنی حالت سے دوچار ہے!“
 ”مجھ پر رحم نہ کھاؤ۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا!“
 رینا اور اس کے ساتھی دم بخود تھے.... جیسون نے چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن وہ دونوں
 مسلح آدمی کہیں نہ دکھائی دیئے۔ جو نہیں اس کمرے تک لا رہے تھے!
 ”کیا اب ہم یہیں بیٹھے رہیں گے!“ رینا نے کہا اور ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ شاد وہ بھی انہی
 دونوں مسلح آدمیوں کو تلاش کر رہی تھی۔
 ”وہ دونوں کہاں گئے؟“ اس نے اونچی آواز میں کہا۔
 ”یہ تو نہیں جانتا۔۔۔ لیکن ان کی عدم موجودگی کی وجہ ضرور بتا سکوں گا!“ عمران بولا۔
 رینا نے ناگواری سے منہ پھیر لیا۔ لیکن سارہ بولی۔ ”کیا وجہ ہے؟“
 ”وہ اس لئے ہنادیے گئے ہیں کہ تم لوگوں کو مجھ پر اچاک ٹوٹ پڑنے میں آسانی ہو!“
 مشامبا نے پھر دانت پیسے۔ اور بولا ”تمہاری کسی بات پر یقین نہیں کیا جا سکتا!“
 ”بس.... بس....!“ عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”اپنے قوی جذبات کا بہت زیادہ مظاہرہ
 مت کرو.... خدا کی قدرت.... کل کا نendar.... آج کا حب وطن.... کیا ان کے دونوں ساتھی
 نہداری ہی غداری کا شکار نہیں ہو چکے۔ ان کے کی گولو کے میدان میں اترنے کی صد فیصد ذمہ
 نداری تم ہی پر عائد ہوتی ہے!“
 ”اس معاملے کا ذکر نہ کرو....!“ رینا نے کہا ”هم قطعی غیر جانبدار رہنا چاہتے ہیں!“
 ”اس طرح چھ افراد کے درمیان تم بالکل تمہارے گئے ہو!“ عمران مشامبا کی طرف دیکھ کر
 لگالا۔
 ”مجھے اس کی قطعی پرواہ نہیں ہے!“

مبصر کی آواز آئی۔
 ”بس یہی بیچ کر واپس گیا تھا! ہم نے اسے تباہ نہیں کیا تھا۔ ہم چاہتے تھے کہ اس طیارے کا
 پائلٹ ہماری دھمکی بڑی طاقتیوں تک پہنچا دے بہت بہت شگریہ مسٹر علی عمران....!“
 فلم رک گئی اور کرہہ دوبارہ روشن ہو گیا۔ عمران ہونقوں کی طرح ایک ایک کی شکل دیکھے
 جا رہا تھا۔ جیسون کی نظر مشامبا کی طرف گھوم گئی۔ اس کے دانت بھنپنے ہوئے تھے۔ آنکھیں اُملی
 پڑھی تھیں اور اس قہرناکی کارخ عمران ہی کی طرف تھا! جیسون نے جوزف کو اس کی طرف متوجہ
 کیا تھا کہ مشامبا عمران کو گھونسہ دکھا کر غربیا ”تو یہ ہے تمہاری اصلیت۔“
 جوزف اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اور مشامبا کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”اگر کسی نے میرے باس کو
 میڑھی نظر سے دیکھا بھی تو میں اس کی گردان زخرے سمیت جسم سے کھینچ لوں گا!“
 ”اوہ نہیں....!“ عمران آہستہ سے بولا۔ ”بیٹھ جاؤ۔۔۔ یہ لوگ اتنے احمق نہیں ہیں کہ اس
 الام کو بچ سمجھ لیں گے!“
 ”میں جانتا ہوں.... اچھی طرح جانتا ہوں!“ مشامبا سر ہلا کر بولا۔
 ”کیا جانتے ہو!“ عمران نے پوچھا۔
 ”مپانڈا کے قریب تم ہی یہو شپڑے ملے تھے!“
 ”اس سے کیا ہوتا ہے....! کیا ثابت کرنا چاہتے ہو....!“
 ”میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مپانڈا کے قریب کبھی کوئی ہڈیوں کا ایسا ڈھانچہ نہیں ملا تھا جس کے
 قبضے میں کسی قسم کی تصویریں رہی ہوں!“
 ”تو پھر یہ جزل کیوں جھوٹ رہا ہوگا۔ مجھ سے کیوں الجھر رہے ہو۔ ویسے یہ حرکت اسی لئے کی
 گئی ہے کہ فلم کے ختم ہوتے ہی تم لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑو!“ اس نے خاموش ہو کر رینا کی طرف
 دیکھا اور بولا ”تمہیں یاد ہو گا میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اس سفر کے دوران میں تم لوگ بار بار
 میرے خلاف شکوک و شبہات میں مبتلا ہوتے رہو گے!“
 ”کیونکہ.....ئی.....تھری.....بی تم سے فلرٹ کرتی ہے!“ رینا نے طنزیہ لیج میں کہا۔
 اور عمران طویل سانس لے کر رہ گیا۔ تھری ایسا ہی وار کر گئی تھی کہ دفاع کرنا مشکل ہو گیا تھا۔
 ”مشامبا....!“ اس نے کھنکا کر کہا۔ ”تم یہی کہنا چاہتے ہو ناکہ میں بھی زیر و لینڈ کا بجت

غالباً وہ منظر میری بیوہ شی ہی کے کسی مرحلے پر فلم بند کیا گیا ہو گا۔!

”لیکن اس کا مقصد واضح نہیں ہوا یور میجھتی۔ آخر وہ کہنا کیا چاہتے ہیں۔!

”میں تاتا تو چکا ہوں۔ تھریسا بڑی تم طریف ہے۔ ہمیں آپس میں لڑاکر مظوظ ہونا چاہتی ہے۔ اوه۔۔۔ لیکن نہیں ظہرو۔۔۔!“ عمران یک بیک خاموش ہو گیا۔ پھر وہ تیزی سے دروازے کی طرف جھپٹا اب وہ پھر اُسی کمرے کی طرف جا رہا تھا جہاں فلم دیکھی تھی۔

جوزف اور جیمسن بھی اسکے پیچھے لپکے۔ کرہ خالی پڑا تھا۔۔۔ وہ چاروں نظر نہ آئے۔ اس کے بعد انہوں نے پوری عمارت چھان ماری لیکن نہ وہ چاروں مل سکے اور نہ وہیں کا کوئی فرد کھائی دیا۔ پوری عمارت خالی پڑی تھی اور نکاسی کے سارے دروازے بند تھے۔ دیواروں کے اندر میکانی طور پر سر کئے والے فولادی دروازے۔ جنمیں توڑا بھی نہیں جاسکتا تھا۔!

”یہ کیا چکر ہے باس۔!“ جوزف بھرا تی ہوئی آواز میں بولا۔

”کماش! پہلے ہی عقل آجائی۔!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر رہا گیا۔

”پچھے بتاؤ بھی تو۔۔۔!
تم مقصد پوچھ رہے تھے۔!

”عمران نے جیسن سے کہا۔ ”اب سنو! مجھے یقین کامل ہے کہ تیوں فرانسیسی واپس بھجواد نئے جائیں گے۔ ہوبکتا ہے کی گوما ہی بھیجے جائیں۔ کیونکہ جزل کیوں وہیں مقیم ہے۔ اگر انہوں نے جزل کیوں کو ان دستاویزی فلموں کے بارے میں بتادیا تو جانتے ہو کیا ہو گا۔؟“

”گک۔۔۔ کیا ہو گا۔!
میں زیرو لینڈ کا ایجنت قرار دے دیا جاؤں گا۔ بات ہمارے ملک تک پہنچ گی۔ اور پھر۔۔۔

”اُف فو۔۔۔!
اور ہم جنگل میں پہنچا دیے جائیں گے۔ بن جائیں گے زیرو لینڈ کے شہری اور دوبارہ اپنی دنیا میں پہنچنے کی بجائے جنگل ہی میں مر کھپ جائیں گے۔!“ جیمسن بھرا تی ہوئی آواز میں بولا۔

”اور مثا مبا کا کیا ہو گا بس۔!“ جوزف نے سوال کیا۔

”اے واپس نہیں بھجا جا سکتا۔ وہ خود ہی نہ جانا چاہے گا۔ کیونکہ اُس پر غداری کا الزام ثابت ہو چکا ہے۔!
دنیا میں پہنچنے کی بجائے جنگل ہی میں مر کھپ جائیں گے۔ بن جائیں گے زیرو لینڈ کے شہری اور دوبارہ اپنی دنیا میں پہنچنے کی بجائے جنگل ہی میں مر کھپ جائیں گے۔!“ جیمسن بھرا تی ہوئی آواز میں بولا۔

”دھنٹا کرے کی روشنی دوبارہ بھج گئی۔ اور اسکرین روشن ہو گیا۔ پھر وہی زیبر امین۔ اس بار اس کی کار کردگی تفصیل سے دکھائی جا رہی تھی۔ کہیں وہ کام کرنے والے جنگلوں کی ٹکرائی کر رہا تھا۔ کہیں بڑے بڑے اور بہت وزنی گارڈرز ایک جگہ سے اٹھا کر دوسرا جگہ پیچا پہاڑ تھا۔ اور پھر اپاچاک وہ کسی خوابگاہ میں ایک بستر کے قریب کھڑا نظر آیا۔ اور پھر بستر پر سونے والے شخص کا گلوز آپ دیکھ کر ہر فرد اپنی جگہ پر اچھل پڑا۔ خود اس کی بھی بہی حالت ہوئی تھی جس کا گلوز آپ تھا۔ ”خدا غارت کرے۔۔۔!“ عمران اردو میں بڑا بیلا۔ کیونکہ یہ خود اُسی کی اپنی تصویر تھی۔ بے خبر سورہا تھا اور زیبر امین سینے پر ہاتھ باندھے مکوڈ بانڈ کھڑا گالا اسکے بیدار ہونے کا منتظر تھا۔ اب کہو کہ یہ فوٹو گرافی کا کمال ہے۔!“ مشا مبا کی آواز کمرے میں گونجی۔ لیکن عمران خاموش ہی رہا۔!

کمرے میں پھر روشنی ہو گئی۔ فلم ختم ہو چکی تھی۔ ایک بار پھر وہ سب آنکھیں پھاڑ پھاڑا کر عمران کو دیکھنے لگے۔ لیکن عمران شافعوں کو جنمیں دے کر بولا۔ ”اگر تم لوگ جھگڑا ہی کرنا چاہتے ہو تو میں تیار ہوں۔۔۔!
کوئی پچھہ نہ بولا۔ جوزف اور جیمسن پہلے سے زیادہ چاق و چوبنڈ نظر آنے لگے تھے۔ لیکن اب تو مشا مبانے بھی خاموشی اختیار کر لی تھی۔

”میں نے تم سے کہا تھا کہ زیرو لینڈ میرا ذائقہ مسئلہ بھی ہے۔!“ عمران نے رینا کو خاطب کیا۔ ”ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔!“ رینا نے طنزیہ لجھے میں کہا۔ ”باس۔ تم خواہ مخواہ انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔!“ جوزف جھلا کر بولا۔ ”یہ بات ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔!
عمران اٹھ گیا۔ جوزف اور جیمسن بھی اٹھے۔ لیکن وہ چاروں بیٹھے رہے۔ کمرے سے راہداری میں پہنچ کر عمران اُن کی طرف مڑا۔۔۔ اور آہستہ سے بولا۔ ”سید ہے اُنی کمرے میں چلو جہاں سے ہم لائے گئے تھے۔!
انہوں نے سروں کو جنمیں دی اور اس کے پیچے چل پڑے۔ عمارت پر سنا تا طاری تھا۔ ایسا لگتا تھا ہیسے وہاں اُن کے علاوہ اور کوئی موجود نہ ہو کمرے میں پہنچ کر عمران نے اوپری آواز میں کہا۔

”تم لوگوں کو میری کہانی یاد ہو گی کہ کس طرح میں سنگ ہی سے لاتا ہوا بیوہ ش ہو گیا تھا۔

”میں اُس عورت کی بات کر رہا ہوں جس نے مشامبا سے کچھ دیر گفتگو کی تھی۔!“

”میں اُس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔!“

”پھر ہماری یہاں سے روانگی کا حکم کون دے گا....؟“

”ہبڑی کوارٹر سے حکم آئے گا۔ میں اُس مخصوص فرد کو نہیں جانتا جو حکم دے گا۔!“

”اچھا تواب اور لکنی دیر تک دماغ چانو گے....!“

”اب تم میری آواز نہیں سنو گے۔ ویسے ایک دار تک دے رہا ہوں۔ راہ فرار تلاش کرنے کی کوشش ہرگز نہ کرتا۔!“

”اور اگر کوشش کریں ڈالی تو کیا ہو گا۔!“

”تمہاری ہدیوں تک کا پتہ نہیں چلے گا۔ بے بی کی موت مر جاؤ گے۔!“

”کھانے پینے کا کیا انتظام ہے.... بھوک خاصی چمک اٹھی ہے۔!“

”کچن تلاش کر لو وہاں سب کچھ موجود ہے۔!“

”مشکر یہ! اب تم آرام کرو!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ اور جیسن کو آنکھ مار کر مسکرا لیا بھی۔....!

آواز پھر نہیں آئی تھی۔.... وہ جانتے تھے کہ کچن کہاں ہے.... کچھ ہی دیر پہلے جب وہ ان چاروں کو تلاش کرتے پھر رہے تھے، کچن بھی دیکھ لیا تھا لیکن اُس وقت وہاں میز پر گرم کھانوں کی قائمیں موجود نہیں تھیں۔

”تمال ہے!“ جیسن ایک قاب کا ڈھکنا اٹھانا ہوا بولا ”آثار اچھے ہیں۔.... زیرولینڈ کی شہریت مہنگی نہیں پڑے گی۔!“

”بو تکوں کے بارے میں بھی پوچھ لیتے باس....!“ جوزف گلو گیر آواز میں بولا۔!

”تو خود ہی دوڑ کر پوچھ آ....!“

پھر انہوں نے کھانا شروع کر دیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد عمران نے محسوس کیا جیسے ہاتھ بیرون کی جان نکل گئی ہو۔ جوزف اور جیسن نے بھی ہاتھ روک لئے تھے اور خلاء میں گھورے جا رہے تھے۔ گویا کھانے میں کسی ایسی شے کی آمیزش تھی جس نے ان کے اعصاب کو مفلوج کر دیا تھا۔ عمران نے اٹھنا چاہا۔ لیکن جنبش بھی نہ کر سکا۔ کچھ بولنا چاہا تو طلق سے آواز بھی نہ پہنچی۔.... لکن تکی کیسے ہونٹ تک تو ہلے نہیں تھے۔!

”تب تو ہم واقعی دشواری میں پڑے گئے ہیں۔!“

”اوہ.... دیکھا جائے گا۔!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

”جیسے بھی ہماری پوزیشن خراب ہو گئی ہے۔!“ جیسن بولا ”جزل کیوں سے حقیقت ہی سمجھے گا کیونکہ وہ آپ ہی کی فراہم کردہ معلومات سے متاثر ہو کر اپنے نو عدد طیارے تباہ کر چکا ہے۔ پانر پلٹ دیا ہے۔ تحریکیں....!“

”ہم اس لئے آئے تھے کہ ان لوگوں کے درمیان چھپے ہوئے غداروں کو بے نقاب کریں۔ لیکن اب ہم بھی انہی میں شامل سمجھے جائیں گے۔!“

”مہبت بر احوالا۔!“ جوزف بولا۔

”ابے سیر لس ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس صورت حال سے بھی نپٹ لیا جائے گا۔“

”شروع ہی سے دعویٰ کرتی ہے کہ مجھے زیرولینڈ کا شہری بنانے کی دم لے گی اور میں اُس کے ہاتھوں میں ہتھ کر کریاں ڈال دینے کا عہد کرتا آیا ہوں۔ لہذا ان میں سے کوئی نہ کوئی حادث ہو کر ہی رہے گا۔!

”خدا کی پناہ....!“ جیسن کا نوں پر ہاتھ رکھ کر بولا ”ذریمیرے آرٹیکل بنادت والے ہاتھ دیکھے۔ کیا یہ پھر تو زنے کے قابل ہیں۔!“

”ہو سکتا ہے تمہیں زیرولینڈ کی کلر کی نصیب ہو جائے۔!“

”اپنے لئے بھی کوئی عہدہ منتخب کر لو مسٹر عمران۔!“ وہی آواز پھر آئی۔ ”فرانسیسی واپس بھیوادیے جائیں گے تاکہ جزر کیوں کو تمہاری حیثیت سے آگاہ کر سکیں۔ تم خود قصور کرو۔ کیا اس کے بعد تم جنگل سے واپسی کی ہفت کر سکو گے۔!“

”یار تم جو کوئی بھی ہو سامنے آؤ۔ آخر اتنا ذرا تھے کہوں ہو۔!“

”ہم احکامات کے پابند ہیں۔ اپنی مرخصی سے کچھ بھی نہیں کرتے۔ درنہ تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کی جاتی۔!“ تاریدہ آدمی کی آواز آئی۔

”ہمیں کب تک یہاں رہنا پڑے گا۔!“ عمران نے سوال کیا۔

”جب تک کوئی حکم نہ آئے۔!“

”کیا حکم دینے والی یہاں سے جا چکی ہے....؟“

”اس سوال کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا۔“ آواز آئی۔

تھارے پر خیچا جائیں گے۔ چپ چاپ اتر جاؤ۔ زیر و لینڈ کا اٹھ سر میل یونٹ تمہیں خوش آمدید رہتا ہے!“

وہ چپ چاپ اتر گئے۔ اور حیران نگاہوں سے گرد پیش کا جائزہ لینے لگے۔ کسی پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے تھے۔ لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ انہیں دوسری جانب کی ڈھلان پر لڑھکنا ہے یا آسمان کی طرف پرواز کر جانا ہے۔

”برے پھنسے!“ جیمسن کرماہ۔

”بکواس مت کرو... نیچے اُرنے کا راستہ تلاش کرو!“ عمران بولا۔

”ن... نیچے تو گھنا جگل ہے...! مم... مجھے شیر کی دھاڑ قطعی پسند نہیں آتی!“
”ادھر سے باس!“ جوزف نے ایک جاپ اشارہ کیا۔

”ٹھیک ہے!“ عمران نے کہا اور جیمسن کی گدی پکڑ کر بولا۔ ”اب ھکو بھی...!“

ختم شد

ٹھوڑی دیر بعد وہی دونوں آدمی کچن میں داخل ہوئے جو انہیں اسین گنسیں دکھا کر پرو جیکشن روم میں لے گئے تھے۔ عمران سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ سمجھ بھی رہا تھا۔ لیکن ہاتھ پر نہیں ہلا سکتا تھا۔ دونوں نے اُس کی بغلوں میں ہاتھ دیکھا اور نانگاٹوں کی راہداری میں لائے۔ یہاں تین عدو مریضوں والی کریساں پہلے سے موجود تھیں۔ ایک پر عمران کو بھاکر کچن میں والیں چلے گئے۔ پھر بھی بر تاؤ جوزف اور جیمسن کے ساتھ بھی ہوا!

جوزف اور جیمسن کی کریساں دونوں آگے دھکیل لے گئے۔ عمران نے انہیں کرسیوں سمیت اسی راہداری کے ایک کمرے میں داخل ہوتے دیکھا! عمران کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوتی جا رہی تھیں اور کافنوں پر سیٹیاں کی نیچ رہی تھیں۔ اور پھر وہ گہری نیزد سو گیا۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو آسمان نظر آیا۔ چکلی دھوپ دکھائی دی۔ لیکن یہ کیا... کیا وہ فضا میں اڑ رہا ہے۔ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا... جوزف اور جیمسن قریب ہی پڑے ہوئے نظر آئے۔ پھر پھوپیش بھی سمجھ میں آئی۔ وہ کسی کیبل کار میں ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ کی طرف سفر کر رہا تھا۔ اتنی بڑی اور کشاہد کیبل کار پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ کسی ریلوے ٹرین کا ذہبہ معلوم ہوتی تھی۔ اس نے کھڑکی سے سر نکال کر نیچے دیکھا اور سرد سی لہر ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی۔ ہزاروں فٹ کی گہرائی نظر آرہی تھی۔

اُس نے جوزف اور جیمسن کو جھنجوڑنا شروع کیا۔ اور بالآخر وہ دونوں بھی اٹھ بیٹھے۔

”ارے.... ارے.... یہ کیا....!“ جیمسن بوکھلا کر بولا۔

”کیبل کار میں سفر ہو رہا ہے!“

”آف فوہ... ہم شائد مغلوق ہو گئے تھے!“ جیمسن نے کہا اور زور زور سے ہاتھ ہلانے لگا۔

”اب تو ٹھیک ہے!“ وہ اپنے بازوؤں اور کلائیوں کا جائزہ لیتا ہوا بولا۔

کیبل کار کی تھی اور اُس کا دروازہ خود بخود کھل گیا تھا۔

”اتو.... میری شکل کیا کیا کیا ہے!“ عمران نے دونوں سے کہا۔

”سوچ لو اچھی طرح باس!“ جوزف نے کہا۔ ”شائد ہم جگل میں پہنچنے گے ہیں!“

”میں اسے آپریٹ کر کے واپس بھی لے جا سکتا ہوں!“ جیمسن نے کہا۔

”اسکی کوشش بھی نہ کرنا!“ کیبل کار کے ایک اسپیکر سے آواز آئی۔ ”ورنہ کار سمیت

جنگل کی شہریت

”ہلاکت خیز“ اختتام کو پنجی یعنی ”جنگل کی شہریت“ اس سلسلے کی آخری کتاب ہے، البتہ بھی میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ جیسے زندہ ہے یا مر گیا۔ بہر حال ملاش جاری ہے۔ ہو سکتا ہے اس کی بازیابی کسی بہت ہی دلچسپ کہانی کے ساتھ ہو۔

فریدی اور حمید سے ملاقات کا مطالبہ بہت زور پکڑ گیا ہے۔ ایک صاحب نے تو یہاں تک دھکایا ہے کہ اگر اگنا ناول جاسوس دنیا کا خاص نمبر نہ ہوا تو میرے خلاف ”جیلی جام“ ہر تال کرو دیں گے (اطلاع عرض ہے کہ ناشتے میں روکھی روٹیاں کھانے کا عادی ہوں جیلی جام ہر تال سے میرا بال بھی بیکا نہیں ہو گا)۔

دیسے میرا خود بھی یہی ارادہ تھا کہ عمران کو کچھ دن آرام کرنے دوں۔ بہت تھک گیا ہے۔ بیچارہ۔

ایک صاحب نے لکھا تھا کہ تھریں یا اور عمران کی شادی کرو دی جائے تو بڑا مزہ آئے۔۔۔ بھائی آپ کو کیا مزہ آئے گا؟ پہلے آپ اس کا جواب دیجئے پھر میں اس رشتے کی تجویز پر غور کروں گا۔ دیسے عمران کا یہ قول آپ کے علم میں بھی ہو گا کہ وہ ابھی شادی کے قابل ہی نہیں ہوا ہے۔

ایک اور صاحب رقم طراز ہیں کہ آپ کو سیاست میں ضرور حصہ لینا چاہئے لیکن شرافت سے۔۔۔ بھائی جان، سیاست اور شرافت کو میرے فرشتے بھی کہنا نہیں کر سکتے۔۔۔ گے۔۔۔ لذماں مجھ صرف ہوں گے قائمے میں۔۔۔

(تفسیر الحسن)

بہاء الدین الحسنی

ابن حسین

سے لگ رہی ہے۔!

”چھپلی بار تو میرے کپڑے بھی اٹا لئے گئے تھے۔!“ عمران نے کہا۔

”آپ سٹھمندر سے زیادہ اوپھائی پر نہ رہے ہوں گے۔!“

”بے حد گھنا جنگل تھا.... اور شدید گرمی تھی۔!“

”جنت.... تو آپ بالکل برہنہ تھے۔!“

”بس کمر کے گرد خشک گھاس کی جھار لپیٹ دی گئی تھی! اس بار دیکھو کیا گذرے۔!“

”ایک بات سمجھ میں نہیں آئی یور مجھ میں....!“

”بہتری سمجھ میں نہ آئیں گی۔ لہذا فی الحال صرف ایک بات ذہن نشین کرنے کی کوشش کرو کہ ہمیں ہر حال میں یہاں سے واپس جاتا ہے۔!“

جوزف نے بڑی کر بیاں آواز کے ساتھ بجا ہی لی اور آنکھوں سے بہنے والا پانی خشک کر کے جیسن سے بولا۔.... ”باس کو کچھ دیر آرام کرنے دو.... ہم دونوں کچھ تلاش کریں۔....!“

”کچھ تلاش کرو گے....!“ جیسن اُسے گھورتا ہوا بولا۔

”ہاں ہاں.... اور نہیں تو کیا بھوکے مریں گے....!“

”مطلوب یہ کہ کھانے کو کچھ تلاش کرو گے.... لیکن یہاں کیا ملے گا....!“

”یلا کو ضرور ہو گا یہاں کیونکہ پیو کا بکثرت و گھائی دے رہا ہے....!“

”تو پھر پیو کا ہی کھاؤ.... یلا کو تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے....!“

”پیو کا زہر یلا ہوتا ہے....!“ جوزف نے کہا۔

”یہ کیا بکواس شروع کر دی تم دونوں نے....!“ عمران نہیں گھورتا ہوا بولا۔

”پیٹ بھرنے کی بات ہو رہی ہے باس.... تم آرام کرو.... ہم دونوں ذرا کھانے کے لئے کچھ تلاش کر لیں.... اور شام میرا بھی کام بن جائے۔!“ جوزف نے کہا۔

”دفع ہو جاؤ۔!“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”رات گزارنے کے لئے بھی کوئی جگہ تلاش کرو۔“

وہ دونوں عمران کو دیہن چھوڑ کر ڈھلان میں اترنے لگے۔ کائنے دار جھاڑیوں سے نجف کر

پلان پڑ رہا تھا۔ اور یہ جھاڑیاں کھرنیوں کے سے پیلے پیلے چھلوں سے پی پڑی تھیں۔!

”یہی پڑکا ہے۔!“ جوزف نے انہی چھلوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔



سورج مغرب میں جھکنے لگا تھا۔.... عمران نے جیسن کی گردن چھوڑ دی اور جوزف کو بھی رکنے کا اشارہ کیا۔.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نئے خیال نے ہڑھتے ہوئے قدم روک دیئے ہوں۔.... وہ کسی پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہوئے تھے اور ہزاروں فٹ کی گھرائی میں بے داغ سبزی حصہ نظر تک پہنچی ہوئی تھی۔ اتنی اوپھائی سے اندازہ لگانا دشوار تھا کہ وہ محض گھاس کے میدان یہی یا گھنے جنگل، جدھر سے کیبل کار انہیں اس چوٹی تک لائی تھی۔ ادھر سے نیچے اترنے کا سوال یہ نہیں پیدا ہوتا تھا کیونکہ دوڑھائی سوفت تک چنانیں سیدھی کھڑی ہوئی تھیں۔.... اس کے بعد کہیں ایسی ڈھلان بنی تھی جس پر قدم جائے جاسکتے....! جوزف نے دوسری طرف اترنے کا جو راستہ تجویز کیا تھا۔ شام کو دی راستہ اس سے پہلے بھی کچھ لوگ استعمال کر پلے تھے۔.... دہاں کچھ ایسے ہی آثار ملے تھے۔!

”کیا بات ہے باس اڑک کیوں گئے۔؟“ جوزف نے سوال کیا۔

”نیچے پہنچتے پہنچتے اندر ہیرا پھیل جائے گا۔!“

”ہاں یہ بات تو ہے....!“

”تو پھر کیوں نہ نہیں کوئی ایسی جگہ تلاش کریں جہاں رات گزاری جاسکے ویسے کیا خیال ہے تیرا۔.... یہ نیچے گھاس کے میدان یہیں یا جنگل۔....!“

”گھنے جنگل باس.... لیکن میں یہ نہیں بتا سکوں گا کہ ہم کہاں ہیں۔!“

”بس تو پھر.... نہیں کیا بڑے ہیں۔!“

”اور کیا....! بھوک لگے گی تو پھر چائیں گے....!“ جیسن سر ہلا کر بولا۔ ”سردی تو ابھی

”اور یہ زہر ملا ہوتا ہے!“ جیمسن نے پوچھا۔
”کھا کر آدمی مرتا تو نہیں ہے لیکن معدہ حل میں آ جاتا ہے اتنی الیاں ہوتی ہیں!“
”خیر... خیر تو وہ ملا کو صاحب کہاں پائے جائیں گے...!“
”تینیں کہیں اُس کی بیٹیں ضرور ہوں گی۔ کچھ ٹماڑوں سے مشابہہ نہ تا ہے۔ لیکن وہ
وا... ذائقہ مصری کا اور خوشبو انناس کی...!“

”بہت میٹھا ہوتا ہے...!“ جیمسن نے پوچھا۔

”لیکن اس مٹھاں سے جی نہیں بھرتا مثر! کھا گے تو تپاٹے گا!“
دونوں ڈھلان میں اترتے رہے۔ دھنٹا ایک جگہ جوزف رک گیا اور گھنٹوں کے بل بیٹھ کر
کسی قسم کی روپیہ گی کو بغور دیکھنے لگا۔ پھر یہ بیک زور سے من پڑا۔ ایسی ہی نہیں تھی کہ دل کی
گہرائیوں سے طلوع ہونے والی لگی تھی۔ جیمسن آنکھیں پھان پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔
پھر جوزف نیڈھا کھڑا ہو گیا۔ اُس کی دھنڈ لائی ہوئی آنکھوں میں عجیب سی چمک عورت کر آئی
تھی۔ اُس نے جیمسن کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بڑے پیدار سے کہا۔ ”اب میں ساری زندگی اس
جنگل میں گذار سکتا ہوں۔!“

”یک بیک تم پر کوئی بدروج تو مسلط نہیں ہو گئی ہے۔!“ جیمسن ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا۔
”نہیں پیدارے.... مجھوہ مل گئی ہے....!“

”کہاں ہے....!“ جیمسن بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔
”یہ رہی....!“ جوزف نے اس نہیں نہیں گھاں کی طرف اشارہ کر کے کہا جسے گھنٹوں کے
بل بیٹھا دیکھتا رہا تھا۔ یہ گھاں بناوٹ میں دوب سے مشابہہ تھی لیکن رنگت عجیب سی تھی۔ پتوں
کی اوپری سطح فالسی تھی اور نچلی سطح گہری سبز... اور وہ بہت تھوڑی سی جگہ میں اُگی ہوئی تھی۔

”یہ ہے کیا بلاء...!“ جیمسن نے پوچھا۔

”بلاء کہو میرے دوست... یہ نازک انداز...“

”یلا کو کہاں ہے؟“ جیمسن نے غصیل لمحہ میں پوچھا۔

جوزف نے آنکھوں پر ہتھیلی کا سامنہجان بنا کر دور تک نظر دوڑائی اور مایوسی سے

”بلا۔ اُس کیلئے شاکد اور نیچے جانا پڑے گا۔“
پھر وہ دوبارہ گھنٹوں کے بل وہیں بیٹھ گیا اور بڑے اختیاط سے اُس گھاں کو ایک ایک کر کے
پیکی سے اکھاڑنے لگا۔

جیمسن نے بھنا کر عمران کی طرف دوڑ گادی... واقعی دوڑا تھا چڑھائی پر... اور عمران کے
زیب پہنچ کر گرپڑا تھا۔

”ہائیں... ارے... کیا ہوا...!“ عمران اچھل پڑا۔

”پپ... پاگل ہو گیا... ہے... سالا۔!“ جیمسن ہماپتا ہوا بولا۔

”کون... جوزف...!“

”جج... جی ہاں...! یلا کو ڈھونڈنے کی بجائے... گھاں اکھاڑ رہا ہے۔! کہتا ہے کہ یہ
نازک انداز حینہ سر مستی کے دیوتا کی منچھ کہلاتی ہے۔!“

”آہا... تو شہزادی مل گئی بد جنت کو... کیا نیلے رنگ کی نہیں نہیں گھاں ہے۔!“

”نیلی تو نہیں غالباً جامنی رنگت ہے...!“

”وہی وہی...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”سراب کی طرح خون کی روافی تیز کرتی ہے اور نشہ
لاتی ہے...!“

”نہیں...!“ جیمسن جلدی سے اٹھ بیٹھا۔

”ہاں... اب اسے یلا کو یاد نہیں رہے گا...!“ کہتا ہوا اٹھا اور ڈھلان میں اترنے لگا۔
جوزف بڑے انہاک سے گھاں اکھاڑنے میں مشغول تھا۔ شاکد ایک آدھ پیکی بھی اگائی
تمی اور مسلسل جگائی کئے جا رہا تھا۔

عمران نے عقب سے اُس کا گریبان پکڑا اور اٹھا تا چلا گیا۔

”بب... باس... خدا کیلئے... اگر ایک پتی بھی ضائع ہو گئی تو...!“

”شش! اپ... یلا کو کہاں ہے...!“

”اُبھی... انکھی... بتا تے دوں باس... یہ تھوڑی سی رنگ تھی۔ بے شکر بے بند اسے بہے۔“

”یلا کو...!“

”مم... میں نے اسے پہچان بتا دی ہے!“ جوزف نے جیمسن کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”پتا

نہیں یہاں سے کب بھاگنا پڑ جائے۔ یہ ذرا سی مل گئی ہے... اکھاڑ لینے دو باس۔“

”اکھاڑو...!“ عمران اسے دھکا دے کر بولا۔

پھر وہ جیسن کے ساتھ آگے بڑھ گیا!

ڈھلان میں اترتے ہوئے جیسن اطرافِ جواب میں نظر دوڑاتا رہا تھا۔ اچانک وہ زک گیا... بائیں جانب ہاتھ اٹھا کر بولا ”وہ ڈھیر دیکھئے... کسی قسم کی بیل ہی معلوم ہوتی ہے۔ چیلے کی بجائے ایک ہی جگہ اکٹھا ہو گئی ہے!“

”ہاں ہے تو...!“

”ہو سکتا ہے وہی بیل ہو جس میں یلا کو لگتے ہیں... کچھ ٹماڑوں سے مشابہ ہوتے ہیں۔!“ وہ دونوں اسی طرف بڑھے! بائیں جانب گھوم کر پھر چڑھائی پر جانا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بیلوں کے اس ڈھیر کو لئتے پلتے نظر آئے جوزف کے بیان کردہ پھل و افر مقدار میں ہاتھ لگے تھے!

”پہلا پھل کون کھائے گا یور میچمنی!“ جیسن نے عمران سے پوچھا۔

”ظاہر ہے کہ تم ہی...!“ عمران نے رواروی میں جواب دیا۔ کیونکہ وہ تو اسی بیل کے جھٹا جھکاڑ پر جھکا ہوا شاکر کچھ سو گھنٹے کی کوشش کر رہا تھا! پھر یہ بیک بُری طرح کھانے لگا اور جیسن اچھل کر پیچھے ہٹ گیا... بیلوں کے درمیان پھوٹنے والا دھواں اسے بھی نظر آگیا تھا!

”یہ... یہ کیا... مصیبت ہے!“ وہ ہکلایا۔

”کسی باور پی خانے کا دھواں معلوم ہوتا ہے۔ اس سے پہلے میں نے فرائی کئے جانے والے گوشت کی یو محسوس کی تھی...!“ عمران نے جواب دیا اور حشیانہ انداز میں بیلوں کے اس جھکاڑ کو اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کرنے لگا۔

جیسن بالکل ایسے ہی انداز میں اسے دیکھے جا رہا تھا جیسے اس کی دانست میں اس کا کوئی اسکرپٹ ڈھیلا ہو گیا ہو...!“

پھر وہ اچھل کر جوزف کی طرف بھاگا۔ یلا کوؤں کا ڈھیر بھی دیں چھوڑ گیا تھا۔

جوزف نے اسے اس حال میں دیکھا تو بوكھلا گیا! اتنی دیر میں اس نے وہاں کی ساری گھاس جھن لی تھی اور اس کی جیسین پھولی ہوئی تھیں۔

”کیا ہوا...?“

”تمہارے باس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے!“ جیسن ہانپتا ہوا بولا۔
”بناو کیا ہوا... جلدی کرو...!“

”یلا کو کی بیلیں اکھاڑ پھینکیں کہتے ہیں کہ ان سے فرائی کئے جانے والے گوشت کی خوبصورتی ہے۔ میں نے جھاڑیوں سے دھواں نکلتے بھی دیکھا تھا!“
”پتا نہیں کیا بکواس کر رہے ہو، چلو میرے ساتھ!“
”وہ اسے دیں لے آیا جہاں عمران کو چھوڑ گیا تھا!“

ساری بیلیں اپنی جگہ سے اکھڑ پھلی تھیں اور عمران قریب ہی بیٹھا یلا کو کھا رہا تھا... لیکن ان کی نظریں اس سوراخ پر چمگئیں جس سے دھواں نکل کر فضائیں منتشر ہو رہا تھا... یہ سوراخ بیلوں کے اسی ڈھیر کے نیچے سے برآمد ہوا تھا۔ جس کا قطر چھ سانت انجھ سے کم نہ رہا ہو گا...!
”واقعی...، بہت لذیذ ہیں!“ عمران منہ چلاتا ہوا بولا۔

”لل لیکن یہ کیا ہے باس!“ جوزف نے سوراخ کی طرف ہاتھ اٹھا کر پوچھا۔
”کسی باور پی خانے کی چمنی... دھوکیں میں گوشت کی خوبصورتی کے نیچے بھی شامل ہے۔ ذرا قریب سے سو ٹکھوڑے...!“

جیسن پہلے ہی اس سوراخ پر جھکا پڑا تھا اور حیرت سے اسے دیکھے جا رہا تھا... اتنا مکمل دائرہ نظرتی نہیں ہو سکتا تھا... یقیناً اسے کسی انسانی ہاتھ ہی نے تراشا ہو گا...! جیسن نے اپنے اس نیال کا اظہار بھی کر دیا...!

”تم ٹھیک کہتے ہو...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”تو اس کا یہ مطلب ہوا بسا کہ اس پہاڑ کے اندر کوئی ایسی جگہ موجود ہے جہاں گوشت پکایا جائے ہو!“

”اُب اس جگہ کی تلاش میں سر کھپاؤ!“ عمران سر جھٹک کر بولا۔ ”میں تو پیٹ بھر کر بیٹھنے کی وجہ سے اسی تھا ہوں...!“

”تو پھر میں جاؤں تلاش میں...!“ جوزف نے کہا!
”خواہ مخواہ تھکنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ وہ خود ہی ہماری تلاش میں نکلیں گے!“ عمران نے لکھا۔ ”بے فکری سے بیٹھے رہو۔ مار ڈالنا ہوتا تو دیں مار ڈالتے ہیں یہاں تک لانے کی کیا

ضرورت تھی۔“

”یہ تو نہیں ہے۔“ جیسن نے کہا اور خود بھی بیٹھ کر یلا کو کھانے لگا۔
جوزف بھی بالآخر کراہتا ہوا بیٹھا گیا اور جیسن نے کہا۔ ”اگر یہ یلا کو نہ ملتے تو کیا ہو تا۔“
”کچھ نہ کچھ تولتای۔“ جوزف بولا۔ ”یہ شہر نہیں جنگل ہے۔ سب کا پیٹ پاتا ہے۔“

”واقعی بہت لذیذ چل ہے! کیا یہ سرخ بھی ہو جاتے ہیں۔“ جیسن نے پوچھا۔
”نہیں۔... کچھ سفید ہوتے ہیں لیکن پر بزر ہو جاتے ہیں۔!“

”ابے ہم یہاں یلا کو پر ریڑھ کرنے نہیں آئے۔...!“ عمران غریا۔
”ہم آئے کب ہیں باس لاۓ گئے ہیں۔!“

”اچھا ہے! اگر لاۓ گئے ہیں تو یلا کو پر ریڑھ کریں گے۔!“
”جو چاہو کرو۔ جنگل تمہارا ہے۔... اس پر کسی کاد عویش نہیں۔!“
”کیوں بکواس کر رہا ہے۔... دعوی نہ ہوتا تو ہم اپنے گھروں پر ہی خوش نہ ہوتے۔“

”مطلوب یہ کہ۔!“
”شت آپ۔!“

جوزف نے جیسن کی طرف دیکھا اور وہ صرف بائیں آنکھ دبا کر رہ گیا۔
عمران کسی گھری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ اچانک شمال مشرق سے بادلوں کا ایک ریلا آیا اور وہ
گھری دھنڈ میں ڈوب گئے۔ جیسن کے تو دانت بجھنے لگے تھے۔ سردی میں یکخت اضافہ ہو گیا
تھا۔... اور پھر فراسی دیر میں ایسی دھواں دار بارش شروع ہوئی تھی کہ انہیں گھننوں میں سردے
لیتا پڑا تھا۔

”گک۔... کیسی مصیبتیں تازل ہو رہی ہیں۔!“ جیسن کیکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔ ”خدا
غارت کرے اس قریبیا کی بھی کو۔!“

”اے اے کچھ نہ کہو۔...!“ عمران بولا۔

”پھر کسے کہو۔...!“

”محے کھو! یہاں بیٹھ رہنے کی بجائے سرچھانے کی کوئی جگہ تلاش کرنی چاہئے تھی۔!
بارش جس تیزی سے آئی تھی۔ اتنی ہی جلدی زک بھی گئی۔... پہاڑ پر چھائی ہوئی بادلوں کی

”رہند ان سے دور ہوتی جا رہی تھی۔“

اچانک جوزف اٹھ کھڑا ہوا۔... چونا ہو کر چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا ساتھ ہی اُس
کے نتھے بھی رہ رہ کر اس طرح سکڑ رہے تھے جیسے کچھ سونگھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

پھر وہ تیزی سے عمران کے قریب پہنچ کر بولا۔ ”آس پاس کوئی گوریلا بھی موجود ہے
ہاں۔....!“

”کیسے معلوم ہوا۔....؟“

”تم نہیں سمجھ سکو گے! بھینگنے کے بعد اُس کے جسم سے ایک خاص قسم کی نو منتشر ہوتی
ہے۔!“ جوزف نے پر تشویش لجھ میں کہا۔ ”اور ہم بالکل نہیں ہیں۔....!“

”ہاں ہیں تو۔... پھر۔...“ عمران اُسے گھوڑا ہوا بولا۔

”بات گوریلے کی ہو رہی ہے یور میجھٹی۔!“ جیسن نے دانت کلکتا کر کہا۔

”میں سن رہا ہوں۔....!“

”اور اتنے اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔!“

”تو کیا اٹھ کر گوریلے ہی کے سے انداز میں چھل قدمی شروع کر دوں۔!“

”خداجانے آپ کو کیا ہو گیا ہے۔“ جیسن زیر لب بڑوڑا کر رہا گیا۔ ساتھ ہی اُس کی نظریں
کی اتنے بڑے پتھر کی تلاش میں سرگردان تھیں جسے گوریلے کے خلاف حربے کے طور پر
استعمال کیا جاسکتا۔!

”ادھر دیکھ۔!“ دفعتاً عمران نے جوزف کو مخاطب کیا۔ ”کیا وہ یلا کو کھاتا ہے۔!“

”گوریلا۔... ہاں ہاں بہت شوق سے کھاتا ہے۔!“ جوزف نے جواب دیا۔

”اگر آس پاس کسی گوریلے کا وجود ہوتا تو یہ یلا کو اُس سے بچے ہوتے۔...!“

”ہاں۔... یہ تو ناممکن ہوتا۔....!“

”پس ثابت ہوا کہ اگر کوئی گوریلا آس پاس موجود بھی ہے۔ تو وہ یہاں کا مستقل باشندہ نہیں
علوم ہوتا۔....!“

”آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔!“ جیسن بھنا کر بولا۔

”گوزی یلا اپنی قیام گاہ کے آس پاس بے حد خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اگر سفر میں ہے تو

جوزف اور جیمسن نے اُسے حیرت سے دیکھا اور گوریلے کو چھوڑ کر ہٹ گئے۔
 ”ابے اوجوزف کے پیچے... کبھی خواب میں بھی اتنا لباگو ریلا دیکھا تھا....!“ عمران اُسے
 گھونسہ دکھا کر بولا۔
 ”خوبیں بس۔!“ جوزف ہانپتا ہوا بولا۔ ”کبھی بزرگوں سے بھی نہیں سننا۔!“
 گوریلا بے حس و حرکت چٹ پڑا ہوا تھا....!
 ”بھوکا معلوم ہوتا ہے....!“ جیمسن بولا۔
 ”چیزیں گے.... اب اٹھ بیٹھو....!“ عمران نے کہا۔ ”اب تم شخ کے خیمے میں ہو....!
 ”میں واقعی بہت بھوکا ہوں....!“ گوریلے نے کراہتے ہوئے کہا اور اٹھ بیٹھا۔
 ”یلا کو کھلاو پچا کو....!“ عمران نے کہا۔
 جیمسن دوڑ کر یلا کو اٹھالا یا.... سگ انہیں خور سے دیکھا رہا.... پھر بولا۔ ”پچے ٹماڑوں سے
 خالی پیٹ میں آگ لگ جائے گی....!“
 ”تم کھا کر دیکھو.... یہ ٹماڑ نہیں ہیں!“ عمران نے کہا اور خود بھی ایک اٹھ کر کھانے لگا۔
 سگ نے یلا کو کھائے تھے اور تھوڑی ہی دیر میں چپکنے لگا تھا۔
 ”آخر بن مانس بننے کی کیوں سو جھی پچا...!“ عمران نے پوچھا۔
 ”ایک طوطے نے زندگی تلخ کر رکھی تھی سمجھیجے....!
 ”طوطے نے....!
 ”ہاں.... وہ کئی زبانیں بول سکتا ہے! ہر وقت سر پر منڈلا تا اور مجھے گالیاں دیتا رہتا تھا....
 بُن رات ہی کو اُس سے پناہ ملتی تھی....!
 جیمسن اور جوزف زور سے ہنس پڑے....
 ”یقین کرو.... میں تمہیں دکھادوں گا....!“
 ”قدرت کے کھیل ہیں....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”جس نے ساری دنیا کو انگلیوں پر نچالا
 ہو.... وہ ایک طوطے سے بھاگا بھاگا پھر رہا ہے! آخر وہ کس یونورٹی کا گریجویٹ ہے۔!
 سگ کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا پھر بولا۔ ”بُشکل تمام جگل سے نکل کر ادھر پہنچ سکا ہوں۔“
 ”اس کالی عورت کا کیا ہوا تھا جس کے لئے تم مجھ سے لڑ گئے تھے۔!“ عمران نے پوچھا۔

آسانی سے مار کھا جاتا ہے۔!
 ”تم یہ بھی جانتے ہو بس....!“ جوزف نے حیرت سے کہا۔
 ”لیکن اگر وہ کئی عدد ہوئے تو....!“ جیمسن بولا۔
 ”کئی عدد ہوتے تو ان کی آواز ضرور سنائی دیتی۔ تھا گوریلا کوئی خطہ محسوس کئے بغیر آواز
 نہیں کاتا....!
 ”اگر میں گوریلوں کے بارے میں اتنا جانتا ہوتا تو شادی کر کے گھر بیٹھ رہتا!“ جیمسن
 ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔
 ”کیا بات ہوئی....!“ جوزف نے اُسے گھوڑتے ہوئے کہا۔
 ”عقل خبط ہو کر رہ گئی ہے۔!“ جیمسن نہ اسامنہ بنا کر بولا۔
 ”تو بھی تھوڑے سے یلا کو کھالے پہنچنے کب گوریلا آجائے۔!“ عمران نے جوزف سے کہا۔
 ”میں کچھ اور سوچ رہا ہوں بس۔!
 ”کہہ ڈال جلدی سے تاکہ....“ عمران جملہ پورا نہ کر سکا! کیونکہ ایک طویل القامت
 گوریلے نے براہ راست اُسی پر چھلانگ لگائی تھی! اور دونوں آپس میں گتھے ہوئے نشیب میں
 لڑکنے لگے تھے.... پھر ایک بڑے کٹاؤ نے ان کی راہ روک لی۔
 ”نا ممکن.... قطعی ناممکن....!“ جوزف مضطربانہ انداز میں کہتا ہوا آگے بڑھا۔
 ”کیا ناممکن ہے....!“ جیمسن اُس کے پیچے لپکا۔
 ”کوئی گوریلا ایسی چھلانگ نہیں لگا سکتا یہ کوئی آدمی ہے گوریلے کی کھال میں۔!
 ادھر وہ دونوں ایک دوسرے کو گڑاؤ لئے کے لئے زور لگا رہے تھے۔
 جوزف اور جیمسن بھی اُن کے قریب پہنچ گئے۔ جوزف نے پیچے سے گوریلے کی گردان
 دبوچ لی اور جیمسن اُس کی ایک ناگ پکڑ کر موڑ نے لگا۔ پھر اُس کی گرفت عمران پر ڈھیلی پڑ گئی۔
 وہ تو اس کی گرفت سے نکل گیا۔ لیکن جوزف اور جیمسن بدستور اُس پر طبع آزمائی کرتے
 رہے۔ ایک نے گردان دبوچ کی تھی اور دوسری ناگ مرزوڑ رہا تھا۔ گوریلا نچلے دھڑے اُسی جانب
 بل کھاتا چلا جا رہا تھا۔ جدھر ناگ مرزوڑی جا رہی تھی.... دفتار عمران زور سے چینا اُرے
 بد بختو.... کیا چاکو مارہی ڈالو گے.... چلو چھوڑو.... ہٹو.... غلط فہمی ہوئی تھی چیا کو....!

”اب کو شش کرو...!“
 ”اب ہوشیار ہو گے ہو...!“
 ”ختم بھی کرو ان پرانے جھگڑوں کو... یہ بتاؤ سرچھپانے کے لئے بھی کوئی ٹھکانہ ہے
 تمہارے پاس یا نہیں...!“
 ”ہے کیوں نہیں... لیکن میں تمہیں وہاں ہرگز نہیں لے جاؤں گا...!“
 ”تمہارا بھتیجا چور یا اٹھائی گیرہ نہیں ہے...!“
 ”اول درجے کا حراملی ہے سالا!“
 ”ٹوٹے کا غصہ مجھ پر کیوں اتنا رہے ہو...!“
 ”میں جا رہا ہوں...!“ سنگ اٹھتا ہوا بولا۔
 ”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا...!“
 ”لیا مطلب!“
 ”مطلوب تم اچھی طرح سمجھتے ہو...!“
 ”تم مجھے دھمکی دے رہے ہو...!“
 ”دھمکی دینا تو مجھے آتا ہی نہیں چلا... یہ اور استہاتھ چھوڑ دیتا ہوں۔ دھمکی کمزوری کی
 علامت ہے۔ ایک حیله ہے کہ شائد اسی طرح کام چل جائے اور پٹ جانے کا خطرہ مول نہ لینا
 پڑے۔“
 ”تم آخر چاہتے کیا ہو...?“
 ”بوزھے ہو چلے ہو... سمجھتے کو خدمت کا موقع دو...!“
 ”میں تمہیں اپنی پناہ گاہ میں ہرگز نہیں لے جاؤں گا...!“
 ”میں سمجھا...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”شائد ایک آدھ چھین ہاتھ لگ گئی ہے! لیکن تم مجھے
 غلط سمجھے ہو۔ وہ عورت پہلے سے میرے ساتھ تھی جس کی وجہ سے ہمارا جھگڑا ہوا تھا۔ ورنہ مجھے
 اس سے کیا سر و کار ہو سکتا ہے...!“
 سنگ خاموش رہا... شائد کچھ سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”شراب نہ ملنے کی وجہ سے
 شائد میں کچھ چڑچڑا ہو گیا ہوں...!“

”میں نہیں جانتا کہ وہ کون تھی اور کہاں گئی۔ ہوش میں آنے کے بعد میں نے خود کو اس غار
 میں نہیں پایا تھا...!“
 ”اور اس کے بعد سے گوریلے کی کھال اوڑھ لی۔“ عمران مسکرا کر بولا۔ ”بات حلق سے
 نہیں اترتی چیज کہ تم نے محض کسی طوٹے کی وجہ سے یہ کشت اٹھایا ہو۔ کوئی اور مشوق ہے اس پر درہ
 زنگاری میں...!“
 ”کئے جاؤ بکواس...!“
 ”اب اُتار دو یہ کھال۔ اب کوئی طوٹا تمہاری طرف نیڑھی آنکھ سے بھی نہیں دیکھ سکتا!“
 ”تمہارا بچھرا ہوا بھتیجا پھر تم سے آن ملا ہے...!“
 ”پہلے تو تم تھا تھے۔ یہ دونوں کھال رہے تھے۔!“ سنگ نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔
 ”کہیں اور پھنس گئے تھے.... بہر حال میں نے بھی ہوش میں آنے کے بعد خود کو ان کے
 درمیان پایا تھا... اور بس اب بھکتے پھر رہے ہیں۔!“
 ”وہ کتنا ہمیں احساس ہے بھی میں بتلا کرنا چاہتی ہے۔!“
 ”خدا جانے میری تو عقل چکرا کر رہ گئی ہے۔!“
 ”کیا تم یہاں آج ہی پہنچ ہو...!“ سنگ نے پوچھا۔
 ”ہاں کچھ دیر پہلے... اور تمہارے منتظر تھے...!“
 ”کھال کی ہاٹک رہے ہو۔!“
 ”اگر تمہاری کھال بارش میں نہ ہٹکتی تو انتظار کرنے کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا۔ بارش فتح
 ہوتے ہی جو زف نے آس پاس کسی گوریلے کی موجودگی کا اعلان کر دیا تھا۔!
 ”جیسے ساتھی تمہیں میرے ساتھی تھے۔ اگر میرے ساتھ ہوتے تو میں تین دن میں تحریکیا
 تختہ اٹت دیتا۔!“
 ”تم شوق سے ہمیں اپنا ساتھی تصور کر سکتے ہو۔!“
 ”یہ توف بنانے کی کوشش مت کرو...!“
 ”تم نے مجھ پر حملہ کیوں کیا تھا چیل۔!“
 ”پہچان کر نہیں کیا تھا۔ ورنہ پہلے ہی میں تمہاری گردن تو زدیتا سمجھے۔!
 ”

سے بات نہیں کرو گے۔ اور ایسے بن جاؤ گے جیسے میں انہی کی طرح تمہیں بھی پکڑ لایا ہوں۔!
”تمہیں وہ یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ ہمیں انہی کے لئے پکڑ لائے ہو!... ارے اور کیا کبھیں
گی.... بھلا کسی گوریلے کے لئے ہم مردوں کا کیا مصرف....!“

”پھر یاد دادوں چاکہ ہم تین ہیں!“

”بھجے چلتی کر رہے ہو!...!“

”اطہار حقیقت کو چلتی نہیں کہتے۔ تمہاری کھال اُنہار کر مادرزاد کر دینگے....!“

”یہ بات ہے تو.... آؤ!...!“ سنگ کی قدم بیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

عمران نے زور دار تھقہہ لگایا۔ لیکن جہاں تھا وہیں بیٹھا رہا۔ اس کا رو یہ دیکھ کر جوزف
اور جیمن بھی اپنی بچوں سے نہ ہلے....!

”آؤ.... نا....!“ سنگ نے ہاتھ ہلا کر انہیں لکا کا۔

”جاوہ جاؤ....!“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”عورتوں کی صحت نے تمہیں صحی خونہ بنا دیا
ہے.... بس اب جاؤ.... ورنہ مجھے مزید تھقہہ آجائیں گے!“

”میں تمہیں اپنی نظروں سے او جمل نہیں ہونے دوں گا!“ سنگ نے کہا۔

”حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ مجھے فی الحال تم سے کوئی سروکار نہیں۔!“

”ہو سکتا ہے سروکار ہو ہی جائے!“

”وہ کس طرح چاچا جان....!“

”اُن پانچ عورتوں میں سے دو سفید فام ہیں.... میں نے انہیں تمہارے متعلق گفتگو کرتے
سنا ہے.... اور وہ کل ہی اسی جگہ میرے ہاتھ لگی تھیں!“

جیمن نے معنی خیز نظروں سے عمران کی طرف دیکھا۔ اور عمران نے پر تشویش انداز
میں سنگ سے سوال کیا۔ ”کیا ان میں سے ایک کسی قدر بھاری جسم والی ہے....!“

”ہے.... اور بہت خوب ہے.... لیکن دوسرا ابھی تک میرے قابو میں نہیں آئی....!“

”اُن کے ساتھ کوئی مرد بھی تھا!“

”نہیں....!“

”میں ضرور چلوں گا تمہارے ساتھ!“

”ابے چچا کو بھی تھوڑی سی گھاس کھلادے!“ عمران نے جوزف سے کہا۔
”تھوڑی سی تو ہے باس۔ پھر میں کیا کروں گا....!“
”کسی گھاس....!“ سنگ نے پوچھا۔

”شراب ہی کا سانشہ طاری کرتی ہے.... جوزف کے بیان کے مطابق!“
”کہاں ہے.... مجھے بھی دکھاؤ....!“ سنگ لہک کر بولا۔

جوزف نے تھوڑی سی پیتاں اُس کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر رکھ دیں۔ سنگ انہیں بغور دیکھا
رہا۔ پھر جوزف سے بولا۔ ”اب کھا کر بھی دکھاؤ....!“

جوزف نے جیب میں ہاتھ ڈال کر مٹھی بھری اور بھاڑ سامنہ کھول کر پھکی لگا۔ اور جگال
کر کر کے شپالی کا عرق چوستار ہا۔ سنگ نے بھی تحریر کیا اور عمران سے بولا۔ ”واقعی دماغ کرم
ہو گیا ہے.... یہ تمہارا آدمی بہت کام کا معلوم ہوتا ہے....!“

”وہ پھل بھی اسی کی دریافت ہے....“ عمران بولا۔

”بھتیجے میں اسی آدمی کی خاطر تمہیں بھی برداشت کرلوں گا۔“ سنگ نے کہا اور جوزف سے
بولا۔ ”میرے ٹھکانے کے قریب یہ گھاس بکثرت دکھائی دیتی ہے۔

”مارا گیا....!“ عمران کراہ کر بولا۔ ”اب تم دونوں دن رات چرتے رہا کرو گے۔“

”ذر الارد دینا....!“ سنگ نے پھر جوزف کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

”اگر واقعی تمہارے ٹھکانے کے قریب ایسی گھاس موجود ہے تو تھوڑی سی اور دے دوں
گا۔“ جوزف بولا۔

”یہ پھل کہاں ملتے ہیں.... اور کیا کہلاتے ہیں....!“

”جنگل میں یہاں کو کہلاتے ہیں.... جنگل کے باہر ان کا کوئی نام نہیں۔ کیونکہ یہاں سے نکل
ہی نہیں پاتے.... یہاں بہت ہو گا!“

”تو پھر چلیں....!“ عمران نے سنگ سے پوچھا۔

”میرے پاس اس وقت پانچ عورتیں ہیں.... تم وعدہ کرو کہ گزر بڑ نہیں کرو گے....!“

”پانچ سو بھی ہوں تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی....!“

”اور دوسرا بات....! وہ مجھے گوریلا ہی سمجھتی ہیں۔ اس لئے تم لوگ اُن کے سامنے مجھے“

عمران ایک گڑھے میں جھک کر فرانسیسی میں بولا "کیا تم رینا ہو۔!"
 "لک.... کون ہے....!" گڑھے سے خوفزدہ سی آواز آئی۔
 "ڈرو نہیں۔!" عمران نے کہا۔ "میں عمران ہوں۔!"
 "اوہ....!" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ لیکن گڑھے کی گھرائی اتنی تھی کہ اس کے ہاتھ اوپر تک
 نہیں پہنچ سکتے تھے۔!
 "تت.... تم کہاں.... وہ درندہ کہاں گیا۔!"
 "اس کی بات چھوڑو.... یہ بتاؤ شپر و کہاں ہے۔!"
 "میں نہیں جانتی.... لیکن تم....!"
 "میں تو سمجھا تھا کہ تم تینوں کو میرے خلاف درغلاد کر کی گوا بیچج دیا جائے گا جہاں تم جزل
 کو سے رابطہ قائم کر سکو۔!"
 "میں کچھ نہیں جانتی! میری آنکھ ایک کیبل کار میں کھلی تھی۔ میرے ساتھ سارہ بھی تھی
 ایک جگہ کیبل کار رکی اور ہم سے اُترنے کو کہا گیا۔!"
 "تم دونوں کے علاوہ کوئی اور بھی موجود تھا۔؟"
 "نہیں۔" آواز آئی تھی۔ "ہم دونوں اتر گئیں۔ اور کیبل کار فوری طور پر واپس چل گئی۔
 میرا خیال ہے کہ وہ واڑیں سے آپریٹ ہوتی ہے۔?"
 "پھر گوریلا تمہیں یہاں لے آیا۔!"
 "کیا تم جانتے ہو۔!"

"ہاں مجھے علم ہے۔ ہم تینوں کو بھی وہی گھیر کر لایا ہے اور یہاں تک پہنچنے کی کہانی بھی وہی
 ہے جو تم نے سنائی ہے۔!"
 "مجھے وہ گوریلا نہیں معلوم ہوتا۔!" رینا نے کہا۔ "کوئی آدمی ہے گوریلے کی کھال میں۔!"
 "لیکن تم اُس پر اپنا شہبظاہرنہ ہونے دیتا۔... میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا
 ہوں۔.... گرفتار و کہاں گیا۔..."!
 "خدا جانے۔... اور سنو۔... مجھے یقین ہے کہ تم زیر ولینڈ کے کارندے نہیں ہو۔ ہمیں
 بہلانے کی کوشش کی گئی ہے۔!"

"لیکن انہی شر اٹک کے ساتھ۔!"
 "مجھے منظور ہے۔..." عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "لیکن جو تمہارے قابو میں نہیں ہے اُس سے
 دور ہی رہنا۔!"
 "کیوں۔..."?
 "بس! یہ میری ہاں ہے کہ میں ایسی عورتوں کا تحفظ کرتا ہوں۔..."!
 "پھر تم نے وہی حرکت شروع کی۔..."!
 "میں نے تمہاری ساری شرطیں منظور کر لی ہیں۔ ایک آدھ کی گنجائش تم بھی رکھو۔!"
 "خیر۔ یہ بعد کی باتیں ہیں۔ فی الحال تم چلو۔!"
 "میں نے پہلے ہی سے آگاہ کر دیا ہے۔!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔



وہ پانچوں ایک بہت بڑے غار میں قید تھیں۔.... غار بھی عجیب نوعیت کا۔.... اُن کے فرش
 کا کچھ حصہ مٹھ تھا اور کچھ حصوں میں کنوں کی شکل کے کئی بڑے بڑے گڑھے تھے۔ اُنگ نے
 پانچوں عورتوں کو انہی گڑھوں میں آنار دیا تھا اور وہ اس کی مدد کے بغیر ان گڑھوں سے باہر نہیں
 نکل سکتی تھیں۔!

تین سیاہ فام عورتیں ایک ہی گڑھے میں نظر آئیں لیکن غار میں اندر ہمراہونے کی بناء پر ان
 کے خدو خال واضح طور پر دکھائی نہیں دیتے تھے۔!

"باس! مجھے تو یہ دونوں وہی فرانسیسی عورتیں معلوم ہوتی ہیں۔!" جوزف آہستہ سے بولا۔
 "شائد۔.... لیکن یہاں ان کی موجودگی میری سمجھ میں نہیں آرہی۔!"
 "تم پوچھوں ان سے۔..."!

عمران کچھ نہ بولا۔ اُسے اس پر بھی حرمت تھی کہ سُنگ انہیں تھا کیوں چھوڑ گیا تھا۔ وہ
 جسم کو ساتھ لے کر مزید یلا کوؤں کی تلاش میں نکل گیا تھا۔ باہر ابھی اتنا اجالا تھا کہ وہ دونوں یہ
 کام تجویزی انجام دے سکتے تھے۔!

”اچھی بات... تو خوش رہو!“ کہتا ہوا عمران اُس گڑھے کے پاس سے ہٹ آیا۔
دوسری طرف جوزف کالی عورتوں سے گفتگو کر رہا تھا... لیکن وہ کوئی افریقی زبان نہیں
بول سکتی تھیں۔ انگلش گفتگو کا ذریعہ بنی تھی۔

آن میں سے ایک کہہ رہی تھی۔ ”اس کجھت گوریلے نے ہمارے مردوں کو مار ڈالا اور ہمیں
ایک ایک کر کے یہاں اٹھالا یا!“

پھر اُس نے جوزف سے سوال کیا تھا کہ وہ کون ہے۔

”مجھے بھی پکڑ لایا ہے!“ جوزف نے جواب دیا۔

”تمہارا کیا کرے گا؟“

”شائد مجھے اس لئے لایا ہے کہ میں تم لوگوں سے باتیں کروں اور غار میں روشنی کا انتظام
کروں!“

”ہم بہت بھوکے ہیں.... آج اُس نے کھانے کو کچھ نہیں دیا!“

”اچھی بات ہے! میں کچھ تلاش کر کے لاتا ہوں....!“

”تم بھاگ کیوں نہیں جاتے.... ہم تو اس گڑھے سے نکل نہیں سکتے!“

”بھاگ کر کہاں جاؤ۔ یہاں اس غار میں کم از کم بارش اور دھوپ سے تو پیسکوں گا!“
جوزف نے کہا اور غار کے پاس سے ہٹ آیا۔ اُسے علم تھا کہ جیسون اور سنگ یالا کوؤں کی تلاش میں
گئے ہوئے ہیں۔!

اوھر عمران رینا کے گڑھے کے قریب بیٹھا اُسے اپنی رام کہانی سنارہا تھا۔ اُس کے خاموش
ہونے پر رینا بولی۔ ”میں پہلے تو غلط فہمی میں بیٹلا ہوئی تھی لیکن پھر سوچا تھا کہ اگر تم زیرولینڈ کے
ایجٹ ہوتے تو اتنی بے اپنے ہی آدمیوں کا قتل عام کیوں کرتے۔ لیکن سوال تو یہ ہے
کہ جب ہمیں بھی یہیں پھینکوادینا تھا تو پھر وہ فلم کیوں دکھائی گئی تھی!“

”ہو سکتا ہے کہ شپر و کوواپس بھوادیا ہو کیونکہ وہ ہر معاملے میں سختی سے میری خلافت کرتا
رہا تھا!“ عمران نے کہا۔

”ممکن ہے....! لیکن اب ہمارا کیا ہو گا!“

”زبردستی زیرولینڈ کے لئے کام کرایا جائے گا۔ تھریسا کے بے شمار آدمی میرے ہاتھوں

”لیکن یہ حقیقت ہے کہ تھریسا نے میرے ہی قسط سے تنزانی کے جنگل طیارے تباہ کرائے
تھے میں تمہیں اطمینان سے بتاؤں گا.... وہ تصویریاد کرو جس میں زیرا میں میرے بستر کے
قریب کھڑا تھا!“

”ہاں مجھے یاد ہے!“

”بحالت یہو شی پڑا ہوا تھا سو نہیں رہا تھا!“

”میں یقین کرلوں گی۔ کیونکہ مجھے بھی کیبل کارہی میں ہوش آیا تھا۔ اُس پوائنٹ سے کیبل

کار تک مجھ پر کیا لگری ہو گئی میں نہیں جانتی!“

”سارہ شاہزادے سرے گڑھے میں ہے!“

”میں نہیں جانتی!“

”ٹھہر و....! میں دیکھتا ہوں....!“ عمران نے کہا اور اُس گڑھے کی طرف بڑھ گیا جس میں

دوسری سفید فام عورت تھی!

”ہیلو.... سارہ....!“ عمران نے اُسے آواز دی۔

”کون ہے؟“ وہ اچھل پڑی۔

”عمران....!“

”ارے تم.... تم کہاں....!“

”مجھے بھی گوریلا پکڑ لایا ہے!“

”تمہیں.... اوہ....!“ وہ نہ پڑی اور پھر بولی۔ ”لیکن وہ تمہیں کیوں پکڑ لایا ہے۔ تمہارا کیا
کرے گا!“

”تم بہت خوش معلوم ہوتی ہو!“

”حیرت انگیز تجربہ ہے موسیٰ عمران۔ وہ بالکل آدمیوں کی طرح محبت کرتا ہے!“

”تو تم خوش ہو!“

”بہت خوش.... وہ عجیب چیز ہے۔ کاش میں اُسے بتا سکتی کہ میں اُسے کتنا پسند کرتی ہوں!“

”تم دونوں کے علاوہ اُس نے تین کالی عورتیں بھی قید کر کھی ہیں!“

”کر کھی ہوں گی۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے!“

مارے گئے ہیں۔ لا تعداد جیلوں کی نذر ہوئے ہیں۔ لیکن وہ مجھ پر قابو پانے کے بعد ہمیشہ اسی کیلئے کوشش رہتی ہے کہ میں زیر ولینڈ کا بجٹ بنانا منظور کروں...!“

”بڑی عجیب تنظیم ہے!“

”یہ لوگ قاتل کو سزاۓ موت دینے کی بجائے اُس سے اتنا کام لیتے ہیں کہ وہ کام کرتے کرتے مرجائے!“

”تمہارا کیا خیال ہے یہ آدمی جس نے گوریلے کی کھال پہن رکھی ہے ہم سے کیا چاہتا ہے!“

”کبھی اسکا شمار بھی زیر ولینڈ کے بڑوں میں ہوتا تھا۔ لیکن اب تھریسا اس سے ٹکنگی ہے!“

”تو تم اُس سے واقف ہو!“

”ناممکن ہے کہ تم بھی واقف نہ ہو!“

”میں نہیں سمجھی!“

”سنگ ہی...!“

”اوہ.... وہ چینی!“

”ہاں.... ہاں وہی.... تمہارے بیہاں بھی اُس کا ریکارڈ ہو گا!“

”تو اس نے گوریلے کا روپ کیوں دھار لیا ہے!“

”سارہ جیسی عورتوں کیلئے.... جن کے لئے یہ تجربہ خوش گز اور تجربہ خیز ہے۔ اتم دونوں کے علاوہ تین کامل عورتیں اور بھی ہیں! ہاں.... توجہ سے سنو! اُس پر یہ ظاہر نہ ہونے دینا کہ تم اس کی اصلیت سے آگاہ ہو گئی ہو۔ اُس سے تمہیں محفوظ رکھنے کی ذمہ داری میری ہے!“

”تم کیا جانو کہ میں محفوظ ہوں!“

”اُسی نے بتایا تھا۔ مجھے مصلحت اس سے سمجھوتہ کرنا پڑا ہے!“

”رینا کچھ نہ بولی۔ اتنے میں جیمسن اور سنگ واپس آگئے۔ دونوں ڈھیروں یا لاؤ اور جلانے کے لئے خشک لکڑیاں لائے تھے۔ غار کے ایک تاریک گوشے میں پہلے ہی سے آگ موجود تھی۔ اُس میں مزید خشک لکڑیاں ڈال دی گئیں۔“

”عمران رینا اور سارہ کیلئے یا لے گیا تھا اور جوزف نے کاملی عورتوں کو پہنچائے تھے۔ پھر وہ بھی ایک جگہ بیٹھ کر کھانے لگے۔ جیمسن سنگ کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ اور دونوں کے

رمیان مختلف اقوام کی عورتوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ عمران بھی کبھی کبھی انہیوں سے ان کی طرف دیکھنے لگتا۔ جوزف یا لاؤ کی بجائے ٹپٹالی سے خلفلٹ کر رہا تھا۔

اچاک انہوں نے دیکھا کہ سنگ اور کائیاں لیتا ہوا غار کے دہانے کی طرف دوڑا جا رہا ہے۔ جیسیں جوزف کو آنکھ مار کر مسکرا دیا۔ پہلے تو جوزف کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آئے۔

پھر وہ چھپت کر جیمسن کے پاس پہنچا۔

”کیا تم نے اُسے پٹو کا کھلا دیا ہے!“

”اپنے باس کو نہ بتاتا!“ جیمسن آہستہ سے بولا۔

گز کے دھاڑنے کی آواز برابر چلی آرہی تھی۔

”یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ ساری زندگی کا کھلایا بیا! اسی وقت نکل جائے گا اور اگر وہ زندہ رہا تو پڑھنے کے قابل بھی نہیں رہے گا کئی دنوں تک۔“ جوزف نے پر تشویش لجھ میں کہا۔

عمران انہیں سرگوشیاں کرتے دیکھ کر اپنی جگہ سے اخفا اور اُن کے قریب آکرزا ہوا۔ وہ بھلت خاموش ہو گئے۔

”کیا بات ہے۔ کیا کسی یا لاؤ میں مکھی گھسیری دی تھی!“ عمران نے جیمسن کو گھوڑتے ہوئے رہا کیا۔

”نہیں جذاب۔ بھلامیں کیوں!“

”پھر وہ کیوں مر رہا ہے!“

”بھلامیں کیا عرض کر سکتا ہوں یور مجھنی۔ ہم بھی یا لاؤ کو کھارہ ہے ہیں!“

”تو کیوں خاموش ہے جوزف!“

”میں کیا بولوں باس!“

”وہ الیاں کیوں کر رہا ہے!“

”وہی جانے باس! میں کیا کہہ سکتا ہوں....!“

”تم دونوں کے درمیان ابھی تک کیا باتیں ہو رہی تھیں!“

”میں نے مسٹر جیمسن سے پوچھا تھا کہ کہیں انہوں نے اس کو پٹو کا تو نہیں کھلا دیا۔ انہوں ناکوئی جواب نہیں دیا۔“

”یہ پڑو کا کیا بلے ہے!“

”ایک زہر یا لپھل ہوتا ہے بس۔!“

”اسے علم ہے!“

”ہاں... میں نے بتایا تھا۔!“

عمران پھر جیمسن کو گھورنے لگا اور وہ ترے بولا۔ ”اسی سے جا کر پوچھ لجئے کہ میں نے اسے کیا کھلایا تھا۔ یا کو توڑتے وقت خود ہی ایک پڑو کا نگل گیا ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔!“

”ارے مر گیا۔ کوئی آؤ...!“ غار کے دہانے کی طرف سے سگ کی کراہ سنائی دی۔

عمران تیری سے اسی جانب بڑھ گیا۔ اور جیمسن جوزف پر الٹ پڑا۔

”اتنی سی بات دل میں نہیں رکھ سکے۔!“

”میں کیا کرتا مسٹر... بس نے سوال ہی ایسے کئے تھے لیکن میں نے ان سے یہ تو نہیں کہا کہ واقعی تم نے اسے پڑو کا کھلایا ہے۔!“

”آب ہاتا دینا کہ میں نے دو تین یا کوئی میں سوراخ کر کے پڑو کا گودا اندر پہنچا دیا تھا۔ اور سے پیدا ہوا ہے۔!“

”کھاتے وقت وہی یا کوئے تھا دیے تھے۔!“

”تم نے آخر ایسا کیا ہی کیوں۔ بس جو مناسب سمجھتے کرتے۔!“

”میں ایسے لوگوں کو جان سے مار دینا چاہتا ہوں جو عورتوں سے وحشیانہ سلوک کرتے ہیں۔!“

”پھر بھی بس سے پوچھے بغیر۔!“

جوزف جملہ پورا نہ کر سکا۔ کیونکہ عمران سگ ہی کو سہارا دیے اسی طرف آتا دکھائی دیا تھا۔ سگ کے قدم لاکھڑا رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ اگر عمران نے اسے چھوڑ دیا تو دھرام سے بچے آرہے گا۔ جوزف بھی اٹھا۔ لیکن جیمسن نے اپنی جگہ سے جمنش بھی نہ کی۔ ان دونوں نے مل کر سگ کو بہ آہنگی لٹادیا۔

سگ مسلسل کر رہے جا رہا تھا۔ دفتار اسے پھر ابکائیاں آنے لگیں۔ مگر شائداب معدے میں کچھ تھا ہی نہیں۔ لکھتا کیا۔ اس پیٹ دبائے ابکائیاں لیتا اور قلا بازیاں کھاتا رہا۔

پھر اچانک چینٹنے لگا۔ ”پھنکا جا رہا ہوں.... تپ رہا ہوں.... یہ کھان اٹا رہا.... خدا کے لئے

”ہاردو۔!“

اس تکلیف کے عالم میں بھی اسے خیال تھا کہ کہیں اس کی اصلاحیت اُن عورتوں پر نہ آٹھکارا
”وجائے لہذا اٹکش کی بجائے اُردو میں غل غپاڑا مچا رکھا تھا۔!

”ٹھہر دو.... میں کچھ کرتا ہوں....!“ عمران اُس پر جھلتا ہوا بولा۔

پتا نہیں کہ کس طرح سگ نے وہ کھال اپنے جسم پر منڈھی تھی۔ بڑی دشواریوں سے الگ
ہو سکی.... لیکن عمران نے اسے آڑا کر کے اُس کے برهنہ جسم پر ڈال دیا۔

”ارے ہٹاؤ... ہٹاؤ اسے....!“ سگ کراہا۔

”نومولود لگو گے پچا۔!“ عمران بولा۔

”چپ بے.... ہٹاتا ہے یا.... میں....!“

”یا کچھ بھی نہیں کر سکتے.... میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ہاتھ پر پیر بھی نہیں ہلا سکتے۔!

”ہٹاد بھجے....!“ جیمسن نے کہا! ”هم فرض کر لیں گے کہ ابھی ابھی کسی گوریلین کے پیٹ
سے پیدا ہوا ہے۔!“

”چپ بے جھن کے پچے۔!“

”آپ نے اسے بھی بتایا یور میجھی۔!“ جیمسن نے ہدایاں کر کہا۔

”میں نے کچھ نہیں بتایا۔ یہ خود ہی چلتی پھر تی انسا یکلو پیڈیا ہے۔ اسے کیا نہیں معلوم....
ہاں تک جانتا ہے کہ میرے پر ناتا چوہے سے ڈرتے تھے اور شیر کا شکار کرتے تھے۔!
”

”مجھ پر.... مجھ پر غشی طاری ہو رہی ہے....!“ سگ گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا۔

”بیہوش ہو جاؤ....!“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ ”اسی میں فائدہ ہے۔!
”

”انہیں سے معلوم ہونے پائے.... اور.... اور.... اور....!
وہ جملہ پورا نہ کر سکا! اور اُس کے دانت سختی سے جم کر رہ گئے! عمران نے غصیل نظروں سے

جیمسن کی طرف دیکھا اور وہاں سے اٹھ کر اُس گڑھے کے قریب پہنچا جس میں رینا تھی۔!
”کیا تم نے پھل کھائے۔!“ اُس نے نیچے جھک کر اُس سے پوچھا۔

”ہاں کھائے.... بہت لذیذ تھے! لیکن یہ شور کیسا تھا۔ کیا تمہارے کسی ساتھی کی طبیعت
نہب ہو گئی ہے۔!
کچھ تھا ہی نہیں۔ لکھتا کیا۔ اس پیٹ دبائے ابکائیاں لیتا اور قلا بازیاں کھاتا رہا۔

”نہیں۔۔۔ گوریلے کی کھال اتر گئی ہے!“
”میں نہیں سمجھی!“

”اُسی پر اُلٹیوں کا دورہ پڑا تھا۔ کھال اتر وادی اب بیو ش پڑا ہے!“
”ہم کو اس گڑھ سے کب نکالو گے!“
”بس یہ رات اور گزار لو!“
”تمہاری موجودگی نے مجھے مطمئن کر دیا ہے!“

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ آخر تم دونوں کو اس مہم پر کیوں بھیجا گیا تھا!“

”ہمارے پاس بہت ہی خاص قسم کے آلات تھے جنہیں میرے اور سارہ کے ملاواہ اور کوئی آپریٹ نہیں کر سکتا تھا۔ ان آلات کا استعمال عام نہیں ہے۔ اور پھر میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایسے ہو شر با حالات سے دوچار ہونا پڑے گا!“

”لیکن میں تو تمہارے ایمیش ڈائیکٹر کے استعمال سے واقف تھا!“

”وہ کسی حد تک عام ہو چکا ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ ہم اس جنگ سے کیسے نکلیں گے!“

”دیکھا جائے گا۔ بار بار اس سے بھی زیادہ خراب حالات سے گزر چکا ہوں!“

”لیکن میرے لئے پہلا اتفاق ہے!“

”فکر نہ کرو۔۔۔ سب نہیک ہو جائے گا۔ لیکن تم مجھ سے جھکڑا نہیں کرو گی!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!“

”اچھا۔ اب آرام کرو!“ عمران نے کہا اور وہاں سے ہٹ آیا۔

سنگ اُسی حال میں بے خبر پڑا تھا۔ جوزف اور جیمس آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے اور ہستے بھی جارہے تھے۔ اس بار عمران نے جیمس کو بھی جگال کرتے دیکھا۔

”آپ بھی شوق فرمادے ہیں!“ عمران نے اُسے لٹکا۔

”براسر درجخشتی ہے یور میچنی!“

”اُرے تو کیا تم گھاس کھانے آئے ہو!“

”یہ بھی تو کھا رہا ہے!“

”پرانا جنگل ہے!“

”مجھے بھی واپسی کی امید نہیں ہے جتاب!“

”چلو سو جاؤ!“

”اتی جلدی۔ ابھی نیند کہاں آئے گی!“

عمران اُن سے کسی قدر دور جایتا تھا۔ کچھ دیر جا گتا رہا۔ پھر دوسرا صبح ہی کو آنکھ کھلی تھی۔ سنگ پہلی ہی حالت میں چت پڑا نظر آیا۔ لیکن اُس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔۔۔ پلکیں بھی جبکہ رہا تھا!

”کیا حال ہے تمہارا!“ عمران نے اُس کے قریب ٹھک کر پوچھا۔

سنگ نے آہستہ آہستہ اُس کی طرف سر گھلایا اور نحیف سی آواز میں بولا۔ ”پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا!“

”تم نے یا لا کو کے علاوہ اور کیا کھلایا تھا!“

”کچھ بھی نہیں!“

”اچھی طرح یادداشت پر زور دو!“

”کچھ بھی نہیں۔ اُن پھلوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں!“

”وہ تو سمجھی نے کھائے تھے!“

سنگ کچھ نہ بولا۔ عمران اُسے پر تشویش انداز میں دیکھے جا رہا تھا۔ اتنے میں جوزف اور جیمس بھی بیدار ہو گئے اور انہوں نے بھی سنگ کی مراجح نہیں کی۔

”شاکر اب تم یہ کھال نہ پہن سکو!“ عمران بولا۔ ”کیونکہ اُنہاں نے کی جلدی میں اسکا حلیہ گز لائے!“

”جہنم میں جائے!“ سنگ بُر اسامنہ بنا کر بولا۔

”اور ان سور توں کا کیا کریں!“ جیمس نے سوال کیا۔

”وہ بھی جہنم میں جائیں!“

”کس کے ساتھ جائیں گی۔ تم میں تو چلنے پھرنے کی سکت نہیں معلوم ہوتی!“ جیمس نہیں

”اس سے کہو کہ بکواس نہ کرے!“ سنگ نے عمران سے کہا۔

تھی اور اس کا مودہ بہت خراب معلوم ہوتا تھا۔ اکالی عورت میں گوریلے کو گالیاں دے رہی تھیں! دفعتاً عمران نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔ ”تم تینوں دانہری تو نہیں ہو! بلکہ سرے سے افریقی ہی نہیں لگتیں!“

”وہ کچھ نہ بولیں۔ عمران نے پھر پوچھا۔“ مشرق بید کے کس ملک سے تعلق ہے تمہارا!“

”جاپان سے....!“ ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

”یہاں کس طرح پہنچیں....!“

”ہمارے بوانے فریڈریک لائے تھے۔!“

”وہ کہاں ہیں....!“

”انہیں اس منحوس گوریلے نے مارڈا۔!“

”کیوں نہ میں اس منحوس کو بھی مار ہی ڈالوں!“ جیمسن نے اردو میں کہا۔

”خاموش بیٹھئے رہو!“ عمران غرایا۔

”میں عرض کر رہا تھا کہ اس نے تم آدمیوں کو مارڈا ہے... خواہ خواہ... اور ہم قانون کے محافظ ہیں!“

”کس قانون کے محافظ ہو.... جگل کے...؟ یہ جگل کی شہریت ہے۔!“ عمران نے طنزیہ لمحے میں کہا۔

”آپ کی مرضی!“

”تمہیں اس سے تکلیف کیا پہنچی ہے! ہو سکتا ہے اسے تم سے پہنچی ہو۔!“

سنگ نے سر گھمایا اور آنکھیں چھاڑ چھاڑ کر عمران کو دیکھنے لگا۔

”تم مطمئن رہو! میری موجودگی میں کوئی کسی بے بس کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔!“

سنگ نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ دفعتاً سارہ بھینجنے لگی۔ ”مجھے بتاؤ وہ کس طرف گیا ہے.... میں اسے ملاش کروں گی....!“

”تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا!“ رینا غرائی۔ سنگ نے پھر آنکھیں کھول دیں اور سارہ

کو عجیب نظروں سے دیکھنے لگا۔

”سبحان اللہ۔ آپ تو بہت گھری لٹکیں!“ جیمسن اردو میں بولا اور سنگ نے عمران سے

”اچھا چھا... کیا اب انہیں گڑھوں سے نکال لیا جائے!“ عمران نے پوچھا۔

”میں کچھ نہیں جانتا۔ جو دل چاہے کرو!“

”واہ رے پٹوکا!“ عمران خوش ہو کر بولا۔

”کیا مطلب... کیا کہا!“

”کچھ نہیں ان عورتوں کے مقدار پر عش عش کر رہا تھا۔ ویسے اُس سفید فام عورت کو بے حد دکھھو گا تمہیں آدمی دیکھ کر!“

”میں کہتا ہوں اُن کی بات مت کرو!“

”اچھی بات ہے۔ میں انہیں یہ بتاؤں گا کہ ہم نے اُس گوریلے کو اتنا تارا کہ وہ کھال چھوڑ کر بھاگ گیا!“

سنگ نے براسامنہ بنا کر آنکھیں بند کر لیں۔

”اب میرا مشورہ ہے کہ اسی کھال سے ایک ٹکڑا کاٹ کر کمر کے گرد لپیٹ لو!“ عمران بولا۔

”تم ہی یہ کام کر دو... مجھ میں تو سکت نہیں ہے!“

پھر عمران کو اس ناگوار مرحلے سے بھی گذرنا پڑا تھا۔ جیمسن ہونٹ بھیجن بھیجن کر بنتا رہا۔ البتہ جوزف بے حد سنجیدہ دکھائی دیتا تھا۔

بڑی دشواریوں سے وہ پانچوں گڑھوں سے نکالی گئیں۔ اور عمران نے حق مجھ میں نہیں یہ بتایا کہ چاروں نے مل کر گوریلے کو مار بھیا گیا!

”لیکن یہ چو تھا کون ہے!“ سارہ پوچھ بیٹھی۔

”یہ بھی ہمارے ساتھ ہی تھا۔ گوریلے نے بیچارے کو بری طرح رگڑا ڈالا ہے۔ فی الحال انھیں بیٹھ نہیں سکتا!“

رینا قطعی خاموش تھی۔ وہ تو جانتی ہی تھی کہ اصل بات کیا ہے۔

ادھر جیمسن آہستہ آہستہ جوزف سے کہہ رہا تھا۔ ”ہم پر جو سیاہ پینٹ کیا گیا تھا بدستور موجود ہے۔ لیکن آخر یہ دونوں صاف ستھری کر کے کیوں بھیجی گئی ہیں!“

”میں کیا جانوں مسر!“ جوزف بھنا کر بولا۔ ”تم سارے مشکل سوال مجھی سے کرتے ہو!“ سنگ آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔ سارہ عمران سے گوریلے کے بارے میں مزید سوالات کئے جا رہی

بدقت کہا۔ ”میا تم اس خبیث کی زبان بند نہیں کر سکتے۔“

”اب اتنے چڑپے بھی نہ ہو۔۔۔ تھاری شخصیت پر نہیں سمجھتی یہ بات۔“

”خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے۔!“ سنگ کراہ کرہ گیا۔

”ویسے پیارے چچا جان۔ اگر میں اس عورت کو یہ بتا دوں کہ گوریلے تم ہی تھے تو یہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔ کیونکہ اسے گوریلے میں اپنے لئے خلوص نظر آیا تھا۔ یقین کرو ایک مکار آدمی کی حیثیت سے تمہارا گلا گھونٹ دے گی۔!“

”ہوں۔!“ سنگ کی یہ ”ہوں“ بہت طویل تھی۔ پھر وہ سارہ کو دیکھنے لگا۔ جیسکن جوزف کو آنکھ مار کر مسکرایا تھا۔

عمران نے رینا سے فرشخ میں کہا۔ ”مجھے حرمت ہے کہ تم دونوں پر جو سیاہ پینٹ تھا وہ کیوں اُنمدار ہیا گیا۔ جبکہ ہم ویسے کے ویسے ہی رہے۔!“

”میں کیا تائشی ہوں اسکے بارے میں....!“

عمران نے پر تشویش انداز میں سر کو جنبش دی اور اپنے ساتھیوں سے بولا۔ ”تم دونوں بیٹھے منہ کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔ ناشتے کی فلکر کرو گے یا نہیں۔!“

”پھر وہی یلا کو....!“ جیسکن برا سمہنہ بنا کر اٹھتا ہوا بولا۔ جوزف بھی اٹھا اور دونوں غار کے دہانے کی طرف بڑھے۔۔۔ لیکن جیسے ہی باہر نکلے ان کا راستہ روک لیا گیا۔ تین رویوں بردار سامنے کھڑے تھے اور رویوں اور کارخ غار کے دہانے ہی کی طرف تھا۔ تینوں سفید فام تھے۔

”واپس جاؤ۔۔۔!“ ان میں سے ایک بولا۔

لیکن وہ دونوں بت بنے کھڑے رہے۔۔۔!

”تم نے سنا نہیں۔!“

وہ چپ چاپ مڑے اور اندر چلے آئے۔ عمران نے انہیں استفہامیہ انداز میں دیکھا۔

”وہ نہیں چاہتے جناب کہ ہم آوارہ گردی کریں۔!“ جیسکن نے کہا۔

”کون نہیں چاہتے۔!“

”تین رویوں بردار عین ہمارے پھانک کے سامنے موجود ہیں۔!“

عمران تیزی سے دہانے کی طرف بڑھا۔ رینا اس کے پیچے لپک تھی۔

”نہیں۔۔۔ تم وہیں ٹھہر و۔۔۔“ عمران نے مڑ کر کہا اور آگے بڑھ گیا۔
وہ تینوں اب بھی وہیں کھڑے تھے۔!

”واپس جاؤ۔۔۔!“ ان میں سے ایک نے عمران کو لکھا۔

”تم کون ہو۔۔۔!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

”بجھت مت کرو۔!“

”ہم بھوکے ہیں۔ کھانے کے لئے کچھ تلاش کرنے جا رہے تھے۔!“

”کھانا میں پیش جائے گا۔۔۔ واپس جاؤ۔!“

”ہم نو افراد ہیں۔!“

”ہمیں علم ہے۔!“

”ایک بیمار بھی ہے۔!“

”ہمیں علم ہے۔۔۔ اس سے کھوکہ کھال اُتار دے ورنہ اُسی میں سڑ جائے گا۔!“

”اوہ۔۔۔ تو تم جانتے ہو۔!“

”ہم کچھ نہیں جانتے۔۔۔ تم واپس جاؤ۔!“

”اس طرح واپس جاؤ کے نعرے لگاؤ گے تو میں تقریر شروع کر دوں گا۔!“

”تم نہیں سنو گے۔۔۔!“

”صرف ایک بات اور۔۔۔ میں غاروں میں زندگی بس رکرنے کا عادی نہیں ہوں۔۔۔ کیا

یہاں کوئی بلکہ کرانے پر مل سکے گا۔!“

”محل تعمیر ہو رہا ہے تمہارے لئے۔!“

”شکریہ۔۔۔ شکریہ۔۔۔ ناشتہ جلد بھجوانا۔!“ کہتا ہوا عمران واپسی کیلئے مڑ گیا۔

”ٹھہر و۔۔۔!“ ان میں سے ایک نے کہا۔ عمران رُک کر مڑا۔

”تینوں سیاہ فام عورتوں کو یہاں بھیج دو۔!“ اس نے کہا۔

”تم نے آخر ان پر یہ ظلم کیوں ہونے دیا۔!“

”ہم کچھ نہیں جانتے جو کچھ کہا جا رہا ہے کرو۔۔۔!“

عمران نے شانے سکوڑے اور واپس آگیا اور ان تینوں عورتوں سے باہر جانے کو کہا۔

”بلد ہی ہوش میں آ جائیں گے! انہیں بھی اندر ہی اٹھوالے چلو۔“ عمران نے کہا۔
جیسن کے پیچے پیچے رینا بھی وہیں چلی آئی اور وہی دونوں انہیں ایک ایک کر کے اٹھائے گئے۔ ان کا تیرسا ساتھی ہوش ہی میں تھا۔

ان دونوں کو اس حال میں دیکھ کر اُس کے منہ سے مغلظات کا طوفان امتد پڑا۔
”زبان بند کرو۔ ورنہ گا گھونٹ دوں گا!“ جوزف اُس کی گردان دبوچ کر بولا۔
عمران نے تینوں کی کارتوسون کی پیٹیاں بھی اتر والیں اس کے علاوہ اور کوئی کام کی چیز ان کے پاس سے برآمد نہیں ہوئی تھی!

”تمہیں بچھتا ناپڑے گا اس کیلئے جو پکھ کر رہے ہو!“ سفید فام نے عمران کو دوڑنگ دی۔
اس دوران میں سنگ بھی اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ لیکن قطعی غاموش تھا۔ دفعتاً سفید فام نے اُس کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”کیا ہم نہیں جانتے تھے کہ گوریلا یہی ہے۔ جب چاہتے گولی مار دیتے!“
”میں ان حرکتوں کا مقصد جانتا چاہتا ہوں!“ عمران نے کہا۔

”تم ہو کون...!“ سفید فام نے نہنے چھلانے۔

”کوئی بھی ہوں۔ لیکن تم میں سے نہیں ہوں!“

”وہ تو ظاہر ہی ہے!“ اُس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

سارہ جیرت سے آنکھیں بچاڑے سنگ تی کو گھورے جا رہی تھی۔ اُس نے اُس کے بارے میں سفید فام آدمی کا ریمارک سننا تھا اور اُسے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پھر دفعتاً بچھت کر سنگ کے قریب پہنچی اور کھال کے اُس مکڑے کو بغور دیکھنے لگی جو سنگ کی کرکے گرد پلٹا ہوا تھا۔
”مجھے معاف کر دو بے بی!“ سنگ آہستہ سے بولا۔

”کیا تم نے اُس کھال کو ضائع کر دیا!“

”مجھے کچھ پتا نہیں... میری طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ میں بیو ش ہو گیا تھا جو کچھ کیا ہے انہی لوگوں نے کیا ہے!“

”خدا انہیں غارت کرے انہوں نے میری مسرت مجھ سے چھین لی۔“ وہ گلوگیر آواز میں بولی۔

”ویسے کیا میں گوریلے سے بھی زیادہ بد صورت ہوں!“

وہ اُس کے پاس سے ہٹ کر دور جا کھڑی ہوئی اور اُس طرف پشت کر لی۔

”کیوں جائیں... ہم نہیں جائیں گی!“ ایک نے کہا۔
”وہ تمہیں طلب کر رہے ہیں!“
”کون ہیں...؟“

”خود جا کر دیکھ لو... میں تو نہیں پہچانتا!“

وہ بچھاچا ہوئی آگے بڑھیں... دہانے تک گکیں اور پھر چینیں مارتی ہوئی پلٹ آئیں۔!
”میں بچاؤ ان سے!“ ان میں سے ایک عمران کے پیچے چھپتی ہوئی بولی۔ ”یہ درندے ہیں۔ اُس بن ماں سے بھی زیادہ خطرناک۔ خدا کیلئے ہمیں بچاؤ...!“

سفید فاموں میں سے ایک پستول تانے دوڑتا ہوا اُن کے پیچے چلا آیا تھا۔

”چلو... چلو... نکلو تم تینوں... باہر نکلو...!“ وہ ریوالر کو جنگش دے کر غرایا۔
عمران نے اپنے پیچھے پناہ لینے والی کا ہاتھ پکڑا اور گھینٹا ہوا بولا۔ ”چلو جاؤ! کیا ہمیں بھی مر داؤ گی!“

وہ اُسے کھینچ کر سفید فام آدمی کے قریب لایا۔ پھر وہ اُس کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ عمران نے عورت کو اُمیں جانب دھکا دے کر ریوالر پر ہاتھ ڈال دیا۔ ساتھ ہی اُس کا دیاں گھٹنا بھی اوپر اٹھا تھا! حریف کراہ کرالٹ گیا اریوالر عمران کے ہاتھ میں تھا۔

”اسے سنجناؤ...!“ وہ جوزف سے کہتا ہوا ہانے کی طرف بڑھ گیا۔

”ہوشیاری سے...!“ اُس نے رینا کو کہتے سننا۔

ریوالر اُس نے جیب میں ڈال لیا اور دونوں ہاتھ اور اٹھائے ہوئے غار سے باہر نکل آیا۔

”وہ تینوں اُس سے چھت گئی ہیں! اگر الیا ہے اور بڑی طرح مرمت کر رہی ہیں چلو، لیکھ!“ اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں انہیں اطلاع دی۔ وہ بے ساختہ آگے بڑھے۔ عمران ایک طرف ہٹ گیا۔ لیکن وہ اُس سے ایک ہی قدم آگے بڑھے ہوں گے کہ ریوالر کا دستہ ایک کی گردن پر پڑا اور دوسرا جتنی دیر میں معاملے کی نویعت کو سمجھ سکتا خود بھی سر پر چوٹ کھا بیٹھا۔ یہ بعد دیگرے دونوں منہ کے بل گرے تھے۔ اور دوبارہ انہیں اٹھ کے تھے۔

عمران نے بڑی پھرتی سے دونوں ریوالر اٹھائے اور جیسن کو آواز دی۔

وہ فوراً ہی دوڑ آیا تھا۔ ان دونوں کو اس حال میں دیکھ کر ٹھنک گیا۔

اُدھر عمران سفید فام آدمی سے کہہ رہا تھا۔ ”تم لوگ کسی غار میں تو رہتے نہ ہو گے اس پہاڑ
کو کاٹ کر کوئی معقول سی جگہ بنائی ہو گی۔ وہاں تک پہنچنے کے راستے کی نشان دہی کرو۔“

سفید فام قہر آلو بچھ میں بولا۔ ”زندہ رہتا چاہتے ہو تو حد سے آگے نہ بڑھو۔“
”اچھا تو یہاں ہماری موجودگی کا مقصد ہی بتاؤ۔“

”ہمیں خود اپنی موجودگی کا مقصد نہیں معلوم تمہیں کیا بتائیں گے۔“
”وقت نہ ضائع کرو۔“ سنگ نے عمران سے کہا۔ ”غالبًا یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔“

”اچھا تو پھر کیا ان تینوں کو ابال کر کھائیں گے۔“ عمران نے بھنا کر پوچھا
”انہیں جانے دا دران کا اسلحہ بھی واپس کردو۔“

”اور ان تینوں عورتوں کو بھی لے جانے دوں۔“
”میا فرق پڑے گا اس سے۔!
”وہ جانا نہیں چاہتیں۔“

”جنگل کا قانون....! یہی دیکھو کہ میں نے ان کے مردوں کو مار ڈالا ہے۔ یہ جانتے ہیں۔
لیکن مجھ سے باز پرس نہیں کی! تم نے تحریکیا کو پریشان کر ڈالا ہے لیکن زندہ ہو....!
”تم کہنا کیا چاہتے ہو۔!
”اگر تم اپنے مقصد کا حصول چاہتے ہو تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر مت الجھو۔ اسلحہ واپس

کر دو۔!

ان دونوں کے درمیان اردو میں گفتگو ہو رہی تھی۔ جیمس نے کہا۔ ”آپ اسکی باتوں میں
ہرگز نہ آئیے گا۔ الیوں نے اس کا دماغ بھی الث دیا ہے۔!
”تم خاموش رہو....!“ عمران غرایا۔

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے سفید فاموں کا اسلحہ میگزین سمیت اس کے
سامنے رکھ دیا جو ہوش میں تھا۔!

”تمہاری بات پوری طرح میری سمجھ میں آگئی ہے۔ دراصل جو کچھ بھی ہوا ہے غلط فہمی
میں ہوا ہے۔!“ اس نے کہا۔

”ٹھیک ہے....!“ سفید فام سر ہلاکر بولا۔ ”ہم بھی اسے بھول جائیں گے اور یہ تینوں

ہمارے ساتھ جائیں گی۔!
” عمران کچھ نہ بولا۔ اسلحہ واپس ہوتے ہی ان تینوں عورتوں نے پھر چینا شروع کر دیا۔

”خاموش رہو۔!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”تم یہاں بہت دنوں سے ہو اور اپنی مرضی سے
آئی ہو۔ ان حالات کی عادی.... ہم نوادرد ہیں اور اپنی خوشی سے نہیں آئے۔ زبردستی ساتھ
لائے گئے ہیں۔ اس لئے ایسے جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہئے۔!
” یہ ہم سے جانوروں کی طرح کام لیتے ہیں۔!“ ایک سیاہ فام عورت بولی۔ ”ہم اس زندگی
ہے تک آگئی ہیں۔!
” ہو سکتا ہے، ہم بھی اپنی زندگیوں سے تک آجائیں۔!“ عمران نے کہا۔

اتنے میں دونوں بیہوش آدمیوں نے بھی آنکھیں کھول دیں۔ کچھ دیر بے حس و حرکت
پڑے رہ کر شائد حالات کا اندازہ لگاتے رہے پھر اپنے ساتھی کے قبضے میں اپنا اسلحہ دیکھ کر پھرتی
سے اٹھ بیٹھے۔!

”سب ٹھیک ہے۔!“ ان کا ساتھی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ یہ تینوں ہمارے
ساتھ جائیں گی۔!
” وہ دونوں خاموشی سے اٹھے اور اپنے اپنے ریوال اور کارتوسون کی پیٹیاں سنjal لیں۔ ایسا
معلوم ہوتا تھا جیسے اس سے پہلے کچھ ہوا ہی نہ ہو.... وہ ان تینوں عورتوں کو ساتھ لے کر غار
سے چلے گئے۔!

کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ پھر رینا بولی۔ ”میری تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا۔!
” فی الحال کچھ سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔!“ عمران بولا۔

”اس وقت میرا دل نوٹ گیا ہے۔“ جیمس نے مہنڈی سانس لے کر اوپنی آواز میں کہا۔
”کون سی پتلتا پڑی ہے تم پر۔“ عمران نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

”ہم تین مظلوم عورتوں کی مدد نہ کر سکے۔!
” یہاں ہزاروں مظلوم ہیں۔ اگر اس وقت ہم صرف تین عدد کے معاملے میں الحجت تو شائد
ہاں سے ایک تدم بھی نہ بڑھ سکتے۔ لہذا ان ہزاروں مظلوموں کو مدد نظر رکھ کر فی الحال
ہم کرو.... اگر بچا برو و قش نہ تو ک دیتا تو مجھ سے بھی عظیم نی سرزد ہی ہو گئی تھی۔!
”

"تم لوگ اگر انگلش ہی میں گفتگو کرو تو بہتر ہے۔!" رینا نے کہا۔

"تمہارے خلاف کچھ نہیں کہا جا رہا۔" جیسن نے نہنے پھلانے۔

"تم اتنے چڑپے کیوں ہو رہے ہو۔ ناشتا بھی آجائے گا۔!" عمران نے کہا۔

رینا اس کے قریب آکر اسے بغور دیکھتی ہوئی بولی۔ "اگر انہوں نے ہم دونوں کو بھی لے

جاتا چاہا تو تمہارا دیہ کیا ہو گا؟"

"ہم میں سے کسی کو بھی وہ زبردستی نہیں لے جاسکتے! اس سے پہلے انہیں مجھ کو جان سے مار

دینا پڑے گا۔"

"لیکن میں تمہارہ گیا ہوں۔!" سنگ کرایا۔

"کون کہتا ہے۔!" عمران اس کی طرف مڑ کر بولा۔

"تم ابھی دیکھی ہی لوگے۔ اگر وہ تم لوگوں کیلئے کھانے کو کچھ لائے۔!"

"میں نہیں سمجھا! تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

سنگ نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ سارہ بھی اٹھ کر عمران کے قریب آکھڑی ہوئی اور

آہستہ سے پوچھا۔ "یہ آخر ہے کون۔؟"

"ہے میرا ایک شناس۔ جو مجھ سے پہلے ہی یہاں آپھناتھا۔!"

"آخر اس نے گوریلے کی کھال کیوں پہن رکھی تھی۔"

"عورتوں کا ریا ہے لیکن دانتا کلکل سے گھبراتا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"عورتیں گوریلا سمجھ کر اس کا دماغ نہیں چاٹتیں اور یہ نہایت سکون کے ساتھ اپنے کام

سے کام رکھتا ہے۔۔۔ پچھلے سال چھ ماہ تک ریپکھ کی کھال پہن کر ایک چڑیا گھر میں مقیم رہا تھا۔

کیونکہ اس چڑیا گھر کی ساری کارکن عورتیں تھیں۔!"

"میرا دل چاہتا ہے کہ اسے گولی مار دوں۔!" سارہ دانت پیس کر بولی۔

"ذر اپ کچھ تند رست ہو جانے دو۔!"

"اے آخر ہو اکیا ہے۔!"

"کسی نہ اسرا ریماڑی نے جکڑ لیا ہے۔!"

"اب بکواس بند کرو۔!" سنگ نے عمران کو فرج نجی میں لکارا۔

"اوہو.... فرج بھی بول سکتا ہے۔!" سارہ نے کہا۔

"اسے دنیا کی پیشتر زبانوں پر عبور حاصل ہے۔!"

دفعہ تاقد مولوں کی چاپ سنائی دی اور وہ غار کے دہانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہی تیوں سفید فام پھردا کھائی دیئے اور ان کے ساتھ ایک سیاہ فام عورت بھی تھی جس نے اپنے سر پر ایک برا سما ٹوکرہ اٹھا کر چھاتھا۔

"یہ تمہارے لئے کھانے پینے کی چیزیں ہیں۔!" ایک سفید فام نے ٹوکرے کی طرف اشارہ کیا۔ "ان چیزوں کو تمہاری موجودگی ہی میں استعمال کرو۔۔۔ لیکن۔!"

"لیکن کیا۔۔۔؟" عمران نے سوال کیا۔

"اس میں اسے کچھ نہیں ملے گا۔!" اس نے سنگ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"کیا بات ہوئی۔!"

"اس کے خلاف نہ ہونا چاہئے۔!"

"تب پھر تم اپنا یہ ٹوکرہ واپس لے جاؤ۔ عمران نے سر ہلا کر کہا۔

"یور یہ یعنی۔۔۔؟" جیسن نے کچھ کہنا چاہا۔

"شت آپ۔۔۔؟"

"بات نہ بڑھا۔۔۔ کھالو تم لوگ۔۔۔!" سنگ ہی نے کہا۔ "ابھی میں کچھ کھاپی نہیں سکوں گا۔ کچھ کھانے کے تصور ہی سے معدہ حلق کی طرف آنے لگتا ہے۔!"

"وہ الگ بات ہے لیکن اس شرط کے ساتھ میں اسے قبول نہیں کر سکتا۔" عمران نے کہا۔

"تو تم اسے لینے سے انکار کر رہے ہو۔!"

"ہا۔۔۔ اس شرط کے ساتھ اس کی طرف دیکھنے کا بھی روادار نہیں ہوں۔!" عمران نے

فیصلہ کرنے لیجھ میں کہا۔

"بھو کے مر جاؤ گے۔۔۔؟"

"یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔!"

"اچھی بات ہے۔!" سفید فام نے کالی عورت کو واپسی کا اشارہ کیا اور پھر وہ سب غار سے نکلے

ہذا اُس نے اردو میں ہاٹک لگائی۔ ”ہاں..... جی وہ طوطا تو ابھی تک کہیں نہ دکھائی دیا۔ جس نے
جہیں گوریلا بنا�ا تھا۔!“

”دیکھتی لو گے کبھی نہ کبھی۔!“ سنگ بیزاری سے بولا۔
”خواب میں....!“

”دیکھو میں الجھنا نہیں چاہتا۔.... تم اپنی زبان بند رکھو۔.... درستہ پچھتا گے۔!
”میں نے تمہارا برا شہرہ سنا تھا۔ لیکن تم تو دو چاراللیاں بھی نہ سہار سکے۔!
”پھر کہہ رہا ہوں کہ مجھے غصہ نہ دلاؤ۔!
”ہاتھ پیر تو ہلا نہیں سکتے! غصہ کیا آئے گا۔!
”دفعتار بیان نے جیمسن کو مخاطب کیا۔ ”کیا تم پھر اسے چھیڑ رہے ہو۔!
”نہیں.... اس کے خون میں گرمی پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ شائد اسی طرح اس

کے ہاتھ پاؤں میں جان آجائے۔!
”نہیں....!“ عمران نے تمہیں باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔ لہذا میں بھی اسے پسند نہیں
کروں گی۔!

”محض اس لئے کہ مسٹر عمران کو پسند کرنے لگی ہو۔!
”مجھ سے گفتگو کرنے میں مختار ہو۔ درستہ چجزی اُدھیڑ دوں گی۔!
”فکر نہیں! میں بھی گوریلے کی چجزی چڑھاولوں گا۔!
یا کیک سارہ اپنی جگہ سے اٹھی اور سنگ کے پاس آئیں گی۔ سنگ نے آنکھیں بند کر لیں اور
لگا تنفس کسی قدر تیز ہو گیا۔!

”تم بالکل فکرنا کرو۔!“ وہ جھک کر آہستہ سے بولی۔ ”تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔!
سنگ نے آنکھیں کھولے بغیر پوچھا۔ ”کیا تم مجھ سے ناراض نہیں ہو۔!
”کچھ دیر پہلے تھی۔ اب نہیں ہوں۔ تمہیں دوبارہ کھال نہیں پہنچنے دوں گی۔ باقیں بہت کم
لگا ہوں۔!
”تم شوق سے باقی نہیں کرو۔ جتنی جا ہو کرو۔.... وہ عمران تو میرا مفتکہ اڑا رہا تھا۔ میں نے کسی

”لہجے سے ہمارے پیشی ہی۔!
”

چلے گئے تھے۔!

”بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔!“ رینا بولی۔

”کیا وہ پھل نہ رہے تھے۔!“ عمران نے اُس سے سوال کیا۔

”نہیں.... بہت خوش ذائقہ تھے۔!
”بس تو فی الحال ہم انہی پر گذارہ کریں گے۔!

”تم نے اچھا نہیں کیا۔!“ سنگ بولا۔ ”میرے ساتھ ان کا یہی رو یہ ہے۔ مجھے اپنے لئے خود
غذا تلاش کرنی پڑتی ہے۔!
”میں جارہا ہوں یلا کو کی تلاش میں۔!“ جوزف امحتا ہوا بولا۔

”یہی بہتر ہو گا۔ میں بھی چل رہا ہوں۔“ عمران نے کہا اور جیمسن سے بولا۔ ”تم میں نہیں
بھروسے۔ وہ دونوں غار سے باہر آئے۔ اس بار اُن کا راستہ کسی نے بھی نہ روکا۔ دور دور تک کوئی بھی
نہ دکھائی دیا۔

”باس! آخر وہ لوگ آئے کہاں سے تھے؟“ جوزف نے پر تشویش لجھے میں سوال کیا۔
”کیا تمہیں وہ دھواں یاد نہیں....! اسی پہاڑ کے اندر انہوں نے کوئی جگہ بنار کھی ہے۔!
”کیوں نہ ہم اُس کا راستہ تلاش کریں۔!
”ا بھی نہیں۔ پہلے یلا کو۔!



جیمسن خاموش بیٹھا سنگ ہی کو گھورتا رہا۔ رینا اور سارہ دور جا ٹیکھی تھیں۔ اور اتنی آہنگی
سے گفتگو کر رہی تھیں کہ جیمسن سُن نہیں سکتا تھا۔ کبھی وہ ان کی طرف دیکھتا اور کبھی سنگ کی
طرف۔!

اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ اٹھ کر سنگ کی گردان مردود کے۔ اس مردود کی بدلت وہ ڈھنگ
کر کا شیخ سے محروم گا تھا!

اُس نے سوچا، اگر جان سے مار نہیں سکتا تو کم از کم اس سے۔ سوتیں اور یہ میں تو بتتا کریں کہتا ہے۔

”بہنی ہوگی۔ میں وجبہ بھی نہیں پوچھوں گی۔!“
”شکریہ.....! تم بہت اچھی ہو۔!“

اُدھر جیسکے کاپارہ مزید چڑھنے لگا تھا۔ سارہ کے سلسلے میں خود امیدواری کی سوچ رہا تھا۔ مدد و دستگ ہی کہاں سے پٹک پڑا۔ وہ اُسے شروع ہی سے پسند آئی تھی۔ دفتار گار کے ایک گوشے سے ایسی آواز آئی جیسے کسی پرندے نے پر پھٹھانے ہوں۔ وہ بھی پچک کر اُس طرف متوجہ ہو گئے۔۔۔ غار کے اُس حصے میں تاریکی تھی۔ اور پھر انہیں وہ پرندہ نظر آگیا۔ جو ان کی طرف بڑھتا آ رہا تھا۔ یہ ایک بہت بڑا اور کئی رنگوں والا افریقی طوطا تھا۔

وہ حیرت سے اُسے دیکھنے لگے اور سنگ نے اٹھ بیٹھنے کی کوشش کر دی۔ لیکن ناکام رہا۔
اچانک طوطا لگکش میں بولا۔ ”کیوں حرایم تیریاں چھپے ہوئے ہو۔۔۔ میں تمہیں نہ جانے کہاں کہاں تلاش کر آیا۔ خواتین و حضرات۔۔۔ یہ وہ شخص ہے جس کی پیدائش کے بعد بھی ماں کی شادی نہیں ہو سکی تھی۔!“

”دفعہ ہو جامرو دو۔۔۔!“ سنگ دانت پیس کر بولا۔
طوطے نے بالکل کسی آدمی کے سے انداز میں تھوڑہ لگایا اور پھر بولا۔ ”خواتین و حضرات! تم میں سے کوئی مجھے فارسی بھی پڑھا سکتا ہے۔!“

”کیوں نہیں۔!“ جیسکن بول پڑا۔ ”فارسی میں ایسے آدمی کو نظر نہ تھیں کہتے ہیں۔!
”میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا جیسکن۔۔۔!“ سنگ دانت پیس کر بولا۔

”اوہ۔۔۔ تم غصہ مت کرو۔۔۔!“ سارہ آہستہ سے بولی۔ ”میں اس طوطے کو پکڑنے کی کوشش کرتی ہوں۔!“

”اور پکڑتے ہی گردن مرزو دینا۔!“

وہ اٹھ کر آہستہ طوطے کی طرف بڑھنے لگی۔

”ٹھہر جاؤ محترمہ۔!“ طوطے نے کہا۔ ”اگر مجھے میری مرضی کے خلاف پکڑا گیا تو میں دھماکے کے ساتھ پھٹ جاؤ گا اور پکڑنے والے کے چیخھڑے اڑ جائیں گے۔ میں زیر دینڈ کے عجائب میں سے ہوں۔!“

”ٹھہر جاؤ۔۔۔ ٹھہر جاؤ۔۔۔ اُس کے قریب مت جانا۔۔۔!“ سنگ مضطربانہ انداز میں بولا۔

سارہ مذکور اُس کی طرف دیکھنے لگی۔

”وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔۔۔ واپس آجائے۔!“

”یعنی یہ دھماکے کے ساتھ پھٹ جائے گا۔!“

”ہاں۔۔۔ یہ غلط نہیں کہتا۔۔۔ مجھے دھیان نہیں رہا تھا کہ یہ کس قسم کا طوطا ہو سکتا ہے۔!“ ان

لوگوں نے جانوروں اور پرندوں پر بھی عجیب قسم کے تجربات کئے ہیں۔!“

”حرایم ٹھیک کہہ رہا ہے محترمہ۔!“

سارہ پھر سنگ کی طرف پلٹ گئی اور جیسکن نے کہا۔ ”طوطے صاحب! میں تمہیں فارسی پڑھا یوں گا۔!“

”میرا نام ایکسر ائٹر ہے۔!“ طوطے نے کہا۔

”تو پھر فلسفہ تم نے اس طو سے پڑھا ہو گا۔!“

”درایں چ ٹک۔!“ طوطے نے فارسی میں کہا۔

”تمال ہے۔۔۔ تمہیں تو آتی ہے فارسی۔!“

”بس اسی حد تک آتی ہے۔۔۔ اُس روایتی طوطے کی طرح جس کے مالک نے صرف یہی ایک
بلدر نایا تھا۔!“

”خدا کی پناہ تمہیں اُس روایتی طوطے کا بھی علم ہے۔!“

”میں ادب کا طالب علم بھی ہوں اور ساری دنیا کے ادب کے تراجم میری نظروں سے گذر چکے ہیں۔۔۔ ویسے تمہاری اپنی زبان کیا ہے۔!“

”تم نے نام بھی نہ سنایا ہو گا۔!“

”پھر بھی۔۔۔ بتاؤ۔۔۔ شاہد سناہی ہو۔!“

”اُردو۔۔۔!“

”مرزا غالب کا کوئی شعر نہ اُں۔!“ طوطے نے اردو ہی میں کہا اور جیسکن اچھل پڑا۔

”تیران ہوں دل کو روؤں کہ پیسوں گہر کو میں۔۔۔! دوسرا مصرعہ تم نہ اُں۔!“ طوطے نے کہا۔

”مجھے افسوس ہے کہ میں نے ابھی تک غالب کا تفصیلی مطالعہ نہیں کیا۔!“

”مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں۔!“ طوطے نے دوسرا مصرعہ بھی پڑھ دیا۔

”اگر یہ بھے اپنے باپ کا نام بتا دے تو میں اسے معاف کر دوں گا۔!“

”تمہیں اس کے باپ سے کیا سروکار؟“

”اس کا نام لے لے کر گالیاں دوں گا جو ایسے بذات کی پیدائش کا باعث بنتا ہے۔!“

دوسری طرف سنگ پھلائی چاچا کارس کا رس حلق سے اتارتا رہا۔ اثر... جیرت انگیز ہوا تھا۔ سارے جسم میں گرمی دوڑ گئی تھی اور وہ فوری طور پر خاصی توانائی محسوس کرنے لگا۔....

پھر یک ایس نے طوطے پر چھلانگ لگائی لیکن وہ اڑ کر دور جا بیٹھا اور بولا۔ ”میں تو صرف یہ دیکھنے آیا ہوں کہ تم زندہ ہو یا مر گئے۔ اب جا رہا ہوں۔!“

وہ پھر اڑا اور غار کے تاریک گوشے میں عاکب ہو گیا بدھر سے آیا تھا۔ سنگ بھی اسی طرف دوڑا گیا۔.... لیکن واپسی پر خالی ہاتھ تھا۔ جیسون خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔

”اوہ.... تو تم اب بالکل ٹھیک ہو۔ وہ کس قسم کی گھاس تھی۔! سارہ نے جیرت سے پوچھا۔

”سارے چندے ایسے ہی چاق و چوبی ہوتے ہیں۔“ جیسون بولا۔

”میں تجھے عمران کی موجودگی میں ٹھیک کروں گا۔ اور اس کی سمجھ میں نہیں آئے گا کہ کس طرح تیری جان بچائے۔!“

”ابھی نپٹ لو۔“ جیسون تختے چھلا کر بولا۔

”نہیں، ابھی نہیں، ورنہ جیسی تو میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔!“

”نہیں، نہیں.... تم دونوں جھگڑا امت کرو۔“ سارہ اُن کے درمیان آتی ہوئی بولی۔

رینا جیسون کا بازو پکڑ کر دوسری طرف ہٹالے گئی تھی۔

”تم آخر جیسیں سے کیوں نہیں بیٹھتے؟“ اُس نے کہا۔

”اُس کی شکل دیکھتے ہی غصہ آ جاتا ہے۔“ جیسون نے کہا۔

”لیکن تمہیں اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ تمہارے باس کا کیا رویہ ہے؟“

جیسون کچھ نہ بولا۔

”یہ طو طا میری سمجھ میں نہیں آیا۔....!“ رینا نے کہا۔

”سمجھ میں تو میری بھی نہیں آتا، کیونکہ طوطے اتنا ہی بول سکتے ہیں جتنا انہیں رئادیا جاتا ہے۔ باقاعدہ گفتگو نہیں کرتے۔ تھے کہانیوں کی بات ہے۔“

”میں فارسی میں اتنا قابل نہیں ہوں کہ تمہیں پڑھا سکوں۔!“ جیسون کا نوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

”یہ حرامی پڑھا سکتا ہے لیکن میں اس سے نہیں پڑھوں گا۔!“

سنگ پڑا بل کھاتا رہا۔ اُس کی حالت ذکیہ کر جیسون کو بھی آگئی۔ سنگ سارہ کی طرف متوجہ ہو گیا اور اُس سے بولا۔ ”میرا ایک کام کر دو۔!“

”باتاً میں ضرور کروں گی۔!“

”وہ ادھر اس بڑے پھر کے قریب جزرے کا برا تھیلا پڑا ہوا ہے۔ اُسے اٹھاؤ۔!“

وہ اٹھ کر بتائی ہوئی سمت میں چل گئی۔ جیسون طوطے سے بکواس کے جا رہا تھا۔ وہ اس سے طرح طرح کے سوالات کرتا اور جوابات پر تحریر ہوتا رہا۔ ادھر سارہ وہ تھیلا اٹھا لائی اور سنگ کو تھماٹی ہوئی بولی۔ ”کیا طوطے پر فائز کرو گے؟“

”نہیں بے بی، اس تھیلے میں روی اور نہیں ہے، ہمیں نہتا کر دیا گیا ہے اور اسی بنا پر یہ لوگ اُڑ رہے ہیں۔!“

”لیکن تمہارے ساتھ یہ رویہ کیوں ہے؟ تمہیں کیوں ناشتے سے روک دیا گیا۔....؟“

”مرضی ہے اُن کی، جو دل چاہتا ہے کرتے ہیں۔“ سنگ نے کہا اور تھیلے میں ہاتھ ڈال کر مٹھی بھر پھلائی نکال کر منہ میں بھر لی۔

”ارے، ارے.... یہ تو گھاس کھا رہا ہے۔“ طوطا جیخ پڑا۔

ادھر جیسون نے سوچا کہیں اب سنگ اٹھ ہی نہ بیٹھے۔ اُسے پھلائی کا تجربہ ہو چکا تھا۔ ملنے سے اترتے ہی خون کے دوران کو تیز کر دیتی تھی۔ اُس نے طوطے سے کہا۔ ”اب تم بھاگ جاؤ دوست.... ورنہ تمہاری خیر نہیں۔!“

”کیوں خیر.... کیوں نہیں؟“

”اب یہ اٹھ کھڑا ہو گا۔“

”کیا گھاس کھا کر؟“

”ہاں کچھ ایسی ہی بات ہے۔!“

”اٹھ کھڑا ہونے دو، میں اس کے ہاتھ نہیں آؤں گا۔ پہلے بھی بہت کوشش کر چکا ہے۔!“

”آخر تم اس کے پیچے کیوں پڑ گئے ہو....؟“

”ضرور کرو۔“ سنگ نے لاپرواہی سے کہا۔

”تمہیں کم از کم اس حصے کا جائزہ لینا چاہئے تھا جہاں طو طاغیب ہوا تھا۔“!

”میں سب کچھ دیکھ پکا ہوں۔ ان کی اس کمیں گاہ سے بھی واقف ہوں جوانہوں نے اس پہاڑ میں بنا کر ہے لیکن اس سے کیا ہوتا ہے.... مجھے تو تھریسا پر ہاتھ ڈالتا ہے۔“

”لیکن میرا مشن کچھ اور ہے۔“ عمران نے کہا۔

”مجھے تمہارے مشن سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے؟“

”یہ بھی ٹھیک ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”تو پھر میرا تمہارا کیا ساتھ؟“

”تمہاری مرضی۔“ سنگ نے شانے سکوڑے۔ چند لمحے کچھ سوچتا ہا پھر بولا۔ لیکن علیحدہ ہونے سے قبل تمہیں اس پر متفق ہونا پڑے گا۔ یہاں اس جگل میں ہمارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے۔“

”ارے تو کیا تمہیں میرے اس فیصلے کی اطلاع ابھی تک نہیں ملی۔“ عمران نے حیرت سے کہا۔ ”حالانکہ تمہیں اس کا علم اسی وقت ہو جانا چاہئے تھا۔ جب تم بالکل بے دست دپاڑے ہوئے تھے اور میں نے تمہارا اٹھنوا نہیں دبادیا تھا۔“

”ہاں، ہاں، ٹھیک ہے لیکن سارہ میرے ہی ساتھ رہے گی۔“

”اس کا فیصلہ میں نہیں کر سکتا، رینا کرے گی.... کیونکہ سارہ خود بھی اس کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔“

”کیا مطلب؟“

”وہ رینا کے چارچ میں ہے۔“

”یہ دونوں چیز کون؟“

”فرنج سیکریٹ سروس سے متعلق ہیں اور ان کا پورا اگر دپ میرے چارچ میں دیا گیا تھا۔“

”نکل آئی نا جھگڑے والی بات؟“

”یہ مسئلہ اسی جگل میں پیدا ہوا ہے چاپ، اس لئے مجبوری ہے۔“

”یعنی تم جھگڑا کرو گے؟“

”حتی الامکان بھی کوشش ہو گی کہ جھگڑا نہ ہو۔“

اتئے میں عمران اور جوزف واپس آگئے... ان کے پاس خاصی مقدار میں یلا کو تھے۔ سنگ کو اس حال میں دیکھ کر متغیر رہ گئے۔

”اب تم بات نہ بڑھانا۔“ رینا نے جیمسن سے کہا۔ وہ کچھ نہ بولا۔

”اوہ.... یہ تو میرے دھیان ہی میں نہیں آئی تھی۔“ جوزف نے متسافنہ لیج میں کہا۔

”چلو.... ناشتے کی میز پر۔“ عمران نے ہائک لکائی۔

”میں ان پھلوں کو نہیں کھا سکتا۔“ سنگ نے کہا۔

”چلو کھاؤ.... وہ محض اتفاق تھا!“

وہ یلا کوؤں کے ڈھیر کے گرد میٹھے گئے اور رینا، عمران کو اس حیرت انگیز طوطے سے متعلق بتانے لگی۔ سنگ ان سے بہت ذور جا بیٹھا تھا۔

”تو وہ جھوٹ نہیں بولا تھا۔“ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”اگر یہاں ایسی کوئی حیرت انگیز چیز نظر آئے تو اس سے دور ہی رہنا۔“

”ہم کیا کر سکیں گے۔“ رینا نے مایوس سے کہا۔ ... پھر اس نے عمران کو اس وارنگ سے آگاہ کیا جو سنگ ہی نے جیمسن کو دی تھی۔

”تم باز نہیں آؤ گے؟“ عمران جیمسن کو گھورتا ہوا بولا۔

جیمسن سر جھکائے یلا کو کھاتا رہا، ”یقین کرو، تمہیں معلوم بھی نہ ہو سکے گا کہ کب تمہاری کس رگ پر ضرب لگی اور تم ختم ہو گئے۔ اس سے اس طرح ممتاز رہو جیسے اندھیرے راستوں کے مسافر سانپوں کا دھیان رکھتے ہیں۔“

”سانپ کا سر ہی کیوں نہ کچل دیا جائے؟“

”فی الحال وہ سیالب کا سانپ ہے اور ہم دونوں ہی اپنی اپنی زندگیاں بچانے کی فکر میں ہیں۔ ہو سکتا ہے کسی مرحلے پر وہ ہمارے کام آسکے۔ کیونکہ دونوں کا دشمن ایک ہی ہے۔“

”بہتر ہے، اب میں اس سے نہیں الجھوں گا لیکن آپ بھی تو چنکیاں لیتے رہتے ہیں۔“

”اور پوری طرح ہوشیار رہتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”ھوڑی دیر بعد وہ سنگ کے قریب بیٹھا نظر آیا اور اس سے کہہ رہا تھا۔“ اب کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے۔“

”اگر کسی نے دخل اندازی کی کوشش کی تو مارا جائے گا۔“
 ”میں دخل اندازی کروں گا۔“ سنگ اٹھتا ہوا بولا۔
 ”تم بیمار ہو، چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔“
 ”میں کہتا ہوں اگر تم تینوں زندہ رہنا پاچتے ہو تو چپ چاپ واپس چلے جاؤ۔ میں نہ تام تینوں کے لئے کافی ہوں۔“

تینوں نے اس طرح ایک دوسرے کی طرف دیکھا جیسے کوئی غیر موقع بات ہو گئی ہو۔
 ”میں سمجھتا ہوں۔“ سنگ سر ہلا کر بولا۔ ”واپس جاؤ اور مجھے مار ڈالنے کی اجازت حاصل کرو۔ اس سے پہلے یہ ناممکن ہے۔“
 سارہ حیرت سے آنکھیں چھاڑے سنگ کو دیکھے جا رہی تھی۔ سنگ نے ان تینوں سے پھر کہا۔ ”اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے۔ میں ضرور دخل اندازی کروں گا۔ اس لئے واپس جاؤ اور بدلتے ہوئے حالات کے تحت دوسرے احکامات حاصل کرو۔“

وہ کچھ نہ بولے... جیسن اور جوزف جہاں تھے وہیں بیٹھے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔
 دفتارہ تینوں مژ کر باہر نکل گئے اور سنگ نے کہا۔ ”اب جو تمہیر کرنی ہے کرو...!“
 جوزف اٹھ کر عمران کے پاس آیا۔ ”اب کیا کہتے ہو باس؟ تمہیں پہلے ہی ان کا صفائیا کر دینا چاہئے تھا۔ اگر وہ تینوں ریوالوں ہمارے ہاتھ آگئے ہوتے۔“
 ”یہ اتنا آسان مسئلہ نہیں ہے۔“ سنگ بولا۔ ”تین ریوالوں اور چند کارتوں سے تم کیا کر لیتے۔“

”تم کیا سوچ رہے ہو؟“ عمران نے سنگ سے پوچھا۔
 ”میں کیا سوچوں گا، جب تک تھریسا نہ چاہے مجھے کوئی ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔“
 ”اور اگر اب اس نے اپنے فیصلے میں تبدلی کی تو...!“
 ”دیکھا جائے گا۔ میں بروقت فیصلہ کر سکتا ہوں۔“
 ”میں بھی اس معاملے میں تم سے مختلف نہیں ہوں۔“
 ”بس تو پھر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے!“ جیسن طویل سانس لے کر بولا۔
 ”لیکن یہ کس طرح ممکن ہے؟“ رینا بول پڑی۔ ”کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔“

”اگر سارہ میرے ساتھ رہنے پر مصر ہوئی تو؟“
 ”میں کہہ پکا ہوں کہ رینا کی موجودگی میں وہ اتنی با اختیار نہیں ہے۔“
 ”خیر.... خیر.... دیکھا جائے گا۔“
 ”ایک بات بتا دوں۔“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اگر رینا کو کوئی گزند پہنچا تو پھر اعلان جنگ سمجھو۔“

”ابے تو کیا میں تھے سے ڈرتا ہوں۔“
 ”اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟“ عمران با نیس آنکھ دبا کر مسکرا یا۔
 ”سارہ بے بی...“ سنگ نے سارہ کو آواز دی اور وہ دوڑی آئی۔
 ”ہم یہاں سے علیحدہ ہو رہے ہیں، تم کس کے ساتھ رہنا پسند کرو گی؟“ سنگ نے اس سے پوچھا۔
 ”کس سے علیحدہ ہو رہے ہو؟“

”تم رینا کی پابند ہو اور وہ میرے ساتھ ہے۔“ عمران بولا۔
 سارہ نے مز کر رینا کی طرف دیکھا۔ وہ دور کھڑی انہیں دیکھے جا رہی تھی۔ عمران نے اسے اشارے سے قریب بلایا اور بولا۔ ”گوریلے کا خیال ہے کہ وہ سارہ کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔“
 ”یہ ناممکن ہے۔“ رینا نے سخت لہجے میں کہا۔
 ”سارہ بے بی، میں تمہارا فیصلہ سننا پاچتا ہوں۔“ سنگ بولا۔
 لیکن اس کے کچھ بولنے سے قبل بھاری قدموں کی چاپ سنائی دی اور وہ چونکہ کر نار کے دہانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

وہی تینوں مسلح سفید فام آدمی پھر دکھائی دیئے۔ ریوالوں ہاتھوں میں تھے۔ ایک نے آگ بڑھ کر کہا۔ ”اب یہ دونوں ہمارے ساتھ جائیں گی۔“
 ”اب بتاؤ بھیجے؟“ سنگ نے اردو میں کہا۔
 ”صرف یہی دونوں کیوں؟ ہم بھی کیوں نہیں؟“ عمران نے سفید فام آدمی سے سوال کیا۔
 ”تمہارا بھی وقت آئے گا۔“
 ”لیکن تم انہیں اس طرح نہیں لے جاسکو گے جس طرح ان تینوں کو لے کئے تھے۔“

”سوچتی رہو....“ سنگ نہ اسامنہ بنا کر بولا۔ ”میں جنگل میں کہیں بھی تھریسا کی نظر دوں سے او جھل نہیں ہو سکا۔ یہ طوطا جو تم ابھی دیکھ بھی ہو محض مذاق نہیں ہے اور نہ اس کا اصل مقصد چھپڑا چھڑا ہے۔ یہ اُس وقت نمودار ہوا تھا جب میں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ تھریسا کے کتنے میرا سراغ گھوپکے ہیں اور میں پوری طرح اُس کی نظر دوں سے او جھل ہو چکا تھا لیکن طوطا میری کہیں گاہ میں پہنچا تھا اور میرا انام لے لے کر پکانے لگا تھا۔ میری بجد آگر جیسے جیسے کیڑے کوڑے ہوتے تو اس حال کو پہنچنے کے بعد خود کشی کر لیتے۔“

”دیکھئے، دیکھئے....!“ جیسے بھنا کر بولا۔ ”آپ اسے سمجھ نہیں کہہ رہے۔“

عمران اُسے گھور کر رہ گیا۔ لیکن سنگ بولا۔ ”جب میں خود کو بے دست و پامحسوس کر رہا تھا۔ اُس وقت تمہیں مجھ پر حرم نہیں آیا تھا۔ اب میں تمہیں خود کشی پر مجبور کر دوں گا۔“

”اچھی بات ہے، میں بھی دیکھوں گا۔“ جیسے آنکھیں نکال کر بولا۔

جوزف نے اُس کا شانہ ٹپک کر آہستہ سے کہا۔ ”اپنادام غھنڈار کھو مسٹر درنہ یہ واقعی تمہیں خود کشی پر مجبور کر دے گا۔“

”اب میں اسے مار ہی ڈالوں گا۔“ جیسے دانت پیس کر آہستہ سے بولا۔ ”میرار قیب بھی بن گیا ہے آخر۔“

”اس چکر میں تو بالکل ہی مت پڑتا۔ تم اسے اتنا نہیں جانتے جتنا میں جانتا ہوں۔ باس تک اس کے معاملے میں بے حد محتاط رہتے ہیں۔“

”خواہ خواہ کا ہوا بار کھا ہے۔ میں تمہیں دکھاؤں گا۔ اگر چیونٹی کی طرح مسل کرنے رکھ دوں تو نام بدل دینا۔“

”اے مسٹر، پھر کہتا ہوں، دام غھنڈار کھو۔ تم باس سے زیادہ ہوشیار نہیں ہو۔“

”عورتوں کی وجہ سے اُن کی عقل چکرا گئی ہے۔“

”مت بکواس کرو.... وہ اُس مٹی کے نہیں بنے۔“

”خیر.... خیر دیکھی ہی لیں گے۔“

اچانک غار کے اسی تاریک گوشے سے گھرے دھوئیں کا ایک ریلا آیا جس میں سمجھ دیر قبل طوطا گم ہوا تھا اور اب اُس دھوئیں میں صرف کھانسیوں کی آواز گونج رہی تھیں۔ دھوئیں کی

کشافت اتنی بڑھ گئی کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ بھی نہیں سکتے تھے۔ عمران کھانتا ہوا محض اندازے سے غار کے دھانے کی طرف بڑھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن دوچار قدم سے زیادہ نہ چل سکا۔ لاکھڑا یا اورڈیھیر ہو گیا۔



جیسے کی آنکھ کھلی تو سب سے پہلے سبز رنگ کی ڈھنڈ آنکھوں کے سامنے چھائی ہوئی تھی۔

ایسا لگتا تھا ہیسے اس نے کسی سو سینگ پول میں غوطہ لگا کر پانی کے اندر آنکھیں کھول دی ہوں۔ پھر گیہار کی آواز سماعت سے نکرانی تھی اور وہ دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا تھا۔ شور کی سطح پر دھند چھٹنے لگی تھی۔ اسے غار کا دھواں یاد آیا جس کے بعد سے یادداشت کا صفحہ بالکل سادہ تھا۔

اس نے آنکھیں کھول دیں اور بوکھلانے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ کمرے کی دیواروں اور چھپت کار رنگ سبز تھا اور وہ خود جدید طرز کے آرام دہ بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ کمرے میں بر قی روشنی بھی موجود تھی۔

”استاد محترم۔“ دھنٹا کسی نے کہا اور وہ چوک کر تیزی سے آواز کی جانب ٹڑا۔ ایک گوشے میں رکھی ہوئی بک شیف پروہی طوطا بیٹھا نظر آیا۔ اسکے سامنے ایک موٹی سی کتاب کھلی ہوئی تھی۔ ”میا آپ نے مجھ سے کچھ فرمایا جتاب عالی؟“ جیسے نے بڑے ادب سے پوچھا۔

”جی ہاں۔“ طوطا نے جواب دیا۔ ”ہر چند کہ آپ نے مجھے فارسی کا ایک لفظ بھی نہیں پڑھایا لیکن میں نے آپ کو استاد تسلیم کر لیا ہے۔“

”بہت بہت شکریہ، دیے عرض کروں کہ مجھے اردو بھی ٹھیک سے نہیں آتی۔ آپ کو فارسی کیا پڑھاؤں گا؟“

”مجھے علم ہے کہ آپ نے انگستان میں آنکھیں کھوئی تھیں۔“

”لیکن مجھے کہنے دیجئے کہ آپ طوطا ہو کر اتنے زبردست عالم ہیں کہ آپ کو شمس العلماء کہنے کو جی چاہتا ہے۔“

”کوئی اور بولتا ہے۔ میری زبان نہ سمجھو۔“ طوطا نے گلگتا کر کہا۔

جبور ہو جاتا ہوں.... اس طرح آپ سمجھتے ہیں کہ یہ میری ہی آواز ہے میں ہی بول رہا ہوں۔
”تو پھر میں براؤ راست اسی کو کیوں نہ مخاطب کروں جو تمہارے توسط سے میرا مغز چاٹ رہا
ہے۔“ جیسن بھنا کر بولا۔

”آپ اسی سے گفتگو کر رہے ہیں جناب۔“

”جیسٹ ہے کہ وہ طوطے کی آواز میں گفتگو کر سکتا ہے۔“

”آب آپ میری مالکہ سے ملیں گے۔“ طوطے نے کہا۔ شیف پر سے کودا اور کمرے سے
باہر نکل گیا۔

جیسن نے جلدی سے کھوپڑی سہلائی اور ایک بار پھر اچھل پڑا۔ اس پر تو اس نے توجہ ہی
نہیں دی تھی۔ اس کے جسم پر اب وہ سیاہ پیٹ نہیں تھا جس نے اُسے کسی افریقی نسل کا فرد بنا
رکھا تھا۔ پہلے ہی کی سی شفاف اور نکھری ہوئی جلد تھی۔ جسم پر ریشمی سلپینگ سوت تھا۔ بستر کے
قریب خرگوش کی کھال کی زیر پایاں رکھی نظر آئیں۔

اس نے زور دار قہقهہ لگایا۔ اب یلا کو نہیں کھانے پڑیں گے۔ اس یونٹ کا گورنر بنایا جائے یا
ورز کا کتا۔۔۔ سخت اور کھردری زمین پر تو نہیں لیٹتا پڑے گا۔

دفعہ اور واڑے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور جیسن نے شہانہ انداز میں کہا ”آ جاؤ۔۔۔“

ایک سیاہ فام آدمی جو امریکی امراء کے بٹلوں کے سے بس میں تھا۔ اندر آگر اطلاع دی کہ
نسل خانہ تیار ہے اور پھر اسی طرح وہ مختلف مرافق سے گزرتا ہوا ناشتے کی میز تک پہنچا۔ یہاں
یک جوان العصر اور بڑی دل کش سفید فام عورت نے اس کا استقبال کیا۔ جیسن کو بے اختیار
شہور امریکی خاتون جیکو لین یاد آگئیں۔ بالکل دیساہی ناک نقشہ تھا۔

”میرا طوطا تمہاری بڑی تعریف کر رہا تھا۔“ وہ جیسن سے ہاتھ ملا تی ہوئی بولی۔

”میں اس طوطے کا بہت مشکور ہوں جبکی وجہ سے تم جیسی خاتون تک میری رسائی ہوئی۔“

”ناشتر کرو۔۔۔ جنگلی پھل کھا کھا کر پریشان ہو گئے ہو گے۔“

”بہت بہت شکریہ۔“ کہہ کر جیسن ناشتر کی میز پر ٹوٹ پڑا۔

”تمہارا شیو خاصا بڑھ گیا ہے۔“ عورت بولی۔

”ہاں نسل خانے میں مجھے شیو نگ کا سامان نہیں دکھائی دیا تھا۔“

”تصوف میں بھی دخل ہے جناب۔“ جیسن نے جیسٹ سے کہا۔

”جو دل چاہے سمجھو۔۔۔ میں تو محض ایک طوطا ہوں۔“

”ویسے کیا آپ بتائیں گے کہ میرے ساتھی کہاں ہیں؟“

”مزدوروں کے یک پی میں۔“

”پھر آخر جو جو پر یہ عنایت کیوں؟“

”اس لئے کہ آپ کم رتبہ آدمی ہیں۔ غلام زادے۔۔۔ آپ کے والد صاحب نواب مظفر
الملک کے خاندانی پر درودہ تھے۔“

”خدائی پناہ، آپ اس حد تک جانتے ہیں میرے متعلق۔“

”زیر ولینڈ کم رتبہ آدمیوں کو اور پرانا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ اس یونٹ کے گورنر بننا
دیئے جائیں اور آپ کی یہ گورنری پشت ہاپٹت تک چلتی رہے گی۔۔۔ جیسن اول جیسن دوم
اور جیسن سوم وغیرہ۔۔۔!“

”لیکن یہ اول اور دوم کہاں سے آئیں گے۔ میری تو شادی ہی نہیں ہوئی ہے۔“

”اب ہو جائے گی۔ کیونکہ میری مالکہ آپ پر عاشق ہو گئی ہے۔“

”یار کہیں تم جانوالم والے طوطے کی نسل سے تو نہیں ہو۔“

”اوہ۔۔۔ فسانہ عجائب کا حوالہ دے رہے ہیں۔ میں نے پڑھی ہے یہ کتاب۔“

”پھر اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟“

”دیکھے جتاب جیسن صاحب میرے بارے میں آپ کسی غلط نہیں میں نہ پڑیے گا۔ یہ آواز
حقیقتاً میری نہیں ہے۔“

”میں نہیں سمجھا۔ وضاحت کرو۔“

”میں جدید سائنس کا ایک جیسٹ الگنیز کار نامہ ہوں۔ اس سے یہ نہ سمجھنے گا کہ کسی سائنس
دان نے مجھے بنایا ہے۔ حقیقتاً میں ایک طوطا ہی ہوں۔ اپنی والدہ ماجدہ کے انڈہ سے برآمد ہوا ہوں۔
جیسن کو نہیں آگئی۔ اس کے ساتھ ہی طوطے نے بھی قہقهہ لگایا اور بولا۔“ سائنس کا

کار نامہ وہ آپ نہیں تھا جو مجھ پر کیا گیا۔ میرے جسم میں بیڑی سمیت ایک ٹرانسیمیر موجود ہے۔۔۔
چونچ کے درمیان اسپیکر ہے۔ جیسے ہی اسپیکر سے آواز برآمد ہوتی ہے میں اپنی چونچ کھونے پر

”ساری دنیا میں تمہارا ملک بدنام ہو گیا ہے۔ تشریف اشاعت کے ادارے سکرت ایجنت علی عمران کو ڈبل ایجنت قرار دے رہے ہیں اور تجزیائیہ میں تمہارے دوسرے ساتھیوں کی تلاش جاری ہے۔“

”میرا بابا اس پر قہقہہ لگائے گا۔ دل کھول کر بنے گا۔“

”بچھے دن دو جاسوس طیارے جن میں پائلٹ نہیں تھے۔ تباہ کردیتے گئے۔“ عورت نے موضوع بدلتا۔

”تو مالی ڈایرس میریلین تم لوگ ناقابلِ تخبر ہو۔“

”یقیناً اس یونٹ پر نہ پہنیں مار سکتا۔“

”اگر انہوں نے زمین پر مار کرنے والے راکٹوں کی بوچھاڑ کر دی تو۔؟“

”وہ بھی یہاں تک پہنچنے سے قبل ہی تباہ ہو جائیں گے۔ یہی نہیں بلکہ وہ اتنا یہ بھی جا سکتے ہیں اور تجزیائیہ کی بستیاں انہی سے تباہ کی جا سکتی ہیں۔“

”کہیں وہ ایسی حادثت کر رہی نہ بیٹھیں۔“ جیمن آہتہ سے بڑا یا۔
ہم چاہتے ہیں کہ ان کی حماقتوں جاری رہیں۔ اس طرح ہمیں اپنی مختلف ایجادات کی آزمائش کے موقع ملنے رہیں گے۔“

”اب یہ بتاؤ کہ مجھ غریب پر کس قسم کا تجوہ کیا جانے والا ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ تمہیں اس یونٹ کا گورنر مقرر کیا جائے گا اور مجھے تمہاری سیکرٹری کے فرائض انجام دینے پڑیں گے۔“

جیمن ناشتہ کر کچا خاؤں نے رینا اور سارہ کی بھی خیریت دریافت کی لیکن ان کے بارے میں میریلین کچھ نہ بتا سکی۔ پھر وہ جیمن کو ایک بڑے کمرے میں لاکی جہاں کمپیوٹر قسم کی کئی مشینیں نصب تھیں۔

اس نے ایک مشین کے قریب جا کر یہے بعد دیگرے متعدد بٹن دبائے اور اسی مشین سے مسلکہ ایک اسکرین روشن ہو گیا۔ پھر ایک بٹن دبائے اسے اسکرین پر کہیں کامنٹر ابھرا تھا۔ سیاہ فام نیم برہنہ آدمیوں کی بھیز نظر آئی۔ انہوں نے گھاس کی گھنھریاں پہن رکھی تھیں اور ڈھلان سے بڑے بڑے پھر لڑھکارہے تھے.... میریلین نے ایک اور بٹن دبایا۔ اسکرین پر اسی بھیز کے ایک

”بڑھنے والے، میں تمہیں دوبارہ ڈاڑھی میں دیکھنا چاہتی ہوں.... اچھی لگتی ہے تمہارے پر۔“

”آپ کو کیا معلوم، میں تو عرصہ ہوا ڈاڑھی سے محروم ہو پکا ہوں۔“

”تصویر دیکھی تھی میں نے۔“

”طوطا کہاں ہے؟“

”کہیں ہو گا، آزار ہتا ہے۔“

”مجھے بہت پسند ہے۔“ جیمن نے کہا۔ چند لمحے کچھ سوچتا ہا پھر بولا ”میں اپنے ساتھیوں کے بارے میں تشویش میں بیٹلا ہوں۔“

”تمہیں اب مزدوروں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوئی چاہئے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”ناشترے کے بعد سمجھا دوں گی۔“ عورت بولی ”ویسے بہتر ہی ہے کہ تمہارے ساتھی اپنی اپنی زندگیاں بیٹھیں گزار دیں۔“

”میں نہیں سمجھا کہ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟“

”واقعی تم بہت بد اخلاق معلوم ہوتے ہو، تم نے ابھی تک میرا نام بھی نہیں پوچھا ہے۔“

”خوبصورت عورت کا کوئی نام نہیں ہوتا..... بس وہ ایک خوبصورت عورت ہوتی ہے۔“

”میرا نام میریلین ہے..... تم مجھے میریا کہہ سکتے ہو۔“

”میں تو تمہیں روز کہوں گا۔ کیسا کھلا ہوا چہرہ ہے۔“

”شکریہ، ہاں تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ تم لوگوں کے ساتھ ایک آدمی فپر و نای بھی تھا۔“

”ہاں تھا تو؟“ جیمن اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

”وہ کسی طرح ہمارے قبضے سے نکل کر شہری آبادی میں پہنچ گیا ہے اور تمہارے باس علی عمران کے خلاف وہ طوفان اٹھایا ہے کہ تم تصویر بھی نہیں کر سکتے۔“

”وہ تو میرے باس نے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔“

”بہر حال اُس کا براشید یورڈِ عمل ہوا ہے۔“

”کیسا ردِ عمل؟“

”میں نہیں سمجھا۔“

”فی الحال ایک درجن سیاہ فام عورت میں اُس کی خدمت پر مامور کر دی گئی ہیں۔ اور وہ ہمارے لیوی کیمروں کی ریٹن میں نہیں ہیں۔ ہم اپنے دشمنوں کی پسند کا بہت خیال رکھتے ہیں۔“

”یہ میری پسند ہے۔“ جیمسن نے اپنے مینے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

”یقیناً ہے۔ کیا تم نے اپنے اصل بار ظفر الملک کو یورپی نس کہہ کر مخاطب کرتے وقت بھی نہیں سوچا کہ کاش تمہاری جگہ ہو تا۔“

”اس قسم کے ہوائی قلعے بنانا میرے لئے فطری امر ہے۔“

”بس تو پھر اب تم یورا میکسی لنسی کھلاوے گے۔“

جیمسن لمبی سانس سمجھ کر رہا گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ حقیقتاً اس کا کیا حشر ہونے والا ہے۔



سورج غروب ہو رہا تھا۔ دفتراً ایک تیز قسم کی سیئی فضا میں گوئی اور کام کرنے والوں نے اپنے ہاتھ روک لئے۔ ان میں سے بہترے بے دم ہو کر زمین پر گردبڑے تھے۔ ان سے تھوڑے بھی فاصلے پر زیر امین کرپر دونوں ہاتھ رکھ کر ٹھرا نہیں اس طرح دیکھے جا رہا تھا جیسے ان کی معمولی ہما خط پر بھی چشم پوشی کو تیار نہ ہو۔

وہ جو گر گئے تھے۔ انہیں دوسروں نے اٹھایا اور پھر وہ سب کئی لاٹوں میں زیر امین کے منے کھڑے ہو گئے۔ زیر امین اسی طرح اکڑا ہوا کھڑا اتھا۔

دفتراً انہوں نے جھک کر اُسے تعظیم دی لیکن عمران اور جوزف اسی طرح کھڑے رہے۔

ہر امین نے انہیں بھی جھکتے کا اشارہ کیا لیکن عمران نے انکار میں سر ہلا دیا۔ دوسرا مزدور نوں کو برقرار رکھے ہوئے شیب میں اترنے لگے تھے۔ عمران اور جوزف جہاں تھے وہیں رے رہے۔ زیر امین بھی اپنی جگہ سے نہیں بلا تھا اور تقر آؤد نظر دوں سے انہیں گھوڑے جارہا۔ اچاک اُس نے انگلش میں کہا۔ ”تم دونوں مجھے تعظیم دیئے بغیر یہاں سے نہیں جا سکتے۔“

جوزف وہ نتوں کی طرح عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

خصول حصے کا گلوز آپ نظر آنے لگا اور جیمسن نے عمران کو صاف پہچان لیا۔ اُس کے قریب ہی جوزف بھی موجود تھا اور دونوں ایک بڑے پتھر کو ڈھلان سے لڑھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ جیمسن نے طویل سانس لی اور میریلین نے ہنس کر کہا۔ ”اپنے قد سے اوپنی باتیں کرنے کا میک انعام ہوتا ہے۔“

جیمسن کچھ نہ بولا۔ دل تو یہی چاہتا تھا کہ اس خوبصورت عورت کا گلا گھونٹ دے۔

”تم چاہو تو ان کی آواز بھی سن سکتے ہو۔“ میریلین بولی۔

”ضرور چاہوں گا۔“

میریلین نے ایک اور میٹن دبایا اور عجیب طرح کی آوازیں کرے میں گوئنے لگیں۔ یہ شور پچھ کم ہوا تو اُس نے عمران کی آواز سنی وہ جوزف سے کہہ رہا تھا۔ ”پتھر بھاری ہے لیکن میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑ سکتا۔“

”بہت بُرے پھنسے ہو باس۔“ جوزف کہتا ہوا سن گیا۔

”تب دیلی کے لئے کیا براں ہے۔ پچھے دن یوں ہی سہی۔ مجھے تو برا مزہ آرہا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”ساری شہزادی ختم ہو گئی۔ ورنہ مجھے بھی مزہ آتا۔“

پتھر اپنی جگہ سے جبکش کر چکا تھا۔ پھر لڑکتا ہوا نشیب میں جانے لگا۔

اُدھر میریلین نے پتھر پچھے میٹن دبائے اور اسکرین تاریک ہو گیا۔ جیمسن خاموش ہو گیا۔ اس نے ان دونوں کو بھی دوسروں ہی کی طرح نیم برهنہ دیکھا تھا۔ انہوں نے بھی گھاس کی گھنگھریاں پہنچ رکھی تھیں جن کی لمبائی کر سے رانوں کے نصف حصے تک تھی۔

”تم پچھہ اُو اس ہو گئے ہو؟“ میریلین نے جیمسن کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”لیا یہ غیر فطری ہے؟ وہ صرف ہمارا باس ہی نہیں بلکہ ہمارا محبوب بھی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک ہر وقت اس کے لئے جان دینے کو تیار رہتا ہے۔“

”یہ تم مجھ سے کہہ رہے ہو۔ میں جو تمہیں گورنر بن جانے کی خوشخبری سن چکی ہوں۔!“

”بے بس ہو گئے ہیں۔ چاہے گورنر بنا دو، چاہے مزدور، کوئی فرق نہیں پڑتا، وہ مزدور بن کر خوش ہو رہے ہیں کہ زندگی میں تبدیلی ہو گئی ہے لیکن میں دل گرفتہ ہوں۔ سُنگ ہی کا کیا حشر ہوا؟“

”اس کا حشر بھی اُسی کی پسند کے مطابق ہو گا۔“

پیٹ کر ہائپنے لگا۔ اس مشقت کو آج پہلا ہی دن تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھے رہے پھر جو زف بولا۔ ”ہم تو یہی سمجھتے رہے تھے کہ گونگے آدمی زیر امین بنائے جاتے ہیں۔ لیکن یہ معاملہ سمجھ میں نہیں آیا۔“

”اور مجھ سے افریقی بھی نہیں معلوم ہوتا تھا۔“ عمران نے کہا۔
”کھانے کی کیا رہے گی باس؟“

”خدا جانے.... ہو سکتا ہے کسی وقت کھانے کی گھنٹی بچے اور لائیں میں لگ کر روٹیاں وصول نہ پڑیں۔“

”مجھے اپنی کوئی فکر نہیں ہے باس، لیکن تم آخر کیا کرو گے؟“
”وہی جو سب کر رہے ہیں۔ میں تیرے مجھے میں مایوسی کی جھلکیاں پار ہا ہوں۔ یہ اچھی بات ل ہے۔“

”شہزادی باس.... آگر شہزادی مل جاتی تو تم مجھے دیکھتے۔“

”اچھا، اچھا.... دیکھا جائے گا۔ تو بھی جھوپڑی کے باہر مشعل روشن کر دے اور ہاں کیا ل ہے یہ سارے مزدور و اثیری ہی ہیں نا؟“

”یقیناً باس۔ ان میں سے ایک بھی باہر کا نہیں معلوم ہوتا۔“

”ہوں.... اچھا.... مشعل روشن کر دو۔“

کئی مشعلیں باہر رکھی ہوئی تھیں۔ روزمرہ کی ضرورت کی چیزیں انہیں پہلے ہی جھوپڑی مار کھی ہوئی تھیں۔ ان ہی میں ماچس بھی تھی۔

جوزف نے مشعل روشن کر دی اور باہر ہی رُک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ دور تک لیری قبائلوں نے کھانا پکانے کے لئے جگہ جگہ آگ بلار کھی تھی۔ وہ جلدی سے اندر پلٹ آیا۔ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ ”وہ تو اپنا پنا کھانا پکار ہے ہیں باس.... اور ہمارے پاس کچھ بھی ل ہے۔“

”خوش قسمتی ہے ہماری کہ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ورنہ ہوتا تو ہا تھی یا لگڑ بگڑ کا گوشت۔“
جوزف خاموش رہا۔

”پتا نہیں جیسن اور سگ ہی پر کیا گزری؟“ عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ جوزف شانے

”اس میں کیا رکھا ہے ہم تعظیم بھی دے دیں گے لیکن میں تم سے بات کرنا چاہتا تھا۔“
عمران نے کہا۔

”مجھ سے کیا بات کرنا چاہتے تھے؟“

”کوئی تو ہوبات کرنے کیلئے۔ یہ لوگ تو نہ ہماری سمجھتے ہیں اور نہ ہم ان کی سمجھ پاتے ہیں۔“

”یہاں باتمیں نہیں ہوتیں، کام ہوتا ہے۔“ زیر امین غریا۔

”در اصل ہم اپنی شکایات تم تک پہنچانا چاہتے تھے۔“

”کیسی شکایات؟“

”ہمارے ساتھ دو عورتیں بھی تھیں۔ ہم عورتوں کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ لہذا نہیں ہمارے پاس پہنچا دیا جائے۔“

”مزدوروں کے کمپ میں کوئی عورت کسی کی ملکیت نہیں ہے۔ جو عورت تمہارے ساتھ رہنا چاہے اسے رکھ سکتے ہو۔“

”ہم تو اپنی عورتیں چاہتے ہیں۔“

”کہہ دیا کہ یہاں عورتوں کے لئے ملکیت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ تمہاری عورتوں نے جس کے ساتھ رہنا پسند کیا ہو گا، وہ پڑی ہوں گی۔“

”یعنی اب وہ ہماری عورتیں نہیں رہیں؟“

”یہی بات ہے، چلو تعظیم کرو اور بھاگ جاؤ۔“

عمران کو سمجھتے دیکھ کر جو زف بھی جھکا اور وہ دونوں ڈھلان سے اترنے لگا۔ نیچے پہنچ کر انہیں اوچی اوچی گھاس کے درمیان بنائے ہوئے راستے سے گزرنا پڑا اور بالآخر وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں لا تعداد بھروس کی جھوپڑیاں نہیں ہوئی تھیں۔

یہاں ابھی سے اتنا اندر ہیرا پھیل گیا تھا کہ جگہ جگہ چربی سے جلنے والی مشعلیں روشن کر دی گئی تھیں جن کی بدبو دماغ سڑائے دے رہی تھی۔ وہ دونوں اس جھوپڑی میں داخل ہوئے جس میں غار والے دھویں سے بیہو ش ہو جانے کے بعد ان کی آنکھیں کھل گئی تھیں اور وہ اسی عالم میں ہوش میں آئے تھے۔ یعنی اپنے لباس کی بجائے گھاس کی گھلھریاں پہن رکھی تھیں اور گھاس ہی کے بستر پر پڑے ہوئے تھے اور یہیں سے انہیں کام پر لے جایا گیا تھا۔ جوزف گھاس کے بستر پر

سکوڑ کر رہ گیا۔ پھر منہ چھاڑ کر جماعتی لی۔ اُس کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔
”تیری حالت افسوس ناک ہے۔“ عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔ ”لیکن میں اس سلسلے میں کر
بھی کیا سکتا ہوں؟“

”تمہارا نہ ہب بہت اچھا ہے باس کہ اُس نے تمہیں اس سے بچائے رکھا ہے۔“
”ماننے کی بات ہے پیدا ہے.... یوسعؒؒ نے تو گوشت تک کھانے کی ممانعت کر دی
تھی.... مگر تم یوسع کا کہنا نال گئے اُس کا جشن میلاد شراب کی بوتلیں کھول کر مناتے ہو۔“

دفعٹا جوزف دہائیں مار مار کر رونے لگا۔
”پوری بات سن۔“ عمران اُس کی پشت پر زور دار ہاتھ جما کر بولا۔ ”ہم میں سے بھی
بہترے اپنے آقا حکم نہیں مانتے، علاوہ یہ پتے ہیں۔“
”میں تمہارے طفیر پر نہیں رویا ہوں... اس پر رویا ہوں کہ وہ ہمارے لئے سوئی پر چڑھ گیا لیکن
ہم اس کا کہنا نہیں مانتے۔“

”روئے جا... ابھی اچاک کہیں سے ایک بوتل پیک پڑے تو خدا شکر یہ ادا کرے گا۔“
”ہائے میں کیا کروں باس؟“ جوزف دونوں ہاتھوں سے سینہ پیٹ کر بلباٹھا۔
”صبر کر اور پچھ ہو جا۔“

”شہزادی کو تو نہیں منع کیا تھا اُس نے۔“
”آگیا نا راہ پر... ابے تجھے شراب کی فرقت رکارہی ہے۔“
جوزف رو تارہ اور عمران منہ بنائے بیٹھا رہا جیسے نادانستگی میں صابن کھا گیا ہو۔

دفعٹا باہر تیز قسم کی روشنی دکھائی دی۔ غالباً سرچ لائٹ تھی۔ دونوں اُسی طرف متوجہ
ہو گئے۔ پھر کئی بھاری قدموں کی آوازیں آئی تھیں۔

تین باور دی اور مسلح آدی جھونپڑے کے سامنے زک گئے۔ ایک کے ہاتھ میں باسٹ لٹک
رہی تھی اور خاصی وزنی معلوم ہوتی تھی۔

”باہر آؤ...“ اُس نے تحملانہ لجھ میں کہا۔
”تم دیکھو...“ عمران جوزف سے بولا۔

جوزف باہر نکلا۔ باسٹ اُسے تمہاروہ تینوں باکیں جانب بڑھتے چل گئے۔ جوزف ہونتوں

کی طرح منہ اٹھائے کھڑا رہا۔

”مکب تک یونہی کھڑا رہے گا؟“ عمران اندر سے بولا۔ جوزف چونکہ پڑا اور اندر آکر باسٹ

پکڑا دی۔ اور باہر سے مشعل اٹھایا۔ باسٹ میں اوپر ہی ایک لفاف رکھا ہوا تھا۔ عمران نے
اُسے اٹھایا۔ اس پر اُسی کا نام تحریر تھا۔ لفاف چاک کر کے پرچہ نکلا۔ سرتا نے پر نظمت زیر ولینڈ
کامونو گرام تھا جس کے نیچے ”گورنر یونٹ نمبر گیارہ“ چھپا ہوا تھا۔ اور پھر تحریر تھی۔

”گورنر جیمن بفٹی کی طرف سے علی عمران کے نام.... آپکو آگاہ کیا جاتا ہے کہ یونٹ نمبر
میڑا کے نامزد گورنر کی حیثیت سے میں آپ کو خصوصی مراعات دے رہا ہوں.... آپ کے
لئے آپ کے معیار کا کھانا مہیا کیا جائے گا۔ گوشت ذیجہ ہے۔ مر غیاں میں نے خود ذخیر کی تھیں۔
ہر چند کہ یہاں شراب منوع ہے لیکن آپ کے ملازم جوزف کے لئے ایک بوتل یومیہ منظوری
اوی جاری ہے۔“

فقط

جیمن بفٹی

”گورنر آف یونٹ نمبر گیارہ“

عمران نے خط جوزف کی طرف بڑھا دیا جسے وہ جھرت سے آنکھیں چھاڑے دیکھتا رہا پھر

ہلا۔ ”آخر یہ نیک دل بفٹی کون ہے باس؟“

”تم جانتے ہو؟“

”نہیں باس، جانتا ہو تا تو تم سے کیوں پوچھتا؟“

”خمن کے باپ کا نام بفٹا تھا۔“

”نہیں“ جوزف اچھل پڑا۔

”ہاں، ہاں.... بفٹا سے بفٹی کر دیا گیا ہے.... جیمن کی مناسبت سے۔“

”اور وہ یعنی کہ اپنا جیمن گورنر بنا دیا گیا ہے۔“

”ایسا ہی کچھ معلوم ہوتا ہے۔ خیر تم باسٹ سے کھانا کھاؤ۔... ورنہ کوئی سیاہ چھپکی گوشت کی
روڑی آئے گی۔“

”مگر یہ تو سراسر زیادتی ہے باس۔ بلکہ تالنصافی ہے کہ آفیسر تو مردواری کرے اور اُس کا

”میں تمہیں تھا نہیں جانے دوں گا۔“
 ”جو نپڑی کو بالکل غالی چھوڑ دینا بھی مناسب نہ ہو گا۔“
 ”تمہیں ادھر کے جنگلوں کا تجربہ نہیں ہے باس۔“
 ”خیر دیکھا جائے گا۔“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔
 وہ جھونپڑی میں پچھے تھے اور حبیب معمول کھانے کی باسکٹ آئی تھی۔ آج اس میں سے مختلف ممالک کے کچھ اخبارات بھی برآمد ہوئے۔ عمران اور جوزف بھوک اور تھکن کی پروادا کے بغیر اخبارات پر ثبوت پڑے۔ پھر جوزف نے کہا۔
 ”وہی ہوا باس، جس کا تم نے خدشہ ظاہر کیا تھا۔ ساری دنیا میں تمہیں ڈبل ایجنت کی حیثیت سے بدنام کیا جا رہا ہے۔“
 ”کیا فرق پڑتا ہے۔“ عمران لاپرواہی سے شانوں کو جتنی دے کر بولا۔ ”یہیں خاتمه ہو جائے گا یا ایک دن میں اپنی صداقت دنیا پر ثابت کر دوں گا۔ چلو کھانا کالو باسکٹ سے۔“
 لیکن جوزف کی آنکھیں بدستور تفرک آلود رہیں۔ کھانے کے دوران میں اس نے کہا۔ ”لیکن یہ شہر و کیا گدھا تھا جس نے سارے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد بھی تم پر ڈبل ایجنت ہونے کا شبہ کر لیا اور ظاہر ہے کہ اُسے بھی بیویو شی ہی کی حالت میں جنگلوں سے باہر نکلا گیا ہو گا۔“
 ”میں ایسا نہیں سمجھتا۔“
 ”پھر کیا ہوا ہو گا؟“
 ”اُسے اس طرح جنگلوں سے باہر نہ نکلا گیا ہو گا جس طرح مجھے نکلا گیا تھا... وہ اسے باہوش و حواس قیدی بنا کر جنگلوں کے اس حصے میں لے گئے ہوں گے جہاں وہ آسانی سے کسی قریبی بستی تک پہنچ سکے... پھر اس طرح اسے فرار ہو جانے کا موقع فراہم کیا ہو گا جسے وہ اپنی ہی ذہانت اور بہتر کار کردگی پر محمول کرے۔“

”ظاہر ہے جب وہ اس طرح فرار ہو گا تو کس قسم کی کہانیاں سنائے گا؟“
 ”دفعتہ قریب ہی سے کسی نے سرگوشی کی۔“ کچھ میرے لئے بھی چھوڑ دو، بہت بھوکا ہوں۔“
 ”وہ دونوں چوک ہوتے۔ مشعل کی روشنی مدد ہم پر گئی تھی... انہوں نے دیکھا کہ کوئی یعنی

ماتحت گورنر بنادیا جائے۔“

”وہ مجھ سے اسی طرح چیزیں چھاڑ کرتی ہے۔“

کھانے سے فارغ ہو کر وہ گھاس کے بستر پر لیٹ گئے تھے اور جوزف شراب کی بوتل کو سینے سے لگائے سہلا تارہ تھا۔ دفعتہ بولا۔ ”سیاہ چھپکی سے ہوشیار رہنا بس، بے حد زہر لیلی ہوتی ہے۔“
 ”ابھی تک تو کوئی قریب نہیں آئی۔ دور ہی سے دیکھتی رہتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم پر جو سیاہ پینٹ کیا گیا ہے اس سے سارے کیڑے مکوڑے الرجک ہیں۔ پھر آس پاس اڑتے رہتے ہیں لیکن جسم پر نہیں بیٹھتے... اس لئے اللہ کا نام لے کر سو جاتے ہیں۔ اتنی تھکن سے پہلے بھی دوچار نہیں ہوئے۔“

اسی طرح کئی راتیں گزر گئیں.... دن بھر مزدوری ہوتی، نذرائی الگوؤں کی شکل کی متعدد عمارتیں بنائی جا رہی تھیں جو تیار ہو گئیں تھیں ان پر سبز رنگ کا آئینہ پینٹ کیا جا رہا تھا۔

عمران کی توجہ زیادہ تر زبرامین کی طرف رہتی اور چھٹی ہونے پر تعظیم دیتے، وقت عمران اُسے کچھ نہ کچھ کہنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ آج بھی یہی ہوا تھا۔ واپسی پر جوزف بولا۔ ”تم اُسے کیوں چھیڑتے رہتے ہو باس، ہم بالکل نہیں ہیں اور وہا تھیوں کو چھاڑ دیتا ہے۔“

”میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہی ہے یا بدال گیا۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”ایک دو نہیں بنائے گئے ہوں گے لیکن میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ تھریسا کی نفیہ قائم آدمی کو اس طرح ضائع کرے گی۔ وہ لمحے سے انگریز معلوم ہوتا ہے۔“

”میں نہیں سمجھا بس۔“

”پہلا تجربہ اس نے ہمارے بیہاں کیا تھا اور ہمارے ہی آدمی ضائع کئے تھے۔“

”اوہ..... ہاں..... لیکن تم کہہ رہے ہو کہ یہ انگریز ہے۔“

”اور ہاتھی پچھاڑ نہیں معلوم ہوتا۔ ہماری ہی طرح رنگا ہوا ہے اور واثریوں کو خوف زدہ رکھنے کیلئے بیہاں متعین کیا گیا ہے۔ وہ محض اسی کے خوف سے کام کر رہے ہیں۔“

”ہاں، یہ مکن ہے بس۔“

”میں نے آج ایک ایسی جگہ تجویز کی ہے جہاں سے کل میں اس کا تاقاب کروں گا۔“

کے بل ریگتا ہوا جھونپڑے میں داخل ہوا اور تیزی سے اُس گوشے میں چلا گیا جو نبتاباریک تھا۔

”میں ہوں سمجھجے بڑی مشکل سے تمہارا سراغ ملا ہے۔“ تاریک گوشے سے آواز آئی۔

”اوہ....“ عمران نے طویل سانس لی اور چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ ”ہاں تمہارے لئے بھی گنجائش نکل آئے گی۔ مگر صرف کھانے کی حد تک۔“

”لاؤ.... ادھر ہی بڑھا دو، جو کچھ بھی ہے۔“

جوزف نے شراب کی بوتل جلدی سے اپنے زانوؤں کے نیچے سر کالی تھی۔ عمران نے سنگ

کے لئے بچی کچی چیزیں ایک اخبار پر رکھ دیں اور اُس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ”تم تھے کہاں؟“

”بناوں گا.... فی الحال مجھے پیٹ بھرنے دو۔“

”ہمیشہ بھوکے ہی ملتے ہو۔“

”یہ کھانا کہاں سے ہاتھ لگا؟“ سنگ نے سوال کیا۔

”خصوصی عنایت ہے، شاہی باور چی خانے سے آتا ہے۔“

پھر سنگ خاموشی سے کھاتا رہا۔ جوزف نے اس دوران میں شراب کی بوتل گھاس کے ڈھیر میں چھپا کر دل ہی دل میں دعائیں مانگی شروع کر دی تھیں کہ عمران بھی اُسے یکسر بھول جائے اسے خدشہ تھا کہ کہیں وہ سنگ کو یہ نہ بتادے کہ کھانے کے ساتھ ایک بوتل بھی آئی ہے۔

سنگ نے بڑی تیزی سے کھانا ختم کیا اور آہستہ سے بولا۔ ”باہر والی مشعل ایسی جگہ نصب کرو کہ اندر روشنی نہ آئے۔“

”جوزف، پچا کی یہ خواہش بھی پوری کر دو۔“

جوزف کو سنگ کی آمد بڑی طرح کھل رہی تھی لیکن طوہا کرہا اٹھا اور مشعل سامنے سے ہٹا دی۔ ”تم بڑے اطمینان سے مزدوری کر رہے ہو سمجھجے۔“ سنگ کچھ قریب ہو کر بولا۔ ”ایسا لگتا ہے جیسے یہاں رہ پڑنے کا ارادہ ہو۔“

”اب تو ہمیں سوچ رہا ہوں کیونکہ انہوں نے برخوردار جنسن بٹی کو اس یونٹ کا گورنر بنادیا ہے۔“

”بڑے مہربان لوگ ہیں۔“ سنگ نے جعلے کئے لبھے میں کہا ”ہر ایک کے میٹس کا خیال رکھتے ہیں۔ مجھے پوری ایک درجن میں عطا کر دی ہیں۔“

”اور میں ٹھہر اصراف پیٹ کا کتا....“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”اس نے مخف

مانے کی باسکٹ پر ناٹا رہے ہیں۔“

”بڑی اچھی تدبیر کی ہے۔ اگر تم ان کی نظروں سے او جھل ہو جاؤ تو پھر کھانے کی باسکٹ کا پا ہو گا۔؟“

”پاگل ہوا ہوں کہ ان کی نظروں سے او جھل ہو جاؤ گا۔“

”یعنی تو بات ہے.... نظروں سے او جھل ہوئے.... اور بھوکوں مرے.... کیا جو زف کے لئے شراب نہیں بھجواتے؟“

”کہاں بھجواتے ہیں مسٹر۔“ جوزف بو کھلا کر بولا۔ ”مجھے تو بھول ہی گئے مسٹر جیسن۔“

”کیوں جھوٹ بولتے ہو؟“ سنگ نے کہا۔

”یقین کرو مسٹر....! جوزف کراہ۔“ مر رہا ہوں۔ ادھر تو شپالی بھی نہیں دکھائی دی۔“

”میں کہتا ہوں بوتل نکالو۔“

”کہاں سے نکالو۔“ جوزف جھلا کر بولا۔ ”میں نے کوئی ڈسٹلری لگا رکھی ہے۔“

”ہاں میں.... تو کیا تم دونوں جھگڑو گے؟“ عمران نے جلدی سے کہا۔

”مگر آئی ہو تو تھوڑی کی پلا دو۔“

”میں کچھ نہیں جانتا.... اب جاؤ.... ہم آرام کریں گے۔“

”اس طرح تمہاری ساری زندگی بھیں گزر جائے گی۔ میں تو عورتوں کو چھوڑ جھاگا ہوں۔“

”وہ تو ہونا ہی تھا.... عام لوگ تو ایک ہی سے بھاگے بھاگے پھرتے ہیں.... ہونہہ ایک درجن دماغ کی سویاں ہیں گئی ہوں گی.... آہا.... ٹھہر، کیا وہ دونوں بھی ان میں شامل ہیں؟“

”نہیں.... میں سارہ ہی کی تلاش میں نکلا ہوں۔“

”فطرت تو ایسی نہیں ہے تمہاری کہ ایک کے لئے ایک درجن سے ہاتھ اٹھا لو۔“

”دنیا کی پہلی عورت تھی جس نے مجھ سے دلی لگاؤ کا اٹھار کیا تھا.... سمجھجے اُس کے لئے زمین، آسمان ایک کر دوں گا۔“

”تو جاؤ ایک کر دو۔ مجھے نید آرہی ہے۔“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

اچاک باہر سے شور کی آواز آئی.... باہر پھیلی ہوئی مشلوں کی روشنی اچاک بہت تیز ہو گئی۔ جوزف اور عمران جھونپڑی سے نکلے۔ سنگ ان کے پیچھے تھا۔ آس پاس کی کئی جھونپڑیاں

دھڑا دھڑ جمل رہی تھیں۔ والدیری قبائل چنگر ہے، ایک دوسرے پر جھپٹ رہے تھے۔
”بھاگو....“ سنگ بولا۔ ”وہ آپس میں لڑپڑے ہیں۔ سب کچھ تہس نہیں ہو کر رہ جائے گا۔
ہو سکتا ہے مارے جاؤ۔“

جوزف جھپٹ کراپنی جھونپڑی میں پہنچا اور گھاس کے ڈھیر سے بوتل نکال کر باہر نکل آیا۔
اسنے میں ایک جلتی ہوئی مشعل ان کی جھونپڑی پر بھی آپزدی اور وہ اچھل کر بھاگے۔
”میرے پیچھے چلے آؤ۔“ سنگ بولا۔

”اندھیرا ہے، آگے چل کر دکھائی نہ دو گے۔“ عمران نے کہا۔
”چک چک اسی آواز پر چلے آؤ..... چک چک چک چک۔“
”اور وہ سگ کی چک چک کا تعاقب کرتے رہے۔ جوزف کو شراب کی بوتل کی پڑی تھی کہ
کسی طرح اسے سگ ہی سے محفوظ رکھے۔



جیمن کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر وہ لوگ اُس سے چاہتے کیا ہیں۔ گورنری والی بات
اُسے مصلحہ خیز لگی تھی۔ میریلین سے دن میں کئی بار ملاقات ہوتی۔ وہ اُسے یورا یکسی لنگی کہہ کر
مخاطب کرتی تھی لیکن جیمن نے یہاں جب سے آنکھ کھوئی تھی آسمان نہیں دیکھا تھا۔ عجیب سی
جگہ تھی۔ کمرے بڑی نفاست سے بنائے گئے تھے اور انہیں جدید ترین انداز میں سجا لیا تھا۔ بر قی
نظام کے تحت ساری تن آسمانیاں فراہم کی گئی تھیں۔ لیکن طوطے کا اب کہیں پرانا تھا۔ اپناراز
ظاہر کرنے کے بعد سے جو غائب ہوا تھا تو پھر نہیں دکھائی دیا تھا۔

اس وقت جیمن دوپہر کے کھانے کے بعد قیلوے کے لئے لیٹا ہی تھا کہ کسی نے خواب گاہ
کے دروازے پر دستک دی۔

”آ جاؤ۔“ وہ اوپھی آواز میں کہتا ہوا اٹھ بیٹھا اور سلپنگ گاؤں پہننے لگا۔
دروازہ کھول کر میریلین اندر داخل ہوئی۔

”معافی چاہتی ہوں یورا یکسی لنگی۔“

”تم مجھے اس طرح شرمندہ نہ کیا کرو۔ حقیقتاً میں تم لوگوں کا قیدی ہوں۔“

”اور آپ بار بار اس کا ذکر کر کے میرا دل نہ دکھایا کیجھے۔“ میریلین نے کہا۔ ”اس وقت میں
آپ کو ایک اطلاع دینے آئی ہوں۔“

”بے تکلفی سے بات کیا کرو۔ پہلے تو اس طرح آداب والقاب نہیں استعمال کرتی تھیں۔“
”پہلے آپ گورنر نہیں تھے۔ ڈسپلن.... ڈسپلن ہے۔“
”خیر.... کہو کیا بات ہے؟“

”پہلی رات مزدوروں کی اس بستی میں خاصی تباہی ہوئی ہے جہاں آپ کے ساتھی مقیم
تھے.... اُن کا کہیں پتہ نہیں۔ لا شیں بھی نہیں ملیں۔“

”تبایہ سے کیا مراد ہے تمہاری؟“
”جنگلی آپس میں لڑپڑے تھے۔ پوری بستی جل کر راکھ ہو گئی۔ کچھ لوگ مارے بھی گئے۔
میں نے سوچا، آپ کو ساتھیوں کی گشتدگی سے مطلع کر دوں۔“
”کیا وہ تمہارے فی ولی کیمروں کے حیطہ عمل میں نہیں ہیں۔؟“
”نہیں.... یہی دشواری ہے۔“

”یہ تو بہت بُرا ہوا۔“ جیمن کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”اچھا سنگ کے بارے میں تاؤ دہ کہاں ہے
وہ کیا کر رہا ہے؟“

”اتفاق سے وہ بھی فی الحال ہماری گرفت سے نکل گیا ہے۔“
”یہ اُس سے زیادہ بُری خبر ہے۔“

” غالباً آپ یہ کہنا چاہتے ہیں یورا یکسی لنگی کہ آپ کے ساتھیوں اور اُس کے درمیان گھٹ
جوڑ بھی ہو سکتا ہے۔“

”نہیں، میں ایسی کوئی بات نہیں کہنا چاہتا کیونکہ یہ ناممکن ہے۔“
”علی عمران سے کچھ بعد نہیں ہے۔“

”وہ کسی مجرم سے گھٹ جوڑ نہیں کر سکتے.... اور اگر ایسا ہو بھی جائے تو تم لوگوں پر کیا اثر
پڑے گا۔ وہ صرف تین ہی ہیں۔“

میریلین کچھ نہ بولی۔ جیمن اُسے غور سے دیکھ رہا تھا اور اُس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار
تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے اسکے بیان پر شہید ہو۔ میریلین اسکی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

”کیا آپ آسمان دیکھنا پسند کریں گے؟“
 ”کیوں نہیں.... ضرور.... ضرور....“
 ”تو پھر لباس تبدیلی کر لجھنے اور لاگ بوٹ پہننے کا تاکہ گھاس میں چھپے ہوئے سانپوں سے
 محفوظ رہ سکتیں۔“

وہ چلی گئی اور جیمسن پہلی بار باہر جانے کی تیاری کرنے لگا۔ یہاں اُس کے ناپ کی ہر چیز موجود تھی۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد اُس نے گھنٹوں تک پہنچنے والے لاگ بوٹ پہننے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور میریلین دو آدمیوں کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ اس بار اُس نے دستک دے کر اجازت حاصل کرنے کا تکلف نہیں کیا تھا۔ وہ دونوں اندر داخل ہوتے ہی جیمسن پر ٹوٹ پڑے۔ اسے سنھلنے کا موقع نہ مل سکا۔ کیونکہ اُن کی یہ حرکت قطعی غیر متوقع تھی۔ کسی تحصیلدار کے ماتحت بھی اُس کے ساتھ اس قسم کی حرکت نہیں کر سکتے چہ جائیکہ گورنر۔ انہوں نے اُس کے ہاتھ پشت پر لے جا کر ہٹھ کر ڈال دیں۔ ”کیا ب تاج پوشی بھی ہو گی؟“ جیمسن میریلین کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”اب آپ کو بتایا جائے گا کہ آپ کے فرائض کیا ہیں یورا یکسی لنگی۔“

”ضرور.... ضرور....“ جیمسن لاپرواہی سے شانوں کو جبش دے کر بولا۔ اس کے بعد اُس کی آنکھوں پر چڑے کا تمہ بھی چڑھادیا گیا تھا۔ گویا وہ نہیں چاہتے تھے کہ اُسے نکا کے راستے کا علم ہو سکے۔

”بس اب چلتے“ اس نے میریلین کی آواز سنی۔

”کہیں گردن پڑوں۔“

”یہ کیسے ممکن ہے یورا یکسی لنگی۔ آخر ہم غلام کس لئے ہیں؟“ اس بار کسی مرد نے کہا تھا۔ پھر وہ اُسے سہارا دے کر چلاتے رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے محسوس کیا جیسے وہ کسی لفٹ میں پہنچ گیا ہو اور وہ نیچے کی جانب حرکت کر رہی ہو۔ لفٹ کے رکنے کا جھٹکا بھی محسوس کیا۔ اس مرحلے سے گذرنے کے بعد پیدل چلانا پڑا تھا۔ اچاک کسی جگہ رکنے کو کہا گیا اور آنکھوں پر سے چری تمہ ہنادیا گیا۔ وہ کھلے آسمان کے نیچے کھڑا تھا اور چاروں طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ اُس نے کئی گہرے گہرے سانسیں لیں اور سچویشن کا انداز لگانے لگا۔ اب سچے آدمیوں کی توڑ رہا ہے؟“

”آج تم کل سے زیادہ حسین لگ رہی ہو۔“ جیمسن نے کہا۔
 ”میرے حسن کی تعریف آپ کے فرائض میں داخل نہیں ہے۔“
 ”تمہارے طوطے نے مجھے اطلاع دی تھی کہ تم مجھ پر عاشق ہو گئی ہو۔“
 ”اس کی بکواس کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی۔“
 ”لیکن میں تو اب تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔“
 ”یہ آپ کاذبی معاملہ ہے۔ زندہ ہیں یا نہ رہیں۔“
 ”کیا تمہیں کسی پر عاشق ہو جانے کی اجازت نہیں ہے؟“
 ”یہاں ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔“
 ”تو پھر مجھ سے کون سا صورت سرزد ہوا ہے۔ سنگ ہی جیسے پیپر کے حصے میں درجن بھر آئیں
 اور میں یوں محروم رہ جاؤں۔؟“
 ”اسی قسم کی دودر جن آپ کے سامنے بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔“
 ”اوہ.... اصل موضوع تورہ ہی گیا۔“ جیمسن چونک کر بولا۔ ”آخر تم مجھے اُن کی گشتدگی کی اطلاع دینے کیوں آئی تھیں جبکہ ان کی اور میری حیثیتوں میں اتنا فرق واضح ہو چکا ہے۔“
 ”گورنر کو یونیٹ کے حالات سے آگاہ ہونا چاہئے۔“
 ”ایسی صورت میں تمہیں کم از کم مرنے والوں کی تعداد ضرور بتانی چاہئے تھی۔“
 ”تعداد کا علم مجھے نہیں ہے۔“
 ”حالانکہ گورنر کو ان کا علم ضرور ہونا چاہئے۔“
 ”معلوم کر کے اطلاع دوں گی۔“
 ”اچھا تو پھر اب میرے ساتھیوں کا کیا ہو گا؟“
 ”جب تک مل نہ جائیں، ملاش جاری رہے گی۔“
 ”کیا میں تمہیں اچھا نہیں لگتا؟“
 ”آپ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں یورا یکسی لنگی۔“
 ”میرا بھی بھی خیال ہے تمہیں اب تک وہ آرٹسٹ نظر نہیں آیا جو آج کل میرے اندر دم توڑ رہا ہے؟“

”لیکن پچا۔ اچاک وہ جھگڑا کیسے شروع ہو گیا تھا۔“ عمران نے سوال کیا۔
”میں کیا جانوں دیے کوئی خاص بات نہیں۔ وہ آپس میں لڑتے جھگڑتے ہی رہتے ہیں۔“
سنگ بولا۔

”بہر حال اب گھاس ہی کھانی پڑے گی۔ وہاں کم از کم ڈھنگ کا کھانا تو مل جاتا تھا۔“
”تمہارے ساتھ بڑی رعایت کی جا رہی ہے۔“
”مجھے خود بھی اس پر حیرت ہے۔“
”اور شامند جیمسن تم سے بھی بہتر حالت میں ہے۔“
”ہو گا۔“ عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جتنش دی۔ دفتار جوزف بڑے مٹکھے خیز انداز
میں بیٹھ گیا۔ گھگھریا کے نیچے رانوں میں دبی ہوئی بوتل ہٹکنے لگی تھی۔
”تمہیں کیا تکلیف ہے؟“ سنگ نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”اب تو کوئی تکلیف نہیں ہے۔“ جوزف جلدی سے بولا اور مزید سنبل کر پینچنے کی کوشش
میں بوتل اس کے نیچے سے سرک کر لڑھکتی ہوئی روشنی میں آگئی۔ اور پھر وہ بدحواسی میں اس
پر لیٹ گیا۔

”واہ....“ سنگ نے زور دار تھہبہ لگایا۔ ”یہ تکلیف تھی تمہیں۔“
”اس میں ایک قطرہ بھی کسی کونہ دو گا، خواہ جان چل جائے۔“ جوزف نے غصیلے لمحے میں کہا۔
سنگ نے اپنی چلک سے اٹھنا چاہا لیکن عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ ”اسے مت پریشان کرو۔
بہت دکھی ہے۔ سب سے زیادہ قیامت اسی پر ٹوٹی ہے۔ ایک بوتل یومیہ کا سہارا ہو گیا تھا۔“
”تمہا تو نہیں پی سکتا میری موجودگی میں۔ کیا میں بھی ترسا ہوا نہیں ہوں۔۔۔ میں جو ہوہ
وقت بوتل میں غرق رہتا تھا۔“

”بات نہ بڑھاؤ۔۔۔ تمہیں بھی مل جائے گی۔“
”نہیں باس۔۔۔ مجھے پر یہ ٹلم نہ کرو۔“ جوزف کراہ۔
”لا بوتل مجھے دے۔“
”باس۔۔۔ باس۔۔۔ خدا کے لئے۔“
سنگ جوزف کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اس پر اچاک ٹوٹ پڑنے کے لئے گھات لگا رہا ہو۔

تعاد سات ہو چکی تھی لیکن میریلین کا کہیں پتہ نہ تھا۔
”کیا ہتھ کڑیاں نہ ہکھلو گے؟“ جیمسن نے سوال کیا۔
”نہیں یورا یکسی لنسی۔“ دراز قد آدمی نے بڑے ادب سے جواب دیا۔
”میں دنیا کا عجیب ترین گورنر ہوں۔“ جیمسن ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔
”رکے نہیں۔۔۔ یورا یکسی لنسی۔۔۔ چلتے رہنے۔۔۔ ورنہ کمر پر رائل کالندہ مارنا پڑے
گا۔“ اسی دراز قد آدمی نے کہا جو اس دستے کا لیڈر معلوم ہوتا تھا۔ جیمسن نچلا ہونٹ دانتوں میں
دبائے چلتا رہا۔ وہ پہاڑ کی ڈھلان سے اتر رہے تھے لیکن یہ وہ پہاڑ معلوم نہیں ہوتا تھا جس پر سنگ
ہی سے ملاقات ہوئی تھی۔
”بہت زیادہ تھکن محسوس ہو تو آگاہ کر دیجے گا۔“ دراز قد آدمی نے کہا۔
”ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔“ جیمسن ہنس کر بولا۔



وہ بہت دیر تک چلتے رہے۔ سنگ آگے تھا اور منہ سے ”چک چک“ کی آوازیں نکالتا ہوا ان
کی رہنمائی کر رہا تھا۔ تاریکی کا یہ عالم تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ بھائی نہیں دیتا تھا۔ بلا خروہ ایک غار میں
پہنچتے تھے۔

”سنبل کر چلتا۔“ سنگ نے کہا۔
”میرے پاس ماچس ہے۔“ جوزف بولا۔
”یہ بڑی اچھی خبر سنائی۔ بیہاں خلک گھاس کا انبار لگا رکھا ہے میں نے۔۔۔ لاوماچس مجھے دو۔“
جوزف نے ماچس والا ہاتھ آواز کی جانب پھیلادیا۔ ماچس سنگ کے ہاتھ میں منتقل ہوئی اور
ذرا ہی سی دیر میں غار روشن ہو گیا۔ سنگ نے خلک گھاس کے ایک ڈھیر میں آگ لگا دی اور
بولا۔ ”فی الحال یہی میری پانہ گاہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ میر اسرائیل کو ہو چکے ہیں۔“
جوزف سوچ رہا تھا کہ اب اس کی نظر بوتل پر پڑ جائے گی جسے روشنی ہوتے ہی اس نے اپنی
گھاس کی گھگھریاں چھپا لی تھا۔

بے خبر نہیں رہا تھا۔ ہوش آتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور کسی شکاری کتے کے سے انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔

”بس....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”بات ختم ہو گئی۔ وہ ہیوی ویٹ چمپکن نہیں ہے۔“

”مم.... میری سمجھ میں نہیں آتا باس۔“

”کیا سمجھ میں نہیں آتا؟“

”مجھ کو کیا ہو گیا تھا؟“

”پچھ بھی نہیں.... شاید تم نے خواب دیکھا ہے۔“

”وہ کہاں گیا؟“

”آرام کر رہا ہے۔“

”بدلہ ضرور لوں گا۔“

”کس بات کا؟ تم خواہ چوخا بھیجے کے درمیان آگئے تھے۔ دخل اندازی مت کیا کرو۔“

”آخر گیا کہاں ہے؟“

”آسے تم سے زیادہ ذکر پہنچا ہے۔“

دفعتائیک گوشے سے آواز آئی۔ ”شور مت نچاؤ۔ مجھے نیند آرہی ہے۔“

”آہستہ بولو۔“ عمران نے جوزف سے کہا۔ ”فی الحال وہ ہمارا محض ہے۔ ہمیں اس ہنگامے نکال لایا ہے۔“

”ہنگامہ بھی اسی کتے کے بچے ہی نے برپا کرایا ہو گا۔ کوئی حرکت کر کے ہماری جھونپڑی میں لھس۔“

”یہ بھی خارج از امکان نہیں ہے۔“

”تو پھر ہم اسی طرح اس سے مردود بر ترتے رہیں گے۔“

”چل سو جا! آرام کر... یہ میرے دیکھنے کی باتیں ہیں۔“

جوزف چپ چاپ ایک جانب چلا گیا اور زمین پر خشک گھاس پھیلانے لگا۔ دوسرا صبح بیدار اتو سنگ وہاں موجود نہیں تھا۔

”تم نے دیکھا باس۔ جوزف بہا۔“ ہر کی جلد ہیں پھانس کر خدا ناچک ہو گیا۔“

عمران نے بوائل جوزف کے یہی سے نکالی اور ایک بڑے پتھر پر پٹخ کر توڑ دی۔ بس پھر کیا تھا۔ سنگ کے منہ سے عمران کے لئے مغلظات کا طوفان امنڈ پڑا اور جوزف نے دہائیں مار کر رونا شروع کر دیا۔

”ابے ابے پچپ.... رہ کہیں تیری آواز غار کے باہر نہ پہنچ جائے۔“ عمران بوکھلا کر بولا۔

”میں تمہیں مار ڈالوں گا۔“ دفعتائیک نے عمران پر چھلانگ لگائی اور عمران جو اس کی طرف سے غافل نہیں تھا بڑی پھر تی سے ایک طرف ہٹا تھا۔

جوزف کی بلبلہ ہوں میں بریک لگ گیا۔ پھر تی سے اٹھا اور سنگ ہی کو چھاپ میٹھا کیونکہ وہ اپنے حملے میں ناکامی کی بنا پر گر پڑا تھا۔ لیکن وہ سنگ ہی کو قابو میں نہ رکھ سکا۔ اچھل کر گھاس کے ایک ڈھیر پر جا گرا۔ اور عمران نے اس کی کراہ سنی۔

”کیوں شامت آئی ہے چچا...“ عمران سرد لبجھ میں بولا۔

”آبے تو نے بوائل کیوں توڑ دی؟“ سنگ نے اسی جگہ اچھل کر کہا۔

”میری مرضی۔“

سنگ نے پھر دوچار گالیاں دیں اور بوائل کی کرچیوں سے فیک کر چلتا ہوا دوسرا طرف چلا گیا۔ جوزف جہاں گرا تھا وہاں سے پھر نہ اٹھ سکا۔ شاید یہو ش ہو گیا تھا۔ پتا نہیں سنگ نے کہاں ضرب لگائی تھی۔ عمران نے اسے گھاس کے ڈھیر سے اٹھا کر سیدھا ناٹا دیا۔ پھر سنگ کو آواز دی۔ ”مرے گا نہیں۔“ کسی گوشے سے سنگ کی کھڑک راتی ہوئی سی آواز آئی۔ ”اگر وہ مجھ پر حملہ نہ کرتا تو اس حال کونہ پہنچتا۔“

”تمہیں میرے علاوہ اور کوئی سی نہیں جانتا۔“

”اسی لئے تم نے بوائل توڑ دی۔“

”کبھی کبھی میں بھی سنگ جاتا ہوں.... اسے جلد ہوش میں آنا چاہئے۔“

”یقین کرو.... اگر حالات نارمل ہوتے تو میں تمہیں زندہ نہ چھوڑتا۔“

”حالات نارمل ہونے کا انتظار کرو۔ میں کہیں بھاگا نہیں جاتا۔ جب دل چاہے زندہ نہ چھوڑتا۔“

سنگ کچھ نہ بولا اور عمران جوزف کو ہوش میں کیا تھا۔ کہ تمہیر میں کرتا رہا۔ وہ زیادہ دیر تک

”تم ٹھیک سمجھے۔“

”میرا خیال ہے کہ ایسے ہی بے شمار چلتے پھرتے اور اڑتے ہوئے کبھرے تمہیں جگل کر احوال سے آگاہ کرتے رہتے ہوں گے۔“

”تمہارا خیال درست ہے۔“

”لہذا اب ہمیں بچ جامایوس ہو جانا چاہئے۔“

”میں بھی جتنا چاہتی ہوں کہ تم لوگ یہاں سے کبھی نہیں نکل سکو گے۔“

”آج کل تمہیں میری شکل کیسی لگتی ہے؟“ عمران نے ہنس کر پوچھا۔

”خوفناک.... تمہاری ڈاڑھی بڑی تیزی سے بڑھتی ہے۔“

”مگر پردن میں تین بار شیو کرنا پڑتا تھا۔“ عمران نے کہا اور پھر چوک کر بولا۔ ”اور وہاں، ان دونوں عورتوں رینا اور سارہ کا کیا حشر ہوا؟“

”دونوں میرے کام کی ہیں۔ ان کی برین واشنگٹن کی جا رہی ہے اور وہ تیزی سے ہمارے اثرات قبول کر رہی ہیں۔“

”میری بھی کر دو کہ اس عذاب سے نجات ملے۔“

”میں نے کہا تھا کہ اس ڈھیر کو ہٹاؤ۔“

”زیادہ دیر تک تمہاری دل نشیں آواز سننا چاہتا ہوں۔“

”مکاری کی باتیں ختم کرو.... رسی کا لچھا ڈھیر سے نکلو اور میرے ساتھ چلو۔“

عمران نے گھاس کا ڈھیر ہٹانا شروع کیا تھا۔ پھر وہ تمیرہ گیا کیونکہ اس کے نیچے سے نہ صرف رسی کا لچھا برآمد ہوا بلکہ بتیری اسکی چیزیں ملی تھیں جن کے بارے میں بھی سوچا جاسکتا تھا کہ سگ نے ان کی مالکوں کو جان ہی سے مار کر انہیں حاصل کیا ہوگا۔ ان میں دورانیہیں دافر میگرین اور ایک ریوال اور شامل تھا۔ زیرو لینڈ کے سپاہیوں کی وردیاں بھی تھیں۔

عمران نے صرف رسی کا لچھا الٹھایا اور طوٹے کے پیچے چل پڑا۔ غار سے نکل کر طوطا کچھ دور پیروں سے چلتا اور کچھ دور پیچی پرواز کرتا رہا۔... بالآخر اس نے عمران کو اُس گڑھے کے قریب پہنچا دیا تھا اور قبل اس کے کہ عمران گڑھے میں جھانکتا طوطا ایک جانب پرواز کر کے آنکھوں سے او جھل ہو گیا۔

وہ گڑھا کیا اچھا خاصاً کنوں تھا۔ سگ تھہ میں اوندھا لیٹا ہوا دکھائی دیا۔ عمران نے اُسے آواز دی۔ سگ بڑی پھرتی سے سیدھا ہوا تھا۔

”میں رسی لکھا رہا ہوں، اور آجائو۔“ عمران جھنجھلا کر بولا۔ سگ نے ہاتھ ہلا کر انکار کیا اور پھر اوندھا ہو گیا۔ عمران نے تمیرہ انداز میں پلکیں جھپکائی تھیں۔ اور پر سے ایسا لگ رہا تھا جیسے سگ اوندھا پڑا اپنی پیشانی پھر سے رگڑ رہا ہو۔

”کیا کسی صدمے نے تمہارا دماغِ اُنک دیا ہے۔“ عمران نے پھر ہاتک لگائی۔ اس بار سگ نے اُسے آواز دی۔ شاید رسی لٹکانے کو کہہ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ عمران کے قریب کھڑا گھری گھری سانسیں لیتا نظر آیا۔ عمران نے اُس کے قریب کھڑا رکھ کر کہا۔ ”بیٹھ جاؤ۔۔۔ اب میں جوزف کو دیکھتا ہوں۔۔۔ کہیں اُس پر بھی ایسی کوئی افادہ نہ پڑی ہو۔!“

”نہیں۔۔۔ نہ ہو۔۔۔ پہلے مجھے بتاؤ تمہیں کیوں نکر علم ہوا کہ میں گڑھے میں گر پڑا ہوں؟“

”طوٹے نے صرف اطلاع دی تھی بلکہ یہ بھی بتایا تھا کہ مجھے رسی کہاں سے ملے گی؟“

”کہاں سے ملے تھی؟“

”اُس نے مجھ سے گھاس کے ایک ڈھیر کو ہٹانے کے لئے کہا تھا۔“

”اور رسی تمہارے قریب ہی موجود تھی؟“ سگ نے سوال کیا۔

”مطمئن رہو۔ اُس نے وہ اسلج اور وردیاں بھی دیکھی تھیں جو اس ڈھیر کے نیچے سے برآمد کی تھیں۔“

”تو میں غلط فہمی میں بنتا تھا کہ اُسے میری اس کمین گاہ کا علم نہیں ہے۔“

”میا گڑھے میں گرنے سے قبل تمہیں وہ طوطا دکھائی دیا تھا۔“

”نہیں تو۔“

”لیکن مجھ سے اُس نے اسی انداز میں گفتگو کی تھی جیسے تم اُسکی وجہ سے گڑھے میں گرے ہو۔“

”اُس کا دور دور نکل پتا نہیں تھا۔۔۔“ سگ نے کہا اور کچھ سوچنے لگا پھر تھوڑی دیر بعد پر

م لجھے میں بولا۔ ”وہ مجھے احساس بے بی میں بنتا نہیں کر سکتی۔“

”کہیں چوٹ تو نہیں آئی؟“

کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔
 ”میاں تم بھی بور کرو گے؟“ جیسن بھنا کر بولا۔
 ”یہ لوگ تو تم سے بات نہیں کریں گے۔ میں نے سوچا میں ہی پکھ کر دوں۔“
 ”تم کیا کر سکو گے۔ یہ تک تو بتا نہیں سکتے کہ بیچارے یونٹ گورنر کے ساتھ یہ بر تاؤ کیوں کیا گیا ہے؟“

”اس لئے کہ یونٹ گورنر براہ راست آسمان سے نہیں اتر۔ اس نے بھی اسی زمین پر عام آدمیوں کی طرح جنم لیا ہے۔ اس لئے اس کے ہاتھوں میں بھی ہتھ کڑیاں پڑ سکتی ہیں۔“

”لیکن مجھے میرا قصور تو بتایا جائے؟“
 ”تم نے اپنے آدمیوں کے ساتھ ترجیحی سلوک کیا تھا۔ ان کے کھانے پینے کے لئے ایسی چیزیں بھجوائی تھیں جو دوسرے مزدوروں کو میر نہیں ہیں۔“
 ”کوئی میں نے اپنی مرضی سے بھجوائی تھیں؟ میر میلين نے کہا تھا۔“ جیسن نے حیرت سے کہدی ”تم نے اس مسئلے پر میر میلين کی مخالفت کیوں نہیں کی تھی؟“
 ”کیا مجھے مخالفت کرنی چاہئے تھی؟“
 ”یقیناً.... گورنر ہو.... کاٹھ کے الو نہیں....!“

”مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہاں گورنر بنادیے کے بعد گورنری کا امتحان لیا جاتا ہے۔“
 ”زیر ولیدن کے گورنر حاکم نہیں، ملکوم ہوتے ہیں۔“
 ”آدمیوں سے زیادہ بہتر گورنر تو تم خود ثابت ہو سکتے تھے۔“
 ”مگر میں محض ایک طوطا ہوں۔“
 ”لیکن اس گھوڑے سے بہتر ہو جو اپنی بات آدمیوں تک نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اس کے باوجود بھی گورنر تھا۔“

”باتوں میں وقت ضائع نہ کرو، جہاں لے جائے جارہے ہو، چلے جاؤ۔ یہ لوگ اس عالم میں بھی تمہارا اتنا احترام کر رہے ہیں کہ تم میں گئے تو انہوں نے اس پر کوئی اعتراض ہی نہیں کیا۔“
 ”تم بھی میرے ساتھ چلو تو کتنا اچھا ہو۔“ جیسن بولا۔
 طوطا اس بات کا جواب دینے کی بجائے پھر سے اڑ گیا۔ پھر جیسن بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے

”میاں تم میرا معنگیکے اڑانے کی کوشش کر رہے ہو؟“ سنگ غرایا۔

”نہیں یہ اظہار نداشت ہے۔ مجھے پہلے ہی پوچھنا چاہئے تھا۔ بے خبری میں گرے ہو گے.... اور یہ تو اچھا خاصاً کنواں ہے۔“

”تھہ تک پہنچنے سے پہلے ہی بے خبری کا خاتمه ہو گیا تھا۔ اس لئے نجی گیا ورنہ ہڈیوں کا ذہیر ہوتا۔“

”اب کیا ارادہ ہے؟ یہ غلط فہمی تورف ہو گئی کہ وہ لوگ تمہاری نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے قابل نہیں رہے۔“

”فکر نہ کرو۔ اس گڑھے کی تھہ میں مجھ پر ایک نیا اکشاف ہوا ہے۔ بس اسے محض اتفاق ہی کہنا چاہئے کہ میں اس گڑھے میں جا گرا۔“

”میاں اکشاف ہوا ہے؟“
 ”یہ ابھی نہیں بتاؤں گا۔“

۞

سفر لہما معلوم ہوتا تھا۔ پشت پر ہاتھ بند ہے ہونے کی بنا پر چلے میں دشواری محسوس ہو رہی تھی۔ کمی بارہہ لاکھ اکر گرنے کو ہوا تھا لیکن مسلح آدمیوں میں سے کسی نے اسے سنبھال لیا تھا۔ ”تم آخر میری ہتھ کڑیاں کیوں نہیں کھول دیتے.... میں نہتا ہوں.... تم لوگوں سے قائنیں سکوں گا۔“ جیسن نے مسلح آدمیوں سے کہا۔ لیکن وہ پکھنہ بولے۔

آخر ایک جگہ جیسن جھنگلا کر بیٹھ گیا۔ وہ ساتوں ہمی بیٹھ گئے۔ لیکن ایسا نہیں معلوم ہوا رہا کہ جیسن کی وجہ سے بیٹھے ہوں.... ان میں سے ایک نے جیب سے تاش کی گذی نکالی اور اپنے ساتھیوں کے درمیان پتے بانٹنے لگا۔

جیسن حیرت سے آنکھیں چھاڑے انہیں دیکھے جا رہا تھا۔ وہ اس کی طرف سے لاپرواہ ہو کر کھیل میں مشغول ہو گئے۔

”آخر جانا کہاں ہے؟“ جیسن نے غصیلی آواز میں پوچھا لیکن اس بار بھی کوئی جواب نہ ملا۔ انہوں نے اس کی طرف دیکھا مک نہیں تھا۔ دفتار کی طرف سے وہی طوطا بر آمد ہوا اور جیسن

امتحنے دیکھ کر مسلح آدمیوں نے کھلیل کو جہاں تھاں چھوڑا اور پتے سمیٹ کر خود بھی چلنے کے لئے تیار ہو گئے۔

سفر پھر شروع ہو گیا۔ اس بار آدھے گھنٹے تک چلتے رہنا پڑا تھا۔ ایک جگہ رک کر جیمسن کی آنکھوں پر پھر چرمی تمہے چڑھا دیا گیا اور دو آدمی اس کے بازو پکڑ کر اُسے آگے بڑھانے لگے۔ کچھ دیر بعد وہ دوبارہ دیکھنے کے قابل ہوا تھا۔ یعنی چرمی تمہے آنکھوں پر سے ہٹا دیا تھا۔ اُس نے خود کو ایک بہت بڑے ہال میں پایا جہاں دیواروں پر دنیا کے نامی گرامی آرٹسٹوں کی پینٹنگز آؤریزاں تھیں۔ مسلح آدمی اُسے وہیں چھوڑ کر چلتے گئے اور وہ ٹھیل کر ان تصاویر کا جائزہ لینے لگا۔ اب اُس کے ہاتھ بھی آزاد تھے۔ مسلح آدمی تھک کر ٹیکاں اتار لے گئے تھے۔ ذرا ہی کی دیر میں اُس کا انہاک بڑھ گیا۔ اُسے فنِ مصوری سے بھی دل چھپی تھی۔

دفعۂ قدر مولوں کی چاپ سنائی دی اور وہ چونک کر مڑا اور پھر اس کی باخچیں کھل گئیں۔ رینا اور سارہ تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی اُس کی جانب بڑھتی آرہی تھیں۔

”تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو؟“ رینا نے قریب پہنچ کر درشت لجھ میں پوچھا۔

”بد نسبی محترمہ رینا کا تم مجھے نہیں پہچان سکتے۔“
”میں نہیں پہچانتی۔“

”اور یہ محترمہ سارہ ہیں۔“

”پھر اس سے کیا؟ یہاں سے چلتے جاؤ۔ یونٹ کا گورنر تصاویر دیکھنے آرہا ہے۔“

”میں جیمسن ہوں۔ تم نے مجھے سیاہ فام دیکھا تھا۔ مشریعی عمران کے ساتھ۔“

”اوہ.... تو تم وہ ہو.....“ سارہ آگے بڑھ کر اُسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔ ”بے شک ناک نقشہ وہی ہے۔“

”کچھ بھی ہو، تم یہاں سے فوراً چلتے جاؤ۔ ورنہ ہم سے جواب طلب کر لیا جائے گا۔“ رینا نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے خوف زدہ لجھ میں کہا۔

”یہاں میرے علاوہ اور کوئی نہیں آنے والا تھا۔“

”کہیں مجھے کسی کو بلانا نہ پڑ جائے۔“ رینا چھنچلا کر بولی۔

”ضرور بلا دل میں تو نہیں جاؤں گا۔“

”آگوں مادری جائے گی، گورنر آرہا ہے اور یہاں ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی قدم بھی نہیں کھل سکتا۔“

”ایسی بھی کیا بے مردو قی محترمہ سارہ آپ بھی تو کچھ بولئے۔“
”میں کیا بولوں یہ غلط نہیں کہہ رہی۔“

”اچھا تو پھر جسے دل چاہے نہالو۔ میں نہیں جاؤں گا۔“
رینا، سارہ کو ویس چھوڑ کر تنقاشی ہوئی چل گئی اور جیمسن مسکرا کر بولا۔ ”ا بھی محترمہ رینا کو حقیقت معلوم ہو جائے گی۔“

”میں نہیں سمجھی تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“
”یہی کہ اس وقت یہاں میرے علاوہ اور کوئی نہیں آنے والا تھا۔“

”تم کہاں سے آئے ہو؟“
جیمسن کچھ کہنے ہی والا تھا کہ پھر کئی قدموں کی چاپ سنائی دی۔ رینا دو مسلح آدمیوں سمتی و اپس آئی تھی۔ جیسے ہی ان کی نظر جیمسن پر پڑی انہوں نے ایڑیاں بجا کر اُسے سلیوٹ کیا۔ رینا اور سارہ حیرت سے ایک دوسری کو دیکھنے لگیں۔

ایک مسلح آدمی نے اوپری آواز میں کہا۔ ”بلید یہ... ہزار یک میلینی جیمسن بھی دی گورنر آف یونٹ الیون۔“

دونوں کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور پھر سب سے پہلے رینا کی آواز نکلی تھی۔ اس نے تصاویر کے بارے میں کسی گراموفون ریکارڈر کی طرح بھاشہروں کر دیا تھا۔ سارہ بھی بے حد سنبھیہ ہو گئی تھی۔ دفعۂ جیمسن کو بھی آگئی اور اس نے ہاتھ اٹھا کر رینا سے کہا۔ ”بس کرو..... میں ان تصاویر کے بارے میں خاصی معلومات رکھتا ہوں۔“

وہ خاموش ہو گئی اُس کے ہونٹ بختی سے بھنپنے ہوئے تھے۔

”میں تم دونوں میں بڑی تبدیلیاں محسوس کر رہا ہوں۔“ جیمسن نے کہا اور رینا بولی۔ ”لیں یور ایکسی لنی! ہم اپنی اس تبدیلی پر مسرور ہیں۔ اب ہماری آنکھیں کھلی ہیں اور اب ہم دل و جان سے ان لوگوں کے ساتھ ہیں۔“

”لک..... کیا مطلب؟“

”زیر و لینڈ میں گورنمنٹ یا گورنر کوئی تصور نہیں ہے۔ یہ الفاظ شہنشاہیت کے دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ جمہوریت کے ساتھ لفظ حکومت لغو ہے.... اسے حکومت کی بجائے نظامت ہونا چاہئے۔ ہم اپنے لئے آقا نہیں متفق منتخب کرتے ہیں.... متفق حکم نہیں دیتے مشورہ دیتے ہیں۔ حکم سے آدمی کو ازاں پیر ہے۔ ہزارہا سال سے اپنے دل سے حکم اور حکومت کے لئے کینہ پالتا آیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پہلے قوم کے خادموں کو خوشی خوشی منتخب کرتا ہے اور پھر جب وہ حاکم بن جاتے ہیں تو انہیں گالیاں دینا شروع کر دیتا ہے حکم اور حکومت کے خلاف لاشور میں بیٹھی ہوئی نفرت اُسے گالیاں دلواتی ہے جسے اُس نے خود منتخب کیا تھا.... اس لئے زیر و لینڈ نے حکومت کو نظامت میں بدل دیا ہے.... وہاں حاکم نہیں ناظم ہوتا ہے۔ اس طرح تم گورنر نہیں سمجھ رہو۔“

”آہا.... اس پر تو میں نے کبھی غور نہیں کیا تھا۔ واقعی جمہوریت کے ساتھ لفظ حکومت لا یعنی ہے۔ لاشور کے کسی گوشے میں یہ بات ضرور ہوتی ہو گی کہ ہمارے ساتھ فراؤ ہوا ہے.... ہم ایک ایسے شخص کو چھتے ہیں جو خود کو ہمارا خادم کہتا ہے۔ لیکن وہ حاکم بن بیٹھتا ہے۔ وہ کیا گلتہ ہے۔“

”ہر سمجھدار آدمی ان خیالات سے متفق ہو جائے گا۔ اب کیا تم اسے برین و اشنگ کہو گے؟“

”ہرگز نہیں.... یہ تو منطقی دلیل ہے۔ میں بھی اس حد تک متفق ہو سکتا ہوں، لیکن کچھ دیر

پہلے میرے ساتھ جو برتاو ہوا ہے میری سمجھ میں نہیں آیا۔“

”مجھے بتا شاید میں سمجھا سکوں۔“

”وہ مجھے یہاں ہجھکڑیاں لگا کر لائے تھے۔“

”کیا تم سے کوئی غلطی سرزد ہوئی تھی۔“

”ہاں ایک معمولی سے غلطی جو خود ان کی ایما پر ہوئی تھی۔ خود میں نے فیصلہ نہیں کیا تھا کہ مجھے وہ کام کرنا چاہئے یا نہیں۔“

”یہی آپ کی غلطی تھی۔“ سارہ بول پڑی اور رینا نے کہا۔ ”در اصل تم ابھی نئے نئے ہو۔ ورنہ تمہیں خود ہی اپنے لئے کوئی سزا تجویز کر لینی چاہئے تھی۔ یہاں یہی ہوتا ہے۔ ناظم اپنی کسی غلطی پر خود کو ایسی سزا دیتا ہے کہ سب کو علم ہو جائے کہ اس سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے۔...“

”یہ واحد تنظیم ہے جو ساری دنیا کو ڈکھوں سے نجات دلا سکتی ہے اور اب ہم چاہے جہاں رہیں تنظیم کے وفادار رہیں گے۔“

”کیا تم تجھ کہہ رہی ہو؟“

”لیں یورا یکسی لنسی، ہم اس بارے میں قطعی سمجھیدہ ہیں اور اب دنیا کی کوئی طاقت ہمارے خیالات نہیں بدل سکتی.... ساری دنیا کے عوام کو جو فریب دیا جا رہا ہے اُس کا پردہ ہم پر فاش ہو چکا ہے۔ لیکن کیا آپ کے خیالات نہیں بدے یورا یکسی لنسی۔“

”ہرگز نہیں۔“ جیمن سر ہلا کر بولا

”پھر آپ گورنر کیسے بن گئے؟“

”مجھے تو پہلے کر زبردستی گورنر بنادیا گیا ہے۔“

”اور یہ آپ کے حق میں بہتر ہوا ہے.... آپ کے دونوں ساتھی کہاں ہیں؟“

”وہ مزدور بنادیے گئے ہیں۔“

”میں ان کے لئے دکھی ہوں۔ وہ بھی راہ راست پر آ جاتے تو بہتر تھا۔“

جیمن کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ واقعی سمجھیدہ ہے۔ یا یہ محض حکمت عملی کا مظاہرہ ہے۔

”کیا تم بھی موزیل رینا سے متفق ہو۔“ جیمن نے سارہ سے پوچھا۔

”میں رینا سے متفق ہوں یورا یکسی لنسی۔“

”کیا تم لوگوں کی برین و اشنگ ہوئی ہے۔“

”یہی سمجھ لیجئے۔“ رینا نے کہا۔ ”ہمارے دماغ بے حد گندے تھے۔ لہذا ہم اس و اشنگ پر بے حد مسرور ہیں۔“

”بہت خوب لیکن شائد تمہیں میرا حرث نہیں معلوم۔“

”میں نہیں سمجھی.... سمجھی.... میجر....“

”میجر.... کیا مطلب؟“

”در اصل میں زیر و لینڈ کی اصطلاح استعمال کر گئی تھی۔ آپ میجر ہی ہیں۔ لفظ گورنر تو آپ کو اپنی پوزیشن سمجھے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔“

”میں اب بھی نہیں سمجھا۔“

کل ہی میں نے ٹیلی ویژن پر یونٹ نمبر آئندھ کے گورنریانا ظم کو دیکھا تھا۔ اس کی پتوں کا ایک پائیچے گھنٹے کے اوپر سے غائب تھا۔ زیرولینڈ کے باشندوں نے سمجھ لیا ہوا کہ اس سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے۔ اب وہ کم از کم ایک بھت تک ڈیڑھ پائیچوں کی پتوں پہنے رہے گا اور اپنے فرانش بھی انعام دیتا رہے گا۔

”یعنی ہٹھ کڑیاں لگی ہونے کے باوجود بھی میں گورنری تھا۔“

”بالکل.... ورنہ تم یہاں بحیثیت مہماں کیوں نظر آتے اور میرا خیال ہے کہ تم اب یہیں رہو گے۔ کیونکہ یہ گورنر کا سیکریٹریت ہے.... ہم دونوں سیکریٹری ہی کے فرانش انعام دے رہے ہیں۔“

”یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ تم دونوں مجھے احساس دلاتی رہو گی کہ مجھے کس معاملے کو کس طرح پہنچانا چاہئے۔ غلطیوں کی سزا کے لئے مستقل طور پر کوئی ایک روایہ اپنالوں گا۔ مثلاً پیچھے لاں رنگ کافیتہ ذم کی طرح لٹکالیا کروں گا۔“

”یہ تو بڑی اچھی بات ہو گی۔“ سارہ مسکرا کر بولی۔

”اُس گورنیلے کا خیال دل سے نکالیا نہیں۔“ جنسن نے اُس سے پوچھا۔

”میں بخی زندگی سے متعلق کسی سوال کا جواب دینے یا نہ دینے کا حق محفوظ رکھتی ہوں۔“ سارہ کسی قدر ناگواری سے بولی۔

”اگر اس سے تمہارے جذبات کوٹھیں پہنچی ہے تو میں معافی چاہتا ہوں۔“

”کوئی بات نہیں۔“

”یہ ہوئی نابات۔“ رینا خوش ہو کر بولی۔ ”ووٹ دینے والے لاشوری طور پر یہی چاہتے ہیں کہ منتخب ہونے والے اسی سلسلہ پر آجائیں۔“

”لیکن میں تو نامزد گورنر ہوں۔“

”ہم سب فی الحال تجرباتی دورے سے گزر رہے ہیں۔ بعض یونٹوں میں الیکشن بھی ہوتے ہیں۔ پہلے تمہیں یہاں تربیت دی جائے گی پھر کسی دوسرے یونٹ میں جا کر الیکشن لڑو گے۔ تربیت ضروری چیز ہے۔ یہ کیا کہ ایک معمولی ٹکر کو ٹکر کی کامتحان دینا پڑے۔ ایک پولیس کا نیشنل رنگ روٹی کا دور گزارے بغیر کام سے نہ لگایا جائے لیکن ترکاریوں کے آڑھتی، بے مرود، جاگیر دار

اور گاؤڈی قسم کے تاجر برادر اسٹبلیوں میں جائزیں اور قانون سازی فرمائے لگیں اور انہی میں سے کچھ کابینہ کے ارکان بن جائیں۔“

”واقعی تم تو میری آنکھیں کھول دے رہی ہو۔ سوچنے کی بات ہے کہ چلی سلسلہ پر امتحانات اور ٹریننگ کا چکر چلا رہے اور اوپر جس کا دل چاہے پہنچ جائے۔ اس جیب بھاری ہونی چاہئے۔ نہ کوئی امتحان اور نہ کوئی ٹریننگ.... وہ بھتی زیرولینڈ.... خواہ خواہ کہا جاتا ہے کہ یہ جرام پیش لوگوں کی ایک میں الاقوامی تنظیم ہے۔“

”ہر نی چیز کے لئے پہلے اسی طرح غلط فہمیاں پھیلائی جاتی ہیں۔ کاش تمہارے باس کو بھی عقل آجائی۔ خیر کوئی بات نہیں جسمانی مشقت ذہن کی کھڑکیاں کھول دے گی۔“

”نا ممکن مائی ڈیزیر.... پکنے گھرے ہمیشہ پکنے گھرے ہی رہتے ہیں خواہ ان پر سے کتنا ہی پانی کیوں نہ گزر جائے۔“

”تو تم مجھ سے متفق ہونا؟“

”بالکل.... کوئی بے مغفر آدمی ہی تم سے اختلاف کر سکے گا۔“

”کیا تم اپنی اس تہذیلی کو برین و اشٹنگ کو گے؟“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہ تو غور و فکر کے دروازے کھولنے والی چیز ہوئی۔“

”اچھا تو اب کبھی بھی برین و اشٹنگ کا نام نہ لیں۔ یہ اصطلاح مختلف کیپوں کی پیدا کردہ ہے۔ تنظیم کسی کی بھی مختلف نہیں۔ اس کا رو یہ ثابت ہے۔“

”یہ بات بھی سمجھے میں آگئی۔“ جنسن نے سر ہلا کر کہا۔

”دفعاتاً تحریر قسم کی گھنٹی کی آواز ہاں میں گوئنچے لگی اور رینا نے جیمن سے کہا۔“ چلو لنج کا وقت ہو گیا ہے۔ تم دیکھو گے کہ یہاں کا سارا عملہ ایک ہی میز پر لنج کرے گا اور تم جو گورنر ہو تم بھی اس سے مستثنی نہیں ہو گئے۔

”میرے لئے بڑی خوشی کی بات ہو گی۔“



غار کے قریب پہنچے تو سنگ نے کہا۔ ”میری ساری محنت بر باد ہو گئی ہو گی۔“
”میں نہیں سمجھا۔“ عمر ان بولا۔

”جوزف چلوں کی تلاش میں گیا تھا تمہیں اندازہ ہے کہ وہ کس طرف گیا ہو گا۔“ عمران نے اس سے پوچھا۔

”تب تو ہو سکتا ہے کہ وہ مچھلیاں پکڑنے لگا ہو۔“ سنگ نے جواب دیا۔

”تمہارا دماغ اپنی جگہ ہی پر ہے یا نہیں۔؟“

سنگ نے قہقہہ لگایا اور بولا۔ ”تم سمجھتے ہو شاید اس چھاپے نے مجھے گہر احمد مہ پہنچایا ہے۔“

”باتیں تو اسی طرح کی کر رہے ہو۔“ عمران نے کہا۔

”تم سمجھے نہیں۔ مچھلیاں دیکھ کر اُس نے چلوں کی تلاش ملتوی کر دی ہو گی۔ یہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر دو چھوٹی چھوٹی جھیلیں ہیں۔ جنہیں ایک پتی سی نالی ملاتی ہے۔ اُسی نالی سے بے شمار مچھلیاں ہر وقت ادھر سے ادھر ہوتی ہیں۔ اگر مشق ہو تو انہیں بہ آسانی پکڑا جاسکتا ہے۔“

”چلو..... دیکھیں۔“ عمران بولا۔

”ویسے مجھے یقین ہے کہ ہم پھر جدا کر دیے جائیں گے۔“ سنگ نے کہا۔

”دیکھا جائے گا۔ فی الحال تو تم مجھے وہ جگہ دکھاؤ۔!“

دونوں جمل پڑے۔ یہاں زمین پر زیادہ گھنی روئیدگی نہیں تھی۔ زیادہ تر پھر یلی چنانیں نظر آتی تھیں.... وہ نشیب میں اتر رہے تھے۔ قریباً دو فرلانگ مسٹھ زمین پر چلنے کے بعد دو اونچی چنانوں کی درمیانی درازی سے گزرے اور دوسری طرف پہنچتے ہی جوزف انہیں نظر آگیا۔ اس نے مچھلیاں ضرور پکڑی تھیں لیکن اب پا تھی مارے بیٹھانے جانے کیا کر رہا تھا۔ کئی بڑی مچھلیاں کسی نیل کے ذمہ نہیں۔ پر وئی ہوئی قریب ہی پڑی تھیں اور جوزف کی پشت ان کی طرف تھی۔

عمران اور سنگ اس سے تھوڑی ہی دور کھڑے تھے لیکن اُس کے انہاک میں کمی نہ ہوئی۔

دفعتاً عمران نے اُسے لکارا۔ ”آبے یہ کیا ہو رہا ہے؟“

جوزف اچھل پڑا اور ان کی طرف مڑ کر دانت نکال دیے۔ اس کے ہاتھ میں ایک پھلفت نظر آیا۔ شاید وہ اتنے.... انہاک سے اسی کا مطالعہ کر رہا تھا۔

”یہ کیا ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

”ارے بس.... لس کیا باتاں.... میں تو زیر ولینڈ کے بارے میں کچھ جانتا ہی نہیں تھا۔ یہ تو بڑے اچھے لوگ ہیں۔ بڑی عجیب باتیں کرتے ہیں۔ جو کچھ میں بھی آجائی ہیں۔“

”اب اندر کچھ بھی نہیں ہو گا۔ بڑی محنت سے وہ سب کام کی چیزیں جمع کی تھیں۔ اب افسوس ہو رہا ہے کہ تمہیں یہاں کیوں لا یا تھا؟“

”یعنی تمہارا خیال ہے کہ ہماری وجہ سے تمہری سیا کو تمہاری اس کمین گاہ کا سر اغ ملا۔“

”پھر کیا سوچوں، اُس نے پہلے یہاں کیوں چھاپے نہیں مارا؟“

”یہ بھی ٹھیک کہتے ہو۔“

وہ غار میں داخل ہوئے اور سنگ کا خیال بالکل درست نکلا۔ گھاس کے سارے ڈھیر بکھرے پڑے تھے اور لوٹ کا مال غالب تھا۔

”تم نے دیکھا۔“ سنگ، عمران کو اپنی چھوٹی چھوٹی مگر بے حد چمکیلی آنکھوں سے گھورتا ہوا بولا۔

”اب تو واقعی مجھے بھی افسوس ہو رہا ہے یہاں اپنی آمد پر۔“

سنگ کچھ نہ بولا۔... رسی کا چھا اُس نے اپنے کاندھے پر ڈال رکھا تھا۔... تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”تم ٹھہرو۔... میں ابھی آیا۔“

جدھر سے وہ لوگ آئے تھے ادھر ہی لوٹ گیا۔ عمران جوزف سے متعلق تشویش میں بتلا ہو گیا تھا کیونکہ ابھی تک اُس کی واپسی نہیں ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد سنگ واپس آگیا لیکن رسی کا چھا اُس کے کاندھے پر نہیں تھا۔ شاید اسے اور کہیں چھا آیا تھا۔ عمران نے اُس سے اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔

”میا وہ ابھی سکے واپس نہیں آیا؟“ سنگ نے پوچھا۔

”نہیں۔ مجھے تشویش ہو گئی ہے۔“

سنگ صرف سر بلکہ کر رہا گیا۔ اُس کا ذہن شاید کہیں اور تھا۔ آنکھوں کی چمک کچھ بڑھی ہوئی تھیں۔ دفعتاً ہاتھ بلکہ کر بولا۔ ”آخرہ خود کو سمجھتی کیا ہے۔ اب میں اُسے دیکھ لوں گا۔“

عمران نے اُس پر اچھتی ہوئی سی نظر ڈالی اور اٹھ گیا۔ غار سے باہر نکل کر چاروں طرف نظر دوڑا نے لگا۔ آخر جوزف کدھر نکل گیا تھا۔ کہیں کسی دشواری میں نہ پڑ گیا ہو۔

اس نے پھر سنگ کی آواز اُسی جو اُس کے عقب میں کھڑا کہہ رہا تھا۔ ”ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

تھے.... جوزف کے چہرے پر عجیب سی بیگانگی طاری تھی۔ سنگ نے آہستہ سے کہا۔ ”اب اسے الگ ہی رکھو۔“

عمران نے نے نے پر تشویش نظرؤں سے جوزف کی طرف دیکھا اور سر کو خفیف سی جنپش دی۔ پھر اس سے پوچھا۔ ”میا تم مچھلیاں کھانے کے بعد کچھ گرانی سی محسوس کر رہے ہو۔“

”شاید.... میرا سر بھاری ہو رہا ہے۔“

”تو تم جا کر غار میں آرام کرو!...!“

”بہت اچھا بس۔“ جوزف نے کہا اور غار کی طرف مڑ گیا۔

”ہمیں کسی ایسی جگہ چنانچاہئے جہاں آس پاس کوئی درخت بھی نہ ہو۔“ سنگ نے عمران سے کہا۔

عمران نے آہستہ سے سر ہلا کر ایک جانب چلتا شروع کر دیا۔ دونوں خاموشی سے راستے طے کرتے رہے اور ایسی جگہ جانپچھے جھیٹی چاہتے تھے۔ سنگ کچھ دیر ہونٹ سینپچھے خاموش کھڑا رہا پھر بولا۔ ”وہ ہم دونوں کو اکٹھا نہیں رہنے دے گی۔ لہذا اس مہلت کو غنیمت جانو۔“

”سوال یہ ہے کہ کریں کیا.... تم نے غور کیا وہ جانوروں تک سے ہماری گرانی کر رہی ہے۔ صرف وہی ایک طوطا نہ ہو گا۔“

”میں سمجھتا ہوں۔ بہر حال مجھے جس جگہ کی تلاش تھی شاید میں نے اس کا سراغ پالیا ہے۔“ سنگ آہستہ سے بولا۔

”کس جگہ کی تلاش تھی؟“

”جہاں سے اس سارے کاروبار کو چلانے کے لئے بھلی فراہم ہوتی ہے۔“ پاؤر پلانٹ۔“ عمران خوش ہو کر بولا۔

”ہاں.... تقدیر مجھے اس اندر کیے گئے کی طرف لے گئی تھی اور میں اس میں گر پڑا تھا۔“ لیکن.... اس گئے میں تو کچھ بھی نہیں تھا۔“ عمران کے لمحے میں حیرت تھی۔

”میں نے میشوں کے چلنے کی آواز سنی تھی اور وہ کچھ زیادہ دور بھی نہیں معلوم ہوئی تھیں اور یہ آواز ایسے سوراخ سے آرہی تھی جس کا قطر کم از کم چھ انج ضرور رہا ہو گا۔“

”اس سے تو میشوں دکھائی بھی نہیں دی ہوں گی۔“

”ہاں، ہاں.... میں جانتا ہوں۔ حکومت اور نظم اور نظام کا چکر ہو گا۔ تجھے یہ پھلت ملا کہاں سے۔؟“

”وہی طوطا دے گیا تھا۔“ جوزف نہیں پڑا اور سنگ کی زبان سے بے ساختہ ایک گندی سی گال نکل گئی۔

پھر جوزف سنجیدگی سے بولا۔ ”کیا وہ سمجھ میں آئے والی باقی نہیں ہیں۔“

”کیوں نہیں؟ کسی نے کوئی جرم کیا اور تھانے دار اس کے آگے ہاتھ جوڑے کھڑا گھکھیا رہا ہے کہ جتاب عالی میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ خدا کے لئے یہ ہتھ کڑیاں پہن لیجئے۔ میرے بال پرچے آپ کو دعا دیں گے.... دیکھئے اگر آپ نے انکار کیا تو میرا دل ٹوٹ جائے گا۔ ادھر جرم کہہ رہا ہے۔ میں چھ ماہ سے پہلے خود کو گرفتاری کے لئے پیش ہی نہیں کر سکتا کیونکہ یہ اخواہ کا کیس ہے اور میں نے ابھی تک مغوری سے اظہار عشق تک نہیں کیا۔ جائیے چھ ماہ بعد آئیے گا۔“

”نہیں باس۔ تم اسے پڑھو اور سنجیدگی سے غور کرو۔“

”چل بے.... نہیں تو دوچار ہاتھ جھاڑوں گا۔“

جوزف نے بُرا سامنہ بنایا اور مچھلیاں اٹھا کر ان کے ساتھ چلے گا۔

”باس.... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر دنیا والے اتنے نادان کیوں ہیں۔ انہیں مجرم کیوں سمجھتے ہیں جو انہی کی بھلانی کے لئے کچھ کرنا چاہتے ہیں۔“

”میں تجھے کسی درخت سے اٹا لکا دوں گا۔ کیا تجھے کی گولو کی زیارت گاہ یاد نہیں رہی۔ بچارے سیدھے سادھے آدمیوں کو کس طرح یہ قوف بنتا تھا۔ پڑھے لکھے لوگوں کے لئے ان کے پاس دوسرا جربہ یہ پھلت ہے۔ کسی نہ کسی طرح اپنا الو سیدھا کرتے ہیں.... تو کیا یہ سمجھتا ہے کہ ان لوگوں نے یہ چکر اس لئے چلایا ہے کہ دنیا کی فلاں کے لئے کچھ کریں گے۔“

”پھلت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔“

”ہر طرف خوبصورت الفاظ کے جاں پھیلے ہوئے ہیں اور انسانیت مسلسل کراہ رہی ہے۔ کبواس بند کرا اور اپنے کام سے کام رکھ۔ ہم یہاں اس لئے آئے ہیں کہ ان کا طسم توڑ دیں نہ کہ اس میں پھنس جائیں۔“ عمران نے کہا اور پھلت اس کے ہاتھ سے چھین کر پہن زے کر دیا۔ غار میں پہنچ کر انہوں نے آگ پر مچھلیاں بھونی تھیں اور پیٹ بھر لینے کے بعد پھر کھلے میں نکل آئے

”نبیں، اسکی گہرائی عمودی تھی۔ میں نے ہاتھ ڈال کر دیکھا تھا۔ تبہ سے ہاتھ نہیں لگا تھا۔“

”آہا.... تو تم گزھے کی تبہ میں لینے ہوئے بھی کر رہے تھے۔“

”ہاں.... میں وہ دل خوش گن شور سن رہا تھا۔ یقین کرو، میں پادر پلانٹ تک پہنچ گیا ہوں۔“

عمران پچھہ نہ بولا۔ سنگ نے پچھہ دیرائے بغور دیکھتے رہنے کے بعد کہا۔ ”لیکن اُس سوراخ میں نہ تم گھس سکتے ہو اور نہ میں۔“

عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔ ”ذائقہ ماٹ“

”وہ کہاں سے فراہم ہوں گے؟“ سنگ نے تردد آمیز لمحے میں کہا۔ ”میں نے بہتری ضروری چیزیں اکھا کر لی تھیں۔ لیس ذائقہ ماٹ ہی ہاتھ نہیں لگے۔“

”میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں سے دستیاب ہوں گے لیکن سر سے کفن باندھ کر چلانا پڑے گا۔“ عمران نے کہا۔

”تم اس کی فکر نہ کرو، بس جگہ کی نشاندہی کر دو۔“

”جہاں سے تم پہلے مجھے یہاں تک لائے ہو، ویس چلتا ہو گا۔ مجھے اندر ہرے میں راستے کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔“

”تمہارے چلنے کی ضرورت نہیں لیس تم نشان دہی کر دو۔“

”لیکن میرا خیال ہے کہ وہ سار اسلام زیر امین کی نگرانی میں رہتا ہے۔“

”اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔“

عمران اُسے بتاہی رہا تھا کہ زیر امین کے زیر نگرانی اسٹور تک کیسے پہنچ سکے گا کہ اچانک کسی ہیلی کو پڑ کی آواز سنائی دی اور وہ دونوں چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگے۔

پھر ہیلی کو پڑ بھی دکھائی دے گیا۔ خاصی پیچی پرواز کر رہا تھا اور اُس کا رخ انہی دونوں کی طرف تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اُن پر چھپنا مارے گا۔ دونوں بڑی پھرتی سے زمین پر گر گئے اور ہیلی کو پڑ اُن پر کسی سیال کی بوچھاڑ کرتا ہوا گزر گیا۔ عمران کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اُسے بر قاب سمندر میں دھکا دے دیا ہو.... اور پھر شاید وہ محمد ہی ہو جانے کی کیفیت تھی جو اُس کے ذہن پر طاری ہوتی چلی گئی تھی۔ پھر پتہ نہیں لکھی دیر بعد اس کے کافنوں میں جوزف کی آواز پڑی اور اس

نے آنکھیں کھول دیں لیکن فوری طور پر اٹھ نہ سکا۔ جسم وہیں اب بھی شل ہو رہے تھے۔

جوزف اس پر جھکا ہوا کہہ رہا تھا۔ ”ہوش میں آؤ بس.... تمہیں کیا ہو گیا ہے؟“

”سنگ کہاں ہے؟“ عمران نے کمزور سے آواز میں پوچھا۔

”پتا نہیں بس.... اُوہ کیا یہ اُسی کی حرکت ہے؟“

عمران نے سر کو نفی میں جنبش دے کر کہا۔ ”وہ میرے ساتھ ہی تھا۔ ایک ہیلی کا پڑ سے ہم پر گیس پھینک گئی تھی۔ شاید وہ اُسے اٹھا لے گئے۔“

”جہنم میں جائے۔“ جوزف سر جھک کر بولا۔ ”تم تو اخمو۔“

عمران نے اٹھنے کی کوشش کی اور اس بار کامیاب ہو گیا۔ جسم نری طرح دکھ رہا تھا۔

جوزف اُسے اٹھا کر غار کی طرف لے چلا۔ ساتھ ہی وہ آہستہ آہستہ کہتا جا رہا تھا۔ ”تم میری اُس وقت کی باتوں کا کچھ خیال نہ کرنا بس.... مجھے اس سے کیا غرض کر دینا میں کیا ہو رہا ہے یا کیا

ہوتا چاہئے۔ میری دنیا تو تم ہی ہو.... صرف تم.... اگر تم جہنم میں بھی چھلانگ لگاؤ گے تو جوزف مکونڈا کو ساتھ ہی پاؤ گے۔“

”شکر یہ جوزف۔“ عمران آہستہ سے بولا۔ ”کیا تم اب بھی مزدوروں کے اس کمپ تک پہنچ سکتے ہو جہاں سے ہم آئے تھے۔“

”کیوں نہیں بس.... ضرور پہنچ سکتا ہوں.... شہر میں راستے بھلک سکتا ہوں! لیکن جگل میں نامکن.... حالانکہ ہم اندر ہی رے میں وہاں سے بھاگے تھے لیکن یقین کرو کہ میں دوبارہ ٹھیک اسی جگہ پہنچ سکتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے، اب عمل کرنے کا وقت آگیا ہے۔“

دونوں غار میں واپس آگئے۔ عمران اسی گزھے کے بارے میں سوچے جا رہا تھا۔ جس میں سنگ ہی گرا تھا لیکن سوال یہ تھا کہ اس میں اترا کس طرح جائے۔ پتا نہیں سنگ نے رسی کا لچھا کہاں چھپایا ہو۔ واپسی پر وہ اُس کے کاندھے پر پڑا ہوا تھا اور غار پر چھاپے کا اکٹھاف ہوتے ہی وہ اُسے وہیں چھوڑ کر چلا گیا تھا اور واپسی پر رسی کا لچھا اُس کے کاندھے پر نہیں تھا۔



سنگ جاگا تو اپنے ہاتھ پشت پر بندھئے ہوئے پائے۔ فرش پر اونڈھا پڑا ہوا تھا۔ سر گھما کر ادھر اور دیکھا اور پھر اس کے دیوتا ہی کوچ کر گئے کیونکہ باہمی جانب تھوڑے ہی فاصلے پر زیرا میں کھڑا نظر آیا تھا۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ یہاں آنے کے بعد وہ کمی بار اپنے ارادے کے بغیر ادھر سے ادھر ہو پکھا تھا لیکن اس کے ہاتھ پہلے کبھی اس طرح نہیں باندھے گئے تھے۔ دفعتاً کسی جانب سے ایک نوسانی آواز آئی۔ ”تو تم ہوش میں آگئے۔“ سنگ کھٹھٹھے بولا۔

”ہاں.... تم ہوش ہی میں ہو اور میری آوانہ بھی تمہارے کافوں تک بخوبی پہنچ رہی ہے۔“ اور تھریسیا کی آواز پہچانتے ہی اُس کی ذہنی بے حدی ایک لخت رفع ہو گئی۔ سارے جسم میں گرم گرم ہی لہرس دوڑنے لگیں اور وہ کسی اسیر چیتے کی طرح غرایا۔ ”سب کچھ سن رہا ہوں۔“

”اور غالباً زیرا میں بھی تمہارے قریب ہی موجود ہے۔“

”ہاں اُسے بھی دیکھ رہا ہوں۔“

”اب بتاؤ کہ تم نے اور سامان کہاں کہاں چھپا رکھا ہے۔“

”تم تو سب جانتی ہی ہو۔ ملاش کرو.... آخر اُس غار میں تمہاری ہی نشان دہی کی بناء پر تو عمران کو رسی کا لچھا ملا تھا اور اس کے بعد تم نے سارے سامان اٹھوا لیا تھا۔“

”اگر میں باخبر نہ ہوتی تو تم اسی گڑھے میں ایڑیاں رگڑ کر مر جاتے اور تمہاری آواز کسی تک نہ پہنچ سکتی۔“

”بہت بہت شکریہ۔“ سنگ نے زہریلے لمحے میں کہا۔

”فضول باشیں بند کرو۔“ تھریسیا کی آواز آئی۔ ”فوراً تفصیل سے نشان دہی کرنا شروع کر دو۔“ میرے کئی خاص آدمی غائب ہیں۔ وہ تمہارے ہی ہتھے چڑھے ہوں گے۔“

”تو پھر اعتراض کر لو کہ تم ہر آن مجھ پر نظر نہیں رکھ سکتیں۔“

”اگر میں اعتراض بھی کر لوں تو تمہیں اس سے کیا فائدہ پہنچے گا؟“

”تسکین پہنچے گی کہ میں نے تمہیں کمی بار ڈونج دیا ہے۔“

”میں تمہیں ایک اور موقع دیتی ہوں۔ اگر تمنے گھٹے بعد تم نے سب کچھ اُگل نہ دیا تو زیرا میں تمہیں دو حصوں میں تقسیم کر دے گا لیکن میرا خیال ہے کہ تم ایسی موت مرنا کبھی پسند نہ کرو گے۔“

”میں تمہیں کچھ بھی نہ بتاؤں گا۔ اس لئے مہلت نہ دو۔ زیرا میں سے کہو کہ میری تانگیں چریدے۔.... زندگی کا یہ آخری تجربہ میرے لئے خاص احیثت اغیز اور انوکھا تابت ہو گا۔“

”تمنے گھٹے کی مہلت دی جاتی ہے۔“ ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا گیا۔۔۔ اور پھر سناٹا چھا لیا۔ زیرا میں خاموش کھڑا سنگ ہی کو گھورے جا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی بھی لمحے میں اُس پر جھپٹ پڑے گا۔ سنگ نے آنکھیں بند کر لیں۔ گلو خلاصی کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔

یہ بھی ایک غار ہی تھا لیکن اس کے فرش کی سطح کو بڑی مہارت سے ہموار کر دیا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد زیرا میں بھی باہر چلا گیا اور سنگ آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔ شاید ہی کبھی اُس پر لوئی ایسا وقت پڑا ہو۔ رہائی کی کوئی امید نہیں تھی زندگی اور موت کے درمیان صرف تمنے گھٹے کا فاصلہ۔۔۔ لیکن وہ سنگ ہی تھا۔۔۔ اُس نے سوچا کیوں نہ یہ تمنے گھٹے خواب غفلت میں بر لردیے جائیں اور ذرا ہی سی دیر میں وہ بچ مچ سو گیا۔۔۔ اور اس وقت تک نہیں جاگا جب تک جگ لیا نہیں گیا۔ زیرا میں نے اس کی گردن دبو پی اور اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ سنگ نے تھیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ کیونکہ سامنے ہی تھریسیا کھڑی نظر آئی تھی۔۔۔ ”میں نے کہا کہ تمہیں ہمیوں اور لوٹ کے ملعوبے کی خلک میں بھی دیکھے لوں۔“

”شکریہ، ایسے دل کش چہرے نظر وہ کے سامنے ہوں تو کون بد بخت مر جانا نہ چاہے گا؟“ ”اگر تم اب بھی ان جگہوں کی نشان دہی کر دو جہاں تم نے چوری کا مال چھپا لیا ہے تو تمہاری بیان بیج جائے گی۔“

”بیان بیجنا کون چاہتا ہے میری بیان۔۔۔ اس فیل پچھاڑ کی بھی ضرورت نہ تھی۔ ایک بندھا ہاتھ میں لے لو اور میرا قیمہ کر کے رکھ دو۔ لیکن اس سے پہلے میری ایک خواہش پوری کر دو۔“

تھریسیا نے زیرا میں کو اشارہ کیا اور وہ سنگ کی طرف بڑھا ہی تھا کہ غار کے دہانے کی طرف

سے گر جدار آواز آئی۔ "ٹھہرو۔"

دونوں چوک پڑے۔ زیرا میں جہاں تھا، وہیں رہ گیا اور پھر انہیں ایک عجیب الحلقہ جاندار نظر آیا۔ اس کے سارے جسم پر سیاہ رنگ کی کچھ لپٹی ہوئی تھی۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کسی دل سے برآمد ہو کر سیدھا اسی طرف چلا آیا ہو۔ زیرا میں آنکھیں چھڑائے اُسے دیکھا رہا۔ مینڈک نماشے کا رخ اسی کی طرف تھا۔ دفتارہ کئی قدم پیچے ہٹ گیا۔ انداز خوف زدگی ہی کا سامنا۔ تھریسا کا ہاتھ تیزی سے بلاوز کے گریبان کی طرف گیا ہی تھا کہ جگلی بیلوں کا ایک بہت بڑا ڈھیر اُس پر آپڑا۔ یہ ڈھیر بھی گویا اڑتا ہوا غار کے دہانے ہی کی طرف سے آیا تھا۔ تھریسا جو اس کے لئے تیار نہیں تھی۔ جھوک میں آکر دوسرا طرف الٹ گئی۔ اور دوبارہ اٹھنے کی کوشش میں بیلوں کے ڈھیر میں اس بُری طرح بھی کہ اٹھ ہی نہ پائی۔ اور زیرا میں نے کسی پا گل سنتے کی طرح غرنا شروع کر دیا تھا۔ پھر یک بیک مینڈک نماشے پر ٹوٹ پڑا لیکن وہ اُس کی گرفت سے نہ صرف پھسل گئی بلکہ بڑی پھرتی سے پلٹ کر اپنی اگلی ٹانگیں جوڑیں اور اُس کی گردن پر بھر پور وار کیا۔ عجیب سی آواز غار میں گونجی تھی۔ بالکل ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کوئی چیز چٹانخ سے ٹوٹی ہو۔ زیرا میں جہاں تھا وہیں رہ گیا اور پھر جو اُس نے کسی ذرع کے ہوئے مرغ کی طرح تونپا پھر کنا شروع کیا ہے تو غار میں بھونچاں سا آگیا۔ ... سنگ خاموش پڑا پلکیں جھپکائے بغیر یہ سب کچھ دیکھے جا رہا تھا، تھریسا اٹھ کھڑی ہوئی تھی لیکن خود کو بیلوں کے جھکڑے ابھی تک آزاد نہیں کرایا تھی۔ اس کا چیک دار اور نھاسا پستول بلاوز کے گریبان سے نکل کر دور جا پڑا تھا۔ سنگ کی نظر اُس پر پڑی اور وہ پیٹ کے بل آہستہ آہستہ اس کی جانب ہکنکے لگا۔

مینڈک نماشے کے جسم پر لپٹی ہوئی کچھ غار کے مسطح فرش پر جگہ جگہ پھیل گئی تھی۔ ... زیرا میں کا جسم اب ساکت ہو چکا تھا۔ ... اور تھریسا کا پستول سنگ نے چھاپ لیا تھا۔ ویسے شاید اُب اُسے پستول کی سدھ ہی نہیں رہی تھی۔ کیونکہ کچھ میں لٹھڑی ہوئی مینڈک نماشے آہستہ آہستہ تھریسا ہی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ تھریسا نے بیلوں کے جھاڑ جھنکاڑ سمیت غار کے دہانے کی طرف چھلاگ لگائی لیکن باہر نہ نکل سکی۔ کیونکہ ایک لمبے ترکے سیاہ فام آدی نے اس کا راستہ روک لیا تھا۔

مینڈک نماشے بڑی تیزی سے اس کے پیچے ٹکی اور پھر دو ہی جستوں میں اُسے جالیا۔ ...

جنگل کی شہریت

لیکن تھریسا اُس کی گرفت سے نکل کر پھر پلٹ پڑی۔ اسی دوران میں وہ بیلوں کے پیچا کے سبھی نجات پا گئی تھی۔

"شٹ آپ۔" دفعٹا تھریسا یا گرجی اور جہاں تھی وہیں کھڑی ہو گئی۔ وہ دونوں بھی زک گئے۔ سیاہ فام آدی روشنی میں آگیا تھا۔

"محبھے تم تینوں کو تھہاری بے خبری ہی میں ختم کر دینا چاہئے تھا۔" وہ دانت پیس کر بولی۔ کچھ میں لٹھڑا ہوا آدی جو کچھ دیر پہلے ایک بہت بڑا مینڈک معلوم ہوتا رہا تھا۔ ہنس پڑا۔

"لیکن اُب میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" تھریسا نے کہا۔

"جوزف تم ذرا میرے ہاتھ کھول دینا۔" سنگ بولا۔

"ضرور کھول دو۔" تھریسا ایک طرف نہیں ہوئی بولی۔ "بلکہ میں خود ہی کھو لے دیتی ہوں اور اُس کے بعد میں تم تینوں کو مار ڈالوں گی۔"

"ارے نہیں تم کہاں تکلیف کرو گی۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا اور سنگ سے کہا۔ "آرام سے لیئے رہو۔ میں ذرا ان محترمہ سے دو دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"ابے، نہیں کوئی حماقت کر بیٹھے گا۔" سنگ نے جھنجلا کر کہا۔

"چپ چاپ پڑے رہو۔" عمران غرایا۔ "میں یہاں تھہارے لئے نہیں آیا تھا۔ تم تو اتفاقاً مل گئے۔ ہاں محترمہ اُنی... تھری۔ ... بی آخر تم نے ہم لوگوں کو یہاں کیوں الجھایا ہے۔"

"میں نے تو تمہیں اپس بھجوادیا تھا۔ تم خود ہی آپھنے ہو۔"

"میں یہ پوچھنے آیا تھا کہ آخر تم نے مجھے ان جہازوں کی جاتی کا ذریعہ کیوں بنایا تھا؟"

"اس لئے کہ تم دونوں افریقوں کے لئے معتبر تھے۔" تھریسا نے کہا اور پھر ہنسنے لگی۔

"کیا حقیقتاً اس سارے کھڑاگ کا مقصد محض اس حرbe کے اڑاگیزی کا تجربہ کرنا تھا۔"

"ہمارے منصوبے کیش القاصد ہوتے ہیں۔"

"کیش القاصد زیادہ موزوں لفظ ہو گا۔" عمران نے کہا۔

"یہی سمجھ لو۔ ... بحر حال اُب میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"یہ کیا چیز تھی؟" عمران نے مردہ زیرا میں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"اُسے مار کر کراکٹنہ دکھاؤ۔ ابھی ایسے درجنوں موجود ہیں۔"

”اگر ایسے ہی میں توبہ میرے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ فکر نہ کرو۔ لیکن یہ بول بھی سکتا تھا۔ موکاذی کے فراہم کردہ گونوں میں سے نہیں تھا۔“

”تم بہت کچھ جانتے ہو۔“

”تم کسی سفید قام آدمی پر اس قسم کا تجربہ نہیں کر سکتیں اور یہ بیچارہ سفید قام ہی تھا۔ شاید ہاتھی پچھاڑ قسم کے زیبرائیں دوچار دن سے زیادہ زندہ نہیں رہتے لہذا تم نے اس پر صرف زیبرائیں کامیک اپ کرایا تھا تاکہ واٹر یوں کو قابو میں رکھ سکو۔“

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟“ تھریسا نے لاپرواہی سے کہا۔

”فرق یہ پڑتا ہے کہ اس وقت تمہارے سامنے پچھر میں لمحرا ہوں۔ یہ انتظام میں نے اس لئے کیا تھا کہ طاقت و رزیبرائیں کی گرفت سے پھر جاؤں۔ اگر یہ یقین ہوتا کہ یہ محض دکھاوے کا زیبرائیں ہے تو اس کی کیا ضرورت تھی۔ صاف ستر آکر اس کی گردن کی ہڈی توڑ دیتا۔“

”آخر تم چاہتے کیا ہو؟“

”اپنی اور اپنے ساتھیوں کی واپسی، جن میں وہ دونوں عورتیں بھی شامل ہیں۔“

”تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ تیسیں کی بھی برین واشگن ہو چکی ہے۔ وہ تیسیں ہی تمہارے ساتھ جانے سے انکار کر دیں گے۔“

”میں ہر حال میں انہیں واپس لے جاؤں گا۔“

”بہت خوب۔“ تھریسا تلخ لمحے میں بولی۔ ”تمہاری گفتگو کا انداز بتاہا ہے جیسے تم نے مجھ پر فتح پالی ہو۔“

”میں نے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ ویسے کیا تم بتا سکتی ہو کہ تم نے اس تجربے کا ڈھونگ کیوں رچا چاہا؟“

”ڈھونگ... کیا مطلب؟“

”یہ مہلک شعاع تمہاری حالتی ایجاد نہیں ہے۔ آج سے تین سال پہلے تم لوگوں نے اس کا کامیاب تجربہ بر ایمیل کے جنگلوں میں کیا تھا۔ اور اس کا علم تمہاری تنظیم کے دس افراد کے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا۔“

”اگر مجھے یہ بتا دو کہ تمہیں اس کا علم کیوں نکر ہوا تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ تم دونوں کے ساتھ

جنہیں، رینا اور سارہ کو بھی یہاں سے صحیح و سلامت نکال دوں گی۔“ تھریسا نے کہا۔ اُس کی آنکھوں میں تحریز دگی پاپی جاتی تھی اور جوزف سنگ ہی کو گھورنے لگا تھا۔

”اس کی طرف مت دیکھو۔“ عمران نے جوزف سے کہا۔ ”وہ بچارہ اُن دس افراد میں شامل نہیں تھا۔“

”یہ کیا کو اس شروع کر دی ہے تم نے، یہ نکل جائے گی۔“ سنگ حلق پھاڑ کر چینے لگا۔

”میں کہتا ہوں خاموش پڑے رہو۔ ہماری بہت پرانی جان پچان ہے۔“

”اُسے تو میں ایک حقیر کچھا بنا کر رکھ دوں گی۔“ تھریسا بولی۔

سنگ نے سن لیا اور تھریسا کو تنگ گالیاں دینے لگا۔ عمران نے جوزف کو لکارا۔ ”اُس کا منہ بند کر دو۔ میں خواتین کی شان میں گستاخی نہیں پنڈ کرتا۔“

”فضول با تین نہیں۔“ تھریسا تھا اٹھا کر بولی۔

”اچھا بھی..... رہنے دے..... یہ پچھا کو مادر پر آزاد ہی دیکھنا چاہتی ہیں۔“ عمران نے جوزف کو روکتے ہوئے کہا اور جوزف کے چہرے پر مایوسی چھا گئی۔ وہ سمجھا تھا۔ شاید اسی طرح سنگ کے خلاف دل کی بھر اس نکالنے کا موقع مل جائے۔ وہ بوقت اب تک اس کے اعصاب پر سوار تھی جسے عمران نے سنگ کی وجہ سے توڑ دیا تھا۔

”مجھ سے صرف کام کی بات کرو۔“ تھریسا پھر بولی۔

”یکسی کام کی بات۔ ارے اب تم میری قیدی ہو۔“ عمران بہت زور سے چکا۔

”صرف یہ بتا دو کہ اس تجربے کے بارے میں تمہیں کس طرح علم ہوا تھا۔“

”آن نو آدمیوں میں سے تین مر چکے ہیں۔“ عمران مسکرا کر بولا۔ ”باتی بچے چھ۔“

”تم یہ بھی جانتے ہو؟“

”اور شاید اس تجربے کے ڈھونگ کے اصل مقصد سے بھی واقف ہوں۔“

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“ تھریسا نہ اسامنہ بنا کر بولی۔

”حوالے کے لئے صرف اتنا ہی کہوں گا کہ افریقیہ کا ایک ملک ایسی طاقت بننا چاہتا ہے۔“

”اوہ....!“ تھریسا مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔ اس نے دانت بھی پیسے تھے۔ پھر اچانک جوزف نہ

صرف اچھل پا بلکہ اس کے حلق بے ایک بے ساختہ قسم کی چیز بھی نکلی۔ عمران کی بھی بھی

کیفیت ہوئی تھی لیکن وہ جوزف کی طرح چینیں تھا۔ صرف بوکھلا کر رہ گیا تھا۔
جوزف اچھل کر بیلوں کے ذمہ میں الجھا اور چاروں خانے چت گرا۔۔۔ کھوپڑی نے فرش
سے ٹکر کر زور دار آواز پیدا کی تھی۔ اس لمحے میں تھری میانے ایک بھی جست لگائی اور بالکل ایسا لگا
جیسے وہ فضامیں تیرتی ہوئی غار کے دہانے سے باہر نکل گئی ہو۔ عمران نے اسی بوکھلاہست کے عالم
میں اسے پکڑنے کی کوشش کی اور جوزف سے الچھ کر اسی پر ذمہ رہ گیا۔ سنگ کا قبچہ غار میں
گونجاوں پھر وہ عمران کے لئے ایک صفت نسبتی قسم کی پچیلی سی گالی پر قناعت کر کے رہ گیا۔
”لوٹنے ہو۔“ اس نے ماپی سے کہا۔ ”حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی اسی طرح زیل
کرتی ہے۔“

”تم ان معاملات کو نہیں سمجھ سکتے۔“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔ پھر اس نے جوزف کو ہی اٹھایا
تھا۔۔۔ جوزف کی آنکھیں بند تھیں اور وہ زور سے سر جھنک رہا تھا۔ ساتھ ہی کہتا جا رہا تھا۔
”خدا غارت کرے اس کتے کے پلے کو جو میرے پیروں تلے آگیا تھا۔“

”اچھا بس جلدی سے ہوش میں آ جا۔ وقت کم ہے۔ ورنہ اگر اب اس نے گھر نے کی کوشش
کی تو دشواری میں پیس گے۔“ عمران نے کہا۔

”تم میرے ہاتھ کیوں نہیں کھول رہے۔“ سنگ غرایا۔
”ہاں۔۔۔ اچھا۔۔۔“ عمران اٹھ کر تیزی سے سنگ کی طرف بڑھا اور اس کے نیچے ہاتھ ڈال
کر تھریسا کا چمک دار پستول نکال لیا۔ اس پر سنگ چیختے لگا تھا۔

”لیا کر رہے ہو؟ اس پر میں نے قبضہ کیا تھا۔“
”تم نے قبضہ کیا تھا تو چھین لو مجھ سے۔“ عمران پستول کو اٹھ لپٹ کر دیکھتا ہوا بولا۔۔۔ پھر
اس نے سنگ سے کچھ دور رہتے ہوئے جوزف سے کہا۔ ”پہلے اس کے ہاتھ کھول دو۔“

”گن گن کر بد لے لوں گا۔“ سنگ بولا۔
”تم اس کی دھمکی سن رہے ہو باس؟“
”پرواہ مت کرو، کھول دو۔۔۔ یہ ابھی کی بات نہیں کر رہا۔ بیہاں سے صحیح وسلامت نئے نکلنے
کے بعد کی دھمکی ہے۔“

سنگ کچھ نہ بولا۔ جوزف نے اس کے ہاتھ کھول دیئے اور عمران بولا۔ ”اب تم دونوں بائیں

جانب سے چلے جاؤ۔ اشور اور ہر ہی ہے۔ میں دہانے کے قریب ٹھہر دوں گا۔“
”پستول کے میگزین میں زیادہ سے زیادہ چھپ گولیاں ہوں گی باس، محتاط رہنا۔“
”یہ پستول نہیں ہے۔ تم فکر نہ کرو، جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔ ذاتاً ماشت، بیٹری اور
تاروں کے لچھے۔ جلدی کرو۔“
سنگ خاموشی سے جوزف کے ساتھ چلا گیا اور عمران غار کے دہانے کے قریب ایسے
زاویے پر جم گیا کہ روشنی میں نہ رہے۔
باہر اندر ہمرا پھیلا ہوا تھا۔۔۔ عمران نے پستول کا ایک بار پھر جائزہ لیا اور مطمئن انداز میں سر
کو جبکش دے کر اندر ہیرے میں آنکھیں چھاڑنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اسے نشیب میں چند سائے
حرکت کرتے نظر آئے اور عمران نے تھریسا اولادا پستول سیدھا کر لیا یہ حقیقتاً پستول نہیں بلکہ زیر و
لینڈ والوں کا مختصر ترین گراہتیاں تباہ کن حربہ الکٹریٹ و گس تھا۔
دہانے کی جانب حرکت کرنے والے سائے بڑی احتیاط سے غار کے دہانے کی جانب بڑھ
رہے تھے۔ اور اندر ہیرے میں انداہ لگانا مشکل تھا کہ ان کے پاس کس قسم کا سلسلہ ہو گا۔ لہذا عمران
انہیں للاکارنے کا خطرہ نہیں مولے سکتا تھا۔ اس نے الکٹریٹ و گس کا ٹریکر دبا کر اسے نصف
دارے کی شکل میں حرکت دی اور متحرک سائے آوازیں نکالے بغیر اچھل اچھل کر دور
جا گئے۔ صرف ان کے گرنے کی آوازیں سنائی دی تھیں اور پھر وہ آپس میں گذٹھ ہو کر رہ گئے
تھے۔ عمران نے طویل سانس لی اور اور اور ہر دیکھنے لگا جد ہر سنگ اور جوزف گئے تھے۔
اچاک غار میں اندر ہرا ہو گیا۔ عمران پھر تی سے دوسری طرف گھوما اور الکٹریٹ و گس کا رخ بھی
ادھر ہی کر دیا۔ ٹھیک اسی وقت سنگ کی سرگوشی سنائی دی۔ ”اعظیلاً اندر ہمرا کیا ہے۔۔۔ تم میں
ٹھہر و۔۔۔ بہتری کام کی چیزیں بیہاں موجود ہیں۔“
”انتا کچھ نہ سمیٹ لینا کہ اٹھا کر چل ہی نہ سکیں۔“
”یہ مجھ پر چھوڑ دو۔“



تھریسا کچھ میں لٹ پت بھاگی تھی۔ اسے خدشہ تھا کہ کہیں عمران تعاقب میں نہ چل پڑا
ہو۔ ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں سٹ کر غار کی جانب نظر رکھتے ہوئے بلاوڑ کے گریبان میں ہاتھ

”بہت محتاط رہو.... کہیں الیکٹر و گس ان کے ہاتھ نہ لگ گیا ہو۔“

”بہت بہتر مادام۔“

تھریسا کی آنکھوں میں گھری تشویش کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔ اور پھر تھوڑی دیر میں اسے اطلاع مل گئی کہ پوسٹ نمبر تین پر بھیجے جانے والے پہلے دستے کا صفائیا ہو چکا ہے اور اس کے افراد الیکٹر و گس ہی کا شکار ہوئے تھے۔

”دوسرادستہ ان تینوں کی تلاش میں ہے۔“ انتر کوم سے آواز آئی۔ اور تھریسا پیر ٹھیک کر بولی۔ ”تم سب ناکارہ ہو۔ اب ان کا سراغ ملنانا ممکن ہے۔“

”دوسرادستہ گیلی مٹی کے نشانات پر ان کے تعاقب میں ہے مادام۔“

”یہ دوسری یو تو فی کی بات کر رہے ہو۔ سنگ اور عمران کوئی نشان نہیں چھوڑ جائیں گے کہ تم ان تک پہنچ سکو۔ پورے یونٹ کے گمراہوں کو ہوشیار کر دو۔ جگل کا چپے چپے چھان مارو۔ الیکٹر و گس ان کے قبضے میں نہیں رہنا چاہئے۔“

”بہت بہتر مادام۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

لیکن کچھ دیر بعد تھریسا غصے سے پاگل ہو گئی۔ اس بار انتر کام پر اطلاع ملی تھی کہ گیلی مٹی کے نشانات کا تعاقب کرنے والے بلا آخر کچھ میں لمحہ ہوئی گھاس کے اس چھوٹے سے بندل تک پہنچ گئے تھے جو ایک سوراخ میں گھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور اس بندل کی حقیقت یہ تھی کہ جس ڈور سے اسے باندھا گیا تھا۔ اس کے دوسرے سرے پر ایک بڑی سی سیاہ چھپکی کی کمر بندھی ہوئی تھی۔

”تم سب بالکل گدھے ہو۔“ تھریسا انتر کام کے سامنے دہاڑی۔ ”میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ اپنے پیچھے نشانات چھوڑنے کی غلطی ہرگز نہیں کر سکتے۔ اب تمہارے فرشتے بھی ان کا سراغ نہیں پاسکیں گے لیکن اگر صحیح تک وہ الیکٹر و گس میرے پاس نہ پہنچا تو تم سب سے نپٹ لوں گی۔“

”ہم سارے یونٹ چھان ماریں گے مادام۔“ انتر کام سے آواز آئی۔

ای طرح دو گھنٹے گذر گئے لیکن ان لوگوں کا سراغ نہ مل سکا۔ آخر تھریسا خود بالکل کھڑی ہوئی۔ کچھ سے نکل کر غار کے دہانے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ ایسا محسوس ہوا جیسے زلزلہ آگیا

ڈالا لیکن الکٹر و گس موجود نہیں تھا۔ وہ تو اس کی بے خبری ہی کے عالم میں گر گیا تھا۔ اس اکشاف سے مزید بد حواسی طاری ہوئی اور اس نے اٹھ کر ایک جانب دوڑنا شروع کر دیا۔ وہ اس وقت تھی طرح گھر گئی تھی اگر اپنے ایک فن کو بروئے کارنے لاتی تو ان دونوں سے چھکارانا ممکن ہوتا۔ اور یہ فن تھا ”صوتی مخالفت“ لمحے کے پلے کی آواز اس نے خود نکالی تھی لیکن جوزف نے ایسا محسوس کیا تھا جیسے کوئی کتے کا پلا اس کے پیروں کے نیچے آگیا ہو۔ وہ بوکھلا کر اچھلا اور اپنے ہی لائے ہوئے بیلوں کے جھاڑ جھکار میں الجھ کر گر پڑا۔

عمران کو تو اس کے اس فن کا تجربہ پہلے بھی ہو چکا تھا لہذا اس نے اضطراری رو عمل پر تھوڑی ہی دیر میں قابو پالیا تھا۔ لیکن پھر بھی تھریسا گرفت میں نہیں آئی تھی کیونکہ وہ خود ہی چکنی مٹی کے کچھ کی وجہ سے بام مچھلی ہو رہا تھا۔ بہر حال تھریسا نکل آئی تھی اور اب اسے فکر تھی کہ الیکٹر و گس جو اس دوران غار ہی میں گر گیا تھا ان لوگوں کے ہاتھ نہ آجائے۔ وہ بھاگم بھاگ قریب ہی کے ایک اور غار میں داخل ہوئی اور ایک جگہ کھڑی ہو کر کسی میکنزیم کو حرکت دی۔ دوسرے ہی لمحے اور پر سے ایک کچھ نیچے آیا تھا جس کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوئی اور کچھ پھر اوپر امتحا جلا گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ ایک بڑے عالی شان کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ پہلی نظر میں اسے باور کر لینا دشوار ہی ہوتا کہ اسے کسی پہاڑی کو اندر سے تراش کر بنا لیا گیا ہو گا۔

تھریسا نے بڑی پھرتی سے اپنا کچھ میں لمحہ ہوا الیس تبدیل کیا اور انتر کوم کا سوچ آن کر کے بولی۔ ”راوی!... پوسٹ نمبر تین پر گڑ بڑ ہے۔“ عمران اور جوزف نے سنگ کو رہا کرنے کی کوشش میں پوسٹ کے گمراں کو مارا ڈالا۔... انہیں دہان سے نکلنے نہ دو.... کاشن.... دہان ایک الکٹر و گس بھی گر گیا تھا تمہیں محتاط رہنا چاہئے۔ الیکٹر و گس ان کے قبضے میں نہ جانے پائے۔“

”بہت بہتر مادام۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”فوراً انتظام کیا جاتا ہے۔“

”مجھے باخبر رکھنا۔“

”بہت بہتر مادام۔“

وہ مصطفیٰ بانہ اندماز میں شہنے لگی تھی۔ دس منٹ بعد انتر کوم سے آواز آئی۔ ”پہلے دستے کی واپسی ابھی تک نہیں ہوئی مادام، اس لئے دوسرادستہ روانہ کر دیا گیا ہے۔“

کو یہاں سے نکال لے جائے۔ اس سے پہلے ساری تغیرات کو دانہا بھی کر دیا جائے۔۔۔ راؤل سے کہو کہ اپریلوں کے افراد کو یونٹ نمبر آٹھ میں لے جائے۔۔۔ اور۔۔۔ اینڈ آل۔۔۔“

سوچ آف کر کے تحریسیا نے فرگز کارخ بھی دوسری طرف موڑ دیا۔ نیچے ہوڑے ہی فاصلے پر شعلے اپک رہے تھے اور پھر جنحے تھے۔



دوسری صبح وہاں دھوئیں اور شعلوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ بے شمار سیاہ فام وانڈری اپنی جانیں بچانے کے لئے بھاگتے پھر رہے تھے۔ ان ہی میں یہ تینوں بھی شامل تھے۔ ان کی پچھلی رات والی کوشش بار آور ہوئی تھی۔ پوسٹ نمبر تین سے حاصل کئے ہوئے سامان کی مدد سے انہوں نے پاور پلانٹ کو تباہ کر دیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ تحریسیا کی زبانی یہ خوش خبری بھی سن لی تھی کہ ہوائی حملے سے چھاؤ کا نظام بھی پاور پلانٹ کی تباہی کی بناء پر ناکارہ ہو چکا ہے۔ شاید یہ خوش خبری ان تک نہ پہنچتی اگر سنگ کی دورانی تھی۔ اسی سے اسحور سے ایک سفری ٹرانس میٹر بھی اٹھالانے پر مجبور نہ کر دیا ہوتا۔ اسی ٹرانس میٹر پر انہوں نے تحریسیا کا وہ پیغام ساتھا جو یونٹ نمبر گیارہ کے کارکنوں کو دیا گیا تھا۔ اسی پیغام میں یہ اطلاع بھی شامل تھی کہ ہوائی حملے سے چھاؤ کا نظام ناکارہ ہو گیا ہے۔

”لیکن اب جیس کو کہاں ملاش کریں باس؟“ جوزف نے کہا۔

” عمران کچھ نہ بولا۔ شاید اس کے ذہن میں پہلے سے ہی یہ سوال موجود تھا۔

”اگر یہ حقیقت ہے کہ وہ اس کی بھی برین واٹنگ کرنے میں کامیاب ہو گئی تو وہ بھی اپریلوں والوں ہی کے ساتھ یونٹ نمبر آٹھ میں منتقل کر دیا گیا ہو گا۔“ سنگ ہی نے کہا۔ چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ ”پچھلی رات تم سے بہت بڑی حادثت سرزد ہوئی تھی۔“

”مجھ سے؟“ عمران نے چوک کر کہا۔

”ہاں۔۔۔ خواہ گواہ بکواس شروع کر دی تھی۔ اسے نکل جانے کا موقع مل گیا۔“

”میں صرف اپنے ایک خیال کی تصدیق چاہتا تھا اور وہ ہو گئی تھی۔“ عمران طویل سانس لے

ہو۔ لڑکھڑائی تھی۔ اگر سنبھل نہ گئی ہوتی تو منہ کے بل گرتی۔ نیک اسی وقت بر قی روشنی بھی غائب ہو گئی تھی۔

مگر اس وقت وہ کیا دھاکہ تھا۔ بکھلا کر غار کے دہانے کی طرف دوڑی پھر پلت آئی اور ٹولتی ہوئی اس جگہ پہنچی جہاں کچج سے اتری تھی۔ کچج کی سلاخوں سے ہاتھ جا لگا۔ گویا کچج اس کے اترنے کے بعد اپر واپس نہیں گیا تھا۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ بر قی نظام فیل ہو گیا ہے دھاکہ پھر یاد آیا اور وہ اندر ہیرے میں گرتی پڑتی غار کے دہانے کی طرف بھاگی۔

کھلے میں نکل کر اس نے اپنے آدمیوں کا شور سننا۔ وہ بد حواسی کے عالم میں مختلف غاروں سے نکل رہے تھے۔۔۔ تحریسیا ماضی میں پوسٹ نمبر تین کی طرف دوڑتی رہی۔ اسی پوسٹ کے قریب ایک چھوٹا سا فنے گراز ہر وقت موجود تھا۔

تو ہوڑی ہی دیر بعد فرگز فنا میں بلند ہو رہا تھا اور پھر جلد ہی اس خدشے کی تصدیق ہو گئی جس نے اسے مضطرب کر رکھا تھا۔ اس جگہ سے شعلے نکل رہے تھے۔ جہاں اس یونٹ کا پاور پلانٹ تھا۔

”سب کچھ تباہ ہو گیا۔“ وہ زیر لب بڑا ای۔ ”لیکن یہ ناممکن ہے کہ وہ پاور پلانٹ تک پہنچ سکے ہوں۔“

اس نے فرگاز کے کشرون بورڈ پر سرخ رنگ کا بٹن دبایا اور ایک اسکرین روشن ہو گئی۔ اب فرگاز اس مقام کی طرف حرکت کر رہا تھا جہاں سے شعلے نکل رہے تھے۔ اسکرین پر وہ بجکے آہستہ آہستہ قریب ہوتی جا رہی تھی اور پھر جنم کا دہانہ اسے بالکل صاف نظر آنے لگا جس کے شعلے آسمان سے باتمیں کر رہے تھے۔

”سب کچھ تباہ ہو گیا۔“ وہ ایک بار پھر کراہی۔۔۔ اور کشرون بورڈ کے اس بٹن کو دبایا جس کا تعلق بیڑی سے چلنے والے لا سکلی نظام سے تھا۔ اس نے یونٹ نمبر گیارہ کے اس دستے سے رابطہ قائم کیا جو بیڑی سے چلنے والے واٹر لیس کو آپریٹ کرتا تھا۔

”ئی تحری بی کالنگ۔۔۔ یونٹ الیون۔“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ فوراً دوسری طرف سے جواب ملا۔ تحریسیا پھر بولی۔ ”یونٹ کا پاور پلانٹ کسی طرح تباہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ نظام بھی ناکارہ ہو گیا جو ہوائی حملے سے چھاؤ کرتا تھا۔ راؤل کو آگاہ کرو کہ اپریلوں کے سارے افراد

کربولا۔

”کس خیال کی؟“

”اس ساری ہر بوجگ کا مقصد، میری دانست میں ایک بڑی طاقت کی توجہ کو ایک اہم مسئلے کی طرف سے ہٹانا تھا۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

میرا خیال ہے کہ تھریسا آج کل کسی بڑے معاوضے پر جنوبی افریقہ کی سفید قام حکومت کے لئے کام کر رہی ہے۔“

”کیا بات ہوئی؟“

”جنوبی افریقہ ایسی طاقت بنانا چاہتا ہے۔ اُسے ری پرو سنگ پلانٹ کی ضرورت ہے لیکن اُس کی نسل پرست پالیسی کی بناء پر ساری دنیا میں اس کی مخالفت ہو رہی ہے۔ بڑی طاقتیں بھی اس کے حق میں نہیں ہیں کہ ایسی طاقت بنے۔ لیکن ایک بڑی طاقت اسے ایسی طاقت بنانا چاہتی ہے۔ اُس کے لئے وہ چوری چھپے جنوبی افریقہ کی سفید قام حکومت کی مدد کرنا چاہتی ہے۔ دوسری بڑی طاقت کو اس کی سُن گن مل گئی تھی۔ لہذا اس کے بھروسے جہازوں نے ان راستوں کی نگرانی شروع کر دی جن سے یہ کالی مدد جنوبی افریقہ تک پہنچنے کا امکان ہو سکتا ہے۔ غالباً تھریسا یہ چاہتی تھی کہ جہاں کن ایسی شعاع کا قصہ سن کر نگرانی کرنے والے جہاز تزانیہ کی طرف دوڑ پڑیں اور وہ راستہ صاف ہو جائے۔ جس سے ری پرو سنگ پلانٹ چوری چھپے جنوبی افریقہ پہنچا جانے والا تھا۔ سنگ تھوڑی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد بولا۔ ”تمہارا یہ نظریہ درست بھی ہو سکتا ہے۔“

”پتا نہیں اس دوران میں اُسے اپنے مقصد میں کامیابی بھی ہو سکی یا نہیں؟“

”جہنم میں جائے۔ میرا مشن تو ناکام ہو گیا۔“ سنگ بُراسمنہ بن کر بولا۔

”کون سامشن؟“

”میں نہ گانیکا کے اُس پارا سلخ سملک کرتا چاہتا تھا۔ میرا کرڈزوں ڈال رکا نقصان ہوا ہے۔“

”اب کیا یہیں بیٹھے رہیں گے باس؟“ دفعتاً بوزف بولا۔

”نکل چلنے کی کوئی تدبیر کرو۔“

”جب تو ہی کوئی تدبیر نہیں کر سکتا تو میں کیا کرلوں گا۔ میں اس سرزی میں پرا جبی ہوں۔“

سنگ نے شانے سکوڑے اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا۔ ”میں نہیں جانتا کہ اس ٹرانس میٹر کا دائرہ کار کتنا ہے لیکن پھر بھی ٹرانی کرتا ہوں۔“

”کے ٹرانی کرو گے؟“ سنگ نے تلخ لبھ میں پوچھا۔

”بزول کیوں کو۔“

”اب اُسے تمہاری کسی بات پر یقین نہیں آئے گا۔“

”سنو.... بچھل رات والے دھماکے کی گوا میں ضرور ریکارڈ کئے گئے ہوں گے۔ آج کل اس میں کی تمام تر توجہ اسی طرف ہو گی۔ میں اسے آگاہ کروں گا کہ جس نظام کے تحت حملہ آور جہاز تباہ ہو جاتے تھے۔ وہ غیر موثر ہو چکا ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو پہلے پانیک لیس جاسوسی طیارے ادھر بھجوا کر دیکھ لے۔“

”ہو سکتا ہے۔“ سنگ نے سر ہلا کر کہا۔ ”لیکن میری واپسی میں صورت میں ہو گی؟“

”میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں جنگل سے نکال کر تمہاری طرف سے آنکھیں بند کروں گا لیکن اگر کبھی میرے ملک میں دکھائی دیئے تو ہمارے درمیان اعلانِ جنگ کی تجدید ہو جائے گی۔“

”یہ نہایت طاقتور ٹرانس میٹر ہے، تم جنوبی اپنی پیغام کی گو ماںک پہنچا سکو گے۔“ سنگ نے کہا۔

”تو پھر جلدی کرو باس۔“ بوزف بولا۔ ”یہ واثر یہی قبائل ذرا ہی سی دیر میں پاگل ہو جاتے ہیں۔ اُن کا کچھ اعتبار نہیں۔“

”تم اس کی فکر نہ کرو، میں ان کے لئے تھنا کافی ہوں۔“

”ہاں نہ ہو۔“ سنگ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ایکش رو گس بھی تم میرے حوالے کر دو گے۔“

”پہلے تو مجھے بزول کیوں سے رابطہ قائم کرنے دو۔“

”یہ ناممکن ہے۔“ سنگ نے کہا۔ ”پہلے ایکش رو گس۔“

عمران اچھل کر پیچھے ہٹا۔ اور ایکش رو گس نکال کر اُس کا رخ سنگ کی طرف کرتا ہوا بولا۔ ”کیوں نہ میں تمہیں ختم ہی کر دوں۔“

”ضرور.... ضرور۔“ سنگ نے اُس ٹرانس میٹر کا دھماکہ کر کہا۔ ”میرے ہی ساتھ یہ بھی فنا ہو جائے گا۔ تمہاری آخری امید۔“

"میری تجویز بھی تو سنو۔" جوزف جلدی سے بول پڑا۔ "ایکٹروگس کے لئے قرعہ اندازی کیوں نہ ہو جائے بعد میں۔"

"مجھے منظور ہے۔" سنگ بولا۔

پھر عمران جزل کیوں سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور اپنی کار گزاری سنکر جاسوسی طیارہ بھینجنے کی تجویز پیش کی تھی جو منظور کر لی گئی۔

سارے اختیاطی مراحل سے گزرنے کے بعد لمبی پرواز والے ہیلی کوپڑوں کی آمد شروع ہوئی۔

جزل کیوں خود آیا تھا... اور تنزانیہ کے فوجی جیمن اور دونوں فرانسیسی عورتوں کو چاروں طرف تلاش کرتے پھرے تھے لیکن ان کا کہیں سراغ نہ مل سکا۔

ادھر الیکٹروگس کے لئے قرعہ اندازی کی نوبت ہی نہیں آنے پائی تھی۔ کیونکہ اچانک ایک جگہ سنگ کو وہی ایک درجن عورتیں نظر آگئیں تھیں جن سے پچتا پھر رہا تھا۔ لہس پھر جو بھڑک کر بھاگا ہے تو اس کی واپسی بھی نہیں ہو سکی تھی۔

ختم شد

ابن صفی کی عمران سیریز کی نئے شائل میں طباعت مکمل ہو چکی ہے۔ جسے قارئین نے بہت پسند کیا ہے۔ حصول ولیٰ تمام کتب مکمل جلدیوں کی صورت میں پیش کی گئی ہیں۔ انفرادی ناولوں کو بھی اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ کتب کے اور بینل نمبر برقرار رکھے گئے ہیں تاکہ قارئین کو اپنی لا سیریزی مکمل کرنے میں آسانی ہو۔ مکمل فہرست پیش خدمت ہے۔

عمران سیریز

جلد نمبر 4

- 12 لاشون کا بازار
- 13 قبر اور خبر
- 14 آہنی دروازہ

جلد نمبر 5

- 15 کالے چراغ
- 16 خون کے پیاسے
- 17 الفانے
- 18 درندوں کی بستی

جلد نمبر 6

- 19 گشیدہ شہزادی
- 20 حماقت کا جال
- 21 شفق کے پچاری

جلد نمبر 1

- خوفناک عمارت
- 1 چڑاؤں میں فائر
- 2 پراسرار چینیں

جلد نمبر 2

- بھیانک آدمی
- 4 جہنم کی رقاصہ
- 5 نیلے پرندے
- 6 سانپوں کے شکاری

جلد نمبر 3

- رات کا شہزادہ
- 8 دھوئیں کی تحریر
- 9 لڑکیوں کا جزیرہ
- 10 پتھر کا خون

جلد نمبر 21

- 73 نادیدہ ہمدرد
- 74 ادھورا آدمی

جلد نمبر 22

- 75 آپریشن ڈبل کراس
- 76 خیر اندیش
- 77 پوائنٹ نمبر بارہ
- 78 ایڈ لاوا

جلد نمبر 23

- 79 یکم کیسل
- 80 معصوم درندہ
- 81 بیگم ایکس ٹو
- 82 شہباز کابیرا

جلد نمبر 24

- 83 ریشوں کی یلغار
- 84 خطرناک ڈھلان
- 85 جنگل میں منگل
- 86 تین سنکی

جلد نمبر 25

- 87 آدھا تیر
- 88 آدھا بیٹر

جلد نمبر 17

- 57 بحری یقین خانہ
- 58 پاگلوں کی انجمن
- 59 ہلاکو اینڈ کو

جلد نمبر 18

- 60 پہاڑوں کے پیچھے
- 61 بزدل سورما
- 62 دست قضا
- 63 ایش ٹرے ہاؤز

جلد نمبر 19

- 64 عقاقوں کے جملے
- 65 پھروہی آواز
- 66 خوزیر یز تصادم
- 67 تصویر کی موت

جلد نمبر 20

- 68 سنگ چانگ
- 69 دھونیں کا حصہ
- 70 سمندر کا شگاف
- 71 زلزلے کا سفر
- 72 بلیک اینڈ وائٹ

جلد نمبر 12

- 39 ہیروں کا فریب
- 40 دلچسپ حادثہ
- 41 بے آواز سیارہ
- 42 ڈیڑھ متواں

جلد نمبر 13

- 43 بلی چھتی ہے
- 44 لوبولی لا
- 45 سہ رنگا شعلہ
- 46 آتشی بادل

جلد نمبر 14

- 47 گیت اور خون
- 48 دوسرا آنکھ
- 49 آنکھ شعلہ بنی

جلد نمبر 15

- 50 شوگر بینک
- 51 تابوت میں چیز
- 52 فضائی ہنگامہ

جلد نمبر 16

- 53 تصویر کی اڑان
- 54 گیارہ نومبر
- 55 مناروں والیاں
- 56 سبز لہو

جلد نمبر 7

- 22 قاصد کی تلاش
- 23 رائی کا پرہت
- 24 پاگل کتے

جلد نمبر 8

- 25 پیاسا سمندر
- 26 کالی تصویر
- 27 سوالیہ نشان

جلد نمبر 9

- 28 خطرناک لاشیں
- 29 گیند کی تباہ کاری
- 30 چار لکیریں

جلد نمبر 10

- 31 چالیس ایک باون
- 32 آتشدان کا بت
- 33 جڑوں کی تلاش

جلد نمبر 11

- 34 عمران کا انگو
- 35 جزیروں کی روح
- 36 چیختی روٹیں
- 37 خطرناک جواری
- 38 ظلمات کا دیوتا

جلد نمبر 31

- 105 - موت کی آہٹ
- 106 - دوسرا رخ
- 107 - چٹانوں کا راز
- 108 - مخدن اسونج
- 109 - تلاش گم شدہ
- 110 - آگ کا دارہ
- 111 - لرزتی لکیریں

جلد نمبر 32

- 112 - پتھر کا آدمی
- 113 - دوسرا پتھر
- 114 - خطرناک انگلیاں

جلد نمبر 33

- 115 - رات کا بھکاری
- 116 - آخری آدمی

جلد نمبر 34

- 117 - ڈاکڑ دعا گو

جلد نمبر 35

- 118 - جو نک کی واپسی

جلد نمبر 36

- 119 - زہر لیلی تصویر

جلد نمبر 37

- 120 - بیباکوں کی تلاش

جلد نمبر 26

- 89 - علامہ دہشت ناک
- 90 - فرشتے کا دشمن
- 91 - بیچارہ شہ زور
- 92 - کالی کہکشاں

جلد نمبر 27

- 93 - سہ رنگی موت
- 94 - متحرک دھاریاں
- 95 - جو نک اور ناگن
- 96 - لاش گاتی رہی

جلد نمبر 28

- 97 - خوشبو کا حملہ
- 98 - بابا سگ پرست
- 99 - مہکتے محافظ

جلد نمبر 29

- 100 - ہلاکت خیز
- 101 - زیبرا مین

- 102 - جنگل کی شہریت

جلد نمبر 30

- 103 - مونالیزا کی نواسی
- 104 - خونی فنکار